

# چوگان بستی

غنی پریم چند

شہر میروں کے رہنے اور خرید و فروخت کرنے کی جگہ ہے اور دامن شہر ان کے سیر و تفریح کا مقام۔ وسط شہر میں ان کے لڑکوں کے مدرسے اور ان کی مقدمہ باز یوں کے وہ اکھاڑے ہوتے ہیں، جہاں انصاف کے بہانے غریبوں کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔ شہر کے آس پاس غریبوں کی بستیاں ہوتی ہیں۔ بنارس میں پائڈے پور اسی قسم کی آبادی ہے۔ وہاں نہ شہر کے لیمپوں کی شعاعیں پہنچتی ہیں نہ شہری چھڑ کاؤ کی چھنٹیں اور نہ آب رسانی کے نلوں کی روینیاں لب سردک چھوئے چھوئے بنیوں اور حلوائیوں کی دکانیں ہیں جن کے عقب میں کئی یکہ بان، گاڑی والے، گویے اور مزدور رہتے ہیں۔ دو چار گھر بگڑے ہوئے سفید پوشوں کے بھی ہیں جن کی خستہ حالی نے انہیں شہر سے خارج کر دیا ہے۔ یہیں ایک غریب اندھا چہرہ بھی رہتا ہے، جسے لوگ سور داس کہتے ہیں۔ ہندوستان میں اندھے آدمیوں کے لیے نہ نام کی ضرورت ہوتی ہے نہ کام کی۔ سور داس ان کا بنا بنایا نام ہے اور بھیک مانگنا ان کا بنا بنایا کام۔ ان کے اوصاف و عادات بھی مشہور زمانہ ہیں۔ گانے بجانے سے ایک خاص دلچسپی، دل میں ایک خاص محبت، روحانیت اور بھگتی سے ایک خاص رغبت ان کی فطرتی اطوار ہیں۔ نگاہ ظاہر بند اور نگاہ باطن کھلی ہوتی۔

سور داس ایک نہایت تحیف و ناتواں اور سادہ مزاج شخص تھا، جسے شاید قدرت نے بھیک مانگنے ہی کے لیے بنایا تھا۔ وہ ہر روز لاٹھی ٹیکتا ہوا اپنی سردک پر آٹینٹھا اور راہ گیروں کی جان کی خیر مناتا ”داتا بھگوان تمہارا قلیان کریں“ یہی اس کی صدا تھی اور اسی کو وہ بار بار دہراتا تھا۔ شاید وہ اسے مسافروں کے تالیف قلوب منتر سمجھتا تھا یا پیادہ مسافروں کو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے دھانسیں دیتا تھا۔ لیکن جب کوئی یکہ گزرتا تو وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگتا اور گھسیوں کے ساتھ تو گویا اس کے پیروں میں پر لگ جاتے تھے، لیکن موٹروں کو وہ اپنے نیک ارادوں کے پرے سمجھتا تھا۔ تجربہ نے اس کو بتا دیا تھا کہ ہوا گاریاں کسی کی

باتیں نہیں سنتیں۔ صبح سے شام تک اس کا تمام وقت دعائے خیر میں گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ ماکھ پوس کے ابرو باد اور بیساکھ جینٹھ کی سوز و پیش میں بھی ماند نہ ہوتا تھا۔

کاسک کا مہینہ تھا۔ ہوا میں خوش گوار خنکی آگئی تھی۔ شام کا وقت تھا۔ سورداں اپنی جگہ پر بہت کی طرح بیٹھا ہوا کسی یکہ یا بگھی کی صدائے خوش آئند پر کان لگائے ہوئے تھا۔ سڑک پر دورو یہ درختوں کی قطاریں تھیں۔ ان کے نیچے گاڑی بانوں نے گاڑیاں ٹھہرا دیں اور بیل کھول دیئے۔ پچھائیں بیل ٹاٹ کے ٹکڑوں پر کھلی اور بھوسہ کھانے لگے۔ گاڑی بانوں نے بھی اپنے جلا دیئے۔ کوئی چادر پر آنا گوندھتا تھا۔ کوئی گول ہائیاں بنا کر اوپلوں پر سینکتا تھا۔ کسی کو برتنوں کی ضرورت نہ تھی۔ سامن کے لیے گھوئیوں کا بھرتہ کافی تھا اور اس بے سرو سامانی پر بھی انہیں کوئی فکر نہ تھی۔ بیٹھے ہوئے ہائیاں سینکتے اور گاتے جاتے تھے۔ بیلوں کے گئے کی گھنٹیاں ساز کا کام دے رہی تھیں۔ گنیش گاڑی بان نے سورداں سے پوچھا: ”کیوں بھگت ایسا کرو گے؟“

سورداں نے گردن ہلا کر کہا: ”کہیں ہے ڈول؟“

گنیش: ”ہاں ہے کیوں نہیں؟ ایک گاؤں میں ایک سوریہ ہے۔ تمہاری ہی جات برادری کی ہے۔ کہو تو بات چیت پکی کروں۔ تمہاری بارات میں مزد سے دو دن ہائیاں لگیں۔“

سورداں: کوئی ایسی جگہ بتائی جہاں دھن ملے اور اس بھیک منگائی سے پیچھا چھوٹے۔ ابھی اپنے ہی پیٹے کی فکر ہے۔ تب ایک اندھی کی اور قمر ہو جائے گی۔ ایسی بیزی پیر میں نہیں ڈالتا۔ بیزی ہی ہے تو سونے کی تو ہو!

گنیش: لاکھ روپے کی مہربانہ پا جاؤ گے۔ رات کو تمہارے پاؤں دبانے کی ہر میں تیل ڈالے گی، ایک بار پھر جوان ہو جاؤ گے۔ یہ ہڈیاں نہ دکھائی دیں گی۔

سورداں: تو روٹیوں کا سہارا بھی جاتا رہے گا۔ یہ ہڈیاں دیکھ کر ہی تو لوگوں کو دیا آتی ہے۔ مولے آدمیوں کو بھیک کون دیتا ہے، الٹا اور ملنے ملتے ہیں۔

گنیش: اچی نہیں، وہ تمہاری سیوا بھی کرے گی اور تمہیں بھوجن بھی دے گی۔ چن ساہ  
کے یہاں تین جھاڑے گی تو چار آنے روڑ پائے گی۔

سور داس: تب تو وہ بھی درگت ہوگی۔ گھر والی کی سمانی کھا کر کسی کو منہ دکھانے کے  
الائق نہ ہوں گا۔

دفعتاً ایک فنن آتی ہوئی سمانی دی۔ سور داس لالچی ٹپک گراٹھ کھڑا ہوا۔ یہی اس کی  
سمانی کا وقت تھا۔ اسی وقت شہر کے رئیس اور مہاجن ہوا خوری کو آتے تھے۔ فنن جون ہی  
سامنے آئی، سور داس اس کے پیچھے ”واتا بھگوان تمہارا کایان کرے“ کہتا ہوا دوڑا۔

فنن میں جائے صدر پر مسٹر جان سیوک اور ان کی اہلیہ مسز جان سیوک بیٹھی ہوئی  
تھیں۔ مقابل میں ان کا جوان لڑکا پر بھوسیوک اور اس کی چھوٹی بہن مس صوفیہ سیوک  
تھی۔ جان سیوک دو برے بدن کے گورے چنے آدمی تھے۔ بڑھاپے میں بھی چہرہ سرخ  
تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال کھجڑی ہو گئے تھے۔ وضع انگریزی تھی جوان پر خوب موزوں  
تھی۔ چہرہ پر غور اور خود داری کا رنگ جھلکتا تھا۔ مسز سیوک کو وقت کے ہاتھوں نے زیادہ  
ستایا تھا۔ چہرہ پر چھریاں پڑ گئی تھیں اور اس سے ان کی نگہ دلی کا اظہار ہوتا تھا، جس کو  
سنہری عینک بھی نہ چھپا سکتی تھی۔ پر بھوسیوک کی مسیں بھیک رہی تھیں۔ چھریہ اور اکہرا  
بدن، زرد رو آنکھوں پر عینک اور چہرہ پر متانت اور غور و خوض کا گہرا رنگ نظر آتا تھا۔  
آنکھوں سے ایک نور رحم نمودار تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ حسن قدرت سے لطف اٹھا رہا  
ہے۔ مس صوفیہ بڑی بڑی آنکھوں والی، شرمیلی، زمین تھی۔ نازک اندام اس قدر گویا  
عناسر کے بجائے پھولوں سے وجود پذیر ہوئی تھی۔ چہرہ ایسا موزوں گویا شرم و انکسار کا  
مجسمہ تھا۔ وہ سراپا رن تھی۔ مادیت کا کہیں پتہ نہ تھا۔

سور داس فنن کے پیچھے دوڑتا چلا آتا تھا۔ اتنی دور تک اور تیزی سے کوئی مشاق کھلاڑی  
بھی نہ دوڑ سکتا تھا۔ مسز سیوک نے ناک سکود کر کہا ”اس کم بخت کی چیخ نے تو کانوں کے  
پر دے پھاڑ ڈالے۔ کیا یہ دوڑتا ہی چلا جائے گا؟“

مسٹر جان سیوک بولے "اس ملک کے سر سے یہ بلانہ جانے کب جائے گی؟ جس ملک میں بھیک مانگنا بے شرمی میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ اونچی سے اونچی ذاتیں بھی اسے کسب معاش کا ذریعہ بنائیں۔ جہاں مہاتماؤں کے گزر بسر کا بھی صرف یہی ایک سہارا ہو، اس ملک کی نجات کے لیے ابھی صدیوں کی مدت درکار ہے"

پرجھو سیوک: یہاں یہ رواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ زمانہ سلف میں راجاؤں کے لڑکے بھی درس گاہوں میں پڑھتے وقت بھیک مانگ کر اپنی نیز اپنے استادوں کی پرورش کرتے تھے۔ علماء و فقہاء کے لیے بھی یہ کوئی بے عزتی کی بات نہ تھی۔ مگر وہ لوگ مکر وہ بات دنیا سے الگ ہو کر تلاش حق میں مصروف رہتے تھے۔ اس رواج کو اب بجا طریقہ پر نہ تاجا رہا ہے۔ میں نے یہاں تک سنا ہے کہ کتنے ہی برہمن جو زمیندار ہیں، گھر سے خالی ہاتھ مقدمہ بازی کرنے چلتے ہیں۔ دن بھر کبھی لڑکی کے بیاہ کے حیلہ سے، کبھی کسی عزیز کی موت کے بہانے سے بھیک مانگتے ہیں۔ شام کو راج پتھ کر پیسے کھرے کر لیتے ہیں۔ پیسے جلد روپے بن جاتے ہیں اور بالآخر وہ کیلوں اور کچھری کے عمالوں کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں۔

مسز سیوک: سائیں! اس اندھے سے کہہ دے۔ بھاگ جائے۔ پیسے نہیں ہیں۔ مس صوفیہ: نہیں ماما! پیسے ہوں تو دے دیجیے، پچارہ نصف میل سے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مایوس ہو جائے گا۔ اس کی آتما کو کتنا دکھ ہوگا۔

مسز سیوک: تو یہاں اس سے کس نے دوڑنے کے لیے کہا تھا؟ اس کے پیروں میں درد ہوتا ہوگا!

صوفیہ: نہیں، اچھی ماما! کچھ دے دیجیے، پچارہ کتنا بامپ رہا ہے۔ پرجھو سیوک نے جیب سے کیس نکالا، مگر تانبے یا نکل کا کوئی ٹکڑا نہ نکلا اور چاندی کا کوئی سکہ دینے میں ماں کی ناراضگی کا اندیشہ تھا۔ لیکن سے بولے "صوفی! افسوس ہے پیسے نہیں نکلے۔ سائیں! اندھے سے کہہ دو۔ آہستہ آہستہ آگے والے گودام تک چلا جائے،

وہاں شاید پیسے مل جائیں۔“

مگر سورداس کو اتنا صبر کہاں؟ جانتا تھا گودام پر کوئی میرے لیے کھڑا نہ رہے گا۔ کہیں گاڑی آگے بڑھ گئی تو اتنی محنت بیکار ہو جائے گی۔ اس نے گاڑی کا پیچھا نہ چھوڑا اور پورے ایک میل تک دوڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ گودام آ گیا اور غن رکی۔ سب لوگ اتر پڑے۔ سورداس بھی ایک طرف کھڑا ہو گیا جیسے درختوں کے بیچ میں ٹھنڈے ہانپتے ہانپتے پیدم ہو رہا تھا۔

مسٹر جان سیوک نے یہاں چمڑے کی آڑھت کھول رکھی تھی۔ طاہر علی نامی ایک شخص ان کا ایجنٹ تھا۔ وہ آمدہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ صاحب کو دیکھتے ہی اس نے اٹھ کر سلام کیا۔ جان سیوک نے پوچھا کہیے خاں صاحب! چمڑے کی آمد فی کیسی ہے؟

طاہر علی: حضور! ابھی جیسی ہونی چاہیے ویسی تو نہیں ہے مگر امید ہے کہ آئندہ اچھی ہو۔ جان سیوک: کچھ دوڑ دھوپ کیجیے۔ ایک ہی جگہ بیٹھے رہنے سے کام نہ چلے گا۔ قرب و جوار کے دیہاتوں میں چکر لگایا کیجیے۔ میرا ارادہ ہے کہ میونسپلٹی کے چیز مین صاحب سے مل کر یہاں ایک شراب ورتاڑی کی دکان کھلوا دوں۔ اس وقت آس پاس کے چار یہاں روز آئیں گے اور آپ کو ان سے ربط مضبوط پیدا کرنے کا موقع ملے گا۔ آج کل ان چالوں کے بغیر کسی کاروبار کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ مجھی کو دیکھئے۔ ایسا شاید ہی کوئی دن جاتا ہو گا کہ میں شہر کے دو چار بڑے آدمیوں سے ملاقات نہ کرتا ہوں۔ دس ہزار کی بھی ایک پالیسی مل گئی تو ہفتوں کی دوا دوش کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔

طاہر علی: حضور! مجھے خود فکر ہے۔ سوچتا ہوں کہ کاروبار میں مالک کو چار پیسے کا نفع نہ ہو گا تو وہ اس کام کو کرے گا کیوں؟ مگر حضور نے میری جو تجویز مقرر کی ہے، اس میں گز نہیں ہوتا۔ گھر کے لیے تو بیس روپے کا مانج بھی کافی نہیں ہوتا اور سب ضروریات اس کے علاوہ۔ ابھی کہنے کی ہمت نہیں پڑتی مگر حضور سے نہ کہوں تو کس سے کہوں؟

جان سیوک: کچھ دن کام کیجیے۔ ترقی ہو گی نا۔ کہاں ہے آپ کا حساب کتاب؟

لائیے اویجھوں۔

یہ کہتے ہوئے مسٹر جان سیوک گودام کے برآمدے میں ایک ٹوٹے ہوئے موٹر سے  
پرہیز گئے۔ مسز سیوک ایک کرسی پر متمکن ہوئیں۔ طاہر علی نے بھی لاکر سامنے رکھ دی۔  
صاحب اس کا معائنہ کرنے لگے۔ دو چار ورق الٹ پٹ کر دیکھنے کے بعد ذرا بگڑ کر  
بولے ”ابھی آپ کو حساب کتاب رکھنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ ترقی  
کر دیجیے۔ حساب بالکل آئینہ ہونا چاہیے۔ یہاں تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے کتنا مال  
خریدا اور کتنا روانہ کیا۔ خریدار کو فی کمال ایک آندہ دستوری ملتی ہے۔ وہ کہیں درج نہیں  
ہے۔“

طاہر علی: کیا اسے بھی درج کروں؟

جان سیوک: کیوں نہیں؟ کیا وہ بھی میری ہی آمدنی نہیں ہے؟

طاہر علی: میں نے سمجھا تھا وہ مجھ خادم کا حق ہے۔

جان سیوک: ہرگز نہیں! میں آپ پر شعبن کا مقدمہ دائر کر سکتا ہوں (تیور بدل کر)

ملازموں کا حق ہے! خوب! آپ کا حق ہے! تنخواہ اس کے سوال آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔

طاہر علی: حضور! اب آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔

جان سیوک: اب تک اس مد میں آپ نے جو رقم وصول کی ہے، وہ آمدنی میں

دکھائیے۔ حساب کتاب کے معاملہ میں میں ذرا بھی رعایت نہیں کرتا۔

طاہر علی: حضور! بہت قلیل رقم ہوگی۔

جان سیوک: کچھ مضائقہ نہیں۔ ایک ہی پانی سہی۔ یہ سب آپ کو بھرنے پڑے گی۔

ابھی وہ رقم قلیل ہے۔ کچھ دنوں میں اس کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جائے گی۔ اس رقم سے

میں یہاں ایک سڈے اسکول کھول سکتا ہوں۔ سمجھ گئے۔ میم صاحب کی یہ بڑی زیر دست

خواہش ہے اچھا چلیے وہ زمین کہاں ہے جس کا آپ نے ذکر کیا تھا؟

گودام کے عقب میں ایک وسیع میدان تھا۔ یہاں قرب و جوار کے حواشی چر لے جایا

کرتے تھے۔ جان سیوک اس زمین کو خرید کر وہاں ایک سگریٹ بنانے کا کارخانہ کھولنا چاہتے تھے۔ انہوں نے پر بھوسیک کو بھی ہنسر سیکھنے کے لیے امریکہ بھیجا تھا۔ جان سیوک کے ساتھ پر بھوسیک ورن کی ماں بھی زمین کو دیکھنے چلے۔ باپ بیٹے نے مل کر اراضی کی پیمائش کی۔ کہاں کارخانہ ہوگا، کہاں گودام، کہاں دفتر، کہاں منیجر کا بنگلہ، کہاں مزدوروں کی بارکس، کہاں کونسلہ رکھنے کی جگہ اور کہاں سے پانی سے آئے گا وغیرہ کے متعلق باپ بیٹے میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر مسٹر سیوک نے طاہر علی سے پوچھا ”یہ کس کی زمین ہے؟“

طاہر علی: حضور یہ تو ٹھیک نہیں معلوم۔ ابھی چل کر یہاں کسی دے دریافت کر لوں گا۔ شاید تاکہ رام پنڈا کی ہو۔

جان سیوک: آپ اس سے یہ زمین کتنے میں دلا سکتے ہیں؟

طاہر علی: مجھے تو اس میں بھی شک ہے کہ کیا وہ اسے بیچے گا بھی

جان سیوک: اجی! بیچے گا اس کا باپ! اس کی کیا ہستی ہے؟ روپے کے سترہ آنے دیجیے اور آسمان کے تارے منگوا لیجیے۔ آپ اسے میرے پاس بھیج دیجیے۔ میں خود باتیں کر لوں گا۔

پر بھوسیک: مجھے تو اندیشہ ہے کہ یہاں خام جنس بمشکل مل سکے گی۔ اس طرف تمباکو کی کاشت کم کرتے ہیں۔

جان سیوک: کیا مال پیدا کرنا تمہارا کام ہوگا۔ کاشتکار کو رکھ جو یا گیہوں سے عیش نہیں ہوتا۔ وہ جس چیز میں اپنا فائدہ دیکھے گا، وہی پیدا کرے گا۔ اس کا کچھ اندیشہ نہیں ہے (طاہر علی سے) خاں صاحب! آپ اس پنڈے کو میرے پاس کل ضرور بھیج دیجیے گا۔

طاہر علی: بہت خوب! اس سے کہوں گا

جان سیوک: کہوں گا نہیں، اس کو بھیج دیجیے گا۔ اگر آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا تو میں سمجھوں گا کہ آپ کو معاملہ بندی کا مطلق شعور نہیں۔



مسز سیوک: (انگریزی میں) تمہیں اس جگہ پر کوئی تجربہ کار آدمی رکھنا چاہیے تھا۔  
جان سیوک: (انگریزی میں) نہیں میں تجربہ کار آدمی سے ڈرتا ہوں۔ وہ اپنے تجربہ سے اپنا فائدہ سوچتا ہے۔ تمہیں فائدہ نہیں پہنچاتا۔ میں تجربہ کاروں سے کوسوں دور رہتا ہوں۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے چاروں آدمی فٹن کے پاس آئے۔ یہاں صوفیہ کھڑی ہوئی سو اس سے باتیں کر رہی تھی۔ پربھو سیوک کو دیکھتے ہی انگریزی میں بولی ”پربھو! یہ اندھا تو کوئی گیانی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ پورا فلاسفر ہے۔“

مسز سیوک: تو جہاں جاتی ہے وہیں تجھے کوئی نہ کوئی گیانی آدمی مل جاتا ہے۔ کیوں بے اندھے! تو بھیک کیوں مانگتا ہے؟ کوئی کام کیوں نہیں کرتا؟  
صوفیہ: (انگریزی میں) ماما! یہ اندھا بالکل گنوار نہیں ہے۔

سو اس کو صوفیہ سے عزت پانے کے بعد یہ تو بین امیز الفاظ بہت برے معلوم ہوئے۔ اپنی عزت کرنے والوں کے سامنے اپنی جھک کئی گنا ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ وہ سر اٹھا کر بولا: ”بھگوان نے جنم دیا ہے۔ بھگوان کی چاکری کرتا ہوں۔ کسی دوسرے کی تابعداری اب نہیں ہو سکتی۔“

مسز سیوک: تیرے بھگوان نے تجھے اندھا کیوں بنا دیا؟ اس لیے کہ تو بھیک مانگتا پھرے؟ تیرا بھگوان بڑا بے انصاف ہے

صوفیہ: (انگریزی میں) ماما! آپ اس کی اتنی بے عزتی کر رہی ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے۔

سو اس بھگوان بے انصاف نہیں میرے پہلے جنم کی مانی ہی ایسی تھی۔ جیسے کرم کے ہیں ویسا پھل بھوگ رہا ہوں۔ یہ سب بھگوان کی لیا ہے۔ وہ بڑا کھلاڑی ہے۔ گھر وندے بناتا بگاڑتا رہتا ہے۔ اس کو کسی سے عداوت نہیں ہے۔ وہ کیوں بے انصافی کرنے لگا؟  
صوفیہ: میں اگر اندھی ہوتی تو خدا کو کبھی معاف نہ کرتی

سور داس: میم صاحب! اپنے پاپ سب کو آپ بھو گئے پڑتے ہیں۔ بھگوان کا اس میں کوئی دوش نہیں۔

صوفیہ: ماما یہ راز میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر خداوند یسوع نے ہمارے گناہوں کا گناہ اپنے خون سے کر دیا تو پھر سارے عیسائی ایک ہی حالت میں کیوں نہیں ہیں؟ دیگر مذاہب والوں کی طرح ہماری قوم میں بھی امیر، غریب، اچھے، برے، لٹلے، لوٹے سبھی طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟

مزز سیوک نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ سور داس بول اٹھا ”میم صاحب! اپنے گناہوں کا گناہ ہمیں آپ کرنا پڑتا ہے۔ اگر آج معلوم ہو جائے کہ کسی نے ہمارے گناہوں کے بار کو اپنے سر لے لیا تو دنیا میں اندھیرا ہو جائے“

مزز سیوک: صوفی! مجھے سخت افسوس ہے کہ اتنی موٹی سی بات تیری سمجھ میں نہیں آتی۔ حالانکہ ریورنڈ پیم نے خود کوئی بار تیرے شکوک کا دفعیہ کیا ہے۔

پر بھو سیوک: (سور داس سے) تمہارے خیال میں ہم لوگوں کو پیراگی ہو جانا چاہیے؟ کیوں؟

سور داس: ہاں جب تک ہم پیراگی نہ ہوں گے۔ ہم دکھوں سے نہیں بچ سکتے۔ جان سیوک! بدن پر راکھ مل کر بھیک مانگنا خود ہی سب سے بڑا دکھ ہے۔ یہ ہم کو دکھوں سے کیونکر نجات دلا سکتا ہے؟

سور داس: صاحب! پیراگی ہونے کے لیے راکھ ملنے اور بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے مہاتماؤں نے راکھ ملنے اور جٹاڑا خانے کو تو محض ڈھکوسلا بنا دیا ہے۔ پیراگ تو امن سے ہوتا ہے۔ سنسار میں رہے مگر سنسار کا ہو کر نہ رہے۔ اسی کو پیراگ کہتے ہیں۔

مزز سیوک: ہندوؤں نے یہ باتیں یونان کے اسٹوئک نامی فرقہ سے سیکھی ہیں، لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ ان پر کاربند ہونا کتنا مشکل ہے۔ یہ ہونی نہیں سکتا کہ انسان پر رنج و مسرت کا

نہ نہ پڑے۔ نہ دھڑے کو اس وقت پیسے نہ ہیں تو اپنے دل میں میسٹریوں  
صدا تھیں سارے گا۔

جس بیوک ہاں سے چھتہ دو۔ اچھو کیا کہتا تے۔ رڈر بھی بھنبھنا تو میں ہاں  
سے ہاتھیں روں گا۔ سر رچرگ بھوں چلے گا مائلت ہے ہیپ ایک اھیے کے  
یہ میسٹریوں کے کی طرح دہڑتا ہے۔ کس پر فرمایا ہے کہ میں بچے گے ہوں (کوچون سے)  
کارڈی بھیرہ قلب ہوتے ہوئے ہنگامہ چلو۔

محبوبہ ہاما چھتہ خدہ دروے دہا لے چارہ میسٹریوں دھڑکتی دور دور کیا ہے۔  
پہلے سیوک ہو، بھنبھنا پٹنے مہارے کی یہی نہ رہی!

جس بیوک ہاں میں چھتہ دو میں سے یہ گ کا بھق دینا چاہتا ہوں۔  
گڈری رو نہ ہونی ہاں اس مایوسی کا مجہد بنا ہو اپنی مڈھی مٹھوں سے کارڈیوں  
طرف تاتارہ۔ گوید کہ بھکی تھیں نہ ہوتا تھا کہ کوئی نہ نہ تاتے رحم ہوتا ہے۔ وہ  
ی نیم تھیں کی حالت میں کارڈی کے پیچھے پیچھے کی قدم پڑا لگی۔ اچھا! صونیہ ہے ہاں  
سہ رڈس افسوس کہ اس وقت میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ کچھ بھی دھڑکتا ہے تو تم کو اس  
قد رہا یوں نہ ہونا پڑے گا۔

مذہبوں میں فرست کا وہ کافی ہوتا ہے۔ سوز اس موجود کیفیت کو بخوبی سمجھ گیا۔  
اس بات کی طرف تو بڑی غور سے پوچھ رہی تھی "میم صاحب! اس کی یہ فکر بھگوان تھوڑی  
تایاں کریں۔ تمہاری دیا چاہیے۔ میرے لیے یہی بہت ہے"

صونیہ نے ہاں سے ہاں دیا دیکھ آپ نے؟ اس کی طبیعت فرما رہی نہیں ہوں۔

پرچہ بیوک ہاں رہیجیہ تو میں معلوم ہوتا

جس بیوک ک کے دس سے چھپو

مسر بیوک گایاں دے رہا ہوا

کارڈی بھی سنہ سنہ چل رہی تھی کہ حشر میں۔ پکار مہر یہ رہیں چند کی نہیں

بلکہ سردس کی ہے بڑگ ہمد ہے ہیں

صاحب نے گاڑی روک لی۔ تہمد و خرمی سے مسٹر بیوک ۱۰ بیھ۔ گاڑی سے اتر  
ر سردس کے پاس سے ہر مسند نہ ندر سے پوئے "کیوں سردس؟ یہ رئیس  
تمہاری ہے؟"

سردس ہاں مسند را میری ہے۔

پن بیوک تو میرے کام میں آیا۔ میں مدیشہ میں تھا کہ نہ جا سکے گا۔ لکھن ہے  
ہر س سے مودہ جسے بھی ہو گا یا نہیں۔ جب تمہاری ہے تو پھر کون مدیشہ میں۔ تم جیسے  
نارک مدنی و رنیک شخص سے یاد چھوٹھٹ نہ مانا پڑے گا۔ جب تمہارے پاس تھی  
ر میں ہے تو تم نے یہ نہیں یوں ہمارا کیا ہے؟

۱۲ سردس یہاں مسند بھگوٹن جو مرضی ہے ۱۰ رہا ہوں۔

جس بیوک تو تمہاری مصیبت وہ رہو جائے گی۔ اس یہ رئیس مجھے دے دو۔  
بھائی و بھائی و رفا مدہ کان مدہ میں ہم و مدہ لگی قیمت ۱۰ گ۔

۱۳ سردس ہر کارائزوں کی نکالی ہے۔ سے بیچ رن ہو کیا مدہ کس کا؟  
پن بیوک۔ میں مدہ پریناٹن مدہ گا۔ تمہارے پرکھوں کا نام اس نے  
چلتا رہا۔

۱۴ سردس صاحب اس زمیں سے محمد ۱۰ کا بہت مدہ ہوتا ہے۔ نہیں یک انگل  
بھر چرہ کی نہیں ہے۔ قر ۱۰ جو رے گل موٹی نہیں پڑے پڑے ہیں۔ مرہ مست رڈوں  
کا تو مدہ شیں کے لیے ہوں نہ ۱۰ نہ رہا پڑے گا۔

جس بیوک کتے رو پے س، نہ چرہ کی سے پڑتے ہو؟

۱۵ اس پچھو نہیں مجھے بھگوان مدہ نے عہدویوں کی دیتے ہیں تو کسی سے چرہ کی یا  
ہوں؟ وہ کچھ بھائی میں رستا تو تھی ہی۔

پن بیوک (تعب سے) تہرے تھی زمیں یوں ہی چرہ کی کے بے پچھوڑ لگی ہے۔

صوفیہ جہتی تھی۔ تم تیگ کی مورت ہو۔ میں نے بڑوں بڑوں میں نہ تیگ نہیں  
 دیکھا۔ ہم کو امرین سے لیکن جب ۲۰ شیوں پہ نئی میا رتے ہو تو نہایت کس طرح  
 مایوس رہ گئے ہیں یہ رہیں ہے بغیر تہا رنگ نہ پھوڑوں گا۔

۴۲ اس سرکار ایدر ٹیکل میر کی ہے قصہ اور یمن جب تک محو اس سے چھوڑ دے۔  
 چھوڑ دے ٹیکل سوتا۔ آپ اس سے مرید مرید گے؟

یہاں سے یہاں ایک کارخانہ کھولیں گا، اس سے ملک بھر میں ترقی ہوگی۔ غریبوں کا ہر وہ کام گا۔ نرروں کو دیس کی روٹیاں چیلے گا۔ سب کا تہہ بھی تمہیں کو ملوگا۔

۱۲۔ اس قصہ احمد کے ہاں ہے، اس سے اس وقت ہے، میرے پاس کچھ نہیں عرض کرتا۔

جس سیوک کچھ نہ ہے چوچھوئیں پھر تم سے ہوس کا نہ بچو رھو کہ میرے ساتھ  
 ۱۰۔ میں مٹاؤں نہ ہے گا۔ تم باطل پر خوش ہو گئے، باطل پر خوش رہو کا یہ  
 (و) جیب سے پکڑا ہے حال میں نے تم کو ممنوع بھکاری سمجھ رہا ہری توین نہ تھی۔  
 میں مجھے معاف کرو۔

سورس جسورائیں رہ چکے ہیں۔ روں کا ہتھوڑے ہاتھ وہ چار پیسے دے دے تو آپ کا ٹاپن مسج کا مارکی ہاتھ سے میں رہ چکے ہوں گا۔

جس سیدک تمہیں ہو چاہیے یہ روئے سے دودھ برائے مانے نہ چھو  
۱۲۶ میں تمہیں صاحب اختیار میں آپ کی عرض شامل ہوئی ہے۔ یہ ہفتہ نہیں

پس سینکڑوں بہت اہم ریسی میلن ۱۰۰ س نے ۹ پڑے تھے۔ صاحب مجبوراً  
 گارن پرجا بیٹھے۔ سر سید نے پوچھا ”یاد تیس ہوئیں؟“

ہاں بیوہ ہے تو فقیر ہیں میت مغرور ہے۔ پانچ روپے، تاتاقند ہے  
سز بیوک۔ کچھ مید؟

ہیں۔ پیو کہ جتنا سب سمجھ رہا تھا۔ تاہم ان میں سے



میں چھپ رہی ہوں نے گھر سے "مگ"۔ پیڑوں کے نیچے سے چھ سوکھی ہنسیں جمع  
 کر رکھی تھیں۔ اکٹیں سے چوہا علیا۔ جھونپڑی میں اصدان رہتی ہوئی۔ بے پروا سامان  
 کا طرہ سناؤں میں تھا نہ کھٹ نہ ستر نہ رتن نہ بھانڈے۔ ایک گوشہ میں بکٹی ہاگنر  
 تھانوں میں کا بیٹھ مازہ اس پر بھی ہوئی کان سے ہاگنر تھا چاہے کے پاس ایک  
 ماڈی تھی۔ پرنا ورسورخوں سے چھپی بنا ہو ایک دوسرے کا تو۔ یہ چھوٹی مھوت ور  
 ایک ہا۔ بس یہی سگھ و ہارنی وہ تھی۔ نہانی جو ہشت کا لٹا ٹلس حد صا  
 ہر دس۔ سن جتنا مانج پاتا تھا وہ سب جوں کا توں ہارنی میں ڈال دیا۔ کچھ جو تھے  
 یہ تھے۔ یہیں۔ کچھ سر، کچھ پیسے، کچھ بڑی ن جو رہ گئی ہر چوہوں اپنی سے قدرے مہیاں  
 دیا۔ سن سن رہوں نے یہی بندے۔ طیف و نیس کا مزہ چھو ہوا؟ اس میں تو عت کی  
 شیرینی تھی جس سے تیریں تو انیا میں ہونی چاہیے۔ ہارنی چوہے پر چڑھا رہا گھر  
 سے کا۔ رہ رہے پٹن گانی ورسورخ پر جا رہا ہے کی کان سے جھوڑ رہا ہا۔ ایک  
 پیسہ کاڑی۔ "نہ" کھوت میں گوناہ ورسورخ کھنڈہ تک چوہے کے سامنے پھیر کی ہا  
 دیش تر ماسٹر رہا۔ اس دھندلی روٹی میں اس کا غرہ ورسورخ کے بوسیدہ چوہے  
 نہانوں کی کھوت کا مضحکہ زرب تھے۔ جون، زندگی کے ساتھ نہانا ہو رتی ہے۔  
 ہارنی میں ہی دفعہ بل بڑی ورسورخ دفعہ گگ جھکی۔ دل دل چاہتا پھونکتے پھونکتے  
 ہا۔ اس ن گھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ کھنڈیں چاہے۔ یہ نہ نہیں اپر رہتی ہیں۔ ہا  
 ہا ہر ہر مرکب تیار ہو۔ اس نے س کو تار رہیے رکھا۔ چوہے پر تو یہ صابا اور ہانچوں  
 نے رہ گئیں۔ صابا رہیئے گا۔ لٹا صابا رہا تھا۔ رہ گئیں سب مہیاں تھیں۔ نہ پھونکی نہ  
 بڑی۔ نہ سیوری نہ جلی ہوئی۔ تو سے سے تار تار رہ گئیں۔ ویو ہے میں پاتا تھا ورسورخ  
 پر رہتا چاتا تھا۔ سب رہ گئیں۔ سن میں اس کے دروازہ پر ہڑے ہو رہا رہا رہا رہا  
 مٹھو مٹھو! دپٹا مٹھو تیار ہے۔ "مگر سب مٹھو نہ گیا تو اس نے کچھ دروازہ پر پٹن گانی ور  
 نایک رہا کے برآمدہ میں چار مٹھو کو پھانے گا۔ مٹھو وہیں چار رہا تھا۔ کو زسن رہا

پونے 12، 13 سال کا خوب صورت و رحیمروہڑ کا تھا۔ بھر سوئے مڑوں ہاتھ پاؤں یہ  
 اس کا بھنے جاتھا۔ اس کے ماں باپ وہاں طاعون میں مر چکے تھے۔ تیس سال سے  
 اس نے پرورش و پرورش کا دستور اس کی پریتھا۔ وہ اس کو چوں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔  
 وہ خود اچھا بے لوث ہے مگر منہوا ہر وہ تیس مڑ بڑھارکھتا تھا۔ خود اس پر چہرہ رو چہرہ ناگر  
 اس کو شکر و رونی بھی لکھی ورنہ کے ساتھ روٹیاں کھاتا تھا۔ رکوئی صیہ میں منہوا یہ  
 اُسے دینا تو اس کی حقیقت سے پہلے مگر مجھے کئے شہ میں بندھ بیٹا ہر منہوا وہ  
 سب سے کہتا "ہر ماں بڑھاپے سے یہ رڑھوں بھی تو نا کھ پیر چلتے ہیں۔ ہاتھ کھاتا  
 ہر جب کھ بیٹھہ۔ اس کا وہ ہر پانی و ن اے کا ہر منہوا ہر پانہ رگوہ میں شہا یہ ہر  
 جھونپڑی کے درو رہ پتا رہ۔ پھر درو رکھوں اس کا مڑ و جھوہ و ر ما سے رڑ و روٹیاں  
 رھ دیں۔ منہوا نے روٹیاں ایٹھیں تو کھل رہا میں رونی و رڑہ کھاس گئے ہر کھڑ  
 ہو۔

۲۲ اس میں بہت چھڑ ہے، ہر وہ تو ایٹھو کھیں، رڑہ و لپوں ہیں گہوں ہیں  
 منہوا میں نہ کھاس کا

۲۳ اس تو یہ صاڈے ہیں؟ تنی رت گئے وریاٹے؟  
 منہوا میں تو وہ دھرونی کھاس کا

۲۴ اس میں اس وقت کھاس میں ۲۲ ہے ۱۹۱۰ء کا

منہوا نے کاسو راس سے بہن رتھک کیا تو اپنے صیہوں کو روتا ہو کھنڈری شہن  
 ورنہ اتنا، بچ لگی سیر کے گھسیا جو اس و جھوہی کے پاس ہی تھا بچ لگی صاڈے پر تینہ  
 مار مل پئی راتھا۔ اس کی یو کی جونی کھاتا پانی نہی۔ جس میں تیس جیسہ ہں اور چہرہ پانچ کا میں  
 چہن پر بندھی ہوئیں چہرہ رسی تھیں۔ بچ لگی نے ہاں ہو ۲۲ اس ایٹھ چہ ۲۲ بکھی  
 پرکوں بگ ڈیٹھے ہوئے تم سے، تیس رڑہ تھے؟  
 ۲۵ اس کی مڑ منے صاحب نئے۔



جنگی تم بہت اونٹن گائے پیچھے دوڑے۔ چچہ ہاتھ کا

۱۲۲ میں پتھر ہاتھ کا اسیساں میں اٹکی نہیں آیا اصرار ہوتا ہے۔ میری وی میں

پیسے کو کہتے ہیں۔

جنگی ۱۲۲ کے پیچھے نہ

سورس میں وہی بہت لالچ دیتے رہے، پر میں نے ہاتھ نہیں کہا

۱۲۲ میں نے چچہ کا کہ بھی کی سے یہ بات نہیں ہوں گا یلین کے وقت ۱۲۲ پیسے

کے لیے کچھ خوشامد دہری تھی۔ بنا پوک دھا رہا خرہ بنا چاہتا تھا

جنگی تمہیں بھی رتے تو یہاں من سے پچھا ہے، یہ تھا؟ میں چار گاون کے بیچ

میں یہی تو تھی میں ہے وہ نکل جائے تو تہاری کا میں اور چھپا ہوں جہاں جا میں گی؟

جمن میں تو نہیں کے اور وہاں ہوندا جاتی

سورس میں نہ جان نکل جائے تب تو پیسوں میں گائیں نہ رہا چچہ سوس تق میں ہیں؟

بہو جی! ایک گھنٹہ ۱۲۲ ہوتا ہے ۱۲۲۔ مٹھو دھانے بیٹھا ہے۔ رو لی اور چھپا ہوا

میں۔ میں ۱۲۲ دھانے رت لگائے ہوئے ہے۔ جو چیز کھریں میں ہوتی، اس کے لیے

ضد رتا ہے۔ ۱۲۲ نہ پک کو جو جسے ہی ورہا گا

جنگی کے جا ۱۲۲ دھانے من می ہے؟ بھی وہاں ہے گھیسوں میں ایک کھلیا ۱۲۲ دھانے

۱۲۲ دھانے

جمنی ذریعہ ہا ۱۲۲ سورس! ہاتھ خان ہوتا دوں

جنگی وہاں مٹھو دھانے بیٹھا ہے کہتی ہے ہاتھ خان ہوتا ۱۲۲۔ تجھ سے نہ دھانے

تو میں ۱۲۲۔

جمنی چنتی تھی کہ یہ خدمت تمہیں گے تو پاپ کے مددے تھے میرے ڈ میں گئے۔

بہت رسونی سے نکل میں۔ ایک کھلیا میں پائی۔ وہاں سے ۱۲۲ ڈال رہا سورس کے

پس میں اور نہ رند میل کے سچ میں ہوں یہ وہاں کے من زہاں تمہیں کی بھارتی

ہے کہ بڑا دھکے دہری نہیں دھاتا۔ ہاپ جیتا تھا تو پیٹ بھر پئے بھی نہ دیتے تھے۔ س  
 ۱۱ دھکے دہنے ہی نہیں تھا۔

سورس یا روں بھائی؟ روئے گئے تھے تو رس گتا ہے۔

جمن ہلکی س طرح پیس پیس۔ اے سو کہ یک دن کام سے کاٹ کر اٹھ بیٹا جو چھو بھر  
 پانی کو بھی پوچھے۔ میری بوت گانہ بندھو پو یا ٹوٹا کھٹی بنا نہیں ہوتا۔ ہاتھ پاؤں ہوتے  
 اور تمہیں پھر ہار رہا ہے۔ گام سپنہ پئے سہنپ پیس رہا ہے۔

سورس جو کچھ میرا ہرم ہے بتا سوں۔ دی سوگا تو نہیں تک نہ جس رہے گا۔  
 ہاں پی ٹھہری کھائی ہوں تو میں یہ رہے گا سپنہ ہی ٹوٹے یہ رہے گا۔ میں نہیں چھو  
 پئے۔

جمن پیس نہیں ہوتا ہے۔ میری سہنپیں چہ یہ رہے ہیں تو یہ کیا ختم بھر تھانی  
 بنا رہے گا؟ صیوخی دجورن دیتا ہے۔ میری بوت گانہ بندھو۔ بھی سے کام میں  
 نہ گیا تو کھڑی ہو جائے گا۔ پھر اس کام میں اس کا جی نہ لے گا۔ س کی ممتہ رہے ہی رہ  
 پھر رہا کھاتا رہے گا۔

۲ سورس نے اس کا کچھ جو ب رہا۔ ۱۱ دھوٹ لھین ۱۱ رٹھی نے غولتو گو گھ پئے۔  
 مشہور میں پر پڑ سورہ تھا۔ اس کو پھر ٹھہرا ورو دھکے میں روٹیاں مل رہے تھے ہاتھ سے  
 کھانے گا۔ مشہور بند سے رہتا تھا۔ بیان تمہارے سے اتنے ہی اس کام نہ خود بخود چل جاتا  
 تھا۔ جب وہ ساری روٹیاں کھا چکا تو سورس نے اس کو پانی پنانا دیا ورنہ کی میں سے  
 پنی بیچ میں ٹھہری نکال۔ صان۔ ہیپ نہ بھر تو ہنڈ کی اتھو رہ پائے۔ رال حد مشہور گو  
 میں تھا رہا پڑا۔ ورو رو پڑی گان ورمس در طرف پئے۔

یہ مسد رھ رہی کا تھا۔ سنی کے ہرے سے پہونچتی رہی تھی۔ مسد کے چروں  
 طرف تیس چار رچوڑ گہوڑا تھا۔ یہی ٹھہری جو پل تھی۔ تمام دن یہاں اس پانچ سہمی  
 بیٹے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ پختہ سوں بھی تھا۔ جس پر کھدھر نام کا لیٹ جو نچو۔ بیٹھا

رتا۔ تل کی مسکایاں ہو گئی تھیں، روم سے بڑا وغیرہ رکھتا تھا۔ یہ تھے۔ اس  
 سے منہ پیاں پیتے۔ پانی ڈال کر پیتے اور پانی رو چھوڑتے۔ مندر کے پوجاری کا نام دیو  
 ر تھا، جو مندر کے قریب ایک کنیا میں رہتے تھے۔ ٹھوس بنوئے پوجاری تھے۔  
 چھوٹے اور کانوں بوجت کا رچہ سمجھتے تھے اور بوجتوں کو پوجا دیا ہوگا کہتے تھے  
 شہر کے پرنس نے ان کو بوجت کے گھر کے یہاں سے کچھ ہاروغیرہ منتر دیا تھا۔ ان سے ہار  
 جی کا جوگ ملتا تھا۔ سنی سے بھی یہ جوگ کچھ مل ہی جاتا تھا۔ بڑے بڑے دیوتا تھے۔ چچ چھوٹے  
 میں پاتا تھا۔ صبر توکل کا بتاتا تھا۔ تمام دن رات میں مصروف رہتا تھا۔ مندر میں سب  
 پھٹنی کی عادت تھی۔ کھانا بچے رات دن کے کام اٹھنے سے فارغ ہو کر چند خوش  
 وقت دو گ جمع سو جاتے تھے اور گھنے دو گھنے بھجن گار چھو جاتے تھے۔ ہندوین ڈھول  
 ہانے میں ملحق تھے۔ بولنگی رتاں ہوتا تھا۔ حد ہر وجہوں میں ملتا تھا۔ نایک  
 ورو دیو ر بولنگی سجاتے تھے۔ میرے ہی نے وہوں کی تعداد دیں ہی نش ہوں یا رتی تھی۔  
 جو اور کچھ۔ رستا، وغیرہ ہی ہوتا تھا۔ ہر اس شخص کو مانتا تھا۔ انہوں مجھے  
 رتاں مار گئی، جنہوں بھی میں اس کو یہاں مہارت تھی اور کانے میں تو جس پاس کے  
 محلوں میں اس کا جو بند تھا۔ ٹھہرنا ہوتا تھا۔ میرا میرا، دو ماں  
 چو وید، اصولوں کے بھجن گاتا تھا۔ اس وقت اس کا چہرہ خوشی سے کھل جاتا تھا۔ ہاتھ  
 کا تے مست ہو جاتا۔ تن بدن اس میں نہ رہتی۔ ہرے تفکرات اور تھکائی کے تھو  
 مار میں ڈوب جاتے تھے۔

ہر اس منہ ہویے سے چنچا، محسوس ہوتا ہو چکی تھی۔ حملہ رکاں جمع تھے۔ سب  
 میرا محسوس کی گئی تھی۔ ہر اس کو دیکھنے کی نایک روم سے کہا "تم نے بڑی ایرادی۔" وہ  
 گفتگو سے تھہری رہا دیکھ رہے ہیں۔ یہ بوڈل کی طرح نہا رہے گئے پر ہے۔ ہر اس  
 ہارے کھ سے کچھ لگ رہے کھ دیا رتے۔

"یہ رہاں چو گیا رہے ہوتا رہاں کے پر شادی سے یہاں ہر ہے۔"

سورس تمہیں لوگوں کا ہوا تھا تا ہے یاں کا میں تو ہنسنے لگا ہوں۔

جگہ ہر ماں ہوتا سرچہ نہ چھ نہیں۔ گواہیں، بے پھر تے ہو جیسے ہونی نہ ہوں  
مڑا ہو۔ میرا ہوا ہر کس سے ہوا ہاں چھوٹا ہے۔ میں کس کو کبھی ہوا میں سے نہیں پکارتا۔

سورس ہاں ہاں کے دے کے ضدی ہو جاتے ہیں۔ ہاں یہ ہوگا؟

ہاں ہر پتے رمان کی ایک چوہلی ہوتا ہے۔

حضرت نے اپنے اپنے سارے سبھا ہے۔ سورس اور آج گھنٹہ تک رمان ہوتی رہی۔

نائب مراد اور اس کا ہاں تمہارے ہی دم کا نہیں ہے۔

جنگی میری ہونی دونوں نکلیں ہے ہے ہر یہ بھر بیٹھے ہے ہے تو میں خوشی سے

برل ہوں۔

جگہ ہر بھی بھیر نہیں ہے۔ اس کے ہاں ٹک نہیں ہوتا۔

جنگی تازی پتہ ہوا۔ پیرہن ہوتا ہے۔ کھر میں ایک عورت ہے وریک

ہر سید ہاں ہر سید ہاں ہے ہر پری رتی ہے۔ کام نہ ہوتا ہے ہی۔ بھارت

نوتا گھوٹ کا جھن ہو جاتا ہے۔

جگہ ہر سورس کا ہوا جاتا ہے۔ اس کا نہیں ہوتا۔

جنگی تم نے کھانچے نیو۔ تمہیں یہ معلوم کہ دم اس کو کہتے ہیں؟ سورس ہنسنے

ہاتھ میں تھوڑا ہوا ہر ہاں ہے تو کایہ پھٹ جاتا ہے۔ چھ ہنسی نہیں ہے۔

جگہ ہر چھ بھی سورس کے ہر ہر دنیا میں کوئی دم نہیں ہوتا ہوتا۔ اس خوش

ہے؟

سورس اس میں جھڑتا ہے؟ میں سب کہتا ہوں کہ مجھے کانا ہوتا ہے؟ تم

لوگوں کا حکم پر حسیہ بھارت بنتا ہے۔ سنا ہوتا ہے۔

سننے میں بھیر بھی نہ کر بیٹھو۔ جنگی نے طنز سے کہا: کیا سون تازی پتے ہوں؟

نہیں؟ مٹی صد دکانیوں ہر ہادی؟

ہاں روئیں معلوم نہیں ہاتھ پیر بھی دھوئے ہیں یہ وہاں سے سیدھے تھے۔ راجی نے سدر  
میں چپے۔۔۔ بصفائی تو نہیں رہی نہیں گی۔

بھیرہ: یا میں دیر سے میں تارنی پونی مولی ہے؟

نہا راجی: بھون کے۔۔۔ میں اس طرح نہ مچا چاہے، ات چاہے وہ نچی ہو یہ  
پتلی پر صاف چاہیے ضرور۔

بھیرہ: تم یہاں روزہا رہتے ہو؟

ہاں روئیں: پتلی مچنا کون سا کام نہیں ہے۔

بھیرہ: جیسے پتلی یہ سنا، پتلی پتلی مچنا پتلی ہو نچی کا نہیں ہے۔

ہاں روئیں: پتلی بھگون کے بھونگ کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے ہیرو ہاں  
میرے ہاتھ کا پتلی ہاتھ ہیں۔ تمہارے ہاتھ کا تو ان پتلی نہیں پتلی۔

نایک: مہا راجی روئیں! یہ ات تو تم بڑے ہری بل۔ کئی تو ہے۔ پتلی بھون  
گڈے نہیں چھوٹا۔

بھیرہ: ہاں راجی دکان پر ایک دوسرا رہتا تھا تو دکان کے ایک بے دھرم ہاں رہتا  
تھے ہیں۔ سب تو ہاں دوسرا بھی کسی نے پتلی ہاتھ دیکھے۔ تارنی گانچہ چپے پیتے  
ہوئے جب چاہے دیکھو۔ ایک سے ایک ہاں تارنی روٹا رہتے ہیں۔

نایک: مہا راجی بھون کا جو بھیرہ پتلی لکھ ہاں تو لکھوں کے کان  
کا۔

بھیرہ: میں تو بہت پتلی کہتا ہوں، جیسے تارنی یہ پتلی ہاں پر تکی تارنی ہونگ  
وہ کی طرح پیتے ہیں۔

جگدھریا: ہاں ایک بھون، دو۔ ہاں میں نہیں جاتے۔

ہاں روئیں: تمہیں ہاں بھیرہ پتلی ہی، جھوٹکی ہوں۔

نایک: مہا راجی ہاں میں؟ ستر رتھ ہے یہ رتھ اور گلاب کی خوشبو راجی

ہے۔ کن دکان پر وئی جائے تو نہ بڑے مارے ناسو چٹے لٹتی ہے۔ ہڑت میں رہ جاتا۔  
 سب چپ میں سگی کی بدھ رہتی ہوگی۔

بھنگی مجھے تو گھنٹہ بھرے سے راج مل جاتا تو سب سے پہلے بھرنی تازی کی  
 ۱۵۰ میں گنگو دیتا

نایب رہا۔ بتا دیجھروا اس کا جوہر۔ بدو تو بچ چکے رہے۔ ہے کون  
 جو بہ؟

صیہہ جو سب میں ہینڈلزم میں رہتا ہے تو وئی مٹی کے مول بھی نہیں  
 پوچھتے یہاں تازی جتنی رہتی ہے، تازی ک کا سہرے عتا ہے۔ سرکہ بن چکا ہے تو  
 رہے بوتل بنتی ہے۔ ریزے بڑے چنیو دھاری وگ کھاتے ہیں۔

نایب رہا۔ یہاں تازی ہے کہ جی خوش رہا۔ میر ختیا ہوتا تو ان ۱۵۰ کا ستون  
 سندوے دیتا۔ نہ ران۔ نہ دران حال بھیرہ سے پیش نہ پا سکو گے۔

جگہ ہر جھرو چپ میں نہیں رہتا ہے۔ پنڈ جی ہوتا چاہتے ہو۔ وہاں ہر  
 تاشا دیھن کا کام ہے۔ تاہم یہاں میں کون در حال اٹھنی حان ہے کہ بدو نہ چیتے ہر  
 میں ہر۔

صیہہ وایوں تاشا دیھن؟ ہوت ہے میں کی سے کم ہوں یہ؟

جگہ ہر تو نہ ۱۰۰ میں اٹھیں چپ رہا۔

نہاں ردین رہا جی اپنا نہ ہو جوں گا تو یہاں ۱۵۰ یہاں سے تھے کہ جھٹھن  
 ہر تاشا دیھن۔ بے فائدہ کا جھڑ رہا۔ پنڈ جی ہو یا۔ نہیں تو بے ہاتھ ہی ہر  
 مرتبہ در نہ کھانے کو دیتے ہیں۔ نہ ہر طرح کی دس لگی سہ لگی ہے۔ یہاں تو پھر  
 رات نے تھو ریہ پکلی میں جتنا ہے۔

جگہ ہر میر کی تو سبے صھون سے اٹھت ہوئے تو ہوں کا کہ نی پنڈے کے کھر ہم

دینا۔

نائب روم بھی اُمّیچھ پرمانہ نہ ہوا۔ وہیں پندرہویں سوں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ جمل  
پٹن کے بے تمہارے ہی کھانچے سے مٹھیں یہاں۔ مگر اس پر تکی کھیاں رتی ہیں  
وہ پر نہ ٹھیل جہاں رہتا ہے کہ جانے دجی نہیں چاہتا۔

جگہ ہر (چراغ) تھہرے۔ سینے سے میر کی سٹھیاں رتہ نہیں جاتیں کہ صدمہ مرنے  
ہوں۔ دن بھر میں روپے بیس آنہ جانی بیٹا ہوں۔ جس کو محبت میں رک گئے ہل جائیں وہ  
میر کی مٹھیاں ہیں۔ لگا؟

صدا دین پنہ جی کی تیرن کا کون ٹھکانا ہے "جنتا رنزل جاتے تمہوڑی سے اور وہ پ  
سے صہوتن صاتے ہیں۔ ہون مکہ کا ندھ گتھ کا چور پھنس گیا، ہاتھی ٹھہرے، تھہر میں  
سب دے گپ۔ یہ بھ گون وروں موگا؟

یہ کہیں نہیں تھا، این پٹی محنت و مایہ سب سے چھٹی، پھڑوس، پتھریوں کے پتھری دور تھے نہیں، یہ ہے۔

نایب رہنما سرگودھا روٹری مینسپٹی کے قیام کی ہے۔۔۔ کی مانی ٹاٹا صاحب بھنگی

ہجرت کی راہ کی ماں پیسوں ہوتی ہے و تہہ ہر ماں تو خون ہے و روگ پیسہ  
 ہاتھ میں تم خون بہاتے ہو ایک ایک جہنم کے پیچھے لہوئی لہی بہہ جاتی ہے۔ خوگ  
 کھانچے سے رکتا ان بھرتیوں پر رکتے ہیں وہ یہ چائیں تہہ کی ماں کیسی ہوتی ہے؟  
 ایک دن مہر چہ تھا مٹا کرے تو بھائے و جہ نہ ملے۔

جلد عمر چھبھی ۱۰۰ سے ۱۰۰ مہینے بھی نہ۔ یہ عمر ۱۰۰ دھکا کا اعان میرا تھے ۶۰۔ ۷۰ کے پر  
جھگوں کے بھگت بنے ہو۔

بجنگی افسر ہے۔ روحانی ماں کاں میرے ۱۱۰ دھ میں یک پند پانی لٹا دے تو  
 ماں، لنگ کی راہ نکل جاؤں۔ یہاں ۱۱۰ دھ میں پانی سا لگو کہتا سمجھتے ہیں۔ تمہاری  
 طرح تمہیں یہ تیل کی مٹھن کو کھنکی کی ہر رچھیں ۱۱۰ رہوے بھائے بچوں کو ٹھنڈیں۔

جگہ مگر چھ بھن اتم جینے ور میں ہر۔ تم ہے تمہارے دودھ پچا۔ کس نم خر۔ ہمارے  
مٹھا پیاں تر ب۔ چھوٹا پھنسی ہوں۔

بجنگی میرے مریج کو تمہیں جانتے۔ چپتیاں دیتا ہوں۔ بج ہر روٹی سو جوتے  
مارے نہیں جھولی بات سن رہیں۔ من میں گنگ مگ جاتی ہے  
حصہ و بجنگی! است بڑھ رہا تیں نہ رو۔ پنے منہ میں ٹھوہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔  
بس منہ نہ صوہ۔ میں نے تمہیں تمہارے یہاں کا دودھ پیا ہے۔ کس سے تو میری مائی  
نہی سبکی۔

نہی ۱۶ میں بھائی منہ سے جو چاہے یہ منہ رہا ہے پر ب دودھ پہلا ہو گیا۔ ہر  
دودھ جل جاتا ہے۔ من کا نام نہیں۔ دودھ جب ملتا تھا تب ملتا تھا۔ ایک گج میں بگل  
جبر سہائی مائی پاتی تھی۔

ایہ رہا بچہ! اٹھ بھرا۔ چھٹ تو جاتا ہے۔ ۱۷ ان کے ہیں کہ دودھ ٹھکوں میں  
گا۔ وہ نہیں نہ سے گا۔

حصہ و حال تو یہ ہے کہ گھر و ن یہ کہ تیں یہ رہا ہے، کس پہ دھوکہ نہ کہ ہم چال  
بیٹے ہیں۔ سچاں پتو و دیو نہ بگل جاتے، یہ ٹھک یک دن نہ چے۔

بجنگی یہ یہ ن مائی کہنے و عوں کا دیو نہ نہیں کلتا۔ دیو نہ ن کا کلتا ہے جو  
۱۸ ہر و ن مائی جھارہ سائے پر تے ہیں۔ بھگ ہر بہ کہ ش میں ہو۔ کی گاؤں میں  
ہوئے تو منہ میں لکھیاں تیں جاتیں۔ میں تو ان لکھوں سو پانی سمجھتا ہوں جو ہے پونے  
کے ہر کا ۱۹ ہر بیچ رہا پیا پیتا ہے ہیں۔ جگی مائی نہیں و ہے ہم چھٹنی پھا  
دھرتی سے دھن نکالے ہیں۔

بجنگی نے بات تو ہمہ دن میں نہ مسد ہو گیا۔ کس پیس میں ماں کے سبکی آؤں  
جاتے تھے۔ ۲۰ بھیرو، جگہ ہر اور رضا ر دیں و نمانہ بنانا چاہتا تھا یلن سار دس، مائیک  
ر مادیو ر سبکی پاپیوں کے دھبہ میں آگئے۔



مائیہ ر م تب تو بھیہ اقم ہمیں بھی سے بیٹھے۔ یہ پاپی تو میں کی ہوں نہ مارا نہ  
سرسشت رہتا ہوں ۔ وہ چھوٹا سا رہتا ہوں کہ بڑوں ہوں کو میرے نہ۔

بھار دین اور پاپی میں ہوں کہ شوق کی چیز بیچ کر روپیوں ملاتا ہوں۔ سارا میں  
تہوں نہ بیٹا کس کا نقصان ہوگا؟  
جگہ ہر تیسرے پاپی میں ہوں کہ ان بھرون پون رتا رہتا ہوں۔ بیوہ و مزار کے کھائے کو  
نہیں تو مانی مر نہ جائے گا۔

صیہ و سب سے بڑا پاپی میں ہوں کہ سب کو نشہ دینا پنا پیٹ پالتا ہوں۔ بچی پوچھو تو  
م سے ہر مانی کا نہیں۔ آنکھوں پر شہ بازوں کا ساتھ، نہیں ان باقی سننا نہیں کے  
بیچ میں رہا، یہ بھی کون رندگی ہے۔

یہاں بڑنگی؟ سا بھو بہتا تو سب سے ہر سے پاپی ہوں گے کہ وہ بچہ نہیں  
رہے۔

بڑنگی نہیں ہو بھگوان کے بچن سے ہر رونا کا ہوگا؟ رونا میں بھی سب کا سوں  
سے بڑھ رہا ہے۔

مائیہ ر م تو یہاں کیے بڑنگی بنو رہا ہے، سب کے سب پاپی ہیں۔

بڑنگی بچ پوچھو تو سب سے بڑا پاپی میں ہوں کہ لایوں کا پیٹ کاٹ رن کے کھنڑوں  
و جھوس مار پنا پیٹ پالتا ہوں۔

سورس بھائی اچھیتی سب سے تم ہے۔ ہوں (تحررت) اس سے مدہم ہے۔ اس  
تا ہی فرق ہے۔ ہوں پاپی میں تہے ہو، ہوں پاپی میں تہے ہو، ہوں پاپی میں تہے ہو۔  
ہے۔ چاہو تو کس کو پاپ ہو۔ تک تہارے وپر حلوں کی دیا ہے۔ پنا پنا کام رتے  
ہو مگر یہ ہے کہ میں میں سب تہیں یہ ورنہل رکے یہ پنا پنا ہے گا۔ جب تم  
پنا نو نہیں، پنا کے نو ہو جو وگے۔ جب تم میں تہے و دھرم کا نشان بھی نہ رہے گا۔

سورس نے باقی نہایت متانت کے ساتھ کہیں جیسے کون رنی پیشیں گوں رہا ہو۔

سب لوگ سنا رہے تھے۔ "جی ہاں، میں نے متفکر ہو کر پوچھا، "کیوں سو رہا ہے کون  
مصیبت؟" "نہ ہے یہ" مجھے تو تمہاری باتیں سن کر افسوس ہے۔ "وہی تو مصیبت ہے  
"میں سو رہا ہوں؟"

۲۰۲ میں ہوں چھین تو اکھٹی آئی ہیں۔ پھر ۷۷ء کے ۱۰۰ صاحب یہاں آئے۔  
تو ان کو کفار جہنم کے لئے جہاد ہے۔ میری رئیس مانگ رہے۔ کفار نہ کاٹھن سہی تو ہر ۱۰۰  
مصلحت کا کتاب۔

۱۲۲۔ میں نے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک بڑی سیڑھی تھی جس پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہ شخص مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: "آج کل کے لوگ تو بڑے عجیب ہیں۔ ان کے دل میں تو اتنی ہیڑمائی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑے سمجھتے ہیں۔"

بجائی صاحب : پڑھو ہوں گے : پچھو گئے ہوں گے ۔۔۔ اے زمینیں یہ خدا  
 کے ہیں گے ، تھے مرچا میں گے ، تھے تھے نہیں ۔

بھی مہکی۔ تیس ہو رہی تھیں۔ سپید ہو رہی تھی۔ ہرے ہو گئے۔ اور نایک سے  
 بولے: ”پند جی! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ ذرا بہتر جیے گا۔“

بجلی کی ریٹیں بڑھ رہی ہیں۔ کچھ بات چیت کرنا ہے قوم ریٹیں بند پانگی۔

طاہر علی میں فرسے تنگنوری پر پورا ہوں۔ تم کس ریل کے مالک بنتے ہو۔

جنگلی بہت زیادہ پیسہ نہیں دے سکتی۔ محنت روٹی ہے۔

عظیم علیؒ یہ پند جیؒ پائش جسے دیکھیے

ایہ سب کچھ دیکھ کر وہ کہنے لگا۔ یہ سب کچھ ہے جس کی تم نے بات کی ہے۔

میں نے تو سمجھ لیا تھا کہ جو بات ہے سوگی سب دھڑ سے ہوگی۔ یہی بات ہے

ظاہر ہے کہ یہ سب برادریوں کی بات چیت نہیں تھی۔

ایک رسواں زمین کا مہرپ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ جو بوجھنا ہے۔

سے نہیں کہتے۔ مجھے بھی میں ان میں گھاتی ہے۔ ہم سوراخ نے صاحب نے  
 سامنے کار راہ تو پھر وہاں نہ بتا رہی رہی؟

بگلی اسوں نے سوچا ہوا کہ چند دن کو بیچ میں ڈال رہا رہا ہے۔ صاحب  
 سے ہمدین یہاں صاحبی۔ چلے گی۔

طاہر علی تم سے مونا بھی تنے نرم ہو رہی ہو۔ بگلی صاحب کو جانتے نہیں ہو۔ نہیں  
 ہر جہز رہا تھا رہا ہے ہو۔ جس وقت صاحب زمین میں پڑے گا میں گے، وہی میں  
 گے، تمہارے رونے نہ رکھیں گے۔ جانتے ہو شہ کے حمار سے ان کا تھامیل جوں  
 ہے۔ ان کی ڈالوں متعلق حمار صانع سے وہ نہ دے گی ہے۔ ان کی بات نہ رہا ہے؟  
 سیدھے سے صاحب مندی کے ساتھ دو گے تو چھوڑ دوں گا۔ شہر سے روگے تو میں بھی  
 نکل جائے گی، وہاں کی بھی پاتھ نہ گئے گی۔ رہوں گے، مالک یہاں میں اپنے ساتھ لے  
 تھے؟ ہمارے ہی رہیں تو ہے۔ یا قہرے سے یہ رہیں نہیں نکل سکتی؟

بگلی تھیں بھی کچھ ہے رن بننے والی ہیں۔ ابھی تھی حیرت وہی رہا ہے،

جگہ ہرن سے جو کچھ بننے والا ہو وہاں میں سے لے لیتے ہرن سے ہمدین کے رہیں  
 نہ لے گی۔ آپ دیکھ سہاڑیں۔ یہاں ہمدین کے صاحب زمین میں ہو چاہے۔

طاہر علی میری بیوقوفی رو پڑے، حق سے نہیں ہے۔ اپنے لک دی گئے پھر  
 ایک وہاں بھی بیوقوف رہتے ہیں۔ خیر خویس یہاں تاہوں کہ ان کا نمک ہوتا ہے۔

جگہ ہرن پھر صاحب جوں مونی معاف کیجیے۔ میں نے نہ رہے چھ دن بات نہ  
 تھی۔

طاہر علی تو سوراخ میں صاحب سے چاہ رہا ہے وہ وہ؟

۲۲ دس دن میں ہمدین کے رہیں نہ لے گی۔

طاہر علی میں پھر کہتا ہوں۔ دھوکا کھاؤ گے۔ صاحب رہیں کوئے رچھوڑیں گے۔

۲۲ دس دن میں لے جیتے ہیں وہ رہیں نہ لے گی۔ ہاں مچاؤں ہو بھٹکتی لے چاہے۔

طہا علی چلے گئے تو بھیرہ بول دیا یہ کی کام دیکھتی ہے۔ یہ کام ہوا ہر سے  
نیں یہ میری۔

جنگلی تمہارے کام میں چرتی ہیں۔ اس سے تمہاری تو بہنوں میں ہے کہ میں بنی  
رہا یہ میری دن کاے چرتی ہے؟ کارخانہ کھاتا میری ہر کی چرتی سوچاے گی یہ بات  
تمہارے (کیاں میں کیوں نہیں ملی؟ تم سب کی صرف سے وہاں سے رہنے والے کوں سو؟  
اس دن میں ہے۔ وہ بچپن پر کھے۔ کم دن ہوتے ہر سچ میں کوں نہ وے؟  
نارایرام ہاں جنگلی، جس تم سے دن وہ طہرہ کار میں ہے تو تم دن کوں ہر سچ  
میں نہ وے؟ اب ابھی وہ کام ہے۔

جنگلی وہ طہرہ کار سے نہیں؟ دن کاں وہ مجھے کے حور یہاں پہنچتے ہیں،  
وہ کہاں پہنچیں گے۔ صاحب کے گھر کہ بھیرہ کہے؟ نہیں تو تیری کان نہ وے ہر کی  
ہوں ہے۔ کی کے گھر میں کیوں میں مار تے۔ جدی سے دھنوں ہو چوگے۔  
بھیرہ و سیندھ و نم، یہاں وہ میں پانی نہیں دتے۔

نارایرام بھیرہ اتم کی بڑے جھگڑاؤ۔ جب تم وہاں بات نہا میں نہا تو چپ  
یوں نہیں رہتے؟ بہت باتیں رہا عقل مدی نشان نہیں بند ہے عقل نشان ہے۔  
جھیرہ و خراجی کے جھگڑے بہانہ سے روز پھر چھوچا تے مونا، جنگلی دن سے۔  
مراؤ گے۔

نارایرام پنہوت لے گا کہتا ہے کہ ایک ہر دن ریکھ کی کی رہن میں کھتی۔  
نہا دیں سب بچن نہ وہو چٹا، دھنوں مجھے نہ وہو۔  
نارایرام کل سے یہاں نہ وہو رہا۔ بھیرہ  
بھیرہ و یوں نہ وہو رہیں؟ مسدہ تمہارے یہ و نہیں ہے۔ مسدہ بھگن کا ہے۔ تم دن و  
بھگن کے دن رہیں گے سے روک دے؟  
نارایرام وہ دن اور دے؟ گھر یہاں نہیں؟

جگہ مٹ رہا جی انہیں غم کھا رہا۔۔۔ اس سے راتوں راتوں کی مہر میں کھنکھاتی۔۔۔ بھیاہ  
 رہا سنتوں کی بات کا نہیں رہا نہ مان چاہیہ۔

بھیاہ قہر و شامہ رو کیوند خوشامد کی روئیوں کھاتے ہو۔ یہاں کی سے دہلی میں  
 ہیں

جنگلی سے۔۔۔ چپ کی رہا۔۔۔ بھیاہ ابرت ہو چکا۔۔۔ چھونا مندر کی بات۔  
 نایک رہا۔۔۔ بھیاہ وہ بھیاہ تھے کیا ہاں؟ یہاں کی بھگت۔۔۔ مجھ یہ ہے۔۔۔ جب انگل  
 مارے تھے تھے مارے تھے۔۔۔ تم وہ ہیں ہو۔۔۔ ان کی تو بھیاہ کی رو ہوتی ہے۔  
 بھیاہ وہ نایک رہا۔۔۔ کئے طنز یہ مذاق پہ تھا یہ نہیں ہنس پر۔۔۔ طنز میں رہا نہیں رہا تھا۔  
 سکھیا رہا۔۔۔ ہو جاتا ہے۔

بھیاہ وہ نایک تھا کہ ہاں۔۔۔ اپنے اپنے رہا۔۔۔ سنبھالے۔۔۔ رنجن۔۔۔ نے گا۔۔۔ رہا  
 کی۔۔۔ ملی تان خد میں یوں مایق ہوں معلوم ہوتی تھی جیسے پانی کے اندر روشنی کی بجلی میں  
 مایق ہیں۔

تجارت  
تجارت  
تجارت  
تجارت

کے ہاتھ کاٹا گیا ہے اور بھرتی من ماری جی پی پی

[illegible]

$\frac{1}{\sqrt{\pi}} \int_{-\infty}^{\infty} f(x) \delta(x-a) dx = f(a)$

ما میں و میت ماس وں گے نعو۔ ہو۔ مے مئی چہ ریا

[illegible]

اس لیے جس سے ہر کسی کو چاہیے کہ تیرے لیے چاہیے

ہاں میں رت نہ پاؤں زنجیل تھی۔ پیرو کا گھنٹہ جالی ایسا۔ ہاں۔ اٹھیں مجھے۔

میتا جب۔ مجس پر خاست مولی۔ سورہ کس۔ مٹو پوچھو دیس عمار۔ مرہنی ہونو پوچھو

پیشہ، رعایت پر کار؟ یا - پچھلے پر فہمیت پر -

3

مسٹر جٹ بیوک کا بگم سٹر میں تھا۔ ان کے ودر مسٹر بنور بیوک نے فوجی محکمہ سے

پیشکش کیے بغیر وہیں مرغان و پتھر و پانیل کے مالک تھے۔ کسے کسے

ت کے آباء و عجد کا پتہ ہمیں چھتیاں دیندی ہے کہ جاننے کی کوئی خاص ضرورت ہے۔ ہاں

یہ مہینہ تھیں بے ادا نہ تھیں عیسیٰ پر تو خدا نے کائنات میں زبیر ٹیمس یہاں سے

۱۔ مدد کو مانگنا۔ ۲۔ شہر، دیہات وغیرہ میں۔ ۳۔ غائب ہونے کی خبر یا اطلاع۔ ۴۔ ہسپتال میں۔

”معاذے مہرہ نگا شمس و چہرہ رتے تھے۔ ہاں و آتش صدمے و پادھی بھی نہیں جہوں

تھی۔ اہلحد کے قتال سے بعد نوبت آتا تھا کہ میرے ہر میں غی فون پان گھس آے

تھے، مرثیہ لے، مدد کو پڑے گئے تھے۔ اس لیے بعد پانچ سو سال کا عہد نشست، چلتا

حق ماں کے ورے رنگ و شبابت سے سب سے طاقتور ہے۔ یہ کیا جانتا تھا کہ وہ

جان سب تھے ارشادِ نبویؐ میں نہ تو قدر چڑھے رہا میں بھی تھی۔

یہ بنگلہ ان زمانہ میں بناتھا، اس وقت گھر میں رہیں کی تھی قدر نہ تھی۔ بیچ حاطہ میں  
پچھوں بیوں و چند سزئی کار می و پچھوں کے اخت تھے۔ یہاں تک کہ بھوں میں بھی  
مٹ کو غناست پر تریا دی گئی تھی۔ بھیں، پردوں، اکدرہ، ہم و فیہ، ان تھیں۔ مک کن رہے  
کپھریں کا رہا تھا، اس میں گائیں جھینیں پی ہوئی تھیں۔ اور ان طرف صطبل تھ  
مور کا ثوق نہ پ کو تھا، نہ بیجے ہو۔ فلن رائے میں نہایت بھی تھی اور اس میں بھی۔ بیٹور  
بیوک ہوتا سوزوں سے چلتی تھی۔ ان کے شور سے ان و شانی میں خلل واقع ہوتا تھا۔ فلن  
کا گھوڑ حاطہ میں یک می ری ہاندھ رکھوڑ دیا جاتا تھا۔ صطبل سے ہٹائے جاتے کھوڑ  
فلن تھی، صرف یک سائیں سے کار پھل جاتا تھا۔ بیٹور بیوک ہوتا تھا۔ ری کے  
نقطہ ہات میں خاص مائدہ تھا اور ایسے کاموں میں ان کا بوجھ ذرا بھی پست نہ ہوتا تھا۔ ان  
ان گھر میں بیگ کے سہا بن میں پائی رتی تھی۔ اس پہنچ سے شربت ٹیٹھے چن  
بیوک کی فصوص خرنچی و رکھری برہائی کار و مارا دیا کرتے تھے۔ وہ بھی باقود کی گے  
ساتھ پہاڑ کے ہنگنہ و کھنڈ نصحت یہاں کرتے تھے و رشید و نصحت کا پھل تھا کہ چن  
بیوک کی دوت و عزت رہ رہ رہ رہتی جاتی تھی۔ حایت ان کی زندگی کا اصل اصول تھا  
و اس کی غنم و درن کے لیے باقود بر دشت تھی۔ وہ پانگھ میں فصوص خرنچی  
مصنق نہ دیکھ سکتے تھے۔ خود رویہ کی مہمانی کا دیوں نہ ہو۔ مذہب کے لیے پکے تھے  
کہ وہ نامہ و نوس وقت رچا جاتے۔ ان و پٹی ٹک سوری تھی۔ اس نامہ و نوس و یک می  
کھینچ کر رہا کے در رہا تک پہنچا آ رہا تھا۔ وہ پٹی کر بیٹور بیوک اس کو فور س گھر  
و اس کو دیتے تھے۔ رچا کے حاطہ میں نامہ و نوس و نخت سے لیے کسی آدمی و بیٹھے رہنے  
و ضرورت نہ تھی۔ لھر رہا و اور بی کا رہا تھا۔ شر و و پس کرتے وقت اس کو کام  
بھی تھا دیا کرتے تھے۔ وہ گھنڈہ و آدمی چارن ہو پس کھینچتا تھا۔ وٹے موے وہ  
حتی الامکان خاں، تھ نہ دوتے تھے۔ کبھی دو چار پیسے مل جاتے۔ کبھی مارٹاں، کبھی میر  
آدھ میر موے۔ پادری ان کا احترام کرتا تھا۔ اس کی ساری مت میں تانوس و دروہر

شخص نہ تھا۔ س پر دھرم کا تاثر نہ تھا۔ وہ اسے مومن کو جتنی محبوبیت اور توجہ سے سنتے تھے، جتنی عقیدت سے وہ اس کے چھوٹے بھائی کو دیکھتے تھے، وہی وہی حد تک پہنچتی ہوئی تھی۔

عجیب کا وقت تھا۔ یہ بگ ناٹن دن میر پر سے مجھے مسٹر جنرل نے گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا۔ مسٹر بیوک سے پٹی روٹ پر بیٹھے بیٹھے چائے کا ایک پیالہ پیا تھا اور صبح کو رہا تھا۔ تھے کہ اس میں شریوں کی جھونک دیا گیا ہے۔ شکر ہائیڈروجن کے پتھر رکھنا چاہیے۔ ایک تو مشعل سے ہضم ہوتا ہے۔ دوسرے ترقی ملی، اس کی نصف شکر چائے اور بنائے کے لیے کافی تھی۔ نماز سے کھانا چاہیے۔ شکر ہائیڈروجن پتھر بھرنے کی چیز نہیں ہے۔ پتھر ہوں، پتھر چاہوں میری منتا کوں ہے؟ مجھے تو سب نے کہا مجھ رہا ہے۔ اس کے چھوٹے دن پر وہ اس سے؟

مسٹر بیوک سے مذہبیت اور مذہبیت کا سبق خوب یاد رکھا تھا۔ مذہبیت کا منہ روتی ہوئی ہے میں۔ "پاپا معاف کیجئے صوفی ہے شری اور اس کی تھی۔ گل سے پتھر، یہ شہادت نہ ہے کی۔ مگر وہ یہ کہ یہاں تو پہلی چائے کی دیکھی میں لگتی" پتھر بیوک سے بے اعتنائی سے ہاٹھے یہ کہنا ہے۔ چھوٹی قیامت نہ تو بیٹھا رہوں گا نہیں، مگر گھر کی برآمدی کی یہی باتیں ہیں۔ یوں مجھے اپنے دماغ میں پسپا۔

مسٹر بیوک پاپا میں پتی بھائی ماتی ہیں۔ مجھے مذہب سے شکر ہائیڈروجن چاہیے تھی۔

پتھر بیوک سے "تو یہ دن کی بات تو یہی ہے۔ وہ وہی کہنا رہتا ہے وہاں سمجھتا ہے میں کہہ گا، لکھوں۔ وہ بچے ماما کوں، خرقی دیوں نہ روں، مگر وہ پہلانا ایک بات ہے کہ اس کا سب سب دوسری بات۔ خوشی و غمی اس سے ہوتے ہیں جو دولت و مناسبت سے ہے۔ دھرم، دھرم خرقی رہی تو کیا وہ مذہب اس سے تو نہ لانا چھ۔ میں سمجھتی رہا مگر تھی دل اس کا گھوڑے پر۔ اس کی یہ صورت تھی۔ تہاں گھر



وہ نہیں رہا ہے۔ یہ بڑے کام چل سکتا تھا۔ یہی ناکہ وروش سے گھوڑے سے نکل جاتے تو اس میں تہار کی سی لٹنی مار کی جاتی تھی۔ کہیں اور جا نہیں پاتا۔ ہوتا تو چھویروں جگہ دویر اندکھاتا۔ آخر چاریر دھنوں کی جاتا ہے مگر میری کنشت ہے۔ بیویاں مجھے پہلو میں چھپا صوفی ایہاں میں اطمینان سا

صوفیہ پر جھو بیوک کے کمرہ میں بیٹھی ہوئی مسیح کے کشتا پر پناہ نہ مل رہی تھی کہ غریبوں کے لیے مکان ہوا نہ تھا۔ ہر میروں کا مشت میں چھان نہ رہا۔ مہینے بے ہنگامہ وٹ کا سوئی سے مائے میں چھان۔ کسے دل میں ہول پیدا ہو رہا تھا کہ یہاں غریب ہونا ہی ہے جو ان ٹوٹا ہے اور امیر ہونا چاہے خود دلی گناہ؟ اس کی عقل سب کس ظلم کی سچائی کو قبول نہ کرتی تھی۔ یہ مسیح نے صرف اپنے بھگتوں کو خوش کرنے کے لیے دوستوں کو نہ رہا جو ہے؟ ثابت ہو رہی ہے کہ اہل میں صرف غریب رہیدہ، منسلک و رجحانیت سے خارج شدہ آدمیوں نے مسیح کے دامن میں پناہ نہ لی۔ اس لیے تو نہیں۔ دوستوں کی بے وقعتی نہیں نہ تھی؟ تنہا غریب یہ ہیں جو پائے قاعدگی اور بد خدائی میں ڈولے ہوئے ہیں۔ شاید ان کی کارکنی کی مصلحت کا سبب ہے۔ یہ صرف مصلحتیوں کے تھم گئے ہوں کا خاتمہ کر دے گی؟ نئے ہی دوست مدد لوگ ہیں جن کے دل زمین کی طرف صاف ہیں یہ بھگتوں کی شہادت کی تمام نہیں ہر مل رہے گی؟

صوفیہ بچ بھوکے کی جگہ میں بیٹھ کر صرف باقی تھی۔ مذہبی صوفیوں کی سوتی پر سن کر نہایت میں اٹھ رہا تھا۔ جب تک غش میں کے مارچہ نہیں نہ رہے۔ اس وقت تک وہ صرف مذہبی کتب بنارس صوفیوں کو ماننے سے تیار نہ تھی۔ جب اس کے دل میں ہونٹ پید ہوتا ہے پھر بھان پڑھ بیوک و مدد سے اس کی فہمیدوں خوش کرتی۔

صوفیہ میں اس بارے میں بہت دیر سے طور پر رہی ہوں، پر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت مسیح نے فلسفی کو کس قدر نہایت کیوں دیا؟ مردہ تہ و ثروت کو کیوں قابل نہیں قرار دیا؟

پہنچو، بیوک جا مسیح سے پوچھو

صوفیہ مدرسہ اسلامیہ

پہچھو بیوک میں کچھ نہیں سمجھتا اور نہ کچھ سمجھتے نہ جانتے ہوں۔ کھانا، سونا اور ٹھکانا یہی  
سائنی زندگی کے قیاس صوبے ہیں۔۔۔ ن کے ہر سب گورکھ گھنڈ ہے۔ میں مذہب و عقل  
سے بالکل الگ سمجھتا ہوں۔ مذہب بے ذولنے ہے عقل تخیلی بیمار ہے جنہاں نہیں  
ہر لے کے یہ سار کا کاٹا۔ مذہب مذہب ہے، عقل عقل ہے، یہ مذہب و روشنی تخیلی تیر  
ہے۔ عقل نہ سمجھیں چند عبادت میں دھرم میں سی تاریکی ہے کہ عقل کو کچھ نظر نہ  
نہیں آتا۔ نہ جھڑکوں میں بے فائدہ سر ہونے، نہ سچ پچھتے چھتے یہ ہر گئے؟  
صوبہ نہیں میرا، صوبہ نہ تھا۔

پہلے ایک ٹیبلٹ کے پتے پر لکھا ہوا ہے کہ اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔  
 فیس روپے۔ اس کا مفعول بہت پسند آیا۔ چاہتے ہیں کہ جس سے حد بھی نہ پڑ جائے۔  
 میری اس کام سے کھربا ہے۔ میں نے یہ کاروبار سنبھال لیا۔ چاہتے ہیں کہ جس سے حد بھی نہ  
 پڑ جائے۔ یہ وقت فیس روپے کا ہے۔ میں نے یہ کاروبار سنبھال لیا۔ چاہتے ہیں کہ جس سے حد بھی نہ

وہاں کے نامی رومیؒ ہوں ، مصنفوں سے بات پیتا رہا میں جو مسرت  
حاصل ہوتی تھی وہ کارخانہ میں کہاں نصیب تھی۔ بچ پڑھو تو میں کس لیے وہاں یا بھی  
تھا۔ بے عیب شگشگ میں پر ہوں۔ اس کام میں ہاتھ نہیں گاتا ، پانی دس ٹننی ہو  
گی۔ وہ مجھیں گے کہ میرے بیٹوں روہیوں پر پانی پھر کیا۔ شاید میری صورت سے  
مرتا رہے ہیں۔ کام شروع کرتا ہوں تو خوف ہوتا ہے کہ کہیں میری پیدائش منع کے  
بجائے نقصان نہ ہو۔ مجھے کام میں دل بھی دینا پڑتا ہے۔ مجھے تو رہے وہاں بھونپنا  
چاہیے ، مصنفہ دس کا پیمبر ، تب خدائے اس کے مجھے ہر کی چیز کی خواہش نہیں۔ یہ

ہو د کو تہا ری ہو گئی۔ چاہے نہیں تو یہاں پہنچیں گے اور فضل کی کو س میں حصہ  
وقت خرب رائیں گے۔

صوبہ بہ صوبہ میرے سر پر پڑا ہے۔ جس کچھ پڑھنے سیکھی، ن کا ہوا پہنچا  
سچ کا پیدائش کا بیان پر مشورہ ہے۔ مجھے ایک ایک نقطہ پر شب پیدا ہونا ہے۔ مجھ  
ہوں تو مگر ج میں گئے۔ اعلیٰ کار رنی پڑتی ہے۔

مذہب کی بنی ہو نہ سہری تھیں۔ محض غلطان کے کانوں میں پر گئے۔ تمہو  
میں سہری میں لے شک ظلم پاک پر صاف کار ہے۔ مسیح کا نام پناہ ہے۔ نچو تو  
میں نہ ہے بھاری کی باتوں میں مزہ لگتا ہے۔ بندوں کے پوڑے پڑھنے میں تیر جی  
گاتا ہے۔ ظلم پاک کو تیرے لیے رہا ہے۔ خدا جانے تیرے دماغ میں یہ جہد کہاں سے  
آ گیا ہے۔ جب دیکھتی ہوں تجھے چاہے پاکستان میں رہتی رہتی ہی اکھٹی ہوں۔ تو  
اپنے دل میں سمجھتی تھی کہ ظلم پاک بدل فرضی و مصنوعی ہے مین نہ سے کی  
مقصود میں اس وقت کا نور۔ پہنچتا یہ وقت کہ قصہ نہیں بلکہ مدھن مقصود ہی کا  
قصہ رہا ہے۔ سچ تیرے پوتوں دنیا میں بہت سے نام پر جاں دیتی ہے۔ اس بہتائی  
مست ہونی سچ سرری دنیا ور ملگی بخش رہی ہے۔ اس نے رتیر دس محرف مورہا ہو  
یہ تیری مانگی و رہا ہے۔ خدا میرے حال پر رحم رہا۔

صوبہ بہ صوبہ میری شان میں میرے۔ مر سے ہونی ناما سب بات سچی نہ نکلی۔ میں  
میں دھرم تاک ورنیک دیوں کا دنا رکھتی ہوں لیسوں پر یہاں نے کا یہ مطلب نہیں  
ہے کہ عقیدت مندوں نے نہ کئے ہو غلط میں جو ناما و جب باتیں ہادی میں یہاں نے  
سے جو معجزے منسوب رکھے ہیں ان پر بھی یہاں اور یہ ریاتی کچھ حصہ سے مسیح کے  
ساتھ ہی نہیں کی گئی بلکہ دنیا کے لگی بہتوں کے ساتھ یہاں یہاں یہاں ہے۔

مذہب پاک تجھے ظلم پاک کے ہر نقطہ پر یہاں، ماہو کاور نہ تو پناہ شامہ سے مسیح کی  
ہیں وہ میں نہیں رہتی۔

صوفیہ تو میں اپنے دہریہ مجبوروں کی مت سے باہر سمجھو گی یہ وہ بدلے ہر نقد  
پا میں 'نامیرے' یہ ناممکن ہے۔

مسز بیوک تو کافر اور مراد ہے۔ حضرت مسیحؑ تھے کبھی معاف نہ کریں گے۔

صوفیہ رند بھی تلک خین سے وہ رہنے کے سبب یہ نامور ہے چاہے تھے تو تھے نہ  
کے تھے نہ میں کون مدد نہیں ہے۔

'مز سیوک سے بظہر نہ ہو گا۔' بھی یہ اسوں سے پنا قاتل، رو یہ تھا۔ مات  
ہاتھوں کو روئے ہوئے تھی میں صوفیوں گتا حندہ ش نے با آخر ن کے نخل کا حاتمہ سردیہ۔  
ہاں 'حضرت مسیحؑ سے منحرف' ہے، یہ اس گھ میں حلد نہیں ہے۔

پرچہ بیوک ہاں 'سپٹ ضمہ رری میں۔ صوفیہ یہ کہ بتی ہے کہ مجھے حضرت مسیحؑ  
وقتاً نہیں ہے۔

مسز بیوک ہاں وہ بھی تو ہمدردی ہے۔ تمہاری سمجھنا کچھ ہے ظام پاک پر یہاں۔  
نہ کے وریہ معصوم، سیتے ہیں؟ کس کو حضرت مسیحؑ کے معجزوں پہ شبہ ورس کے حدائی  
موظف پر شک ہے۔ یہ نہ کے حارہ کی حقیقت کو نہیں مانتی۔ نہ کے پاک حطامات و  
تسمیہ نہیں رقی۔

پرچہ بیوک میں کس نے کو حضرت مسیحؑ کے حطامات کی خلاف ورزی کرتے  
ہاں تھے نہیں دیکھ۔

صوفیہ میں مذہبی محدث میں اپنے ضمیر کے سوا اور نہ کے حطامات کو نہیں مانتی۔

'مز سیوک میں تجھ و' انہیں سمجھتی ورتیری صورت نہیں پہنچنا چاہتی۔

یہ ہمہ روہ صوفیہ کے مراد میں گھسائی ورس کی میز پر سے باظہر مدہب وراہیت  
غلطی کی گئی نہیں تھا رہا رہا مدہ میں پھینک دیں۔ ان جوش میں نہیں پیچوں سے  
کچھ وریہ چاہے بیوک سے ہوس۔ 'پاپا' صوفی وراحت ہاں رہے ہیں۔ وہ  
حضرت مسیحؑ کی دشواری ہے۔

مسٹر نیو ریپک یہ چونکے وہ بد پر سگ کی چنگاری پر پڑی سو وہ اپنی لے نور  
مخصوص و پھر رہے "یہ ہا صوفی حضرت مسیح کی جہ ر رہی ہے" صوفی "۱۰  
مسز بیوک اس ہا صوفی بتی ہے مجھے ن سے مجھوں، اس سے مو عظ و رکھات  
پر عتقاد نہیں ہے

نیو ریپک (ٹھنڈی اس کھینچی را) یوں 'مجھے اپنے دُن میں پہنچا پئی مہرہ  
ہیں اس و رہ رہت پر 'کہیں ہے صوفی 'مجھے اس کے پاس سے چھ 'سیر سے ہاتھ پیر  
ر تھا 'خدا میری بیٹی سے دل کو میں سے نور سے منور را میں اس کے پیر میں پر رہا  
کا۔ اس سے شقیں اس گا۔ اس ہا جزئی سے مجھ اس گا۔ مجھے اس سے پاس سے چھ  
مسز بیوک میں سب چھوڑے ہارٹی۔ اس پہ خدا فاقہ ہے۔ میں اس کی صورت نہیں  
ابھینچا تھی۔

نیو ریپک بیٹی کی باتیں نہ رو وہ میرے گوشت کا گوشت، میرے خون کا خون،  
میر کی جان نہ جان ہے۔ میں سے کایہ سے گاں گا۔ ساع سے کایوں و سینہ سے بگیہ  
تھا۔ یہ ہا رہا و اپنے دشمن میں نہ دئی تھی۔ وہ میری عود پر ضرور رحم رکے گا۔ نہ دے  
مجھے اپنے دشمن میں چھپا

جب مسز بیوک سے ابھی سار نہ دیا تو نیو ریپک بکری سے سارے ٹھے و  
ٹھی ٹیکتے ہا صوفی کے سر کے رو رو پڑے 'بیٹی صوفی ہیں ہے؟ اھر  
بیٹی 'مجھے گئے سے گاں۔ ہا یوں خدا و وہ رہتا تھا۔ غریبوں کا دگر، ضرور ہا  
محدود ہفتوں کا دوست، ہا توں کا سہار، گنہ گاروں کا شافع، اکھیں کا پیر، پیر سے  
۱۔ بیٹی یہا و کون مائی ہے؟ ہا دُن تا و تہ ہا دُن کی گود میں دنیا کے مارے  
گناہوں ساری بریوں کے لیے عہد و و تہ یک رہا ہے جس سے مدکاروں و  
کاروں و گناہ کاروں کو بھات کا مڑ دے۔ میں تو کم جیسے ناپاک دگوں کے لیے بھات  
ہاں تھی؟ ہم کو چاہیے، کوں تھا؟

یہ کہتے کہتے نہیں نے صوبہ کو لگے سے گا یا۔ ماں کے سخت لفظ سے اس کے  
 صغیر نصیر ہوتا تھا۔ وہ اپنے مراد میں رہا ہی تھی۔ طبیعت ہار پے شان،  
 جانی تھی۔ سوہتی تھی بھی وقت اس کھر سے نکل جاوے۔ یا اس وقت دیا میں میرے  
 پیے چھ نہیں ہے؟ میں کا رہ سکتی ہوں۔ پناہ چھ آپ سنبھال سکتی ہوں۔ ضمیر و عزت کا  
 خون رکے مجھ کو فکر سے زندگی سے فرغت لے تو کیا میرا ضمیر۔ تاثیر شے میں ہے  
 کہ پیٹ کے پیے اس کا خون رہا جاوے۔ پچھو سیوک؟ اپنی بہن سے ہمدردی تھی۔  
 مذہب پر اس کو سہمیں کم تھا تھا، میں وہ اپنی عزتوں کو اپنے دل میں محسوس  
 رکھتے تھے۔ چھ چھ جاتے تھے۔ گھر دن روز اندھاؤں میں شریک ہوتے تھے۔ یہاں  
 تک کہ مذہبی بھی گناہیں کرتے تھے۔ وہ مذہب کو بنیادوں سے دہرا سے خارج سمجھتے تھے۔  
 وہ چھ میں بھی نہ حیاں سے جاتے جاتے حیاں سے کہ نہیں دیکھتے۔ نہیں نے مراد سے  
 ہر ایک رو دیکھا کہ میں رہا تو میں دیکھ رہی ہیں کہ مجھ پہن ہاتھ بھی مارا ہو جاوے۔  
 پھر پیسے سے صوفیہ کے پاس سے رہا ہے "صوفی" کیوں ناں بنتی ہو۔ سناپ کے مہ  
 میں تھی، تاؤن عقل مدنی ہے؟ دل میں جو چاہے خیال رہا۔ تن باتوں کو جی  
 چاہے ہو۔ پر اس طرح ڈھنڈور پینے سے یہ وہ مہ؟ جماعت میں نکلنے کی یہ صہ ورت  
 "مون تمہارے دل سے نہ رد کیجئے جاتا ہے؟"

صوفیہ نے ہڈی ہاتھرت سمیر ڈکاؤں سے، پھر کہا "میں مذہب کے معاملہ میں  
 قول و فعل کو یکساں رکھا چاہتی ہوں۔ چاہتی ہوں دونوں سے یک ہی رنگ نظر میرے  
 پیے" مگر تمدن جفر و بی ناموس ہے۔ ضمیر کی ترقی کے لیے میں اپنا ہر تکیفیں  
 برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ ہر میرے سے اس گھر میں جہاں میں ہے تو خدا کی حق کی  
 ہوں وسیع دنیا تو ہے۔ نہیں بھی پناہ رہا رہ سکتی ہوں۔ میں ساری تکیفیں سہو کر لی۔  
 روٹی کا مجھے ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ مگر پٹی لگا ہوں میں ریشہ رندہ نہیں رہ سکتی۔ ہر  
 ایک دن میں کہ میرے بچے چاروں طرف دروازے بند ہیں وہ بھی میں اپنے ضمیر کا دور

رہنے کی نہ نسبت چھو کوں مہ جانا میں بہتہ دہاں رتی ہوں  
 پہ چھو بیٹک ۱۱ یا کس سے کہیں ریہ ۱۰ تنگ پہ جتہ مہنیں لتی ہو۔  
 صوبہ تیرے سے تو جہہ نکل نہ آئے گی

یہ ایک بیٹا ریٹک ہے چار کس و بیٹہ سے گایا ہر پہ عتیقہ تہہ نہ نہاں  
 سے کس کی قہہ دن و دن سے دن کو شش رہنے لگے۔ صوفیہ کو کون کی خوش و تہاں پر رحم  
 یہ نہ نہ بے رحم ہے جو جو ہے تھکے بچے کے اسپ پوین کا مضحکہ زار کساں  
 دھارے۔ کسے خوب مسرت کو پریشان روے؟

صوفیہ ہے ہا ۱۱ آپ ۱۱ ری پوینہ چا کیں۔ کھڑے ہرے آپ ۱۱ تکیک ہاں  
 ہے۔

بیٹہ ریٹک۔ سب تک تو پنی رہن سے نہ ہے گی کہ میں۔ ساج پر عطاوار تھی ہوں،  
 تب تک میں یہ ہے رو رہا پر فی طرس فقیروں جیہا ہڑ رموں کا۔

صوفیہ ۱۱ میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں۔ ساج پر عطاوار میں رہتی ہوں۔ میں نہیں  
 یک بہت بر قابل تقایہ بر رک و رفوہ رحم کا ہمارا کھتی ہوں ورجھتی رہوں گی۔

بیٹہ ریٹک۔ صوفیہ کے رخساروں و بوسہ دے رہا جس میر دہ مضمیں سو گیا  
 یوں تھے پنے ۱۱ میں میں ہے۔ میں میں تھتا ہوں۔ مجھ کو کلام پاک نا امیہ کے کانوں  
 و ہون کے کلمات سے پاک بنا ۱۱

صوفیہ نظار نہ رہی۔ پید ش کا یک دے صوں ر پڑھتے گی۔ بیٹا ریٹک ہوجائیں  
 نذر کے دن پر پینہ گئے ہر بعد ن غش و ۱۱ سننے لگے ن ریٹک ہے یہ نظارہ ۱۱ بیٹہ ہر  
 و تھانہ نہ رہے مسکن ہونی چلی میں۔

یہ مسدو حل و گیا پین لہذا ریٹک کے مہم سے صوفیہ کے دہ کا نا سورہ چھ موسنا  
 تھ۔ ۱۱ دن کس کے دل میں مذہبی شکوک پیدا ہونے رہتے تھے اور سے پنے گھر میں  
 رہا روز بروز ریہ ۱۱ قابل رد شت ہوتا چاتا تھا۔ رفتہ رفتہ پر صوفیہ کی مدد کی بھی کم

ہوے گی۔ مسٹر جان بیوک کو اپنے شرابی مشاغل سے کئی فرصت دی نہ تھی۔ وہ صوفیہ  
 دنیا میں اپنی پریشانیوں سے بے رغبت رہتا تھا۔ مسٹر بیوک کا دل جو اجتماعی سے اس پر حکومت کرتا  
 تھا۔ صوفیہ سے یہ سخت تر رہا۔ مہاش کا موقع وہ ہوتا تھا جب وہ مسٹر بیوک کو ہاتھ  
 پر چڑھتا تھا۔ اس مہاش سے بچنے کے لیے وہ ہر روز بہانے ڈھونڈتا رہتا تھا۔ اس  
 کو اپنی مصروف زندگی سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اس کا دل بار بار تقاضا کرتا کہ گھر سے  
 نہیں نکل جائے، مگر وہی کے ساتھ حق و باطل کی تحقیق میں مصروف رہا۔ اس نے وہ مہاش  
 وک عملی میدان میں قدم رکھتے ہوئے بچ جانے پر ہوتا تھا۔ پہلے پر بھو بیوک سے اپنے  
 شلوک کا طہرہ رکھے، وہ مشہور ہو گیا۔ اس نے کئی مگر حوصلہ مندوں نے اس پر زور دیا، جس سے  
 صوفیہ کے دل سے بھی ان کی عزت و حرمت رمل ہو گئی۔ اس کے دل میں بول پیدا  
 ہوا کہ یہ بھو بیوک کا اس صرف سہاش و سرگرمی کا نہ رہے۔ اس کا حوصلہ سے ہونے  
 لگا۔ یہاں تک کہ اس کے شہر بھی دشمنوں سے پہلے بڑے شوق سے سن رہی تھی،  
 اس نے اس شخص کو بھی بتوں سے محروم کر دیا تھا۔ وہ شرمناک دنیا کی کھیرے  
 میں رو رہا تھا۔ بھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اپنے دل میں بتوں کو بے پاک حدوت و  
 ضیاع تو قلمبند کرے گا یہ حق ہے۔ ان کا صہاروں بیجا و طرح پر مبنی نہ ہو۔

یہ روز جب گھر سے سب لوگ رخصت ہو گئے تو صوفیہ نے دوسرا پہنا دیا۔  
 سب تک وہ ٹھنڈے سے ہو چکی تھی۔ چلی چلی رہتی تھی۔ پہلے بیوک اس کے دل میں  
 پڑ گئے۔ بولے "صوفی! راجا جانے میں تمہیں کیا مدد دے؟" وہاں جا کر وہ گھبراہٹ میں  
 بیٹھے رہنا وہاں یہ مشکل کا نہیں۔

پہلے بیوک بڑے نو سے رہے چاہتے رہتے تھے۔ وہاں نہیں رہا، وہاں ڈھونڈ کر  
 ڈھونڈ کر فلسفیانہ تحقیقات کرے۔ وہ غریبوں کے لیے مساجد جمع کرے گا۔ وہ حق و  
 ملت تھا۔ صوفیہ کے لیے عبادت گاہیں کی چیر نہ تھی۔ لیکن وہاں دلی کی بون "تمہارے لیے  
 مساجد ہے مگر میرے لیے مشکل۔"



پہچہ بیوک کیوں پنی جان و مال میں اتنی ہوشیاری سے مڑنے سے تو خوب وقت  
 ۶۔

صوبہ میں تم سے رے نہیں طلب رتی۔ پنے کاموں کی ذمہ داری پنے ہر پئے کو  
 ۷۔

”سز بیوک نے“ سر پر پھڑھوئی اکیس میں تارو ہے کہ رجا تک نہیں جاسکتیں۔  
 صوفیہ جانیوں نہیں مٹی۔ پر جانائیں چاتی  
 سز بیوک کیوں؟

صوفیہ میری طبیعت میں نے جانا کہ محمد نہیں رہا ہے؟  
 سز بیوک کیا تو چاتی ہے کہ نام نہیں منہ دکھانے کے قابل نہ ہیں؟  
 صوفیہ ہر نہیں میں سے فتنہ چاتی ہوں کہ آپ مجھے رجا جانے کے لیے مجبور  
 کریں

یہ سز بیوک پہلے ہی آپ تاجوں پر بیٹھ رہا تھا آپ تھے۔ جان بیوک نے  
 سے فتنہ چاہا پھڑھوئی اکیس میں رہا وہ درو ہے؟ میں دھرم سے کوئی وہ پینا گاہ۔  
 پر حکم رو رو رو زنگھٹنے چاہی رہا

یہ ہم سر پر جو بیوک کے ہاتھ فتنہ پر جانے بن سز بیوک تھی؟ مانی سے کد گ  
 چھوڑنے، نہ تھیں ہو میں تھے؟ مانی کے نام سے یہاں تھی نرت ہے؟  
 صوفیہ میں نہ پال سے متقدور تھی ہوں  
 سز بیوک تو تھکتا ہوتی ہے

صوبہ مردل میں متقدور تاتو رہاں سے ہر نہ تھی۔  
 سز بیوک تو یوں ہر نجات دہندہ سمجھتی ہے۔

صوبہ ہر نارتیں میر عقیدہ ہے کہ میری نجات اسو مٹی کے ڈمیرے میں کے  
 ڈریٹ

منز بیوک تیرے نال سے تیر منہ یا ہوگا۔ تیرن بجات نہ ہوگی۔

یہ بہرہ رنزی بیوک بھی فانی پر جا بیٹھیں۔ شام ہوئی تھی۔ سڑک پر جسیاں کے دل سے دل کوں دور کوٹ پہنچے، ہونی ماگھکی سردی سے ٹکرے ہوئے خوش خوش رتے چھے جا رہے تھے۔ بیان صوفیہ وقت کی غور نہیں بھی ناقابل برداشت ہو رہی تھیں۔ وہ ایک ٹھنڈی سس کھینچ کر پینڈھٹی "تیرے نال سے تیر منہ یا ہوگا" یہ عذر اس کے دل میں شترن طح پھٹتے تھے۔ پچنے لگی۔ میری تن پروری کی یہی مس سب رہے۔ میں سرف روہیوں کے لیے بے اختیار کا خون رری ہیں۔ تکی تھارت اور بات برداشت ہو رہی ہوں۔ کنگھ میں ہوں میر ہمدرد ہے۔ ہوں بے جو میرے مے کی خبر پارہنوں چور ہونڈیوں روئے شایہ میرے مرنے سے لوگوں کو خوشی ہو۔ میں ن کی نظروں میں نہ رہ گئی ہوں۔ یہی زندگی بہت ہے۔ میں نے اچھے ہیں۔ بندہ گھروں میں مختلف عقائد کے لوگ غنی محبت سے رہتے ہیں۔ باپ ناتی ہے تو بیٹا میری، جی۔ نوہر ہر موہاج میں ہے تو بیوی مت یہ سنتوں میں۔ بھی اپنے اپنے عقائد پر قائم ہوتے ہیں۔ ہونی کسی سے نہیں بدلتا۔ ہمارے یہاں ستر کچل جاتی ہے پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہماری قیام و تہذیب سز و خیان کے معاون ہے۔ ہیں تو ہمارے یہاں بھی وسیع گھیر لوگ۔ پر جھو بیوک ہی ن کی یہ مثال ہے سین ن کی وسیع انکسار دراصل ناممکن ہے۔ یہ وسیع خیال آدمیوں سے تو تنہا خیال ہی چھو۔ ن میں کچھ خیال کا ہوتا ہے۔ بدل ہوئے تو نہیں ہیں۔ ہنرمند اپنے دل میں یہ سمجھتی ہیں کہ بات بات پر اپنے خستہ طامی کے یہوں سے مجھے چھید لے لگتی ہیں۔ ن کے دل میں بھی خیال ہوگا کہ اس کا کہیں اور ٹھکانا نہیں ہے۔ ہوں اس کا پوچھنا نہیں ہے۔ میں نہیں دیکھ دوں گی کہ میں اپنے پیروں پر چڑی ہو متی ہوں۔ اب اس گھر میں رہنا سڑک میں رہنا ہے۔ اس بے حیوں ن روٹیوں صاف سے جنوں مر جا رہا ہے۔ ہوں سے لوگ نہیں گے۔ میں سڑ دو سو جاں گی۔ ی کے نئے تو نہ سننے پر رہے۔

صوبہ بھی ورنہ متوجہ نہ بنے بغیر کی حالت سے ہر نکل آتی۔ کٹھن ہی ہو سکتا  
 تھا کہ موصوفہ ہوتی تھی۔ وہ گئے رخصتی جاتی تھی۔ پاپ میں گانا گاتا رہا۔ کٹھن ہاتھ کہ  
 کہاں جا رہا۔ جب وہ ٹھنکی گاؤں میں پہنچی تو شہر میں۔ کپڑے دھو دھو سے کہہ رہے  
 تھے۔ وہ یہ مگر وہاں سے سر نہیں لانے کے بجائے نئی گاڑیوں اور ریوڑوں  
 کا نوئے لڑتے سمیز لگا ہوں سے دیتی چلی جاتی تھی۔ جیسے کون نیز پانی کی دھار پتھروں کو  
 ٹھنڈی مٹی مٹی گئے بہتی چلی جا رہی۔ یہاں تک کہ وہ کس کسٹا ہو رہا ہے پر کٹھن ہی ہو رہا  
 میہ جھگڑاٹ کی طرف جاتی ہے۔

کے جی میں تیار دیر کی پیر رتی چوں۔ شاید ہی بھلے آدمی سے طاقت ہو  
 جا رہی۔ جب تک دوچار آدمیوں سے ٹٹا رہا نہ ہو وہ میہ حال نہ جا میں مجھ سے کون  
 نہ روکی کا ظہار۔ لے گا۔ کون میرے ہاں کا حاس جاتا ہے۔ یسے ہم اس شخص سے اتفاق  
 ہی سے ملتے ہیں۔ جب اپنے ماں باپ دشمن ہو رہے ہیں تو دوسرے سے بھائی کی کیا  
 میہ۔

وہ نا میہ کی حالت میں چلی جا رہی تھی کہ ایک سڑک میں ایک گاڑی ٹھنڈی نظر  
 آئی۔ اس کے سامنے بہت سی گاڑیاں رکتی تھیں۔ اندر جانے کے لیے یہ پہنچ چکا تھا کہ  
 اسے وہاں تک پہنچا رہا تھا۔ کٹھن میں وہ بت جا رہی تھی۔ چھانک سے کھل تک رہتی  
 نہ ایک روٹ تھی۔ اس کے دونوں طرف بیٹھیں اور لگا باندھا رہا تھا۔ سڑک پر پہنچنے  
 ہی میں دوڑتے بیٹھے ہوئے گاڑیوں میں ہر سو کا ہضم ہوا رہا تھا۔ وہی بیٹھا ہو تھا۔ کون  
 تلیہ دے رہا تھا۔ گارپی رہا تھا۔

صوبہ کے شہر میں یہاں پر فضا متاثر نہ دیکھا تھا۔ کٹھن کو کتبہ کو کتبہ کے درمیانی حصہ  
 میں بھی یہ فضا متاثر ہو جاتا ہے۔ وہ ایک چوٹی پر بیٹھتا ہے اور پچھلے سب کو  
 راجہ سے لگے ہوں گے۔ مجھے کھ میں نہ دیکھ رہا ہو نہیں گے۔ تو غور نہ سمجھ میں گے۔ نہیں  
 گھومنے لگی ہوگی۔ رات بھر میں بھی رہوں تو بھی وہاں کسی کو کچھ فخر نہ ہوگی۔ رہا۔

[illegible]

مجبوری میں ہمیں نہ انگوٹیاں ہوتی ہیں نہ صورت بھی جیوں پہلی ہوتی ہے۔  
پرویس میں اپنے محلہ کا نالی باکھ رہی مل جائے تو ہمیں کسے گئے مل جاتے ہیں۔ چاہے  
دیس میں سے کچھ سیدھے ہمارے ہاتھ نہ کیے۔

عربیہ سوئی رنی تھی کہ اس سے سو رہنمائی لکھ دیا یہ دریا ت روں۔ و شاء میں  
محل کے سامنے سے پختہ چاہتے ہیں چھو یہ۔ ہی آئی تہا ہمارا لک یہ ہے۔  
نیٹھے ورن ہا روں کے ہاتھوں میں رنی ٹوٹے لوگ یک ہی جہ میں ہائے لگے۔

پاک ٹنٹ میں کبھی جبر نہ نہیں کھنڈ ہو گا  
 بکلی ہو در سر پر نہیں مگر رونا ہو گا  
 دہشت سے جبر کا من میں جج نہیں دنا ہو گا  
 گھر میں نہ رونی دے رہ پڑ تجھے نہیں سونا ہو گا  
 دیش دغ و خویشیں حل سے خوش ہو رہتا ہونا ہو گا

دیش کن ن بھری ٹھنڈی سہ پہر رُکھ رہے ہوتا ہو گا  
 کھنکھیں رہیں بھوئیں ٹیڑھی رہے نہیں رہا ہو گا  
 بل بیدی پر تکتے خوش سے یہ رہے رات مرنا ہو گا  
 فانی ہے یہ جسم موت سے ابھی نہیں فارا ہو گا  
 سیلاب کی رہا بچوڑ رہے نہیں دھڑلنا ہو گا  
 ہر گی حیات ضرور مہر مں پہنچے ہو بھڑنا ہو گا  
 ماری جھوم رہے ہے جٹ میں جینا مر رہا ہو گا

گا۔ میں نہ کُشش تھی نہ طافت، میں وہ عفت و تحر یک جہری ہوں تھی جو ہم کُشش کا خاصہ ہے۔ ثار و ترقی کا معصوم پیغام، حق صدائیں سنا کر میں و رصف و فہرے غیر معتمدان میں گونجنے لگا۔ وہ کُشش کب مذہبی حقیقت تھی میں مصروف رہتی تھی۔ قومی پیغام کے سننے کا موقع سے ابھی نہ بدلتی۔ شمع سے نور نکالتا ہے۔ وہ طرح صوفیانہ میں رہ نہیں سکتی، زنگل رہن تھی "ماتہ می جھوں کے لیے جب میں جینا، مرنا، گنا"

سے دل میں بک ترنگ تھی کہ میں بھی جا رہا نہ ہوں کے ساتھ ہائے لگتی۔  
 طرح طرح کے جذبات و خیالات پیدا ہوئے۔ میں آن دو در ملک میں پھر رند  
 کی قرب و ساقی۔ یہیں حزن ہو رہا ہوں۔ میں اپنے کو ملی خدمت کے لیے جیتا۔ رن  
 ہوں۔ اپنی زندگی کے مقصد پر یہ تفریق کہ ہم اپنی قسمت کا رونا، نہ کہے یہ اپنی  
 تزلزل پذیر حالت پر متوسل نہ ہوں گے یہ میں جانتا ہوں۔

ہاں نہ دے جو تھا۔ صوبہ دیکھو۔ کے سامنے و قسم کے جدہ بات و قصہ یہیں بات  
ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔

بھی نفوس کو رستوں پر لے گئی کہ چاروں طرف سے مدد کے نذر ایک کچھیل کے مکان میں  
 ہلکے بگٹی۔ جب تک ٹنگ ہتھوڑے ہلکے کے پتھر پر دو بند ہو گئے۔ ہار میدان  
 جگمگا رہا۔ درخت و پودے چمک درخشش کے سمندر میں نہا گئے۔ ہاتھ و پاؤں۔



مصر و فتح۔ ابھی عجیب۔ ابھی خوف ناک نظر دکھان دیتے تھے۔ ابھی یسوع کی شانیت  
 مہرق کھیل کے سامنے آ جاتی۔ ابھی کسی عقیدہ خاتون کی چندوں صورت کے ارش  
 ہوتے۔ انہیں یہ بات میری سمجھتی۔

جب چہ تھے رات کے وقت س نے نکلیں تھیں تو اپنے ایک ساتھ مرد میں  
 پید۔ گلاب و رصندل کی خوشبو آتی تھی۔ اسے مرن پر وہی خاتون ابھی ہوں تھی۔ وہ  
 س نے اسے خوب میں سینٹ میر کی جھٹکا ہر س نے ایک سن رسیدہ شخص دیکھا ہو  
 تھا۔ اس کی آنکھوں سے رحم چٹا پڑتا تھا۔ میں دیکھ کر س نے نیم خون کی حالت میں پسلی  
 اٹھاتا تھا۔ خوب محسوس کیا۔ شست کی تکرار ہے۔

عوبد نے سب لہجہ میں پوچھا "میں کہاں ہوں؟ کہاں ہیں؟"  
 بدھے تھی نے کہا "میں نے بھرت لکھ گئے میں ہو۔ تمہارے سامنے فی صلب  
 منیجی ہوں ہیں۔ تمہارے جی۔ کیا ہے؟"

صوفیہ چھٹی ہوں پید لگی ہے۔ کہا کہاں ہیں؟ پید کہاں ہیں؟ پید ہوں ہیں؟  
 رنی یہ ڈکٹا لگوئی ہیں۔ تم دن سے تمہاری وہ رہے ہیں تمہارے پاپا۔ کون  
 ہیں؟

صوفیہ پید و نام ستر جان بیوک سے ہر رات لگے ستر میں ہے۔  
 اسٹ چھ تو کم مسٹر جان سے ستر میں ہے۔ سم ت چتا ہے۔ بھی بونا ہے  
 رنی کی وہ بھی کچھ دوس

صوفیہ ہوں جہدی نہیں ہے۔ چاہیں گے۔ میں سے۔ رانی پید اٹھنے لگی تھی  
 یا حالت ہے؟

رنی میں اسٹار کی دیو سے وہ بہت چھوڑ رہی ہے۔ سے ہر بھی کچھ نہیں لگی۔ وہ  
 میریٹا ہے۔ بھی کتا ہوگا۔ تمہیں سے تو کسی جان پانی۔ رقم وڈا رہے ہیں  
 چاہیں وہ نہ جانے یہ ہوتا۔ میں نہا رہے۔ اسات سے کبھی سندوش نہیں ہوتی۔ تم

میرے خاندان کی خدمت کرنے والیوں ہو۔

صوفیہ بس گھر میں گئی تھی۔ اس کے امی سب بچ گئے۔

رہی بیٹی وہ تو کھل تاش تھی۔ وہ نے یہاں ایک سیدہ متقی بنا رکھی ہے۔ جس ش

میں وہی سیدہ بنتا ہے۔ یہ کہیں سے اس کا بیٹا جبر متقی ہے تو متقی ماں پہنچ رخصت  
خدمت و رد در تھی ہے۔ اس رہ متقی کے متقان کے لیے کنوڑ صاحب نے یہ تاش کیا  
تھی۔

کنوڑ صاحب دیتا ہیں۔ کتنے غریب لوگوں کی چھ رٹا ہے۔ بہ متقی بھی  
تھوڑے دن ہوئے بنگا گئی تھی۔ یہاں سورج راہن کا شبنم ہے۔ یہاں کھان  
جہاڑی وہ دور سے ہے۔ ان کے لیے جو سہ تیار کی مورہا ہے۔

تتے میں ایک نو جوان سیدہ ماں رہ رہی ہوئی۔ اس کے چہرے سے شمع روشن  
طرح نور کی کرنیں چھ رہی تھیں۔ گئے میں موتیوں کے ہر کے سو اس کے دم پر کوئی  
زیورہ تھا۔ صوفی سیدہ روشنی نہ رہی تھی۔

صوفیہ سے ایک حد تک دور سے دیکھا پھر یوں "ندہ اقم یہاں یہاں" صبح سے  
دوب کے بعد تھیں دیکھا ہے۔

ندہ جو تک پری۔ تیس دن سے برابر صوفیہ وہ دیکھ رہی تھی۔ وہاں تھا کہ سے نہیں  
دیکھا ہے۔ پر کہاں دیکھا ہے۔ یہ یاد نہ پاتا تھا۔ اس دن ہمیں سستی یادداشت تارہ ہو  
گئی۔ "تمہیں چمک تھیں۔ گلہ خل یاد۔" صوفی اقم ہو۔

وہاں وہیں گئے ملے ہیں۔ یہ وہی ندہ تھی جو صوفیہ کے ساتھ بیٹی تار میں پہنچتی  
تھی۔ صوفیہ وہ سیدہ تھی کہ ندہ اتنی محبت سے ملے گی۔ ندہ چھیل باتوں کو یاد رکھے کبھی  
روتی کبھی شوق بھی گئے مل جاتی۔ بچی ماں سے اس قدر خفیہ رہے گی۔ وہاں اس صحت  
کو دیکھ رہی تھی۔ "ندہ صوفیہ سے ملے ہوئے کہا" ندہ راہن کے لیے  
میری رہا خفیہ نہ رہا۔ ورنہ میں تم سے نہ بولوں گی۔ تنہا نہ کبھی بیٹھ بھی نہ



لکھ۔ منہ رکھے نہ محبت رتی ہو

رتی نہیں مٹی صوفی اندو مجھ سے فی ہر تہوار :۔ پکلی ہے۔ یہاں سے ہی رندوں  
کی ٹرکیوں سے ملنے لگی ہیں، پر رندوں سے کس دوس میں ملتا۔ رندوں سے پس رُوق تک  
نہیں تہوار ہے، میں نے سے ہر کسی کی تحریک کرتے نہیں۔

ندو، بہن تمہاری شکایت بجا ہے۔ پر رندوں یا مجھے کوئی نہیں ٹھنکا۔ ایک تو  
بڑی جھوٹ ہے، رندی کہ تمہارے پتے نہیں پوچھ رہا، پر یہ معصومہ جی ہوتا تو جی میں ڈھکے نہ دیتی۔  
مجھے خوف ہے کہ میں تم شے نہ دوں۔ یہ خط بھی تم نہ ہوتا اور نہ جانے کیا یا لکھ جاتی۔

ناراض صاحب کا معصومہ کہ صوفیہ، میں رندی پہنچا ہوا بھی شکر ہے، رندوں کے لیے  
وہاں آئے۔ پورے چھ فٹ کے آدمی تھے۔ بڑی بڑی آنکھیں، مے بول، مٹل دھڑکی،  
مہلے پڑے کا ایک لمبا تہ پہن رہے تھے۔ صوفیہ نے یہ نورانی چہرہ دیکھا۔ یہ  
تھ۔ اس نے اپنے دوس میں رشتوں کی جو مشکل قائم کر رکھی تھی، وہ باطل کی امر نہ تھی۔ اس  
بڑے جسم میں بھی رندی کی تمام باتوں کا مخصوص سے تاثر دیکھی۔ صوفی نے غصہ نہ  
چاہا، میں کو صاحب شہیدیں ہر سادہ جہیز میں بولے "بٹی مٹی رہو تمہیں جسے میں تکلیف  
دوں۔ وہ میں دیکھ چکا ہوں۔ تمہارے پیادے مجھے ملتا تھا ہے۔ پر یہ معصومہ تھا کہ تم مٹر  
میدان کی بیٹی ہو۔ میں نے ان کو دیکھا ہے، میں میں نے دیکھا ہوں کہ میں بھی تمہیں جاسے  
ندو، لگ۔ یہ مرد بہت تہوار ہے اور یہاں سے چلے جانے پر بھی کم و یکم تہوار ہے۔  
یہاں پہنچے گا (رتی سے) جاحوں ایساں چاؤ منو کر رکھ دو۔ آج جس سہرا ہے جی کو  
ہو، صوفیوں کی روٹی تصویر تیار ہو۔ سہرا بنی رہا وہاں شیریں ہیں۔ پر میں نہیں چاہتا  
کہ ان سے ہمارے میٹھا پڑے۔ وہ تصویر ہم کو بدلتی رہے گی کہ اس نے مت مصیبت  
کے وقت، وہ رندی ہوگی۔"

رتی کچھ مانج بھی، رندوں؟

یہ ہر رندی۔ ڈاکٹر سگوں کی طرف دیکھ کر انکھوں سے شہرہ پیا۔ ناراض صاحب فور

ہوے ”بھرونی“ ہٹکے اس زمانہ میں جو غریب ہے، سے غریب ہونا چاہئے۔ جو  
 بھروسہ کرتا ہے، اس بھروسہ کرنا چاہئے۔ جب گھنے اور گھٹنے و منت سے بھروسہ کرنا  
 سنا ہے تو کون جانتا ہے کہ یہیں وہی شخص جو کوس مرے۔ اس نے ہمارے قوم میں جتنے  
 ست آدمی پیدا کیے ہیں، اسے اس شخص نے بھی مل رہا ہے۔ یہ ہے اس کے لئے  
 حق بہت دیکھ دی گئی۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔“  
 رانی رشتوں سے جس دن کہ تم سے صدمہ لے لیں۔

کنہر ماں میں ہوتا تو صاف ہوتا کہ آپ لوگ یہ کام ہی بد ملکوں مردوں کا حج پور  
 ہے ہیں۔ اس کا ہی کی طرف ہے اور کالی تمہارا سناؤں کی طرف۔ اس کی سناؤں کی طرف  
 ہے۔ کم سے کم اس کا معائنہ تو ضروری ہے۔ دن نہیں۔ راجی چاہتا ہوں وہ سب کی  
 اہمیت رہے۔

اگر صوفیہ ائمہ صاحب طاقت بنتے ہیں تو ہمارے سونے والے کو سب سے زیادہ  
 بہت اہمیت ہے۔ تم اس صاحب سے پوچھیں کہتا۔

صوفیہ نے اند کی طرف، ایسا دوسرا گناہیں چھٹی کریں۔ گویا ہمارے بھی کہ میں  
 اس کی عزت کرتی ہوں، وہ رند خوب اپنے کے ناقابل نہیں ہوں۔

صوفیہ دل کی بات میں ن لوگوں کی، ابھی محبت کا متعجب اپنے لہروں سے سرری  
 تھی۔ میں میں سکتی محبت ہے اماں، آپ وہ وہ نہ پوچھنا کہ یہ ہیں۔ یہ ہیں نہ  
 نصیب ہوں کہ وہی دن بھی نہیں دینا چاہتا۔ چاروں یہاں پرے ہو گئے، کی نے ہر تک  
 نہ۔ اس نے تھوڑی سی ہو گئی۔ ماہ سے تو مجھ پر ہو گا۔ میں وہ بھری ہو گی۔ جی میں  
 خوش ہوں کی کہ پچھا ہوسر سے ایک ہل کی۔ میں سے یہ ن لوگوں کے ساتھ ہے  
 کے قابل نہیں ہوں۔ میری اس سے پوچھ لیں۔

مرچہ یہاں کی کے ہوتا اس رحم کا شاید بھی نہ تھا لیں صوفیہ کو میں پٹی سے قدر  
 خاص و مدت کرتے دیکھ رہی ہوں کی حالت پر رنج ہوتا تھا۔ نہ اسے بھی تکلف کا

برتاؤ رنے لگی۔ ندوہ کو محبت سے ممتا تھی پر وہ اس کو آپ بہرہ نہیں دیتی تھی۔

نور صاحبہ کہ گئے تھے۔ میں نے مسٹر بیگم کو اطلاع دی ہے۔ وہ کہتے ہی ہوں گے۔ صوفیہ کو یہ خوف ہونے لگا کہ میں وہ اندر رہے ہوں۔ کہتے ہی کہتے گئے۔  
 اپنے ساتھ چلے گئے کہیں گے میرے ساتھ وہی مصیبت پڑے گی۔ ندوہ سے اپنی مصیبت کی داستان ہو تو شاید کسی کو مجھ سے وجہ نہ ملے گی۔ یہ خاتمہ یہاں لکھوں گی کبھی ہوں ہے۔ ندوہ کی بھی تو اس سے اس طرح باتیں ہوں گی؟ پاپا کے گئے سے قبل ایک بار ندوہ سے تہائی میں ملنے کا موقع مل جاتا تو چھا ہوتا۔ یہ روس؟ ندوہ کو بے گنجیوں؟ نہ جانے یا نہ گئی؟ یہ وہاں؟ شاید سن آئے۔

اس طرف ندوہ بھی صوفیہ سے متعلق تھیں۔ رانی جی کے سامنے اس وقت ان باتیں اپنے کام کو متعلق نہ مانتی تھیں۔ خوف تھا کہ صوفیہ کے پاس اس وقت پتے گئے تو میں پھر کیلی ہو جاؤں گی۔ ڈسٹرنگٹوں نے کہا تھا کہ نہیں زیادہ باتیں نہ کرنے دینا۔ گجرات سے سو میں تو یہ اپنی اندیشہ نہ رہے گا۔ اس لیے وہ کہے گا۔ اے کے اچھے رب جان تھی۔ مقرر ہو جتے تھے وہ اچھے موٹی۔ کہہ رہا تھا کہ نہ صرف رہنے سے بہتے وہاں سے نہ آیا، صوفیہ کے ساتھ ہی وہ رہے۔ یوں بہن بہت مزہوری و نہیں معلوم ہوں؟

صوفیہ بادل نہیں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں بادل چھٹی ہوئی۔

ندوہ تمہارے پاس کیسے تم کو اپنے تھوڑے گئے تو میری جان نکل جائے گی۔ نہ کہے کہتی ہو رہا ہو گی۔ شاید پھر بھی میری یہ بھی نہ ہو گی؟  
 یہ کہتے کہتے ندوہ کی نکلیں شک ہوئی ہیں۔ حمد بات سے نامناسب جوش و نام کٹر منوں سے چسپاں تھے ہیں۔ ندوہ کی نگہوں میں نہ ہوئے تھے۔ پاپا مسکرتی تھی۔

صوفیہ یوں آپ مجھے بھوں سنتی ہیں، پر میں آپ کو یہ بھوں گی؟

”یہ در اول غنائے کبھی کہ غیبت نے رمان بدردی۔ بات پھیرے ہوئے میں کبھی  
 بھی آپ سے ملنے گیا رہا گی۔“

ندو میں بھی یہاں سے تم کو چندہ رو رہا تک نہ جانے دوں گی۔ مذہب کی رکاوٹ نہ  
 رہتی تو کبھی نہ جانے دیتا۔ مگر جی میں پنی بہاں رچھوڑتیں تمہارے پر بہ طرح  
 رہ جھڑتی ہیں۔ جہاں تپشتی میں تمہاری ہی چرچا کرتی ہیں۔ نے بھی تمہارے ہاتھوں سے ہو  
 رہا معلوم ہوتا ہے۔ ہم چلی جا، گی تو سب سے یہ وارنٹ نہ ہو گا۔ یہ رزق بہت کم  
 سے ہوتی ہوں۔ مگر جی نہ کوئی چیز تھکے طور پر دیں تو کچھ نہ رنا۔ ورنہ نہ کو بہت رن  
 رہا۔

اس محبت سمیز ضد نے تامل کا تکرار کیا دیا۔ جو اپنے گھر میں رو رہا نہ طے نہ طے نہ  
 جا ہی ہو، اس کے لیے کہ نہ رہا راں کافی سے ریا کی تھی۔ بے صوفیہ، ندو سے اپنے  
 دیا، تے پوشیدہ رہنا میں دوق کے ضد معلوم ہو، رونا ک لہجہ میں ہونے ندو امیر  
 اس وقت تو بھی رنی تھی کے چہ نہ نہ چھوڑتی۔ پر پنا یہاں ہے؟ یہ محبت رہا ہے سے  
 کی۔

ندو اس کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ چنانچہ اس کی سادگی نے ہون کہیں شام کی بہت چیت  
 ہو رہی ہے کیا؟

اس نے مجھ میں شامی کے ہاڑیوں کے س قد رگمیں ہونے کا وہی سبب نہ تھا۔  
 صوفیہ میں سے تو عہد ریا ہے کہ شادی نہ رہا گی۔

ندو یہاں؟

صوفیہ اس لیے کہ شامی سے مجھی کو پنی مذہبی سادگی رک رہا ہو گی۔ مذہب سادہ  
 ضیوں کا گنگوٹ دیتا ہے۔ میں پنی تمہا کی مذہب کے ہاتھ میں بیچنا چاہتی۔ ٹھیکے یا  
 یہاں شامی سے میڈیکل نہ قابل قانیض ہو کہ وہ میرے مذہبی خلوک سے در زہر  
 رہے۔ میں صحت سے بحور و رحضرت مسیح کو خدا کا میٹا ورنہ نہ تہا نہیں رہا

سستی۔ نہ مجبوری سے رجا میں عشاءِ رنِ بہادت رے۔ رے یہ جانا چاہتی ہوں۔ میں  
 نہ ہوں وہ بیشہ رتیم میں رستی

نذر میں تو سختی تھی کہ تہا رے یہاں ہم لوگوں کے یہاں سے ہیں ریوڑ ران  
 ہے یہاں چاہتا ہوں سستی ہو۔ ہمارا تو گھر سے نکلتا توکل ہے  
 صوفیہ بہن کس قدر مذہبی تنگ دہان تو نہیں ہے؟

نذر نہیں کوئی کی ہو چاہتا ہے کے یہ مجھ نہیں مانا۔ باہجی گاشٹن تے ہیں۔  
 ٹھنڈا شہجی کی پوجا رتے ہیں۔ ماں جی کبھی بھول رہی ٹٹان رے۔ میں جاتیں۔ وہ  
 کی اچھا نہ پوجا رہتی ہیں۔ پر باہجی بھی ہن نہیں رتے۔ ٹھنڈی کا ٹھنڈا رہنے  
 وقت دور دھال پر ہے۔ ہم بھون بہن سے ہوا ت میں بھی رہیں آں کا فرق ہے میں  
 روشن رہا تھی ہو۔ یہ بیشہ رن سستی سے بھی منکر ہے۔ یہ پوجا جی ہم وہاں سے کبھی نہیں  
 کہتے ورثہ ہم بھائی بہن میں کبھی کس پر بحث مراد ہوتا ہے۔

صوفیہ ماں کی ران نہ سہائی ہے ور کس یہ جھوٹی۔ پان کی روحانی ہے ور  
 کس یہ پٹی۔

نذر نہ رجا کبھی نہیں جاتیں؟  
 صوفیہ پتے جبر جانی تھی۔ رے میں تھی۔ کس پر لھر وے بہت ناراض ہوئے۔  
 ہر کی طرح میری بہ عتی و تھی۔

نذر وے بہت سمیرا دکی سے کہا نہ لوگ ناراض ہوئے ہوئے۔ تو تم بہت روں  
 ہو گئی۔

صوفیہ پتے رو یا رن تھی۔ پرو میں رنی۔  
 نذر مجھے وہ بھی ہوں کچھ مدد تے ہوں پر تیرا مٹا ہے۔ دن میں بھڑوئی رہی رہ  
 جانی ہوں۔ تنہا میں تھمتے۔ وہ بات دہر دہل میں پہن رنی ہے۔ جی چو چھو تو مجھے  
 کے غصہ پر رونا نہیں مانا۔ رونا مانا ہے پتے پر کہ میں۔ میں نہیں ناراض ہوں۔ میں

مجھ سے سی بھوں مونی۔

صوفیہ، وہم، کہ ندو مجھے اپنی طہ بخشی سے نام نہانا چاہتی ہے۔ ماتھے پہ ٹکس نہ  
کٹی۔ پونی میں نے جگہ پہ آپ ہو تیں تو یہ نہ کہتیں۔ "اگر کیا آپ اپنے مذہبی بولت کو  
ترک دیتیں؟"

ندو یہ تو نہیں کہتی کہ میں یہ رتی پہ کھڑا ہوں کو خوش رکھنے کی کوشش رتی۔  
صوفیہ آپ نہ مانا جی آپ وہ جبرائیل کی بات ہے۔ سے روکیں تو یہ آپ  
مان جائیں گی؟

ندو ہاں میں تو مان چاہوں گی۔ ہاں وہ ناراض نہ ہوں گی۔ ارشاد عام غیب میں۔  
میں خوش رکھنے کے لیے عبادت کی ضرورت نہیں۔ عبادت تو صرف اپنے دل نہ بلکس  
کے لیے ہے۔

صوفیہ (تجرب سے) آپ کو ذرا بھی دماغی تکلیف نہ ہوگی؟

ندو ضرور ہوں پرنہ خضر بہ ہوں گی۔

صوفیہ پھر روہ آپ کی مرضی کے خلاف آپ کی شادی نہ چاہتا تو؟

ندو (شہادتے ہوئے) وہ مسدود حل ہو چکا۔ ہاں آپ سے کسی نے کھانا دیا۔  
میں نے ربون تک نہیں کھوں۔

صوفیہ یہ یہ سب؟

ندو ہاں تو وہ مال ہو گئے (میں نے نیچے سرے) اگر میرے پاس سوتا تو نہ کو کبھی نہ  
پاتے۔ چاہے نہ کی ہی رہتی۔ میرے مال مجھ نے محنت کرتے ہیں۔ دولت کی وہ کی  
نہیں میں میں کے دل کے سب ایک چوتھائی کی مانہ ہوں۔ اس کے تیس حصے روہ  
عام کے ہوں کی مذہب ہوتے ہیں۔ ایک کے مدے چوتھائی پر سونے سو دہا سوتا ہے۔  
مجھے تو اجر کی پوری سہ کی چوتھائی حصے سے سیں زیادہ بہت معلوم ہوتی ہے۔ حوک تو  
رہن ہو چکا ہے جو کھانا کھانے کا اتنی مقدار ہے۔



ندہ تو میرے ہی گھر میں نہیں رہیں گی۔ میں سے اپنی خوش نصیبی بھڑکائی اور ماں  
جی تو کم ہاتھوں کی تلی بنا رہیں گی۔ میں بھی چلی جاتی ہوں تو وہ کیلی گھبرائی رہتی  
ہیں۔ تمہیں پوجا میں تو کچھ گنگا نہ چھوڑیں۔ ہوتا ماں سے ہوں یہاں تبہاڑی کر دی میں  
وہی غل نہ لے گا۔ وہاں چاہے ماں سے؟

صوبہ نہیں بھی بھول رہی تیس آپ کی ماں جی کو جب معلوم ہوا کہ سائے ماں  
بپا سنا بات نہیں چاہتے تو میں نے نظروں سے بھی نہ چاہی گی۔ بس وہ اپنے گھر  
میں عزت میں سنا بات بھی عزت میں سوتی۔

ندہ نہیں سوتی! ماں جی کا ہاتھ بڑا بڑا ہے۔ ماں بات سے تمہیں پتی ہے  
عزتی کا خوف ہے۔ وہی بات ماں جی سے عزت پانے کی چیز ہے۔ وہ خود اپنی ماں سے  
کی بات یہ ناراض ہوئی تھیں۔ جب سے میں نہیں گئیں۔ مانی مر گئیں پر ماں جی سے  
میں معاف نہیں یہ۔ پتہ ماں بدوے سے۔ پر ن کو دیکھے تک نہ تیں۔ انیس جوں ہی  
یہ بات معلوم ہوگی تبہاڑی وہی عزت رہے نہیں گی۔

صوبہ سے ہاتھوں میں نہ بھر رکھا۔ بن میری راج ساپ پی کے ہاتھ ہے۔  
ندہ سے کہہ کر اپنے پر پر رہ رہا۔ وہ مجھے پی راج سے کم حزی نہیں ہے۔  
دھڑک رہا سیو کو کٹر صاحب کا نام نہ تو مریوں سے بڑے دیکھ میں کہتا۔  
تھا کہ صوفی پر وہی مصیبت پی کی۔ یہ اچھا نورا بھرت نگہ کا ذخیرہ ہے۔ تیس روز سے ن  
سے گھر پر نہ سوتی ہے۔ ن سے یہ بھونپے سے میں گنگائی تھی۔ اس کے بچنے  
میں وہ مصرعہ نہ تھی۔ کہیں پسنائی؟

سبز بیوک یہ سب بے ہیں مجھے سنا کی بات کا شہر نہیں رہا۔ جس کا دل خد  
سے پھر گیا ہے جھوٹ بے نے یہاں سے گزر رہی تھی۔ مھو کا گھر سے ملتے  
نی پھووں سے چھی ہوئی ملے گی۔ جب تیس خطا مانہ نکاتو یہ نہ بھو دیو۔ سنا دل کا  
بھو معلوم ہوگا۔ یہ جی مہم ہے کہ خد سے سنا نہ کی یہ دن ہو۔



جس بیوک چپ بھی رہو۔ تمہاری لے درانی پر مجھے تعجب ہوتا ہے۔ میں سے تم جتنی سخت اس عہد سے نہیں اٹھتی۔

مسز بیوک میں تو نہیں جانتی، تمہیں حاما موحا!

جس بیوک مجھے تو یاد دہانی دے رہی ہے، مرنے کی فرصت نہیں ہے۔ نیا پند ہے پڑھنا  
 میں نے دہریے میں بات چیت کر رہی ہوں۔ اسے موڈ کی سے پال پڑے۔ کہ کی صرا  
 قلم میں ہی نہیں آتا۔ وہاں تو وہاں جو گاہ وہاں جتے ہیں، وہی ملتی ہے۔ تے ہیں۔ ن  
 سے زیادہ چالاک آدمی یہ مشکل ہے۔ تمہیں اس وقت کون کام نہیں ہے۔ موٹرنگ کے  
 آتا ہے۔ ٹن سے پہلی پاورس واپس آنا تھا جیتے۔

بٹور بیوک وہیں گرم مری پر نکلیں۔ بد بے سوکھا لہجہ میں مٹھتے جیسے ہر  
 آدمی مصائب کی بات سنتے ہی چونک پڑتا ہے، ہونہار کا کارنامہ کرتے ہی وہیں آتا ہے یہ  
 بولے: 'موتی کی ضرورت ہے؟' یا 'کس پانچ روپے کا ہے؟' میں؟ یہاں رہنے کے  
 لیے تو قدر و قیمت نہ بھی کافی نہ ہوگا۔ یہ گاڑی پر جانے سے شام میں وقت بچا لے گا؟  
 تمہاری موٹر دیو رتن صاحب رعب میں نہ آئیں گے۔ میں حد کی تیری موٹر میں  
 ہیں۔ 'یسوں' مجھے اپنے 'سٹن' میں بوسہ دینا نہ میری صوفی چیری وہاں لگاؤں میں  
 پڑی ہوں ہے۔ نہ جانے اس طرح کتنے سو گئے، خدا کس کو رہا رہا  
 ہے۔ میری نکلیں کس ہاتھ لڑی ہیں۔ جب سے وہاں پہلا پانچ سو گئے تو بت  
 میں آئی۔ 'یسوں' سے اپنے 'سٹن' میں لے لوں کس چیری کو کون پوچھے وہاں ہے۔  
 میرے گھر میں نہیں آگاڑا رہا۔

جس بیوک پھیکی مویہاں ہوں تو رو رہا کس کی نہیں نہ دیتی پڑتی۔

بٹور بیوک ڈکڑی یا صبر کرتی تھی۔ اللہ کے فضل نے میں جو تھوڑی بہت ڈکڑی  
 جانتا ہوں۔ لہروں کی محبت و بیمار دی ڈکڑی دوس سے نہیں زیادہ ہی بخش ہوں  
 ہے۔ میں جی بچی کو تو میں سے رطام پانچ سہاتا۔ اس کے لیے خدا سے دعا کرتا۔

میں بیوک تو آپ نے چھو جاتا

یہ تو بیوک۔ سر، چشم میرا، گدہ ٹھوکر۔ ہم سب بوجھ چاہیے۔ مگر ہمارا محبت ہی رہ رہت پرانی ہے۔ میں بھی چھتا ہوں۔ بیٹی امیروں کے سامنے جرنی دکھانی پرانی ہے۔ ان سے ہر کی کا بھی نہیں بیچتا

جس بیوک مجھے بھی ہاتھ نہ لے جایا۔ میں کی دوسرے موقع پر جوں کا۔ اس وقت وہیں بھر بھی شہر زری یہ وہانی کا منہ ہوگا۔ میں ان کا شہر یہ دوسرا گا۔ میں اس کے قارب و شہن بد دیکھتا ہوں۔ حمینوں سے ہوں گا۔ کنو صاحب کا شہر میں خاصا دباؤ ہے۔ منہ نہیں کے صدرن کے ہاتھ ہیں۔ ان کی مدد سے پانچے چاروں میں مجھو بہت ۲ مانی سے مل جائے گی۔ ممکن ہے کہ وہ چند حصے بھی خریدیں مگر مارجن ہوتوں کا موقع نہیں ہے۔

یہ تو بیوک مجھے تھہری کی فرست پرانی ہے۔ اس کوئی سے راجہ صبیحہ کے تھہرے سے کاہل گئے ہیں، اس سے منے میں بھی تھہیں تانا ٹال ہے۔ تھہر وقت نہ قیمتی ہے کہ نصف گھنٹہ کے لیے بھی ہمارا نہیں جانتے۔ وہ کی صداقت میں ساری باتیں طے رہنا چاہتے ہو۔ یہاں موقع پر بھی تھہیں اس سے مدد نہ لانا نہیں

ہاں بیوک جہاں آپ کا اس رہتہ میں ہی پاباؤں گا۔ میں ایک شخص کی کام رہ رہا تھا۔ پھر رہوں گا۔ آپ کو تکلیف نہ لے کی ضرورت نہیں (بیوی سے) تم تو چلا رہی ہو۔

میں بیوک مجھے ملتا ہے جیتے ہو۔ مگر خیر چہا

لکھنا لکھ رہیں طے ہو۔ نگریوں راج کے مطابق یہاں ان کا کھانا ایک کے مونا تھا۔ اسی کوئی وقت تیاریوں میں صرف ہو۔ میں بیوک نے اپنے ریورنڈے تھہیں ہوں نے ماضی میں بھی ترک نہیں کیا تھا۔ بنا بہمین گون مرہاں ذرا رٹا۔ تھانا، سنگار وہ اپنے ساتھ رہنے کے علاوہ اور کسی قریب پر مدد نہ تھیں۔ مطلب تھا صوبہ بوجھنا۔

اس کو دکھانا کہ تیرے چہرے نے اسے میں رو رہی نہیں چاری ہو۔ کوچوں و گارڈ  
 وہاں صرف اس نے کا حکم دیا۔ پر جھوٹا ہونے سے چہرے نے سوئی تین  
 جان بیک نے اس کے مرہٹوں پر روئیھا تو اس کا پتہ نہ تھا۔ اس میں پر ایک مفسد  
 تاب صلی پر کی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ پڑھتے پڑھتے کبھی پڑا یہ ہے۔ اصل یہ  
 کتاب تیس رو سے کی طرح تھی پڑی تھی۔ پر جھوٹا کو سے بندہ سے رکھ دینے کی  
 بھی فرصت نہ تھی۔ صبح سے اوگھڑی رات گئے تک کا یہ گایا رہا۔ صرف وہاں رہنا  
 ہمارے کھڑے رہا تھا۔ یہاں سول نہ تھا جہاں اس سے صوفی کو نہ ملے۔ یہ ہو۔ کون  
 شہر ہوا۔ یہاں رہا نہ تھا جس کے گھر پر اس سے کھوج نہ ہو۔ تو موت کی آواز  
 کے بعد رات کو مایوں سو روٹ گیا اور چارپائی پر لیٹ مر چلا۔ سو پتا اور روتا کہاں چلی  
 گی؟ پتہ کے دفتر میں ان میں دس اکس ہو جانا اور پوچھتا کچھ پتہ پو؟ خبروں میں  
 بھی مدد نہ رہا تھا۔ وہ بھی رو رہی نہ تھی۔ بوجا رہا ریا مت رہا۔ سے عقین ہوتا تھا  
 کہ صوفی ہم سے ہمیشہ کے لیے رحمت ہوئے۔ صبح بھی حسب معمول ایک بجے تھا کہ  
 دس روٹ رکھ گیا تو چوں بیوک نے مرہٹوں کو صوفی کا پتہ مل گیا۔

پر ہندو بیگ کا چہرہ ششما نہ آیا ہو، سچی کہیں ہے؟ یس کا من خطا ہے۔  
 جس بیگ کو نہ بھرت لگھے اے مکان پر ہے۔ اے جہاں کہ ہوتے ہیں جی و اس چلن

جس بیوک سنو بھرت نکلے مغان پر ہے۔ ہا ہا کب تو تمہیں جی و اس چلن

—            —

پہلے بیک پر تو بٹ رکھا، مٹھا لگا۔ جھوکے باب مٹوئی ہے تو تھیں طے۔

”گزشتہ سب سے بہت اچھی طرح سنا تھا۔ میں نے یہاں سے روٹھ کر چلنے کی۔“

وے وے۔

پڑھو یہ کلام خدا ہے آپ کا دس بندہ نے اس پتھر کا مہیا ہے۔ یہ گھر ہے آپ کی

پرومیں رہ چکی تھی؟ یہی ہے سے خدا اور بھی آپس پر ذرہ نہیں ملتا

• نئی بیوت گھر، ہوں پر رحم نہ کرنا ہے۔

پہلے بیٹا رصوفی گھر سے تو یہ مایوس میں 99 فیصد ڈی گھر میں وہ مذہب کا  
 نمائندہ بن کر چلا آتی۔ اس میں بھی عیب ہے۔ نہیں تو اسے تین پر حق و اقتدار  
 ہے تاہم بھی نہ ہوگا جو کسی پر جان دینے کا دم بھرتے ہیں۔

مذہب کا خیر معلوم ہوا تو ہم اس کا رستہ سمجھتے ہو۔ مجھے سارا اہل کے  
 سننے کی فرصت نہیں۔ یہ ہر رستہ بیوک و اس سے چلی گئی۔ کھانے کا وقت آیا۔ وگ میر  
 پر بیٹھے۔ پر بھائی بہت صبر کرنے پر بھی نہ آیا۔ تین آدمی فن میں بیٹھے تو بیٹھا  
 بیٹا۔ چلتے چلتے جان بیٹا سے کہا "صوفی کو ضرور سنا تھا کہ وہ مروجہ دہاتھ سے نہ  
 جاتا۔" ماحتمل عتقل عطا کریں اور کامیاب

اور ایسے نئے نئے صاحب کے مقام پر پہنچیں۔ نئے صاحب نے بڑے پاک سے  
 ان کا خیر مقدم کیا۔ مذہب نے اس میں نشان دہی میں صفائی سے یہ لفظ بھی نہ دیا  
 کی۔ دوری حری و کھیتی رسوں کی بس جب صوفیہ گھر میں پہنچی اس کا پڑا مرد چہرہ  
 اسی تھا تو اس پر قہ نہ رہا۔ متا ہل پڑی۔ بے اختیار اس سے پائی۔ گھٹوں سے گھس  
 رہے گئے۔ اس باغ میں صوفیہ دن دردت بھی بہتی۔ اس نے دونوں ہاتھ ماں کی  
 روت میں ڈال دیے وری منٹ دووں صوب کے روحانی مزا نے حلقہ اندوز ہونے  
 رہیں۔ جان بیوک نے عویذ و پویشی پر وہ دیا گھر پر جو بیوک گھٹوں میں "سو گھرے  
 اس کے سامنے کھڑا رہا۔ بہن و چھو تے ہوئے سے خوف و ناتھ کہ مراد میں نہ چھب  
 جائے۔ یہ موقعوں پر اس کا اس و روت دونوں مکت و لے ہا رہو جاتے تھے۔

جب جان بیوک صوفی ۱۰ یو رتو صاحب کے ساتھ ہر چھ گئے تو مذہب بیوک  
 ہو میں تھے۔ ان کا سو بھی کہ یہاں چلی گئی یہاں بیویں میں پرے پرے تیری  
 طبعیت گھبراتی رہی ہوگی۔ یہ وگ پی دوست کے گھمڈ میں تیری بات بھی نہ پوچھتے ہوں  
 گئے

صوفیہ میں وہ یہ بات نہیں ہے۔ گھمڈ وہاں اس میں پھونک نہیں گیا ہے۔ سبھی

ہندو کی ہر گھرانے پتے ہیں۔ یہاں تک کہ نور چا رہی شادیوں سے کام لاتے ہیں۔ مجھے سچ چاہیے ان کوں یہ ہے کہ ان کوں نے اپنی محبت سے تمام دنیا کو ہونے تو شاید مجھے شکوک تک۔ سزا دے کہ پر پڑا رہتا ہوتا۔ میں نے گھر میں بھی زیادہ سے زیادہ سے رہتی۔

سزا دیکھ کر سے اپنی جان دے میں ڈنکھی تو یہ یہ لوگ نہا کر سے بھی رہا۔

محبوبہ میں ماہیہ وک ہایت حقیق ہر تیب ہیں۔ خوارانی جی مومو میرے پاس بھی رہا۔ مجھے سمجھتی رہتی ہیں۔ کئی صاحبان میں کئی بار رہا۔ چھوٹے میں رہا۔ وہ سب سے میرا بہن پڑا ہو گیا ہے۔ یہی ڈنک ہے جو میرے ہاتھ میں تال میں پڑھا رہتی تھی۔

سزا دیکھ کر (چراغ) تجھے دوسروں میں سب سے صاف نظر آتے ہیں ہر یاں سے گھر و لوگوں کے حصہ میں پڑی ہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے مذہب بھی اپنے سے مجھے ہیں۔

پرہیز دیکھ کر آپ تو ذرا ذرا بات پر ہڑختی ہیں۔ رکولی اپنے ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے تو یہاں کا حال نہ مانا جائے؟ حال وہی ہے کہ ہر سونے میں نہیں ہے۔

سزا دیکھ کر یہ سچ ہونے کی بات سمجھتی ہے۔ گھر و لوگوں کی رونا و سوتا میں داخل ہے۔ یہ مجھے، تانا چاہتی ہے کہ یہ لوگ کے ہاتھ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ انہیں یہاں سے جاتی ہے وہاں نہ جاتی ہے۔ یہاں نہیں ہیں۔ یہاں نہیں ہیں۔ یہی رہی رہی صاحبہ؟ میں بھی ان کا شکر ہے۔ ہر دوں۔ س سے چار سے عوام گھر چلو پچا کیے گھر رہا ہوں گے۔

محبوبہ وہ تم سے میری بہت متعلق نہیں۔ وہ یہاں کب نہ آئی ہوگی۔ یہاں شاید ہمارے درمیان میں میرے سب سے سب سے سمجھتی ہوں گی۔

پرچہ بیوک ہا۔ بھی صوفی کو یہاں دو چار دن و رات سے پڑن رہے دیکھتے۔ اسی  
 سبب سے میں تکلیف ہو گئی۔ اچھے مالتی مزہ رہا اسی ہے۔

صوبہ رلی جی بھی ہیں جتنی نہیں کہ بھی میں تم کو نہ چاہے وہاں کی  
 "مزید" یہاں نہیں کہتے تیر ہی جی یہاں سے جانے نہیں چاہتا وہاں تیر  
 پہاڑوں سے گا۔

صوفیہ نہیں ہا "اپنے" ہاتھ بے صفائی رہی ہیں۔ میں سب یہاں یہاں  
 بھی رہیں رہنا چاہتی۔ میں سب ان لوگوں کو زبردستی تکلیف نہ دینا کی عمر یہ بات مجھے  
 معلوم ہو چکی ہے جیسے مجھ پہ پھر تو ظلم نہیں یہاں سے گا میری مذہبی سزا کی میں پھر تو ان  
 رکاوٹ نہ ڈال جائے گی؟

پھر یہاں تک صوفی اہم خود بخود ہاتھ بڑھ کر دیکھیں رلی "تمہارے" ہاتھ ان  
 ماہر کیا جاتا ہے۔ ذرا نڈت کا ہاتھ نہ دیتی سو۔

"مزید" نہیں تو نے یہ بات پوچھن بہت چھوٹا ہے۔ میں بھی تجھے مفاد میں نہیں  
 رہنا چاہتی میرے گھر میں سوئے محضین کے لیے جگہ نہیں ہے۔

پرچہ بیوک "سپ مالق" کے لئے تھی ہیں۔ مجھ بچے کو ہڈیوں نہ رہی ہے۔  
 "مزید" یہاں "میں" نے تمہاری صوفیہ میں پڑھنا۔ قلعہ کو خود نہیں مجھ  
 سکتی۔ یہ صوفیہ تو اندازوں ہی میں ہوتا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ مجھے پٹی و اسے محنت  
 نہیں ہے۔ خود جاتا ہے میں نے تمہاری خاطر یہ یا سیکھیں نہیں دے میں۔ اس وقت  
 تمہارے پاس ایک ہفتہ میں فلک تھے۔ گھر کا سارا کام کاج مجھے ہونا پڑتا تھا۔ ہزار جتن،  
 ہمارا چلتی پھرتی گاتی۔ تم دونوں کی عین میں کمزور تھے۔ روز ہی ایک نہ ایک روگ لگا  
 رہتا تھا۔ گھر کے کاموں سے ذرا فرصت ملتی تو ڈاکٹروں کے پاس چلتی۔ شہر نہیں گود  
 میں سے یہی ہے کہ تم کہتے ہو۔ تو قربانی سے پاؤں ہونی وا ہو جب بیٹور سے  
 منحرف ہوتے دیکھتی ہوں "میں" نے پگھل ہو چکی ہوں۔ تمہیں میں سچا محنت کا پکا

یوں کا بندہ بنانا چاہتی تھی۔ اس سے برعکس جب تمہیں یوں سے منہ موڑنے دیتی  
ہیں۔ ان زندگی، ان کے عقائد، ان کے معجزات پر شبہ کرتے پاتے ہیں تو میرا پاس  
پاس ہو جاتا ہے اور یہی جی چاہتا ہے کہ اس کی صورت نہ دیکھوں۔ مجھے پناہ مسیح ماری دیا  
سے ۱۹ سے یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی ریوا ہو گیا ہے۔

صوفیہ آپ کو یوں ناعزیز ہے تو مجھے بھی اپنی روح پناہ میں اس سے کم عزیز نہیں  
ہیں۔ میں نے آپ کی تسمکاجر ہونا، شست نہیں دیتی۔

میں یہاں خدا تجھے اس کفر کی زد دے گا۔ میری اس سے بھی دعا ہے کہ پھر مجھے  
تیرا صورت نہ دے۔

یہ ہمہ رنزیبیک کمرہ سے، ہر نکل میں۔ رانی صلاہ ورنہ ہر سے رن نہیں۔  
اور وہاں سے وقت ہوئی۔ رانی صلاہ سر بیوک کے گئے پٹ میں، تشریف میر  
عاشق ورنہ ہوا۔ سر بیوک اس خاص محبت میں بھی تھیں کی بوٹی میں رانی صلاہ  
مراد شوق کا عہد نہ تھا۔ نہ سے ہم میں اس صوفیہ سے ہر کہ صلی جانے تیار  
نہ رہے۔ رنزیبیک آپ میری خاطر صوفیہ بھی وہ چاروں ریہاں رہنے دیں۔ میں  
آپ نے عاجز رہا اس رنزیبوں۔ بھی میری طبیعت اس کی باؤں سے یہ نہیں ہوں  
ورنہ میں اس کی کچھ خدمت کی سکتی۔ میں آپ سے وعدہ رنزیبوں میں خود اس کو آپ  
کے پاس پہنچاؤں گی۔ جب تک وہ یہاں رہے گی، آپ سے کم زکم روز نہ ایک مرتبہ  
مددات سوتی رہے گی۔ آپ خوش نصیب ہیں آپ کو یہی کچھ بڑی ملی۔ رحم و رشتہ یوں  
کا خسر ہے۔ ہمارا اس میں، اس میں، اس میں رہا ہو۔

رنزیبیک میں سے اپنے ہاتھ پیسے پر مجبور نہیں رنی۔ آپ جتنے دن چاہیں شوق  
سے رہیں۔

رانی میں میں تان چاہتی تھی آپ نے مجھے حریہ دیا۔ آپ سے میں نے میدان  
نہیں۔ آپ خود اس قدر ضیق نہ سوسیں کہ حزن ان میں یہ وصف ہوں سے اتنے؟ یہ

میر کی ندہ ہے۔ باتیں کرنے کا اسی طریقہ نہیں جانتی۔ یہ بڑی ریاست کی رانی ہے، پہ  
 تنہا صحن نہیں چانتی کہ میر کی سنانہ گدلی یہ ہے۔ کھوں کے ریت سنہ وق میں یہ ہے  
 ہوئے ہیں۔ میں چھوٹی تہ نہیں۔ ہاں کھوٹے و بہرہ دہی تو ان بھر کھوٹا رہے۔ کیوں  
 ندہ اچھوٹ ہتی ہوں؟

ندہ تو کیا رہوں؟ ان بھر سونا دے چکی رہوں؟ مجھے تو کس طرف اپنے موبکرنا  
 چھ نہیں ملتا۔

رانی تہی آپ نے کس کی باتیں؟" ہوں سے کس کا نام حد جاتا ہے۔ یہ سب  
 آپ اپنے مہاں کی میر رہیں۔

سبز بیوک مسٹر بیوک پہ ہڑے میر چھ رہ رہ رہے ہوں گے۔ میر ہوگی  
 رانی وہ تہی بعد کی کم رسم حج یہاں کھانا تو مل رہا پیچھے۔ حج کھانا کھا ہے  
 چلیں۔ پھر وٹ روچھو دیہ تہی شپ ریں۔ رات کھانا کھا پیسے کے بعد میر کی موٹر تہی  
 گھہ پانچا رہے۔

سبز بیوک ہارڈ رہیں۔ رانی نے سنا کھاتھ پڑیا ور پہ بکس کی یہ رہے ہیں۔  
 نصف گھنٹہ تک سر بیوک گویا مٹ مات دی یہ رہیں۔ کس یہ تھا۔ نفرت، ماش،  
 شوق و عظمت کا ترش گاہ تھا۔ ملک ممر کے فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ چلتے  
 وقت ان میں چھ گھس جاتے تھے۔ جو رہوں پہ الغریب مرصع کاری، سروں ناچ رہا  
 بڑے بڑے قد آدمیے، آتش و نگار کس قدر خوب صورت کہ چھ چلیں کھو رہیں۔ شیشہ  
 کی قیمتی میزب شیعہ قدیم مصوروں کی صنعت کے نمونے، چھکی کے ہر صیو گھہ،  
 جاپن، چھیں یونان و ریوں کے صنعتی ماں کی مددہ مثالیں۔ سب کے گھہ، مسوے  
 بوتے ہوئے ہوں۔ انہی کے بنے ہوئے ہتھی دنت کے پنگ، لکڑی کے نہیں حاق،  
 دیو رگیں کشنیں، مٹھوں کو بھانے وں پنچروں میں چھنتی ہونی طرح طرح کی  
 چوپا، سن میں ملک ممر کا حوض و رسی نے سارے ملک ممر کی عوریں۔ سبز بیوک



نے سہار کی چیزوں میں سے فی فی تریف نہیں کی۔ میں بھی حیرت و مست کا ایک  
 نقطہ صحت سے نہ تھا۔ نہیں خوشی کے بچے سے نہ ہوتا تھا۔ سد میں قدر فی کا ماٹھ نہیں  
 ہوتا۔ وہ سوچ رہی تھیں۔ ایک بہ خوش قسمت ہیں کہ خدا نے ان کو پیش و تکلف و آرش و  
 تفریح و نئی چیزیں دے رکھی ہیں۔ ایک بہ قسمت میں ہوں کہ جھونپڑا۔ میں پر کی ہوں  
 دن کاٹ رہی ہوں۔ سجاو۔ رہنا ماٹ کا تو ذریعہ کیا۔ ضروری چیزیں بھی کافی ہیں۔  
 اس پر طرہ یہ کہ ہم صبح سے شام تک جان توڑ محنت کرتے ہیں۔ یہاں ہوائی کاکٹک نہیں  
 بھاتا۔ میں اس کا غم یا یہ کہ ہوں کی ہوا شہت میں تو امیر ہوں کا حصہ میں۔ وہ تو ہمارے  
 میر شہ ہوگی۔ امیر ہوگے۔ کتوں کی طرح اھٹکارے چاہتے ہیں۔ کون جھٹکتے تک۔  
 پے گا۔

اس خیر سے نہیں کہہ سکتی ہوں۔ سد کی عسیر کی ہی مسابقت ہمارے کے اصولوں و  
 ہر دل عزیزوں کا سبب ہے۔ رتی صاف کو تجب ہو رہا تھا کہ ان کو میری مونی چہ پسند نہ آئی۔  
 کی چیز و تفریح نہ۔ میں نے ایک ایک تصویر و ایک ایک پتہ۔ کے لیے ہزاروں  
 روپے خرچ کیے ہیں۔ یہی چیزیں یہاں دیکھنے کے پاس ہیں۔ سہاویہ ہیں۔ بھوں  
 روپے خرچ کرے۔ پر بھی نہ بیس گی۔ کچھ نہیں یا تو یہ بیان رہی ہیں یا نہ میں تنی پر تھیں کہ  
 یہی چیزوں کی قدر رہیں۔

تینے پر بھی فی صاحبہ مایوس نہیں ہوئیں۔ ان ہر پہلوئے اکھائے ہیں۔ طرح طرح  
 کے پھول و روپوے اکھائے ہوں بڑا سو شہر تھا۔ ہر پودے کے حالات و وسائے بیان  
 رہتا جاتا تھا۔ کہاں سے کیا سبب یہ اس طرح صبر یہ کیا۔ شہر کی جھانست کی  
 جانی ہے۔ پھر سیوک کا منہ۔ بھی نہ کھڑا۔ یہاں تک کہ آخر میں اس نے ایک۔ فی بھی  
 ان جڑی بوٹیوں و فصلوں جو یہ و شہم سے دیں تھیں۔ نور صاحب نے خود ہی ہدایت احتیاط  
 سے، بے تھے و اس میں ایک ایک پتی کا فلان کے لیے ایک ایک خوشنہری تھی۔ سر  
 بیاب۔ نور ہی اس گیت کو شایا۔ نے انھوں نے گایا و رہنویوں کو یہ سد دی و میں

میر کی خوش نصیبی سے کہ اس مایوس نے کی زیارت خدیجہ مولیٰ رانی سے کہا کہ کون سا صاحب خانہ اس قدر ہمت کرتے ہیں۔ یہ سچ مشہور ہے۔ تو اور نہ تک وہ تین صدائے نکاح میں۔

اس شام میں چائے تیار ہوئی۔ سر بیوک کچھ پریشان تھا۔ رانی جی بچے سے رعبت نہ تھی۔ ونے اور ندو کے بارے میں باتیں کرنے لگیں۔ ونے کے ساتھ وضو، خدمت و رعیت، جو وہاں کی تعریفیں۔ یہاں تک کہ سر بیوک کا جی تڑپا۔ اس کے چوب میں وہ اپنی والدہ کی خانوں نہ رہتی تھیں۔

دھرم ستر چار بیوک اور کون صاحب دیون خانہ میں بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ چائے ورنڈوں سے کون صاحب اور رعبت نہ تھی۔ ونے بھی ان دونوں چیزوں کو قیام ترک سمجھتے تھے۔ چنانچہ بیوک نے انہیں میں سے ذہن کی نصیحت بھائی دھرم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ان کی باتیں اس قدر رسوا ہوئی تھیں کہ اورنگ پنی باتیں بھول رہے تھے۔ ونے نے بتاتے تھے۔ اور یہ بات نہ تھی کہ ان دنوں میں فتوے صادر ہوئے۔ ان کے معصومات و سچ تھے۔ ان و صانع انسانی کا پھانسی کا پتھر۔ نہایت خد و خد ان کی جہ کسی مجلس میں عزت نہیں مل سکتی۔ اس وقت وہ ملک کی صحت و عافیت کی تباہی پر اپنے دیوانے کا ظہور کرتے تھے۔ موقع سے ان تجویز کا بھی ذکر کرتے جاتے تھے جو ان حالت کے صحت و عافیت کے لیے نہیں ہے۔ سچ رکھی تھیں۔ آخر میں وہ بے ہوش ہوئے۔ ملک کی نجات صحت و عافیت کی زنجیر میں ہے۔ اس ٹکڑے کا رخ نہ سے مہر مہر ایک پہرے میں ان کے سب معاش و صورت نکلے گی۔ ان کا بازو رعیت کے رہنے والا ہو جائے گا۔ جتنی زمین کو ایک شخص، خوبی داشت برساتا ہے اس میں لھر بھر کا گارہنا، غل، گندم ہے۔ میر کا رخ نہ یہ یاروں، اپنی رانی مائے کائنات دے گا۔

کون صاحب بین جس لہجہ میں اس وقت مانج بویا جاتا ہے نہیں میں تمہارے کوئی کاشت ہوگی۔ تمہارے ہوگا کہ مانج، دھرم کا ہو جائے گا۔

جس بیوک میری سمجھ میں تھا کوئی کاشت کا شرجوٹ، سن تھلس، درمیںوں پر پڑے  
 کا۔ نقتی و جنس کچھ سمجھا جا۔ گی۔ غصہ پر س کا وہی اثر نہیں پڑتا۔ پھر ہم س صی  
 کو بھی مڑو دینا۔ ن کاشتیں رہ گئے جو بھی تک پڑی ہوئی تے۔  
 نور صاحب مین تھا وہی کچھی چیر تھیں۔ س کا شمار سنت میں ہے۔ ورس کا  
 درصحت پر پڑتی پڑتا ہے۔

جس بیوک (پنس ر) یہ سب اڑوں ن محض وصی باتیں میں دیا پر تنبیہ کی سے  
 غور کرنے ن مطلقہ ورت نہیں۔ ڈکٹوں کی رے سے مطابق ر ہم زندگی بسرنا  
 چاہیں تو رمدی کا ختم ہی چاہے۔ وہ میں اق و س کے حریف ہیں۔ کھی میں چہ چاکی  
 مند ر زیادہ ہے۔ چاہے ورتو بھرک ہیں۔ یہاں تک کہ سانس پینے سے بھی مراضے  
 ح شیم بدن میں اخل ہا جاتے ہیں۔ ن کے بپے کے مطابق تو ساری دنیا و س سے  
 جبری ہوئی ہے جو ہمار کی جان پینے پر تلے ہوئے ہیں۔ کاروباری لوگ ن غور کھانڈوں  
 میں نہیں چھپتے۔ ن کا تعلق صرف جات حاضر و سے ہا رنا ہے۔ ہم، کھیتے ہیں کہ  
 ہا رے یہاں مسکایہ سے روڑوں رو پے کے سگریٹ ہا ر گارتے ہیں۔ ہا ر فرس  
 ہے۔ س روڑوں کے ہا و دوسرے ملکوں میں جانے سے روکیں۔ اس کے بغیر ہمار کی  
 قصبہ کی رنگ ن نمونا مہس ہے۔

یہ وہ راتوں ہے نو صاحب و نکتی و غار سے ایدھ۔ نور صاحب کے شکوک  
 بہت چھوڑے ہو چکے تھے۔ نمونا معترض ہوا۔ جو تے دیکھ رہا وہ دیکھ موب جاتے  
 ہیں۔ کچھ بھی کھاتے، لے تے پر بے خوف ہو رچتر پھینکتا ہے۔

جس بیوک لے خوف ہو رہوے میں نے ن تمام پسوؤں پ غور کرنے چاہے  
 قائم کی ورتپ کے خدو (پر بھو بیوک ن طرف شارجہ رکے) س فن میں ہا ر ہو  
 کے یہ م یہ بھیجی۔ میری مینی کے پیشتر جھے فروخت ہو چکے ہیں میں بھی روپ  
 نہیں ہوں موے۔ س صرف میں ہی ہا مشہد کہ کاروبار کرنے کا رواج نہیں۔

لوگوں میں شہرت نہیں۔ اس لیے میں بھی نے سب دن فی صدی سرمایہ وصول کرے گا۔  
 شروع ۱۰۱۱ تکجیہ یہ ہے۔ سال ۱۰ سال میں جب امید سے یہ کام پائی ہوگی اور  
 ۱۰۱۱ تک مرنے کے قاتل سرمایہ خود خود مر مو پیدائے گا۔ بھیت پر بیٹھ ہو پڑا ہو  
 ۱۰۱۱ زسن ۱۰۱۱ ہو پڑا ہے اور میں پر نہیں کرتا مگر تھوڑا سا۔ پھیلتا ہو فوراً  
 ۱۰۱۱ ہے۔ مجھے تین قاتل ہے کہ اسی سال ۱۰۱۱ فی صدی سے ہوگی۔ پر اسٹپس  
 حاصر ہے۔ سے جو مرد غلام ہے۔ میں نے مساجد کا نذرہ ۱۰۱۱ نے میں بہایت حقیقہ  
 سے کام لیا ہے۔ خود ہی وہ ہو جائے کم تو ہوئی میں سنا۔

نور صاحب پہلے ہی سال ۱۰۱۱ فی صدی

جس سیوک جنہاں بڑی آسانی سے پچھلے میں حصہ خریدنے کی درخواست کرتا،  
 لیکن جب تک ایک سال کا مسافہ نہ ہو۔ وہاں سے نہیں رہتا۔ اس لیے ضرور عرض کروں  
 گا کہ اس حالت میں ممکن ہے جسے پر پر نہیں سیں۔ سو کے جسے شاید دوسروں میں۔

نور صاحب مجھے بیک ہی شک ہے۔ اس کا وہ پڑ میں اس قدر مسافہ ہو  
 سنا ہے تو تک میں اور کمپیاں یہاں نہ کام ہو میں؟

جس سیوک (پنس ر) اس لیے کہ بھی تک تحیم یا نہ جماعت میں کاروبار میں تیر  
 پیدا نہیں ہوئی۔ لوگوں کی رگ رگ میں نہ می ٹھہری ہوں ہے۔ طاقت یہ سہاڑی  
 مدد مت کرے ۱۰۱۱ کی طرف جوق نہیں ۱۰۱۱ چور مینیاں۔ انھیں بھی بیان نہیں کی  
 ماہر کی رہے اور خجہ سے یہ نہ گھٹانے کا موقع نہیں ملے۔ مرد بھی تو بہت مہنگا پڑے۔  
 مشین کی۔ لگاتے میں ایک کے ۱۰۱۱ بیٹے ہے۔ مدد مت معقول نہ ہو۔ ۱۰۱۱ بھاری کا  
 کاروبار بند رہنا پڑے۔ یہاں باجمو بھی مینیاں کا یہی حال ہے۔ ڈاکٹروں کی جیسٹس بھری  
 جاتی ہیں۔ جسے بیچنے اور شہداء دینے میں انھوں نے پڑے ہیں۔ بہایت  
 فیصلی سے دلوں کی خاطر توقع کی جاتی ہے۔ عورتوں پر سرمایہ فائستہ حصہ صرف روپیہ  
 جاتا ہے۔ نتیجہ وہ بھی بہت زیادہ تنخواہ کی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریٹس میں وہاں پی

جلیں پھرتے ہیں۔ میٹر پنی تنو، سے مستعد ہوتا ہے۔ دل پنی، دینا ہے۔ مصاب  
یہ کہ کس طرح سارے مایہ اپنی ڈھاتا ہے۔ میر صوں ہکم سے کم جڑی وریا  
سے راہ صبح۔ میں نے ان تک دوری نہیں اس۔ شہاروں کی مدد کی۔ یہاں تک کہ  
میں نے میٹر وٹھی صرف پانچ ۲ روپے مشہور اپنا طے کیا ہے۔ حالہ کی اورے  
کارخانہ میں ایک ہزار رسوں سے مل جاتے ہیں۔ کس پر لکھ کا ڈوی۔ ڈسٹریکٹوں سے  
دورے میں بھی میری یہ تجویز ہے کہ نہ پانچ کے ۲۰ روپے کچھ مدد دیا جائے۔

کنو صاحب دنیہ کی ڈوی نہ تھے۔ اس کا زیادہ وقت صرف مذہبی اکتب سے مطالعہ  
کے لئے ہوتا تھا۔ وہ کسی عینے کا نہیں شریک۔ ہونا چاہتے تھے جو ان مذہبی عیسوں میں  
خصلت مند رہو۔ میرے لوگوں نے انہیں اپنی حالت کا نکتہ چیں بنا دیا تھا۔ میں کی پہ  
متبادر ہوتا تھا۔ مدد رسوں وریتمہ کی نوں ۲ چھوڑا دیتے ہا۔ وہ بہت اترتے تھے وریٹر  
ان معصیت میں حد و امن سے بھی تجاوز کرتے تھے۔ مستحقین کو بھی اس سے مایوس  
ہو جاتا تھا۔ لیکن احتیاط میں نفع کا فیصلہ ہونا چاہئے یہ وہ بے احتیاطی پیدا  
جانی ہے۔ مسر جان بیوک کی تقریر تا جہ نہ معاملہ بھی سے ممکنہ مگر کنو صاحب پر اس  
سے زیادہ اثر و شخصیت کا پر۔ وہ بے بن و ٹکاموں میں صرف دوست کے پاری نہ  
تھے۔ بلکہ ایک نیر خود دوست۔ یہ شخص نہیں مغالطہ نہ دے سکتا تھا۔ بڑے جب آپ  
نئی شخصیت سے کام لیں گے تو آپ کا کارخانہ صرور مسز ہاگا۔ اس میں دن شبہ نہیں۔  
آپ خوشامد بھی معلوم نہ ہو۔ میں سے یہاں ایک بیوہ سکتی قوم رکھتی ہے۔ چھ دنوں  
سے بھی نہڑا رہا ہے۔ اس میں اس وقت تقریباً ایک سو لاکھ ہیں۔ میوں میں عام کی  
حفاظت و رجحان مت رناس کا کام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو مان و مشطرت سے ہمیشہ  
کے لیے فخرت دروں۔ ہمارے یہاں کی کام رہے وں حمایتیں نشر و پید کی کی  
مجبہ سے صرف چند روزہ رندہ رقی ہیں۔ میں اپنی اس جماعت کو مضبوط بنانا چاہتا ہوں وری  
میری بیوہ دن من ہے کہ اس سے ملک میں کچھ بہتری ہو۔ میں اس کام میں اس نے چھند

تمیں میں چاہتا۔ س کو بہن کی رفاہٹ سے جاری رکھتے ہے میں یہ تھل سہارہ کی  
 مری بھی کا ندرت، است، اپنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو پڑاؤ ست اور خیر خواہ مجھ، ریت رونا  
 ہوں کہ آپ کے بارخانے میں حصہ سے پنے سے میرے متشدد وصل ہو سکتا ہے؟ آپ  
 کے خیوں میں س قدر رو پیہ گائیے سے ایک سڑ رہا رہا رن مدنی ہو سکتی ہے  
 جس بیوہ کے بارخانے صبح نے بھی نہ سے ایک اردو سہارے س نہیں رو دیتا۔ سہار  
 صاحب نے سہارے پر فیصلہ چھوڑا نہیں تشریح میں اس ویہ۔ رن ہا پنے سے  
 معلوم ہوتا کہ ہر مسدود پیش ہوگا تو صبح کا تھینہ بند۔ میں یہ وہ حیات سے کام لیتے۔  
 غیہوں سے چوں بڑی رانا قابل صحت تھا جانا ہے۔ میں یہ جو غرضی کے ندرے کم نہیں  
 گئے جو دو بتوں سے لیا رہا۔ رادہ مزج کے آدمیوں کے سامنے فریب بھی شہ مند ہو  
 جاتا ہے۔

جس بیوہ کے جو دینا چاہتے تھے نہ میں نے نہ وہ دھڑکھی ہو ور پنے  
 غم کا بھی ہے، ابھی و جو بچھارت ہے وہ میں نے بے تم و است آپ سے بیان  
 ر دی۔ س کے جاری رکھنے و تریس بھی آپ سے تہ چکا ہوں۔ میں نے کامیابی  
 کے حملہ ذرا رچ پڑا رکھی ہے۔ س پر بھی منس ہے مجھ سے عطیوں ہوگی وں۔ ہر سب  
 سے بڑی بات تو یہ ہے کہ نہ اس خد کے ہاتھوں ہا سرف یک کھلوا ہے۔ س کا ہا  
 قیوں سہارے عقل مددی سہارے خیر نہ دیتی تھی حقت کے متج ہیں۔ تباہ و بید و  
 بڑھانے سے ہے ہاتھکاروں و پیشگی زمیں دینی ی پڑیں گی۔ یک رت ہا پا لینی کے  
 یہ مہم بہت ہا مت ہے۔ جتے ہوئے سگ مہم کا یہ کہ کل کا رن نہ ہا ک پیہ  
 سہارے ہے۔ ہا میری محدود عقل و وقت جس تک ہے میں نے سولی بات ہا خد کے  
 سہارے نہیں لگی ہے۔ ہا کہانی حقت کے خیوں نے آپ نفع کے قصیدہ میں کسی ندر تحفیف  
 رہتے ہیں۔

سہارے صاحب سہارے ہیں سہارے؟

جس بیوک بیس فی صد تھیے

نور صاحب وریچے سا

جس بیوک کم رکن پندرہ فی صدی

نور صاحب میں پہلے ساں ہاں کے بعد چند ہر صدی پرتیعت رنوں کا

جس بیوک تو پھر میں آپ سے یہی ہوں گا کہ آپ جسے خریدنے میں لائق رہے

ہیں۔ جو نے چاہا تو آپ کبھی مایوں نہ ہوگی۔

جسے مارو پڑے تھے۔ نور صاحب نے پانچ سو جسے خریدنے کا وعدہ کیا۔

۲۔ فل ہاں قہ کے اس ہزار روپے بینک کی معرفت آپ کے پاس بھیج دیوں

گو۔

جان بیوک کا یہ وعدہ سے یہ وعدہ نہیں لگی جس حد تک کا تھا لیکن اس کامیابی پر

خوش نہ ہوئے۔ ان کا صمیمی لہجہ میں مدامت رہا تھا۔ تم نے ایک بار وہ مزاج

تھیب آدمی ہوا تھا کہ وہ نے ملک کی ترقی ترقی کے لئے نہیں بلکہ اپنے فائدہ کے

لئے۔ دشمن کی ہے۔ ملک کے خاتمہ کی رقم پنی پانچوں ٹکائیوں لگی ہیں رہنا چاہتے

ہو۔ نہ ہاں انشا بھی ہے کہ منافع کا معتد بہ حصہ اس نہ کی حید سے خود بخود رہے۔ تم

نے اس کہاوت پر ٹٹل یا کہ ہیو ورا۔ جان۔ یو ورا رے نجس۔

نور صاحب ان شہادت سے غور میں تھیں اور یہ کھانقہ قائم ہونے کا نشان نہ ہونا

تو مسٹر جس بیوک صاف یہ دیتے کہ مین تنے جسے آپ ہائیں دے مٹی۔ یک

مقیہ خدایت ہر عت کے روپے کسی مشتہ کا ہاں میں گا۔ اس کی ہستی ہر معرض

میں ڈن خود غرضی کے لئے بھی یک تمہیں تھیں۔ مردود تھیں۔ دوتا صمیم کی قربانی ہوئے

بغیر خوش نہ ہوتا۔ ہاں تاہم ہر وہ کہ بیک وہ اس کام کو محض ذوق نفع کے لئے

سنا چاہتے تھے۔ اس کی نیت صاف یہی تھی۔ مابغ کو مختلف ناموں سے پنے ہی

ہاتھ میں رہنا چاہتے تھے۔ اب اس سے بے ملتی کے ساتھ یہی نکتی سے نہ تاو

رنے کا فیصلہ کیا۔ بولے۔ "میں مہینی کے منتظر کی حیثیت سے کس مہر سے  
 آپ کا تہاں سے ممنوں ہوں۔ خدا نے چاہا تو آپ وہاں اپنے فیصلہ پر بھی کف  
 نفسوں نہ مار پڑے گا۔ سب میں آپ سے ایک ہر سبب رتا ہوں۔ رہا ہے تو رہ  
 استیج میں نے کارخانہ کے لیے جو زمین پسند کی ہے وہ وہاں پڑے پار کے  
 آگے پتہ ایک پرہیز ہے۔ ریوے کیٹن بھی وہاں سے نزدیک ہے اور قریب  
 جو میں بہت سے موضع ہیں۔ رقبہ اس بیکہ ہے۔ زمین پتی پتی ہوتی ہے۔ ہاں  
 گاؤں کے موغی کس میں چرنے یا رگتے ہیں۔ کس کا ملک ایک مدعا فقیر ہے۔  
 آپ بھی کس طرف ہو حوری کے لیے گئے ہوں گے تو آپ نے اس نہ دھڑ  
 ضرور دیکھ ہوگا۔"

نور صاحب ہاں ہوں۔ بھی تو گل ہی یہ تھا۔ وہی مدعا ہے۔: ۱۰۵ کا۔  
 وہ دہ۔ جو کاروں کے پیچھے اور رتا ہے؟

ہاں بیٹا۔ جی ہاں۔ ہی ہی۔ وہ زمین کی ہے مگر وہاں کس میں وہاں قیمت پر  
 بھی نہیں دینا چاہتا۔ میں سے پانچ سو رتبہ دیتا تھا وہ راضی نہ ہوا۔ کچھ مدتی رہا ہے۔  
 کہتا ہے میں یہاں دھرم سارہ مسدود رہا ہوں۔ گاؤں میں ہر بھیک، لگ روٹا زرتار  
 ہے۔ کس پر رہا ہے تنہا بند ہیں۔ شاید مجھ کو اس کے خوف سے سے کوئی مدعا رہے  
 نہ جانتا نہیں ہوتی۔ میں ایک قلمی مدعا میں دھما سے مدعا میں سب نہیں سمجھتا۔ میں  
 ہی حالت میں ہوں کس کے "روٹی چارہ نظر میں آتا اور پھر یہ ہاں فل میرا ذرا مدعا بھی  
 نہیں ہے۔ میں پانی ہر سرکاروں ہوں کس کارخانہ سے پڑا رہا ہے کی مدعا ہوگی۔  
 یہاں روٹا قلم یافتہ "رغبت" قلم یافتہ ہوں گا ہوا ہوگا۔ کس قلم سے دیکھئے تو یہ ایک قومی  
 کام ہے ہر جہاں سرکار سے مدعا حاصل کرتے ہیں میں ہر جہت کے خلاف نہیں رہتا۔ ر  
 آپ ذرا توجہ کریں تو نہایت آسانی سے کام نکل جائے۔

کس مدعا میں کس قلم یافتہ کوئی دہا نہیں۔ "رہا ہوا بھی وہاں کس سے کام نہ دیتا۔





پرچہ بیوک س گھر نے بھی ٹوک دیا ہر مہترم کے پتے ہیں۔ میں نے وہ لکھ جیا۔  
رموز شاعری سے وہ فک شخص نہیں دیکھ۔ مجھے تو ان سے بڑھ محنت ہوتی ہے۔

جس بیوک کچھ کاموں بات چیت بھی نہ؟

یہ چھ بیوک جی نہیں آپ کے نزدیک کاموں بات چیت ہے۔ ان سے ہر  
رغبت نہیں۔ وہ خدمت کا عہد رکھتے ہیں اور قیام دیر تک پتی بیوک کی کن چہ چا  
ر کرتے رہے۔

جس بیوک کیا تم کو یہ میدان ہے کہ تمہاری ملاقات تیار کی ہے رجبہ صاحبہ پر بھی چھ  
نہ اس مٹی ہے؟ وہ لکھ بڑ صاحب سے ہر کچھ کا منظر دیکھتے ہیں؟

پرچہ بیوک ان سے ہے؟ وہ کون؟ مجھ میں تو اتنی سمجھ نہیں ہے۔ انیس آپ و من  
پرست نہیں سمجھتے۔ مجھ سے پتی مٹی میں شامل ہو جانے کے لیے بہت سے رکیا ہے۔

جس بیوک شامل ہو گئے؟

پرچہ بیوک جی نہیں۔ وہ آیا ہوں کہ بچہ رجبہ صاحبہ کا۔ وہ سب دیکھنے کے لیے  
مثلاً عمل کے طور پر رہتا؟

جس بیوک مگر اپنے سمجھنے میں مٹیوں نہ لگایا۔ وہ چار روز میں تمام لکھ جیا۔  
بھئی تم کو ان سے کچھ کام کی باتیں کرنے کا حق حاصل ہو جائے کاریہ کی سے (تمہاری  
رانی صاحبہ سے کیسی تھی؟

مسز بیوک مجھے تو ان سے نہ ملے ہوئی۔ میں نے ان میں تاخیر نہیں دیکھا۔

پرچہ بیوک ماما آپ کے ساتھ تھیں؟ انہی میں۔

مسز بیوک تمہارے لیے دیوی ہوں گی۔ میرے لیے تو نہیں ہیں۔

جس بیوک یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تمہاری ان سے نہ ملے گی۔ کاموں باتیں نہ  
تمہیں آتی ہیں، نہ نہیں۔ تمہارے کام تو دوسروں میں عیب کا سامنا ہے۔ صوفی دویوں نہیں  
نہیں؟

مسر بیوک وہ آئے بھی تو باہر گھسیٹ لئی؟

جان بیوک: آئی نہیں یار! نے آئے نہیں؟

پر بھو بیوک: ہاتھ لے کو تیار تھی مگر نہ شرط پر کہ مجھ پر مذہبی محدث میں کوئی

تجربہ نہ کیا ہے۔

جان بیوک: میں یہ شرطیوں منظور ہونے لگی؟

مسر بیوک: ہاں۔ سب سے پہلے میں اس کو نہیں ملتی۔ وہ میرے گھر رہے تو

میرے بہت مافی پڑے گی؟

جان بیوک: نہ وہاں میں سے یہ بھی عقل سے مراد کا نہیں۔ تم حمل ہو۔ وہ

ضدی۔ سب کی طرح منہ مرحد، ناچا ہے۔

پر بھو بیوک: وہ اپنی بات پر کی رہیں گی؟ شاید وہ بھر گھر نہ ہے۔

جان بیوک: آخر چاہے گی کہاں؟

پر بھو بیوک: سے کہیں جانے نہ ضرورت نہیں۔ رانی اس پر جان دیتی ہیں۔

جان بیوک: یہ سن منہ سے چہ ہے؟ نہیں۔ وہ میں سے بک کو دہڑا پڑے گا۔

لوگ گھر پہنچے تو گاڑی نہ تھپ پڑتی تھی۔ بیوک: بڑے صبر آمیز

شلیاق سے راتھ پڑھا۔ "عونی آئی ما؟ آج گئے گاؤں بیوک تجھے دان

میں ہے۔"

جان بیوک: پاپا وہ بھی یہاں آئے کے قہر نہیں ہے۔ بہت ضرور ہوئی ہے۔

وہ چاہے کے بعد آئے گی۔

بیوک غنہ خدہ کا اس کی یہ حالت ہے ورم سب سے اس کے حل پر

پھوڑے! یہ تم لوگوں میں ہر بھی غیبت و حسبت نہیں؟ باطلوں عید ہو گیا؟

مسر بیوک: آپ جاؤ اس دن خوشامد کیجئے کا تو آئے گی۔ میرے سے سے تو نہیں

آں۔ یہی نہیں کہہ دو میں لہاتی۔

جان سیدک پاپا! ماں بہت آرام سے ہے۔ رات دیر لی، دنوں کی سہ سے  
 ساتھ منت کرتے ہیں۔ چپ چاپ بیٹھ کر لیٹی ہے سہ نہیں چھوڑے۔  
 بیٹھ رہی ہے سو رات جب سے کچھ کامیابی چیت تھی ہوں؟  
 جان یہ سہ کی ماں مبارک ہو بچی سہ دن رقم تھ لگی  
 بیٹھ رہی ہے شکر سے شکر ہے۔ سوں! اٹھ رہا ہے یہ سہ۔

+

شری لکھوں کے لیے نہ تھے اس بہاؤ کی چیز کرتے ہیں۔ ۲۰۲۰ء میں  
 لے رہا تھ لکھوں سے قیافہ ہوتی تھی کہ وہ نہ تھ لے تھ سے نکل پڑتا  
 چہ غارت کے بعد یہاں آتا۔ اس رات اس کو جال میں ڈبو ہو جاتی، اس دن وہ  
 دن مصیبت میں مبتلا ہو جاتا۔ ایک پر رات یہاں کے سہ سے کو کوئی خوف نہ تھا،  
 میں بہاؤ کی لکھوں میں قدم قدم پر کی سہ کا نہ بیٹھ قائم رہتا۔ جلی سہ کی لکھوں  
 پھینک رہا تھا۔ جلی کہتا۔ سو رات اس رات اسے رات سے با میں ہا تھ موحولہ  
 سو رات اسے حکومت دے تھ میں رہتا، مگر بجگی کا لکھ تھ تھ تھ کہ وہ مجھ  
 سو رات اسے چھپنے کے لیے گھرنی رات رہے تھ میں۔ سہ کی لکھوں میں  
 تھ سے میں نے بڑی جوشی ہوں۔

ایک روز قبل طلوع۔ قاتل سو رات کھ سے چھ تو تھیں سو ایک ٹکٹ لکھ میں پہنچا  
 ہا تھ۔ ۲۰۲۰ء میں پہنچتے ہی تھ ٹکٹ ہا۔ ۱۰ ہر ہا رات میں نے لکھا۔  
 عساکری کو بہت لکھ اس نے جھپک رہا سو رات کا اند پڑا۔ سو رات  
 ہا تھ ہا تھ تھ تھ پڑے ہوئے تھ۔ تھ ہا تھ پڑے وقت سے لکھتے ہا تھ  
 تھ لکھا۔ پنے روز میں رہ پڑے۔ میں چوٹ لکھ۔ خون نکل گیا۔ سہ نے خون  
 لکھا تو پھر تھ تھ تھ پھر۔ بجگی نے پھر۔ میں رہتا رہا۔ یہاں ہا  
 تھ میں نے لکھا جو لکھا۔ لکھ کے خوب جانتے ہیں کہ سہ مدت میں لکھ

حیات ہوگی۔ چار بچی ماں سے پوچھیں۔ "سورہس نے مجھے دھکیل دیا۔ ماں سے سر کی چوہ کا خون، بیٹھو تو آنکھوں میں خون تر آیا۔ ٹکڑے ٹکڑے تھپڑ پڑے۔ ہر ایک بچی کے ہاتھ پر ایک چھوٹی سی لکڑی تھی۔" سب نے ہنسنے کی شامت آگئی ہے۔

بڑے کے ہاتھ پر ایک چھوٹی سی لکڑی تھی۔ سب نے ہنسنے کی شامت آگئی ہے۔

چنگی نے مصری نے لہجہ میں کہا۔ "میں نے کچھ چھپو ہو گا۔ وہ لے چاہو تو اس سے آپ

بچی چن چھپتا پھر تا ہے۔

جنیسی۔ چھپے تھائی تو بھی یہ اس کو تکیہ برداری سے دیکھیں دینا چاہئے تھا کہ  
 یہ پھٹ چلا۔ اندھوں کو بھی بڑے چھوڑتے ہیں یہ سب سے خبیث نہیں، تے  
 ٹہرتے۔

[illegible]

سورس سھون جاتے ہیں جو میں نے گھیسو چھپچھپا ہوا۔ مجھ کوئی شہر دہن ہوگا۔  
 شمس و مصبوط پڑے رہا۔ ٹھیک ہو گا ہاتھ چھلے ہیں۔ ۱۰۰۰۔ مجھے معصوم ہوتا کہ ٹھیک ہے۔  
 انیس سو کو دے دیتا۔ تیرے دن ہو گئے کوئی مجھے ہر دے کہ میں نے فی سترے کو چھوٹ  
 مہنت لگی مار رہا۔ تھہر رہی ایسا صحتا ہوں۔ تھہر رہی ہے ماروں گا۔

جونی نہیں۔ تمہیں گم ہو رہا ہے۔ بھیب، ملتے ہو۔ پھر بھی، جونی میں آتی۔ سب  
نیو یارک کے لوگوں نے جونی کو گھبراہٹ پٹی روٹی نہیں دیا۔ ہاتھوں سے تم  
نے سوا حکم کیا ہے، اس میں ہونا چاہیے۔

بہنگی جن کو معررہ تھا، روگ بھی سمجھ رہے تھے، مگر وہ کسی کی نہ سنتے تھے۔ ۲۰ دس



کوتان پھر رخصتی گئی۔ مٹھو بندھا۔ سارے گھر میں ہنسی مچ گئی۔ سب نے مل کر سیر کیا۔  
 ہر گھر پر مٹھو لٹکا رہا تھا۔ سب نے مل کر سیر کیا۔ سب نے مل کر سیر کیا۔  
 آنکھوں سے آنسو بہا۔ 'بھئی' واہ، چاہئے موت کو چھوڑ دو۔ 'میں تو بھیک مند ہوں۔'  
 'میں سے تم دونوں کی گونہ، وہی تھی کم سے مارے؟' 'نہیں، یہ سبھی تھی'۔  
 'پر وہی ہے؟' 'نہیں۔ جب تک میں جینا ہوں، وہی سے یہی لگا ہوں سے دیکھیں'۔  
 'نہیں۔' 'وہی تو سب، بھئی، کہہ رہے آدمی سے ہاتھ ملاتے۔' 'میں نے اسے پیپا دیا تو وہ  
 ان بڑی باری دکھائی؟'

بھئی، مار کی تکی کھرچو، سے رہتے ہیں نہیں؟ ہم، چہ۔ گاتو ہم چلیں گے۔  
 ایک بار میں۔ مہر بار، مہر بار، مہر بار۔

حکمران کے ہاتھ لگاؤ، وہ پر سے اور شہر پہنچے ہوئے۔ مہر بار، مہر بار۔  
 یہاں۔

مہر بار چپ چلی رہا۔ 'میں نے یہاں سے یہاں۔' 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 ہونے پر اس کے لیے کون ہیں مار بھی نہیں ڈالتا۔ تمہیں لوگوں کی دہریہ سے  
 ڈرے نے چہ؟ مہر بار، مہر بار، مہر بار۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 'بھئی، مار چہ؟' 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔

بھئی، مار چہ؟ مہر بار، مہر بار، مہر بار۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔  
 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔ 'میں نے یہاں سے یہاں سے'۔

مہر بار (مٹھو ہاتھ پڑ رہا تھا) 'مٹھو چہ؟ تو ادھیڑوں میں یہاں سے یہاں سے'۔  
 یہاں سے یہاں سے گئے۔

میں ٹٹوئے گاؤں میں بھی تک جھل بھرتی تھی۔ مہ بھی سوچا تھا۔ سناں بند نہ ہوتی تھیں۔ جھروں کا غضبناک چہرہ ۱۵ بھو تو اس کے رہے ہے، بوش بھی رُ گئے۔ جب بہت بڑھا وہ اپنے پر بھی اس کا منہ نہ کھڑا تو اس نے بھینچ کر کہا۔ 'پچھ میں نی چہ ناہوں، لیکن میرا یہاں پتہ ہے'۔

یہ ہم اس نے بھی مضبوط چڑی و روبرو دیوں کی رہ گائے گا بیٹے مونی رُ کا پناہ سقیا رہا ہو۔

بھیر و جھروٹاڑی چچ۔ بیوی کی مار ڈیچ

یہی سانس میں اس سے نئی ہار ہی رٹ گئی۔ بھیر و ہیں و غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ کہاں سو روک دی یہ غصہ۔ حرکت دیکھ کر اس پر۔ اور وگ بھی منسے لگے۔ اس کا ہضم نہ ہو کہ میں بتا جا کر ہیکس ہوں۔ میرے غصہ کی یہ بات ہے۔ میں صاف ورموتا تو میرے غصہ دیکھ کر یہ ہوگ تھر تھر ہونے لگے۔ میں تو ہڑے ہڑے اس رہے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مار رہی یہ کتا ہے۔ بھوں نے کتا پک نہ بنا دیا ہوتا تو یہاں یہ بات صاف پڑتی۔ یہ سچ رہے حیدر سے رہا آ رہا۔ بہت فحش رہے پر بھی اسونہ رک رہے۔

جنگی نے بھیر و ورجکھروں کو دمت کی۔ "یہ نہ ہے سے سبزی جاتے ہو۔" ٹر نہیں آتی۔ ایک تو بچہ رہے ڈکے کا نام پاؤں سے مر رہا۔ اس پر ورجتے ہو۔ وہ بھی تو ڈکے ہے۔ غریب کا یہ تو کیا جھٹکا ڈیکارس کا ہوتا ہے، کتا بھلے کھروں کے ہاتھ کا بھی نہیں ہوتا اچھے اور سب کے چہ تھے ہیں وہ بھی چہ تا ہے اس میں ت کڑے کی بات ہے۔ (میں کی طرف دیکھ رہا۔ سب تیرے نی وارن ہو۔ اپنے ہونڈے ہونڈے نہیں۔ پھر رہے نہ ہے پر غصہ تارے پکی ہے۔)

جنگی سو رہا کا نہ دیکھ رہا تھی تھی۔ جانتی تھی کہ ہیکس کی اس میں کتنے ہوتا ہے۔ مادہ سو رہوں۔ میں یہ جانتی تھی کہ اس کی بات کا تا متغیر بن جائے گا۔ یہی مضبوط چال



کچھ پڑے تو وہ وہاں ہوں۔

”اے رے رے تجھے مار چکی نہیں سہ سہتے۔ مٹھو ۱۰۱۱ جوں دعوت سے بھی چپ نہ ہو  
تو جتنے رے رے آنسو پونچھے مرگودی میں صا رکھ کے نہ رہی۔ س دغصہ  
جد آتا تھر جلد ہی پھل بھی جاتی تھی

”تھو تو دھڑکیا۔ بھیرو ورجہ دھڑنے بھی پٹی رہی مگر سو دس رے کی طرف نہ گیا۔  
پٹی چھ پڑی میں جہاں پٹی میں پر رہے گا۔ سپنا مینا ہے۔ پر آج س دجہا میں ہو  
رہا تھا تا دیکھ نہ ہو تھا۔ سوچا میری درگت کی سی ہے کہ میں ندھا ہوں۔ صیب  
مانگتا ہوں۔ محنت کی مانگھا تا بہت د میں بھی مانگھا نہ چھتا۔ میر بھی مانگھا نہ ہوتا؟  
کیوں پیوئی کی طرح پیروں سے نیچے ماما جاتا۔ آج ٹھکون نے پنگ نہ بنا دیا موتا تو کیا  
اونوں آدمی ڈکے مار رہتے ہوئے چھپے جاتے۔ ایک ایک دن رات مرہ ڈالتا۔ بچگی  
سے کیوں نہیں بولتا کہ کھس نے بھیرو کی تازی کا دھا پھوڑ دیا تھا۔ کئی روپے کا ٹکسٹن ہو  
میں بھیرو نے پوس تک نہ دی۔ جگہ جگہ س کے مارے لکھ سے ٹکنا مٹا گیا۔ صلی  
وس کی پانچ دس دس بات ہے۔ س کا ٹھونچہ رٹ دیا تھا۔ جگہ جگہ نے اس تک نہ دی۔  
جانتے ہیں ماکہ ڈر بھی رہے ہوئے در بچگی۔ روت پڑی۔ نہ جہاں س جنت میں یہ  
س سے پاپا یہ تھے نہ یہ ڈنڈا مل رہا ہے۔ میں بھی نہ مانگوں تو دھوس کیا دھڑلہ  
پیپ پی پلنے کے پتھر ڈی۔ کچھ آگے کے پتھر رتا ہے۔ نہیں۔ س جنت میں یہ  
ندھا ہوئی ہوں۔ س جنت میں س سے بھی ریو ۱۱ دریا ہوگی۔ پتروں کا دن سر پر سر  
ہے۔ گیا جی میں س کا ر ۱۱ نہ یہ ۱۱ بھی یہ سمجھیں گے۔ ۱۱ رے شس میں وئی ہے۔  
میرے ہاتھ تو شس کا مت کی ہے۔ میں بد دن نہ چھاؤں کا تو ورکون ٹرکا میا ہو ہے جو  
چھاؤں گا۔ ہوں ۱۱ رے۔ س کے رے۔ آئی کے گھ پٹکھ چھٹی سمناؤں مگر یہ کام بھی اس  
میں چار مہینے کی رہتا ہے۔ باقی کچھ مہینے یا مہینے گا۔ سنت ہوں۔ ندھے رے رے،  
دریانات کی کہتے ہیں۔ پر یہ کام اس سے ٹکھوں کچھ بھی ہو ب بھی نہ مانگوں گا۔“

ہر طرف سے دایوں ہوئے پر سوردس کے دل میں یہ ایک یہ حوالہ کیا کہ س ر میں و  
 نیوں نہ بھی آوں۔ س کے ۲ ب مجھے ۱۰۰ وانی سہا نہیں ہے۔ کہاں تک پاپ و ۱ کے  
 نام و دروں۔ صاحب سے پنے و منہ پھیلاے ہوئے ہیں۔ د م بھی مجھے دے رہے  
 ہیں اکہیں ۱۰۰ سے ۱۰۰ چاہی پتی رہت ۲ تے ہیں۔ پٹھ میں ہنہن طرح مینہ  
 ہو چھین کی نہی بجاوے گا۔ چار آدھی ٹھیرے رہیں گے۔ محکم میں پناہ ہونے لگے گا۔  
 یہی ہگ جو آج مجھ پر عجب بھارے ہیں میرا مینا کیس گے۔ میری خوشیہ رہیں گے۔  
 یہی سوگاندہ محکم کی گائیں مارن مارن پھر بگ۔ پھر یں۔ س کو میں یا رہوں۔ جب تک  
 بھ ۱۰ بھید۔ س نہیں بھ سنا۔ ن گائیں چاق میں و ن میری بات چ پھتے ہیں۔ آج  
 کوئی میری پیٹ پر ہر ہو جا تا تو بھیر و ٹھیرا۔ ریوں مونچھوں پر تادوتا ہو پڑا۔  
 جب تان بھی نہیں ہے تو مجھے یا پری ہے کہ ۱۰۰ س کے لیے مروں۔ فی ہے تو بہان  
 ہے۔ جب ۱۰۰ کی نہری تو بیٹے پر دھتکارے۔

۱۰۰ س یہ ۱۰۰ پتی ر پنی تھو پری سے باہر نکلا۔ و ٹھیں ٹھکتا ہو گا۔ مرن طرف پو۔  
 گو د م سے ماتے پہنچ تو یا ر سے بھینب ہوئی۔ امیوں سے پو پھا۔ اتر کہاں چسے۔  
 ۱۰۰ س ۱۰۰ تہا کی جھو تو پیچھے رہ گئی۔

سوردس در نہیں میں صاحب سے وجہ بات چیت رہی ہے۔

۱۰۰ س ۱۰۰ میں کے بارے میں؟

سوردس ماں میرا ردہ ہے کہ یہ میں بیچ نہیں تیر تھ جاز رنے پیدا ہوں۔ س  
 محکم میں بابا نہیں ہے۔

دیا ر نہ ہے آج بھیر و تمہیں مارے کی جسمی دے رہا تھا۔

۱۰۰ س میں طرح نہ دے چاہتا تو س نے واری دیا ہوتا۔ سارا محکم بیٹھی مستارہ۔ س  
 کی رہاں نہ کھی کہ نہ سے پانچ آئی پر یہ نیا سے یوں رتے ہوئے۔ تو جب میرا ہونی سنا  
 نہیں سے یوں یوں دھروں نے لیے مروں۔

۱۰۔ رتھیں سو رہیں۔ میں تمہیں زمیں بیٹے کی صدا نہ دے گا۔ دھرم کا پھل کس دھرم  
میں نہیں ملتا۔ میں آنکھیں بند کر کے نارن پہ بھروسہ رکھتا ہوں۔ دھرم کے رستے پہ  
چلتے رہنا چاہیے۔ حق پوچھو تو آج نارن نے تمہارے دھرم کی پرکھاں ہے۔ سنگت ہی  
میں دھرم پر پرکھا جاتی ہے۔ دیکھو کوس نہیں جی نے کہا ہے

آیت کمال پر بھی چاروں دھرم دھرم دھرم

۱۱۔ میں پرکھی ہے پڑی رہنے والی۔ گائیں چاتی ہیں۔ یہ لٹا رہا چن ہے۔ ورنہ چتا ہے  
بھگی کئی دلی دھرم اتنا آدمی مل جائے تو دھرم نہ ہو، کوس دھرم سو دے کہ مرنے پہ بھی  
تمہارا نام امر ہے۔ رہی تیر تھ چتا۔ کس کے لیے وہ اپنے دھرم پرست نہیں۔ سادھو سادھ  
جنگل بھر ہی رہتے ہیں۔ پھر گھر سے روپوں کی ٹھیلی بدل دھرم پرست چلتے۔ میں بھی  
شیر تری کے بعد ہر ایک نارن چاہنے والا ہوں۔ اور تمہارا ساتھ بھی ہونا چاہیے گا۔  
راتہ میں تمہاری یاد کی ذرا نہ ہوگی۔ کس کا میرا ذمہ۔

۱۲۔ کس نہیں ہا۔ کیا یہ یار نہیں سہا جاتا۔ ٹھٹھ میں دھرم رٹا نہیں لکھا ہوتا  
ہے دھرم روں کا ذرا ن ہوگوں کو بھی تو معلوم ہو جائے کہ سو دس کوئی چیز ہے۔  
یار سو دس آنکھیں بند کر کے پرکھی کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ بنکار خودی ہے۔  
سے دھرم نہیں تو یہ جنگل بھی کڑا ہے گا۔ یہ بنکار سب پاپوں کی جڑ ہے۔ نہ یہاں تم ہو نہ  
تمہاری رہیں۔ نہ تمہارا دھرم ہے۔ نہ دشمن۔ ہا۔ دیکھو بھگوان کی بھگوان  
ہیں۔ نہ ٹھٹھوں میں نہ پڑا

۱۳۔ کس بابا جی۔ سب تک بھگوان کی دیہ نہ ہوگی۔ بھگوان کی پرکھی گئی پرکھی نہ جی  
گا۔ کس گھڑی میرا دھرم ہے۔ کس میں پریش و رگین کی باتیں ہیں۔ مانتیں۔ گیل  
لکڑی کھڑا پر نہیں چڑھتی۔

یار سو دس چھٹا دسے ورنہ

یہ ہم رو رہی رہی رہے گئے۔ سو روز نگاہا۔ چار رہتے تھے۔

سے چپے جانے پر سروس نے دل میں کہا۔ یہ بھی مجھی کو بیان دکھاتے ہیں۔  
 غریبوں پر پیش کا بھی ادب جتنا ہے۔ سو۔۔۔ میں وہ نہیں سمجھتا۔ ہوتا ہے  
 ٹھکر سوہانی رے۔ منے ہیں۔ مجھے گیوں گھٹنے چپے ہیں۔ دونوں جوں جوں مل جاتا  
 ہے۔ ایک دن۔۔۔ تو ریلیاں نکل جائے

نیری سے چلق موٹی گاڑی رکاوٹوں کو پھندا جاتی ہے۔ سروس سمجھنے سے دیر بھی  
 ضد پڑتا ہے۔ سیدھا جوار کے رتہ میں جا کر۔ اس وقت وہاں بہت سے پتھر جمع  
 تھے۔ گھوٹوں کی خرید بھری تھی۔ چوہدری نے کہا۔ "آؤ سروس! ایسے چپے"

سروس تے دلوں کے سامنے پی جوش طہرہ بنا۔ حط نے سونہ بن نہ  
 مردوں کو!۔ کچھ نہیں۔ یہی چوہا آ رہا ہے۔

طہرہ صاحبان سے پیچھے ن میں مائلتے ہیں۔ مہمانوں نے اپنے پر تیار ہیں۔  
 مگر یہ ن طہرہ رضی نہیں ہوتے۔ انہوں نے خود سمجھا۔ میں نے لقمی منت کی، پرن  
 کے اس پرانہ بات جتنی کی نہیں۔

ایک میں نہایت۔ دیالی لگی ہوتی تے۔ آخر وقت بھی جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سون  
 ی سبیل چلا رہی ہیں۔ وہ یوں زندہ سو جاتی ہے اور یہی نے بھی زیادہ مرض  
 شناس۔ ہم پرانیوں میں مٹا ہوئی دوست سے مدد لگنے کے لیے گھر سے نکلے ہیں  
 مین دوست سے آنکھیں چا رہے تے یہی مارے سامنے آ رہی سو جاتی ہے اور ہم  
 دھڑ دھڑکی باتیں رکے وہاں آ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ایک بگی ایسا غصہ منہ سے  
 نہیں نکلتے۔ یہاں سے۔۔۔ مائی نہرونی تکلیف کا عہد ہو۔

طہرہ علی کی باتیں سنتے سروس کی دیا تھوڑا بہا دیتی ہوں ہاں نکل۔۔۔ بول۔۔۔ میں  
 صاحب ایہہ میں تو پڑھوں کی نشانی ہے۔ جہاں میں سے نچو پناہ یہ رسا ہوں میں سے  
 سے دھڑ کان کے لیے سٹکاپ کر دیا ہے۔

طہرہ دھڑ کان حیر رہوں کے لیے ہوگا؟ جب روپے میں گئے بھی تو تیر تھوڑے۔

ہاتھو لوگوں کی سیو رہے۔ ممدراہ رنوں ہو گئے۔

چو احرر کی ۱۲۰ اس اس بھست (وقت) چھوڑ بیٹھیں گے۔ ہاتھ تو ابھی صحت ہے کہ وہ وہ۔ تہا ر ک سے خون ا بھڑو ہوتا نہیں۔

۱۲۰ اس محمد حرن گائیں چرتی ہیں۔ یہ اس سے پن نہیں ہوتا گئوں یہ سے ہر ہر درون میں کا کام ہے۔

طہ پنہایت پالے کے یہ تو کھیب مانتے پڑتے ہو۔ چپے ہوا ہروں کے ہاتھ پن ر۔ ان کی گائیں چرتی ہیں وہ تو تہا ر کی بات بھی نہیں پڑھتے۔ حسن مانتا تو اور رہا کی احرر کے پیچھے تہا ر کی یہ صحت واری ہے۔ وہ بھڑو ہوتا نہیں۔

طہ طہ طہ خود برے دین در آؤنی تھے مین دھرمے ہر ہوں کی ہر دن رنے میں نہ ہر نائل نہ ہوتا تھا۔ در عمل وہ نہ ہی مذہب کے سو ہر کی مذہب نہ ہر نہیں سمجھتے تھے۔

۱۲۰ اس نے ہر تہا ر لہجہ میں کہا۔ 'میں صاحب اہرم حسن کے یہ نہیں یا جاتا۔ نئی رے دریا میں اس دینا چاہئے۔'

طہ پیچھتاوے اور یہ۔ صاحب نے جو کچھ ہوئے ہنریں گے۔ نہا رے یہ کھر سو دیں گے۔ ہا ہو وظیفہ دیں گے۔ ٹھو کوئی مدد میں پڑھتے ہا ہا دیں گے۔ سے نور ہا دیں گے۔ تہا ر کی آنکھوں میں ہا دیں گے۔ ممکن ہے تہا ر کی آنکھیں کھل جائیں۔ آدمی نہ جاوے۔ میں تو دیکھ کر تے رہو گے۔

۱۲۰ اس پر ہر کی تعیب کا تر نہ ہو۔ مین آنکھوں کے ساتھ ہا رکن روہنم پر ہا ہا۔ یہ جنم کے مذہب کی بھی وہ ہوتی ہے۔

عہہ نم جنم کے مذہبے ہو ہا ہا۔ تو مجھوری ہے۔ مین تہا ر کی آسائش کے تے ہا ہا جمع رہا ہے جائیں گے کہ تمہیں آنکھوں کی ضرورت نہ رہے گی۔

۱۲۰ اس نہیں۔ میں صاحب اس میں بڑی ناموں ہوگی۔ ہا چاروں طرف سے

دھڑکنے لگیں۔

چوہدری تمہاری چاہید ہے۔ تیج روچھ ہے پڑھو۔ اور سے واصل اپنے کانیا  
تیار ہے۔

۲۲ برس باپ، ۱۰ سال کا نامہ نہیں پڑھتا

جہاں کے پاس کہیں نہیں ہوتیں۔ اس کا جو وہ ضد سے دیتے ہیں۔ میل قال  
برستی ہے۔ نرم برستی ہے۔ پرستہ ہوں قال رستا ہے۔

۲۲ برس کی ہٹ سے چاہی علی کو غصہ نہ کیا۔ پڑے۔ تمہاری تھری میں بھیبہ مائن  
لکھ ہے وہ ان یہ رستا ہے؟ ان کے آویس سے بھی پڑ نہیں پڑ ہے۔ بھی تمہاری  
خوشامد رہتے ہیں۔ معوضہ دینے پر تیار ہیں، بین تمہارے مزاج میں ملے۔ وروی چس  
قانونی ہوں تیج کہیں رہیں پر تھوڑے ریتا گئے۔ ۱۰ چار سو روپے، ۱۰ سال معوضہ  
دے دیں گے تو پھر سید سے ہو جو وگے۔ مجھہ ہوں پر پھوٹے ٹیٹھے مو۔ پڑا دیہ پیا جو کوں  
پس بھی پھٹے۔ صاحب یہ رہیں میں گے ضرور چاہے مس ۱۰ چاہے رو۔

۲۲ برس نے منگہ نہ نہ رہے وہ نہ خاں صاحب! رہیں جائے گی تو اس  
کے ہاتھ میری چاہی جائے گی۔

یہ ہر رس نے مرنے سنجان ور پنے ڈے پر حانیٹھ۔

۱۰ چار سو روپے چاہیے کہ ۱۰ سے یہ چاہیے۔ بجنگی بھی بیٹھتھ۔ یہ حسن  
ہوؤں کے ہوش نہ گئے۔ سو رس کے بل پر اونوں چھتے رہے۔ اس صاحب علی  
نے کہیں ہوتیں نہیں اور تیج ۲۲ برس ہی نے جھوکا دیا۔ بجنگی نے ہٹھکھو۔

۱۰ سال یہ راماوگا۔ پڑا جی ہٹا دیا۔

۱۰ سال یہ راماوگا جیسا یہ ہے؟ یہاں بھگتا ہوگا۔ چاہی پنی گھوڑوں نے  
پوچھو۔ ان کے تیج گنگاں تھی۔ حات تو سو کہ سو رس مٹھو پر جان ہٹا ہے۔  
پھر نیوں بھیہ کی مرمت میں کی میں ہوتا ہو سکی بھیہ کو ۱۰ چار رکھنی کھوں سے

بغیر نہ جانے وقت نہیں تو اُٹھو۔ اے بیٹے!۔ کس نے پارہ دہی معلوم ہو جاتا  
 کہ میری بیٹی پہلی ہے۔ آج کس کو رنج ہو۔ نہیں تو میں بیچنے کا سے بھی  
 حال نہیں آیا تھا۔

بزرگی۔ تو اب واپس مدبر ہو پائے یا بیٹا، گھٹیل باتوں کے نہ ہو رہیں؟  
 نایک رزم تیار ہی ہے کہ آج سورس آئے تو چال رس سے بچوں پر رو۔  
 سے ۱۔ ۱۔ ۱۔ جیسے رضی ہو رھی رو۔ ۱۱۔ ۱۱۔ ۱۱۔ مان جا۔ تو چھ نہیں تو  
 صاحب سے ٹرنے سے یہ تیار ہو جاؤ۔ ن کا بطن نہ سونے دو۔ جو کون زمیں کے  
 پاؤں چلے اس کو مار رہو گدو۔ میں سے وہ مکی ہو چکا ہے۔ آج ۱۱۔ ۱۱۔ ۱۱۔  
 ہاتھ سے بنا رو دھبہ پاؤں گا، مٹھو، ٹوپی، ہر مٹھیاں کھو دوں گا۔ جس نے  
 گاتو دیھا پاب۔ گا۔

بزرگی۔ در میں صاحب کے پاؤں میں چلے چلتے سورس سے س سے نہ  
 پائے یہ باتیں نہ ہوں۔ نہیں کھپ رہی رہے وہ یہ سوچو چرچا پتلی ہی  
 آ رہی منت رہے وہ پٹی بات نہ آئے گا۔

نایک رزم میں سنش کے در نہ پند جاؤں گا۔ کس کام نہ ہو بھی آ دن پر  
 پہنچ جاؤں گا۔

بزرگی نہیں پند جی۔ میری خاطر سے ہر چہ چلو۔

نایک رزم اثر راضی ہو گئے۔ دووں سے ہی صرعی کے پاؤں پہنچے۔ وہاں س  
 وقت سا تھا۔ یہ کی کا کام نہ ہو چکا تھا۔ پند چلے گئے تھے۔ صرعی تھا بیسے  
 سوں سے آتا کھڑے تھے۔ میں نے کچھ فرق پڑتا تھا۔ ہر بار جوڑتے  
 تھے، پر سلی پر لگا نہ پڑتے تھے۔ دھننا، یک رزم سے کہا۔ کہے سنش ہی آج ۱۱۔ ۱۱۔  
 سے یاد ت چیت ہوں؟

صرعی۔ یہ پند بن امان نیچے گا۔ میں ہر میری جوڑے میں مصروف

تھا۔ اس موٹر جسے پہنچے۔ سروس سے کون بات جسے نہ ہوگی۔ اس کی تو ثابت  
 آئی ہے۔ آج تو اچھکی اے یہاں یہ کہ نہیں کے ساتھ میری جان بھی پڑے گی۔  
 غریب آدمی ہے مجھے اس پر ترس آتا ہے۔ ترکی سوگا کہ صاحب کی قیوں کے  
 رو سے نہیں یہ قیوں جس سوچ میں گئے کچھ معاوضہ نہ تو خیر۔ اور۔ کس نے بھی میو  
 نہیں

ٹائیکر۔ جب سروس رضی نہیں ہے تو صاحب یہاں رہیں گے میں  
 گئے اور یہی ہوئی بات۔ سروس یہاں آج آدمی میں ہے۔  
 صاحب صاحب، جی آپ چاہتے ہیں۔

ٹائیکر۔ میں صاحب اور صاحب کے باپ دونوں کو بہت کچھ لگا جاتا  
 ہوں۔ وہ دونوں خوشامد و بدامد آج بڑے آگے بنے پڑتے ہیں۔  
 صاحب خوشامد نی کا تو آج کل رہا ہے۔ وہ اس رضی کو یہ بغیر نہ مانیں  
 گئے۔

ٹائیکر۔ تو دھڑکی ہوئی ہے کہ میں پہلے کا قبضہ نہ مونس رہے۔  
 چپ چپ رہا یہ ہے۔ اس کے لیے مٹیں گے۔ ہمارے ہزاروں چتری  
 تے ہیں۔ نکیت میں سب کو کھردھاروں۔ میں نکلن تو کیا چتریوں کو اپنے  
 مر پھر رہا گا؟ آپ صاحب سے ہوا بیگہ۔ یہ ناس۔ گئے گی۔ یہاں  
 بھی جھمک رہتے ہیں۔ ہر مویں میں لکھے ٹرنے کو صینے ہیں۔ ایک دن  
 میں چروں کے اور یہ پڑے ہو جاتے ہیں۔ تھنہ نہ لے رہا پٹنڈن  
 تک سب جانتے ہیں۔ پر محسوس کیا کہ کوئی اور رے ر آئے نوں تک پہنچا ڈے  
 ہیں۔

صاحب تو آپ یہ سب باتیں مجھ سے کیوں کہتے ہیں؟ کیا میں جانتا ہوں؟  
 آپ نے پیر سے علی تھا نہ رکنا مونس ہی ہوگا۔ میں نہیں کاڑھا ہوں۔ یہاں کوں



پند ہے: "سب کو نہیں جانتا؟"

نایک روم بیچے گھر کی بید تو مر رہی تھی۔ پھر تو آپ اپنے گھر کی آگ لگی  
ہیں۔ دروازہ جی کی طرح بند کیا ہوا ہے۔ ہتھ تھکے۔ بٹھا اجو پتے رو میں  
میرے چنے میں نہ آنا "میرے دروازے پر بیٹھ جاتی تھی۔ وہ روتے پڑے تھے۔ یہ  
رات تھی۔ بادل گھروں کے دروازے پر تھا۔ کوئی بات نہ تھی۔ چار سب کو سب  
سنا رہا تھا۔ پیچھے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ "سب کو۔" سب ہم اٹھ رہے تھے۔ یہ آگ لگی  
سب کو سب جلی ہو گئی تھی۔ آپ تو اپنے بھائی کی ٹھہرے۔ صاحب کو دھت کیوں  
نہیں جانتے؟ آپ ہمارے مرنے والے تھے۔ عقل ہی ہے۔ بیویوں کے ہاتھ نہ ہوتے  
ہیں۔ ہر بات میں پانی رکتا ہے۔ دیکھ بہت ہے۔ کوئی گئی۔ یہی اور کہتے  
ہے۔

ہر پند جن آپ سے بھائی چارے ہو گئے تو یہ پروا ہے۔ صاحب پتے پر  
کا گھاگ ہے۔ ہر مرنے سے کس کا نہیں ہوتا ہے۔ منت میں ہیں۔ لے لے گا۔  
سورس کو تو چاہے سو دھوئیں بھی رہیں۔ میرا فحش روم صاحب کو چاہے گا۔ آپ  
سورس سے معاملہ سے روکتے تو کس کا بھی نہ ہو، میرا بھی اور آپ کا بھی۔  
نایک روم آپ کو جو یہاں سے حرام کر رہا ہے وہ ہمیں لوگوں سے لے  
بیچے۔ ان کے لئے آپ کی خدمت کریں گے۔ میں تو وہ نہ جانتا تھا ہوں۔  
یہ نہ جانتا تھا آپ کو بھی سمجھتا ہوں۔

ہر معاملہ پند جن کی بات نہ تھی۔ میں مالوں کا پتہ دیکھ کر  
یہاں بھی روم سمجھتا ہوں۔ وہ اپنی فوج سے جو چاہے لے لے گا۔ میں ہاتھ پھیلا رہے  
ہوں گا۔ پتے سے چسپاں نہیں۔ خدا کی قسم سب سے چاہے لے لے گا۔ یہاں پر  
ماتھے وقت گھر میں ایک کوڑیوں کو بھی نہ تھی۔

نایک روم رے بار میں تھیں رشتہ جھوڑی، یہ کہتا ہوں۔ جب وہ

آپ کا بھائی چارہ سو یا تو ہمارے کام آپ سے نکلے گا۔ آپ کا کام م سے ہے۔ یہ کوئی شہتہ نہیں ہے۔

صبرائیں چند جی اخذ میری بیت کو پاک رکھے۔ مجھ سے ٹمک مری نہ ہوگی۔  
میں بس صبر میں ہوں۔ وہ میں خپش ہوں۔ جس کے رُخ میں شکار ہوگی تو  
میرے ہونے کی کوئی صورت نکلے گی۔

تاکیر مینے ہو گئی اور مذہبی و بائیس چھوڑنے سے ہر ایک کو کچھ آگے آئے گا۔ دیکھو چوہے کا۔ تو صاحب کی سے بننا ہے۔

جنگلی کے خیوں میں نایب رہا۔ تہی مست و جست نہ کی تھی، جتنی کہ چاہیے تھی۔ اسے تھے پناہ نام والے کہ سبزیوں دھارے۔ بجزی سے جو کام نکل جاتا ہے وہ ڈھک مارنے سے نہیں نکلتا۔ نایب رہا۔ تو تھی کندھے پر رکھی رہ چکے۔ جنگلی نے کہا کہ میں درجہ فوریوں کو دیکھنے جاتا ہوں اور دھری سے ہوتا ہوا اس گاہ و دیو پر ہزاروں آدمی تھے۔ نایب پہنچے نہ پہنچے دیتا۔ ہر کندہ کے غصہ سے دھپتا تھا، میں وہ قانونی کارروایاں سے ڈرتا تھا۔ پوسٹ و رسدات کے نام ہی نے کسی جان و دھن جتن تھی۔ نایب رہا۔ فوری رسدات سے کام لیتا تھا۔ وہ سبوتوں میں مشاق تھے۔ جنگلی کو اپنی زندگی میں ابھی گویا بنے ہی نوبت نہ آئی تھی۔ نایب کے چہرے نے یہ صبر سلی ہی گھڑ چکے تھے۔ پر جنگلی وہیں آس پاس ٹہکتا رہا کہ وہ دہری نہیں تو پناہ دھڑکتا رہا۔

صہرٹی کے باپ مکھ پڑیس میں کانسیس سے تھانہ داری کے ادھ تک پہنچے تھے۔  
ماتے وقت کوئی جا بہ دوانہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ ان کی تھینہ وٹھنن بھی قرض سے  
رک گئی۔ مین صہرٹی کے م پر دو بیویاں ورن کی و دکا پار چھوڑ گئے۔ اسوں  
نے تیس شادیوں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے صہرٹی تھے۔ دوسری سے صہرٹی ورنطہر  
ٹی ورنطہری نے چہرٹی۔ صہرٹی مستقل مرنج ورنٹل مد تھے۔ باپ کی وفات

مونے پر مال بھرتا وہ نواری کی تلاش میں مارے مارے پھرے۔ پھر کہیں موٹی  
 ٹانہ میں ٹھہرنے لگی۔ کہیں کسی وہاں ٹپ کے یکس ہو گئے۔ کہیں چنبلی گھڑ کے منشی کا  
 عمدہ مل گیا۔ دھڑکچھ عرصہ سے مسر جان بیوک کے یہاں مستحق مدد مت مل گئی  
 تھی۔ ان کے ساتھیوں کا رونا دھونا دیکھ کر وہ بے بسی سے غل زلے تھے۔ عرصہ بصرہ  
 کے پابند و مال کے صاف تھے۔ گرم کی آمد سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ سڑکی  
 مارے وقت پانچ تھیں۔ گھوڑوں و تیلیوں میں قید مہیت تھیں۔ صحن میں شان بھی  
 سوچتی تھی۔ بیوی کے مدد وہ ٹیکڑا تھا۔ صابری علی وریٹری ٹیکڑا۔ ناز خانہ  
 تھا وہ صرف تیس روپیہ ماہوار دیتی۔ سڑکی کے رستہ میں ان کے س سے پانچ  
 گن آمد میں بھی فروخت سے زبردست ہوتی تھی۔ ان وقت تکلیف دہی پڑتی۔  
 میں نیت نہ بد نہ ہوتی تھی۔ خدا کا خوف ان کی نصیحت کا خاص حصہ تھا۔ صبر میں  
 پچھتو، صبر میں بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ ظاہر و جاہر مصداق سے یہ روئے تھے اور صابر  
 آنکھ میں جھل جھل رہا جو روئے ہوا تھا۔ صابری علی سخت پرہیز گئے اور  
 وہوں چھوٹے بھائیوں کو گود میں لے کر چپ رہنے گئے۔ ان کی بڑی ساتھی ماں  
 نے ان کا نام سبب تھا، درہ رو پرھڑکی سورنا یارم اور بڑی بانیوں پائیں سی  
 تھیں۔ بڑی کی اس ن پانچ قدم ہیں، تھا کہ صابری نے پکارا۔ 'سوچی' و 'آدی' اور  
 یہاں آتا۔ تھیں ماں باپ ہی ہیں۔

بڑی کی وٹ پڑ۔ چھ آس بدھی۔ آ کر پھر نہ بدہ میں ٹھہر گیا۔ صابری  
 کے پردہ کی آس میں ٹھہری تھیں۔ پانچھ۔ یہاں تھی جی ۱۰

بڑی کی وی میں کی، اتے جیت تھی۔ صاحب سے بنے بہتے ہیں۔ ہر زبرد  
 ان میں سے، داتا ہے۔ منشی جی سے ہر رہا ہوں کسی طرح سے جھڑے ہوا، تیک۔  
 بنیاج (نذرینا) دینے کو بھی تیار ہوں۔ پڑتی جی سنتے ہی ہیں۔

صابری میں سے میں ہیں؟ صابری کے ماں غریبوں کی ہاں سے کہ پڑے گئے؟

یہی تو سنو راوی ہو۔ ن سے کیا بنے گے؟ یہی باتیں مہوں سے سچے کی جھوٹ۔  
یہی ہوتی ہیں۔ ہم سے بہتے ہم طے ہو رہے۔

حاجہ کی ماں کا نام تھوڑی سی۔ وہ بھی آ رہی ہوئی۔ وہوں عورتیں سایہ کی طرح  
ساتھ ساتھ جیتی تھیں۔ وہوں کے دل و دماغ و خیالات یکساں تھے۔ ان میں  
سوکن کا جہد پامام نہ تھا۔ آپاں میں ہوں کی قربت تھی۔ بونہ۔ ورنہ جہاں سے  
باقی مریوں سے سوچتی ہیں۔

خونگی مائتہ جی۔ میں گو رومیؒ کا حال یا جانوں۔۔ آپ ی طے ر  
تیجیے۔ غریب رومیؒ ہوں پیچھے نہیں آئے۔

سب سے بڑا سچا بہنو۔ پر محراب چاہے تو کہاں تک آوے؟

بحرنگی بیگم صاحبہ پیس رویداد؟ یہاں تیار ہو۔

سب تم بھی تو غضب کرتے ہو۔ بیس بیس ٹنبر ہاؤس ٹانہ ہے سو۔

رقی (سے) (بہن) کہیں رہنا چاہے۔

بحرنگی کیا رہا، بیٹھ صاحب۔ غریب آدمی ہوں۔ بزرگوں کو جو کچھ ملے، وہ لوگ، وہ

اسی خط پر رہیں گے۔ جیلن مکہ عقد (تو)ں۔ ریپو میر سپنہ نوگا۔

رفیقہ پھانسی دیو بیویں کا قہر مروت۔ خد نے عیادتوں سے جسے ہوا ہے۔

نویسب اس سے ارقیہ تہہ کی جلد بڑی ستیا میں جڑا۔

بحرِ تنگی میں جی ایس ہو یہ تو ہمارے پھانسی گاہے۔

نسیب مگر تم نے چور نے آئے : جتنے کا نام ہی نہیں پتے۔ تے تو صاحب ہی

وہ دے دیں گے۔ پھر گناہ سے بدلتے کیوں یہ جاتے۔

خونگی ماں جی آپ سے پہنچوڑیں ہوں۔ دس پانچ روپے ارچہ دوں گا۔

سب تو تک تک رو پے آ جا میں نے

خُرگئی۔ بس وہ ان کی مہبت میں چلے۔ تب تک سسٹن بی نے ہر دیکھتے صاحب نے

کیس نہیں۔

نسیب وہ تو تمام قہر ہے، ہوشیار اٹھے۔ مفت ہی میں کام کا سنا چاہتے ہو۔ پہلے رو پڑے، ورنہ تمہارا کام نہ ہو تو تمہارا ذمہ۔

مکرجی اصرار ہے ان نے کام دہرا رکھے خوش خوش پہنچا تو سب سے رقیہ سے کہا۔ 'تم بے صبر ہو جاتی ہو۔' بھی چہروں سے وہ پیسے کی کھال پیسے پر تیار ہو گئیں۔ میں وہ آنے لگی اور وہ خوشی سے ایتھے۔ یہی سیر پور ہے؟ ان کے پاس تھیں۔ غرض منہ پر کون ہو جاتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ شاید تم کو بے وقوف بناری ہیں۔ جتنی ہی میرا گاؤں۔ جتنی ہی بے رخی سے کام ہو، تیری اعتبار رہتا ہے۔'

رقیہ یہ روس، ہن میں ڈرنی ہوں کہ میں بے رخی سے نکلنا نہ دے رہا ہے۔ نسیب وہ سیر وہ پلے صبر ہے۔ گاؤں آج ہی سے ہر ماٹھروں کو روک کر بند کر دیا گیا ہے۔ نہیں ہتھے چڑھانے کا من ڈھنگ ہے۔

رقیہ، کیس صاحب نہ نہیں تو؟

سب تو کون، اور یہ کون کی بات ہے؟

جہاں ملے جہاں ملے رہنے تھے کہ نسیب نے چاہا رکھا۔ صاحب دھروں کی زمینوں کو یہ دیتے ہیں؟ چاہے وہ تے پگھلتے ہیں۔

جہاں منت چھوڑی بیٹا چاہتے ہیں۔ اس کا معقول معاوضہ دینے پر تیار ہیں۔ سب یہ تو غریبوں پر ظلم ہے۔

رقیہ ختم ہی نہیں ہے۔ مذہب ہے۔ یہی تم صاحب سے صاف صاف کہہ دو۔ مجھے اس مذہب میں نہ ڈرے۔ خد نے میرے گے بھی ہل بچے دیے ہیں۔ نہ پائے کیس پڑے کیس نہ پڑے۔ میں یہ حد بڑھانے پر نہ ہوں گا۔

سب سو رہے ہیں۔ تمہارے ہی ہو جاتے ہیں۔ تمہیں صرف ہر دینا چاہیے کہ میں تمہارے من سے ہٹا دوں گا۔ جہاں جو حکم کی بات ہے۔

رفیقہ جان جو کھڑا ہے۔ یہ گورن کے لئے ہوتے۔

ہاں یہ آپ نے بھی کچھ فوٹو کی ہے؟

رفیقہ ہاں۔ یہ سب چھوڑ آ رہی ہیں ہاتھیں رکتے جا رہے تھے کہ صاحب نے  
میں نے تو خون و ندی بہہ چائے کی ٹیبلٹیں لے کر جب سے سہا ہے ہاتھیں ٹرے  
لوگ ہیں۔

نصیب ہوش رُسنے کی بات ہی ہے۔

ہاں مجھے وہ سب مانتا تھا کہ مر رہے ہیں۔ میں اپنے میں نہ دیکھتی تھی۔ صاحب  
نے کس انداز سے رہیں گے بارے میں بات چیت کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے  
حمود قیس کی جو میر فرض تھا لیں یہ حقیقت یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں نے ہی صاحب  
اس زمین خریدی یہ وہاں یہ ہے۔ حاند خدہ چماتا ہے۔ میں نے کھجور  
سے کھا دیا ہے۔

نصیب مجھے مددگار کا خوف تو نہیں ہے۔ ہاں خط کے قہر سے ڈرتی ہوں۔ بے  
سوں آنکھوں سر پر ہو؟

ہاں میرے وہ پر ہوں مذہب پر۔

نصیب ورس کے اوپر پرے گا۔ پناہیں تو تمہیں ہو۔ صاحب تو نہیں نیلے  
ہیں۔ وہ تو بھروسے میں کھا رہا ہے اور سے تمہارا نہیں لگے۔ سُنو تو تمہارے سر  
جائے گی۔ اس پر قبضہ تمہیں رہا ہے۔ مہمے چھپیں گے تو پھر وہی تمہیں رتی  
پرے گی۔ ناہیا! میں کس آگ میں نہیں چاہتی۔

رفیقہ میرے میکے میں ایک دارلہ نے کی ہانکار رہی ہیں حال نہ تھی۔ دوسرے  
کی اس جوں میں اٹھ گیا۔ یہ اس زمینداری کے حکم سے مگر وہ اس کی غریب  
کے۔ دوست مددوں پہلے بھی نہیں پڑتا۔ اس کا وہ بھی غریبوں کی پر ہوتا  
ہے۔ ہمارے بچے روزی غم و آسپ کی بھپت میں آتے رہتے ہیں۔ پرانے

نہ کبھی نہیں نہ کسی نگریز سے بچہ و بڑی ہو۔ س پر بادوں کا شری میں ہوتا۔  
 یہ پتہ نہ ہوتا تھی۔ جہاں پہلی دھکی س کا تھ بچہ۔ نہ کے گھ کے بھی نیچے گندے  
 ورتو پیدوں سے مزے مٹے تھے۔ کس پر بھی آئے اس بھڑ پھونک ورر لی نمک  
 و سہ ورت پر ہی رنی تھی

مذہب و خصوص خوف پر مبنی ہے۔ خوف کو دور رہا بیٹے۔ کچھ آپ کی تیر تھ جاتے۔  
 پڑ پاپا۔ شنائت اسین۔ وہ رومہ اس کا نشان بھی نہ رہے گا۔ مہا یں حد نظر  
 آئیں کی و سہ ورت پر نہ

نہ بھی خوف نے معصوب ہو گیا۔ آقا کی خدمت میں یہ عرض شادی کا میاں سار  
 یز کی کامقاہ نہ رہا۔

5

پتاری کے رجب مندر نماز گھر پہنچے میں عام شہابی میں پنی کارزار میں و  
 خاندانی وقت سے باب میز پنی کے صدر منتخب ہو گئے تھے۔ خوب سوچ بچ کر کام  
 رمان کے چال چلن کا خاکہ تھا۔ رہا میں و پیش پندی و رنہ و چلی کات کے  
 مزاج میں شہ بھی نہ تھا۔ بہت سی مادی باس پہنچے تھے و خطا بات سے نفرت  
 رتے تھے۔ شوقی نون و پتو بھی نہیں پیا تھا۔ گھر دہر ہا مہ سوپ تھیہ رقص و  
 پروایہ و شکار شطرنج یا تاش سے نہ کو ذرا بھی مس نہ تھا۔ اس پر کچھ رست تھی تو  
 دہمائی سے۔ وہ رنہ گھنڈہ گھنڈہ چپا غنچہ میں کامیاب کرتے تھے۔ باقی وقت

کے معارف و میونسپل کے کاموں میں محامدی میں صرف رتے تھے۔ کام سے وہ  
 ماضی ورت بہت کم ملتے تھے۔ نہ سے اور نظام میں شہ کے محض نہیں حصوں و  
 زیادہ ہیئت نہوں جاتی تھی جہاں حکام کے جنگے تھے۔ شہ کی تاریک گلیوں اور قلعہ  
 میں مدروں کی معافی و سچ مدروں و رشتہ مندوں کے کام سے کم سہ وری نہ بھی  
 جاتی تھی۔ و وہ سے کٹر حکام نہ سے کئیہ دہرتے تھے۔ نہیں فریب و رنہ و





راجہ صاحب نے اپنی کاپر پینٹس دیکھ کر جوں سیوک سے نہ کبھی ملاقات  
 نہ کی تھی۔ ان دنوں وہ ایک امرے سے وہ نہ مانی تھی۔ ان دنوں وہ امرے سے وہ نہ مانی تھی۔  
 ہے۔ راجہ صاحب کل نہ سے مٹنے کے لیے گئے تھے۔ وہاں عروج سے نہ کی  
 ملاقات ہوئی تھی۔ نہ وقت چان بیوک کا بھی پتہ نہ آ گیا تھا۔ اس وقت سے مسٹر  
 بیوک کے متعلق نہ کیا گیا تھا۔ اس میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ کارڈ پالتے ہی باہر کل  
 آئے، چان بیوک سے ہاتھ ملایا، وہ اپنے اچان خان سے ملے گئے۔ چان  
 بیوک کو یہ کی فحش کی کی طرح معلوم ہو جوں سچاوت کا نامو نشان بھی نہ تھا۔ چند  
 میں وہ ایک میر کے وہاں نہ تھا۔ وہاں کاغذ سے نہ خبرت کا ایک  
 ڈھیر میر پر لے کر تہی کے ساتھ پہنچا ہوا تھا۔

ہم کی سے سنتے ہی اپنی تین عقل سے معصوم رہتے ہیں کہ وہاں کی سست اس کا  
 کیا دیا ہے۔ مسٹر بیوک کو ایک لمحہ تک رہن کھوے کی برکت نہ ہوں۔ تمہید کا کوئی  
 من سب پہلو نہ دھتھا تھا۔ اس بحر بے پایاں و پیرا نے کے لیے یہ سب زبیل سے  
 دوسرا آمان سے مدد مانگ رہا تھا۔ راجہ صاحب کو تمہید تو جو جوں تھی۔ (صوفی کے  
 علی گارہ و خدمت کے ہیں سے بڑھ کر وہاں کی تمہید ہوئی؟) مگر حضض شغرض و  
 اپنی تعریف مٹنے سے نہ قدر رہ رہتا ہے، تباہی و دوسرے کی تعریف کرنے  
 سے ہوتا ہے۔ چان بیوک میں یہ بات نہ تھی۔ وہ تعریف یا ہیست وہاں ہی رہتے  
 تھے۔ یکساں ماں کے ہاتھ ہوئے۔ آپ سے مٹنے کا عرصہ سے شنایق تھا مین  
 قارف نہ ہوئے کے جب جسم نہ ہوتا تھا وہ صاف بات تو یہ ہے (مسٹر ر)  
 آپ کے، رے میں حکام کے نہ سے۔ یہی باتیں سنتے تھے جو میر کی خوش و خوش  
 میں منتقل نہ ہوتے، یہی تھیں مگر آپ نے اپنی طریقوں کو آسان یا راجہ صاحب  
 وہی کاٹوت دیا ہے نہ سے حاکموں کے جھوٹے عترتات کی قدمی کھول دی  
 ہے۔

حکام نے بحالہ صحت کا تہہ رہے جان بیوک نے اپنی ران کی صفائی  
 نامت کی۔ رجبہ صاحبہ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اس سے یہ وہ آسان  
 کوئی تدبیر نہ تھی۔ رجبہ کو حکام سے یہی شکایت تھی۔ ان سبب سے ان کے تھکامات  
 میں مشکلیں آتی تھیں۔ تاہم سوچتی تھی اور کانٹیں پیدہاں تھیں۔ یہ ہے  
 میری بدقسمتی ہے کہ حکام مجھ سے اس قدر مدد حاصل کرتے ہیں۔ میری سرکاری حد ہے تو  
 تنہی ہی کہ میں عوام کے لیے اعلیٰ صحت اور صحت کی تفریح ضرورت سمجھتا ہوں۔ تنہی  
 حکام اور وہاں ہے۔

مسٹر بیوک صاحب نے ان کے امان کی یہ حد پوچھی ہے۔ ان کی آراش  
 کے لیے ہے اور ہی ہو کہ میں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں ہے۔ جو شخص اس کے  
 آتے ہیں پر نہیں سہاں نہ ہے وہاں ہاں ہاں صاحب اور باقی ہے اور جو شخص قومیت کا  
 در بھی اس رکھتا ہو۔ بالخصوص جو جہاں کی صحت و مرآت کو فروغ دینا چاہتا ہو،  
 وہاں شہر قہل عزیر اور ران زانی ہے۔ جب باطنی نئی نگاہ میں مددیں آتے  
 ہے۔ آپ نے میرے سگریٹ کے کارخانہ کا دستار حمل سے نظر فرمایا ہوگا۔  
 منہ پر ران دیکھا تھا۔

جان بیوک پر سیکرٹس کا لگانا تھا کہ کام کی تفصیلات مجھ سے یہ دم پھرئیں۔ مجھ  
 پر ان توڑ تھی۔ اگر حکام سے میری وہ تھی مگر ان روز سے میں ان کی بروری  
 سے خارج رہا کیا۔ میرا حقہ پانی بند ہو گیا۔ ان کی دیکھا، لیکن بدلتی رہا،  
 اور حکام نے بھی ان کا ٹروٹ کیا۔ اب میں ان لوگوں کی نگاہوں میں ٹیوٹ  
 سے بھی رہا وہ ضرور ہوں۔

تنہی ہونی تمہید کے بعد جان بیوک اپنے مطلب پر آئے۔ بہت کچھ فٹت ہوئے  
 پناہ مانا خبر یہ۔ رجبہ صاحبہ قیاس کی تھیں۔ پیرن پارہا کو خوب پچھانتے تھے۔  
 نہیں منہ دینا۔ اس نے نہ ہی یہین موقع یا آپر تھا کہ اپنے صبروں کی حفاظت

سے بے تباہی سے کام لیا۔ دوسرے موقع پر وہ سب تویریں طوفان بھی  
 سین نہ دیتے۔ ایک غریب پکس نہ جسے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک ہی  
 سہار ہو کر کے قبضہ سے نکال کر ایک سرمایہ درود دین کے حصول کے  
 سہارے تھے۔ میں آج اس مرتبہ نہیں اپنے صوم و صحت پر دیکھتا ہوں۔ یہ جانتے  
 ہوں کہ مس صوم کے لئے ایک قریب رشتہ داروں میں سے ہے۔ یہ جانتے  
 ہوں کہ چنانچہ ایک کے ساتھ دوسرے کا رونا اور بھرت لگھو، جس کے تھری  
 ہر جھ سے سبب پیش روین ہوگا۔ وہ سب تویریں مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ اس مندی  
 ہم سے وہ سب بچھڑا رہی ہے جو صوم نقطہ خیال سے مذہب و عقل تھیر ہے۔ یہ وہ  
 جتن ہے جو ہمارے صوموں و رقیبوں کو پیسہ دیتی ہے۔ آدمی جتنا اے لوت ہوتا  
 ہے، اس کے لیے اس کا پورا تہی ناقابل برکت ہوتا ہے۔ رجب صاحب  
 نے اس معرکہ میں ایک کے سب فناء، طے روینے کا وعدہ کیا ورنہ بیدک  
 اپنی کامیابی پہ پھلے ہوئے گھڑے۔

یو کی نے چچھا "یا طے رآے"  
 جان بیک وہی جو طے رہے پیتا۔  
 یو کی ٹکڑ ہے۔ مجھے میدہ تھی۔

جان بیک یہ سب صوفی کے مسان و برکت ہے۔ یہ کے ہمارے حالت  
 ہے جس نے ہمیں رہا رہیے مغرور رہے موت آدمی کو نیچے دکھا دیا۔ اسے پاک سے  
 نے گویا میں نے کاہنا ست تھا۔ یہ مسد و قبی ناقابل حل تھا ورنہ کے حل کے  
 بے میں صوفی ہم سوں منت ہوں۔

اس بیک (تشریح ہو رہا) تو تم چار سے ہو، وہ میں نے معہ کو نہیں دیا۔  
 مجھے سنی باتیں دہریوں نے تے سوئیں تو سر پہ نہ مرنی بھی سوں گی تو اس سے  
 دن نہ لگوں گے۔ مجھے لکھتے نہیں سن۔ جو میں ہے وہی رہا نہ پر لگی۔ وہ خود

سے ٹخرف ہو رہی صدمہ پر قمرہ ملنے لگی تو میں بھی اپنے یہاں پر قمار رہتے ہوئے  
یہاں سے خوشامد رہوں؟

پر پھر بیوک رو رہا نہ بک بار صوفیہ سے ملنے چلا رہا تھا۔ کمر صاحب دروئے  
۱۰۰۰ میں منسٹر مزاجی ہارٹ فرنت نے اس پر رویداد بنایا تھا۔ کمر صاحب جو مرثانی  
تھے۔ انہوں نے ولی روڑیک سے ٹکا میں ٹاڑیا تھا کہ یہ لوگوں میں دس و  
۱۰۰۰ نہیں ہے۔ ان پر یہ بدست بھی ٹھکی رہی کہ اس کا امرتی سیاں اب ہر  
مصدقہ طرف ہے۔ تھارتی کاروبار سے تے تہی من بدست ہے چٹائی دے و  
رمید کی سے اس سے پہلے پھر بیوک سے بدست اب ہر فلسفہ پر قطعہ یہ رتے  
تھے۔ وہ اس سے فدا تہی رجحان کو قومیت کے بدست سے معمور روینا چاہتے تھے۔  
پھر بیوک ہر بھی معلوم ہو یہ تھا کہ یہ شخص فن شاعری کا ہر ہے۔ اس سے نہیں وہ  
اس کو کیا تھا جو شعر کو اسی۔ ذوق سے ہو رہا ہے۔ اس نے میں پٹی ظہیر  
سنائی تھیں۔ ان کی رضاندہ ادبی سے اس پر ایک شہرہ چڑھا رہا تھا۔ وہ ہر وقت  
شاعری کے سوال میں مجبور رہتا۔ وہ شک کہ راہیوں جو ہر موافق دیہوں کو اپنے کام  
کی شاعت اور تہیت کے بدست ہو رہی ہے کمر صاحب کی ہمت الز جوں کے  
باعث تھیں ورنہ صدی صورت میں تبدیلی ہوئی تھی۔ وہی پھر بیوک جو بدستوں  
کے قہر نہ تھا تھا۔ بے یب یب ان میں کئی نئی ظہیر لکھ رہا تھا۔ اس کے خیالات  
میں دروئے دیرونی ورفروہ و پید ہوئی تھی۔ اس وقت بیٹھا موچہ چھ رہا تھا۔  
پنال بیوک ہر تھے پھر وہاں گیا کہ ایک کھوں سیاہر سے ہیں؟ نہیں کے ملنے پر  
جو رہا ٹھیک پید ہوئی تھیں۔ اس سے سے مید ہوئی تھی کہ ہر کچھ دنوں تک اس  
نہش میں نہ پڑوں۔ چوں بیوک کا مپائی نے اس مید ہر قطعہ رویداد۔ اس کے  
حالت میں اس کے تہری لحاظ سے نہایت ناگوار معلوم ہوئے ہوں۔ وہ ہر  
آپ کا خیال ہے کہ صوفی وہاں اس مہر کی حالت میں پڑی ہوں ہے اور ہر

بغواہی تھی۔ کتو پتھری پر ہیں۔ صوفی وہاں رہے ہوں رہے تو بھی وہ لوگ  
 اس کا گناہ چھوڑیں گے۔ میں نے یہ سیر تھم کر خلیق آدمی نہیں دیکھے۔ ہاں صوفی  
 کی ہمت پر گور نہ رہے کی کہ وہ عرصہ تک ان کی مہربانوں سے مستفیض ہوتی  
 رہے۔ ان وقتوں میں وہ جتنی کمزور رہی ہے، اتنی مہینوں یا درود بھیج نہ سکتی  
 تھی۔ سے تم کو دیا کی نعمتیں حاصل ہیں جن کی طرح کی ہر ملک کا پورا ہر ملک  
 میں آ رہا ہے۔ وہ ششوں کے پورا ہو رہی رہے، ہر جگہ ہی جانا ہے وہی حالت  
 اس کی بھی ہوئی ہے۔ اس کو ہر وقت ہی فکر و غم کی رتی ہے کہ کہاں جاؤں، یہاں  
 وہ۔۔۔ آپ سے اس کو وہاں سے ہمدردی نہ پائی تو آپ کو پچھتاوا ہے گا۔ وہ  
 آج کل بدھ و جین مذہب کی تائید دیکھ رہی ہے اور مجھے تعجب نہ ہوگا کہ وہ ہم  
 سے ہمیشہ کے لیے چھٹ جائے۔

جان نیوک تم تو درودوں جاتے ہو۔ کیوں اپنے ہاتھ نہیں دیتے؟  
 سر بیوٹ مجھے اس کا اندیشہ نہیں ہے۔۔۔ سچ کا دشمن میرے یہاں چھ نہیں پڑ  
 سکتا۔

پر جو بیوٹ۔ رچا نہ پناہی۔ رہیوں کا دشمن، ونا ہے وہ بیچے آج نے میں بھی رچا  
 نہ جاؤں گا۔ دل دیجیے مجھے جی کھر سے۔

سر بیوٹ (دور تو یہاں میری یہ رکھ ہے؟) میں یہی بس کی گاڑیوں کو  
 میں ہی منہ پر یہی لگا رہیوں نہ کل جاؤں؟ تم دور صوفی آرام سے رہو۔ میر بھی  
 خدہ مانتا ہے۔

جان نیوک پر جو، تم میرے ہا میں پنی، میں کی تحقیر میں کرتے۔  
 پر جو بیوٹ خدہ نہ رہے میں پنی ماں کی جنتیہ سروں، مہین میں دھواؤں سے  
 مدد کے لیے پنی ماں پر یہ جہر نہ سونے دوں گا۔ آپ لوگوں کی ناراضی کے  
 خوف سے بے تاب ہیں۔ اس ہمارے میں بھی زبان نہیں ہون، لیس جسب یہ دھنا

میں کہ اور کی بات میں تو مذہب کی پرہیزگاری جانی دربار مذہبی محبت سے  
 ۱۹۹۰ء کے صریحہ پہلی ظہار میں جاری ہے تو مجھے شک ہوتا ہے کہ اس کا مطلب  
 کچھ دیکھیں۔

جان بیوک تم نے اس بات میں مجھے مذہب کے خلاف عمل کرتے دیکھے؟  
 پرچھو بیوک سیکرٹری دیکھیں ہیں۔ ایک موقوفہ ہوں۔  
 جان بیوک تمہیں کیا ہی بتاؤ۔

پرچھو بیوک اس نے اس مذہب کی ریتیں پر تبصرہ کرے ہے آپ جان درج  
 سے کام لے رہے ہیں یہ وہ مذہب کے مطابق ہیں وہ مذہب کا خاتمہ نہیں ہو گیا  
 جس کی نے ہمدردی کہ میں اپنی ریتیں کو کسی صریح بھی نہ دوں گا۔ تو ان حکمت  
 و ہمتیوں سے پناہ صوبہ کا مانتا ہے مذہب کے موافق مقدم ہوتا ہوتا ہے۔ مجھے تو  
 ۱۹۹۰ء کے مذہبی ورثہ کی پرکھی معلوم ہوتا ہے۔

جان بیوک ہم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ میں تم سے حجت نہیں لے سکتا  
 چاہتا۔ پہلے جا رہے تھے ہوتے۔ یہ میں تمہیں اس کا جواب دے گا۔

پرچھو بیوک غصے نے چرم مو پنے سر میں ڈیوڑھی پہنے گئے یہ ریتیں۔ یہاں  
 تک تو اس کا سب سے پہلے اس کے عملی موئے کا مونیق آیا یہ میں عمل کی  
 طاقت اس کے اس میں بدل گئی۔ اس کے بعد اس کی طاقت میں اب کبھی ایک بوٹ  
 پہنتا، کبھی اس کو تار دوسرا پہنتا۔ کبھی سرہ کے پہنتا، کبھی نہ آجاتا۔ اس  
 میں اس کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور عزائمات آ میر لگے ہیں۔ یہ۔ پرچھو بیوک تمہارے  
 جوش و خروش کو جس قدر دیکھ رہا ہے اس سے سب سے زیادہ اندیشہ لاحق ہو رہا ہے۔  
 مجھے اب تک تمہاری دماغ پر اعتماد تھا۔ مین بے ایمان چاہتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ تم  
 زندگی و مذہب کے تعلق کو نہ سمجھتے ہو۔ مین بے معلوم ہو کہ صوفی و رپٹیوں کی  
 طرح تم بھی وہم میں مبتلا ہو۔ یہ تم سمجھتے ہو کہ میں اور مجھ سے اور ہزاروں شخص

جو راجہ راجہ نے میں، جھگڑتے ہیں اور تھیں بد مرے خدا کی عبادت کرتے ہیں، یہ وہی مذہبی محبت میں ہے، جہاں جہاں نہیں۔ یہ سب تک نہیں نہیں معلوم ہے تو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ مذہب سے وہ خود غرضی کا نام ہے۔ ممکن ہے کہ میں، یہ وہی عقیدہ ہے، شاید میں غم کا میں یہ کہ رسم میں مانتا سمجھتا ہو، یہ مجھے تو اس قدر نہیں نہیں۔ میرے اس میں اس کے لیے خوشیوں کا رنگ، یہ پتا چلتا ہے۔ یہ بھی بتائی ہے وہ، بتائی مسہ مزاج اور بتائی مذہب کا انداز ہے، لیکن اس قدر بد بطنی ہونے پر بھی میں تو رکھو کام چھوڑ کر راجہ راجہ ہوں۔ نہ جانے سے یہی سماعت میں ہے، تھیں ہوگی۔ اس کا میرے کاروبار پر اثر پڑے گا۔ یہ چہ نہ کی کہ میں نے علم میں پیدا ہو جائے گی۔ میں صرف تمہاری بات کی خاطر سے اپنے یہ یہ ظہور ہوں، یہ میرے بھی ہونا ہے۔ بے جا ضد سے کام نہ لے۔ تمہاری اس غصہ کے میں بد مرے قتل ہے۔ وہ تو میں چھو ہوتا ہے۔

یہ مجھ بیوک کی نہیں۔

جان بیوک سے تو پھر تھی: رت نہ روئے؟

یہ مجھ بیوک نے سنا رہا۔ جی نہیں۔

۱۵

مذہبی خوف میں جہاں بہت سی ہیں، وہاں ایک برائی بھی ہے۔ اس میں سادگی ہوتی ہے۔ وہ وہاں کا وہاں اس پر آمنا سے چلا جاتا ہے۔ مذہب سے ڈر۔ وہ آدمی مصطفیٰ نہیں ہوتا اس کی حالت سست پڑ جاتی ہے، طاقت میں نے سب نے یہی وہاں ساتھی ہوں کی باتیں کی تھیں، ان کا وہ بہت زیادہ بے چین ہو رہا تھا۔ بار بار خدا سے دعا کرتے تھے۔ یہی سب سے پہلے شک و رفع کرنے کی ہوشش کرتے تھے۔ ان کو اس طرح ترس رہا تھا، ہوتے ہی، یہ سرچاں بیوک کے پاس پہنچے اور فریاد کیا کہ میں بوسے، یہ منہ کی خدمت میں اس وقت ایک

خاص عرض کرے۔ یہی خاص ہو ہوں۔ رشتہ دوستو! ہوں۔

جان بیوک ہاں ہوں ہیں۔ ہائیٹی بات ہے یہ؟

حاجہ منصور کس انداز میں رہے گا بول ترک روئیں تو میں مناسب ہے۔  
بڑوں قبیل میں تہہ سہا کی نہیں۔ سر محمد مفت پر آتا ہے۔ خصوصاً  
ما یک رم پند ہستی مگر ہوتے۔ وہی خوفناک آدمی ہے۔ جانے تھی،  
نوجوانیوں پر چٹا ہے۔ یہ سب قبیل کی طرح اور بوجھ نہیں تو بھی آپ سے  
بھی متدد رہا گا کہ س سے بے کی دہن زمین کی فکر تھی۔

جان بیوک یہ کیا؟

حاجہ منصور! یہ ہر سہ ہے۔ صدہا آدمیوں کا کام اس زمین سے ملتا ہے۔  
سب دن کا میں ہیں چرتی ہیں۔ تمیں بھرتی ہیں۔ پیگ کے یہ میں ہک ہیں  
تھوپے ڈالتے ہیں۔ وہ میں کل گئی تو مارے بھلا کہ ایک سوگ و روگ دوں  
میں میں ہمدوم ہوا میں ہیں گے۔ س کا مدب ضرور پتا لگے۔

جان بیوک اس رشتہ کو میری رون پر پڑے گا؟ میں اس کا بوجھ سہ  
سنا ہوں۔

حاجہ منصور! میں بھی تو آپ کی کے دہن سے ہوتا ہوں۔ میں سہ سہ  
سے سب بچ سنا ہوں۔ سہ مندہ سہ تو مٹھی بوبوشی سمجھتے ہیں۔ حصہ تو یہاں شریف  
رہتے ہیں۔ میں تو تھوں پہر ن آنکھوں کے سہ سے ہوں گا۔ ہر وقت س کی  
نظروں میں منتظر رہوں گا۔ تمیں بھی رہ چیتے ہا چار کھر کی کھوں سہا یہاں لگی۔  
عیال و رادوی ہوں۔ منہ جانے یا پڑے یا نہ پڑے۔ آخر شہ کے مصافحات میں  
ہر زمینیں تو مل سکتی ہیں۔

مذہبی خوف، پرتوتوں و نظروں میں مستحکم نیز بن جاتا ہے۔ خصوصاً ایک جوں شخص  
میں اس کا ہونا ناقابلِ محضو سمجھا جاتا ہے۔ جان بیوک نے ہاؤں مسہر دکھاتے



موتے کہا۔ 'میرے بھی تو بچے ہیں۔ جب میں تمیں ڈرتا تو آپ یہیں ڈرتے ہیں؟ یا آپ سمجھتے ہیں۔ مجھے سپاہ بچے پیارے نہیں یا میں حد سے نہیں ڈرتا؟'

صبر آپ صاحبِ قبر ہیں۔ آپ و مذہب کا خوف نہیں۔ قبرِ مدوں سے مذہب لگتی ڈرتا ہے۔ خدا کا قہر فریبوں کی پرمارل ہوتا ہے۔

جانِ بیوک س نے مذہبی حصوں کے۔ نئی شاید آپ ہی ہوں گے، یہ مذہب میں سے آن تک کبھی نہیں نہ کہ قبرِ مند کی سے قہر بڑی لگتی ڈرتا ہے بلکہ ہمارے مذہب ہی کتاب میں ہے۔ اور کے لیے مستحق کا درجہ زہری بندہ دیا گیا ہے۔

صبر حضور مجھے کس ٹھنڈے سے دوری رکھیں تو بہتر۔

جانِ بیوک آج آپ کس بھڑکے سے دور رکھیں۔ کمال آپ کو یہ بظاہر کہ جانوروں کا ہاک مرنے سے خدا ہر ارض ہوتا ہے۔ آپ مجھے ہواؤں کی تریہری سے دور رکھیں تو میں آپ کو کن کن باتوں سے دور رکھوں گا اور کہاں کہاں قہر پیردی سے آپ کی حفاظت کروں گا۔ کس سے تو یہی ہمہ ہے کہ آپ کو اپنے ہی سے دور رکھوں۔ میرے یہاں رہ کر آپ ہتھ پیردی کا مقصد ساموگا۔

مسر بیوک جب آپ کو قہر یزدوں کا تا خوف ہے تو آپ سے ہر کام نہیں سوتا۔

صبر مجھے حضور کی خدمت سے قہر چھوڑی ہے۔ میں تو صرف.....

مسر بیوک آپ کو، اے ہر قسم کی نہیں رہتی ہوگی۔ خود اس سے آپ کا خدا خوش ہو رہا خوش۔ ہم اپنے کاموں میں آپ سے خدا کو دوست نہ رہی نہ رہنے دیں گے۔

صبر ہر ہی، یوں سو گئے۔ دل کو سمجھنے لگے۔ خدا رحم ہے۔ یہ وہ دیکھتا نہیں ہے کہ میں جتنی چیزیں میں حکم ہو ہوں۔ میرے میں پیاسے۔ ہر عالم کے

حکام کی قمیص نہ روں تو کنبہ کی پرورش کیسے ہو۔ برسوں تک خاک چھوننے کے بعد تو یہ مستقل ذمہ داری ہے۔ سے چھوڑوں تو پھر ن طرح وچہ کی اختیار کرنی ہو گی۔ بھی کچھ ہمیشہ ہے تو روئی دال کا سہارہ تو ہے۔ خاندان کی فریاد کی سردی کے لیے مہذب ہے۔

ماہر علی کو جو۔ ہو جانا پر۔ سے چہ رے پٹی یوں کے مارے گئے بیچ رہا چھ تھے۔ بابا چہ بھی تھے۔ ماہر علی نگر کی پڑھتا تھا۔ اس کے لیے چھ پڑے سنے پڑے۔ ماہر علی نگر کی پڑتی۔ خطا پر علی ماہر علی روہدہ میں پڑھتے تھے۔ لیکن ان دنوں ماہر علی پڑھتا تھا۔ لیکن بھی نگر کی ماہر علی میں بھرتی رہا۔ روہدہ کی پڑتی۔ مارے ضرورتیں قربان تھیں۔ پڑھار میں تھے پیوند لگا جاتے کہ پڑے نصل مکمل ہی چھپ جاتی تھی۔ نئے ہوتے پہاٹو شاید پانچ برسوں میں ان میں نصیب کی نہیں ہو۔ ماہر علی کے پڑنے جوتوں پڑھتے۔ نئی پڑتی تھی۔ خوش بھی سے ماہر علی کے پڑے تھے۔ نئی مہاں وہ اپنے بھائیوں کو ذرا بھی تکلیف نہ سونے دیتے تھے۔ میں بھی ہاتھ لگ رہے تھے سب ن کے لیے نئے پڑے نہ بناتے۔ یہ فیصلہ دینے میں دیر ہو جاتی۔ یہاں تا مدلل رہتا۔ یہاں سے میں کچھ کھانے کے لیے پیسے نہ دیتے تو دونوں ماہر علی اور معین سمیز ہاتھ سے نہ چھیدتی تھیں۔ پیار کی کے یہاں وہ شہر بندہ جھکا رہے تھے۔ یہ یو کی ورنہ پڑتی۔ پانی سرال یہاں رہتے تھے۔ یہاں سے سب سے یک آواز مہذب کے لیے ہوتے، پھر کسی نہ کسی حیدرہ رحمت دیتا۔ سب نے سنا۔ حان بیک کے یہاں نہ تریں ہوئے تھے۔ جیسی سے گویا ن کے دس پھر گئے تھے۔ علی فرم پر ورنہ رہتی تھی۔ ماہر علی کی عمر پندرہ سال سے تجاوز کرتی تھی۔ بابا کی ماہر علی کی نئی ذات سے وابستہ تھیں۔ سوچتے تھے 'جب ماہر علی میٹاک ہو جائے گا، سب سے سفارش کرے پڑیں گی میں بھرتی کروں گا۔ تم کو'

بچوں کے روپے ہوں گے یا تم ہو گے۔ مہمانوں بھائیوں کی آمدنی مل رہی ہے روپے  
 ہوں گے۔ انہی زندگی کا کچھ طلب ہے گا۔ اس وقت تک خطہ ملی بھی ہاتھ میں  
 نہیں ہے گا۔ پھر تو جیس کی جیس ہے۔ اس میں چار برس کی تکلیف دہ ہے۔  
 بیوی سے مل جھڑپ ہونا وہ کہہ رہی ہے۔ یہ بھائی بند ایک بھی تھا۔ اے کام نہ  
 آئیں گے۔ جو یہی وقت آیا ہے جھڑپیں مل جائیں گے۔ تم کھڑے تائے رہ جاؤ  
 گے۔ خطہ ملی تہ تو اب پہیلی سے روٹھ چکے۔ سے کہ میں آگ کا ہوں  
 اس کی کاہ بے در رہے۔

میدوں اور فکروں سے تباہ ہو شخص مسیحا کی تضحیک کا یہ جو ہے۔  
 آقائے قہر نے خدا کے قہر کو مغلوب کر دیا۔ اکھڑی آ رہی ہیں۔ "منہو کا  
 نمک خور ہو۔ آپ کا حکم میرے لیے خدا کے حکم کا بوجھ رہتا ہے۔ تو میں آقا  
 کو خوش رکھنے کا وہی تھا کہ آپ جو خدا کو خوش رکھنے کا ہے۔ مسیحا کی نمک خوری  
 کے خدا کو یہ منہ خداوں کا"۔

جان میں ہے۔ آپ آ رہے ہیں۔ چاہے پناہ مانگیجی۔ مذہب  
 و رتبیہ کو ایک ترزہ میں تو یہ ایک بیوقوفی ہے۔ مذہب مذہب ہے و رتبیہ  
 تجارت۔ اس میں کون سا بھی تحقق نہیں۔ ان میں زندہ رہنے کے لیے تجارت کی  
 صورت ہے۔ مذہب کی نہیں۔ مذہب و رتبیہ کا سنگار ہے۔ ۱۹۹۰ء میں  
 کے لیے یہی ہے۔ آپ کو مذہب و رتبیہ۔ موقع ملے۔ لکھ میں فاس روپے  
 ۱۰۰۰ نمبر ہے۔ نیچے۔ مسجد۔ نیچے۔ نیچے۔ نیچے۔ نیچے۔ نیچے۔  
 خاندان بیت خدا کا نام یہاں ہے۔

جہاں بھی ہے جہاں رہا ہو گھر ہو پس گئے۔

شمار ہوئی تھی، میں پچھلے دنوں ہو جانے پر بھی روں سے ہاتھ پاؤں کرتے

تھے۔ بھنڈن ہوئے جھبھے سے برسوں میں چھپے جاتے تھے۔ چار مارش کی مدد  
پر اپنی پٹریوں کی قوت کا مجموعہ رہا تھا۔ وہاں سے بوشاں تھا کہ وہ وہاں  
کہ پہلے ہے۔ ہوں بھی تھے۔ بوندیں بھی تھیں۔ بھنڈی موٹھی تھی۔ ہر بھی تھی۔  
مختلف حالتوں کے مقابلہ میں موسم ہاں یکہ نہ چلی تھی۔ ٹوٹ ف میں س  
طرح نہ پہنچا۔ سوئے تھے جیسے چوہے ہوں میں سے بھانٹتے ہوں۔ دکان دار  
نہیں ہوں کے ہاں میں جیسے ہاتھ سینتے تھے۔ ڈیڑھ کے ۱۶ سے نہیں مروت کے  
سودے بیچتے تھے۔ رہا چلتے وہاں پر یوں رہتے تھے جیسے قلعہ پر رہتے۔ بڑے  
گھر ہوں عورتیں مرق تھیں۔ مصری آئے۔ آج ہانا پائیں۔ چوہے کے  
ہاں میں جیسے ہاتھ مرق ہے۔ چاہے کی دکانوں پر صاف رہتا تھا۔ ہاں میں کے  
پس چھڑکی میں پائے رہے تھے۔ پائے کی ہمت نہ پاتی تھی کہ نہ ہٹتے۔  
سورس پنی جگہ پر تو بیٹھا تھا۔ پر دھڑ دھڑ سے سوکھی سببوں نکلی رہے جلدی  
تھیں۔ ہاتھ سینہ رہا تھا۔ رہاں آج کہاں۔ ہاں کی دکان مسالہ نکل جاتا تھا  
تو ٹیٹے ٹیٹے کا نایاب منہ پاتا تھا۔ جب سے سیدھا ہاں نے سے دھنسیوں کی  
تھیں۔ میں کے تل چاہے کا خوف کہ پر رہتا تھا۔ سوچتا۔ کیا کی دکان کے یہ  
میں سے کہ میں کی مٹی حفاظت کی تھی۔ میرے دن سے یہ کی تھوڑے رہیں  
ہے۔ ابھی تو چھٹی جوتی ہوں گی۔ مذہبوں کی آغوش نہ ہیں مگر نصب تو کھل جیتے  
ہیں۔ ہوں جانے۔ کوئی دن دکان چاہے یا میرے کی پاد دھیرے دھیرے چھ  
رہے پٹے ہاں چائیں۔ ہتے اور نہیں لگتی۔ ابھی تو ش تھی کہ یہاں ایک کنوہ رہا  
چھوٹا ہاں منہ رہا۔ تا تو مہ نے کے پیچھے پنی کچھ ننانا رقی۔ میں تو ہوں جانے گا کہ  
نہاں ہوں تھا۔ ہاں ہاں کے کنوہ ہوا تھا۔ آج تک اس کا نام پلا جاتا ہے۔  
حضرت میں نے ہوں ہوں تھی۔ آج تک حضرت ہوں ہاں رہے۔ میں نکل گئی تو  
نام ڈوب چاہے گا۔ کچھ روپے تھے وہ اس کام کے۔ مایہ رہا سے ہاں رہا



راجہ صاحب جی آ رہے تھے۔ انہیں آنے میں دیر ہو گئی اور میں نے بھی  
سندھی نہیں دی ہے۔

سورس پنڈ جی اقم بیٹھ چاؤ۔ میں بوڑھا ہو چوں گا۔ گاڑی کے ساتھ ہی رہا تھا  
چپ چاپ۔

راجہ صاحب نہیں تھیں۔ تمہارے بیٹھے ہیں کون ہے ج میں نے۔ تم اس وقت  
بھکاریوں ۱۰۰ کے نہیں، مینڈ ۱۰۰ کے ہیں۔

نایب راجہ ٹیٹھو سوڑٹھو۔ ہمارے سرکار ہاتھت دیوتا روپ ہیں۔  
۱۰۰ کے پنڈ جی ہیں۔

راجہ صاحب پنڈ جی اقم کا تھا بڑا بھلا۔ یوں نہ تھیں گے۔  
نایب راجہ نے ۱۰۰ کے سوڑٹھو میں ہر گز کی پروا نہ کی۔ آپ بھی بیٹھے اور  
رو نہ ہوں۔ سورس کو پٹی رنگی میں فلن پر سو رہوںے کا یہ پس منظر تھا۔ یہ  
معلوم ہوتا تھا کہ میں رچ رہا ہوں۔ تیس چار منٹ میں جب ۱۰۰ کے گاڑی رکتی  
اور راجہ صاحب سر پرے تو سورس کو بکھب ہو کہ اتنی جلد کوٹل آ گئے۔

راجہ صاحب زمیں کوڑے موقع کی ہے۔

سورس سرکار روپ دوں کی فتاویٰ ہے۔

۱۰۰ کے میں طرح طرح کے کامیاب پیدا ہو رہی تھیں۔ یہ صاحب  
نے ان کو یہ میں دیکھنے کے لیے بھیجے تھے؟ ان کے یہ بڑے بھرا تھا تو وہی ہیں تو  
میں نے صاحب کو بھیجا۔ میں نہ کیا؟ آئی سب ایک ساتھ ہیں۔ چاہے  
ہندو، مسلمان۔ ابھی تو میرا تانا بڑا رہا ہے میں۔ جیسے مکر کے ان روں کاٹنے سے  
پتے سے پیسہ ہوا نہ کھل دیتے ہیں۔ مین میں ان باتوں میں آنے والے نہیں  
ہوں۔

راجہ صاحب سامنے کے ساتھ ہندو دست ہے؟

نایک روم نہیں رکھتا۔ یہی نی پرتی پڑی رہتی ہے۔ مارے محمد کی گائیں میں  
 چہ نے آتی ہیں۔ ٹھہری جاے تو وہاں سے کم نفع نہ ہو، پر یہ کہتا ہے۔ بے ہنگام  
 مجھے چوٹی کھانے بھرٹ دے دستے ہیں تو سے کیوں صابوں؟  
 راجہ صاحب چھ تو سو سو سال کا بیٹا ہی نہیں۔ دت جی ے۔ یہ ہنگام کے  
 ارٹھی سے پین موتا ہے۔

نایک روم نکالیں سو سو سال کی عزت کبھی نہ ہوتی تھی۔ بے۔ "منصور  
 س ختم میں ہونی بڑھاری مہاتما ہے۔  
 راجہ صاحب س جنم کا نہیں، س جسم کا مہاتما ہے۔

مچھلی شیش کا خوشامند نہیں ہوتا۔ اور س کو پٹی قرمانی اور سخاوت کی اہمیت کا  
 علم ہی نہ تھا۔ شاید ہونا تو مزاج میں اتنی سادگی اور سادگی نہ رہتی جاے پٹی تحریف  
 کانوں کو کھینچتی۔ مدے ٹکاموں میں سخاوت کا یہی پھرین نعمت ہے۔ سو سو سال  
 ان میں یہ آمان کا ان تھا۔ جسے تحریف یا شیش کا فکر نہیں ہوتا۔ س راجہ  
 صاحب کی فیاضی میں فریب کا شہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ جانے کے لیے لے کر رہا  
 رہا تھا کہ راجہ صاحب کا ان باتوں سے مصعب یہ ہے؟

نایک روم راجہ صاحب کو خوش رہنے کے لیے سو سو سال کی تحریف رہنے لگے۔  
 'اٹھ رہا' سے پر بھی نہیں چھین نہیں ہے۔ یہاں اٹھ رہا، مسدود رہا  
 سونے کا روم رہا ہے۔

راجہ صاحب کو چھ تو بات ہی ہوتی۔ یہ سو سو سال ختم س زمیں سے نہ بچھ  
 مسدود بیدار ہوئے وہ۔ ان سے جو رہے ہیں۔ ٹیکس دھرم کا حق میں لگا دو۔ س  
 طرح نہا رہی خوش بھی پوری ہو جائے گی اور صاحب کا کام بھی نکل جائے گا۔  
 دوسروں سے سے حق دے دے نہیں گئے۔ ہو سکتے رہے۔ اوس۔

نایک روم سو سو سال کو خوش رہا رہا گئے کہ کہیں یہ نکار نہ بٹھا و میری بات

کی۔ پورے سورس کے ہمارے مالک و جوتے ہوئے پتاری کے مہرحہ ہیں۔  
 ن اور سے کارن پرورش ہوتی ہے۔ میں بھی کے سب سے بڑے حکم ہیں۔  
 آپ کے جسم بنا دینی ہے درد کے پر کھوٹا بھی نہیں گاڑ سکتا۔ چاہیں تو سب یہ  
 باتوں مانگتا ہیں۔ سارے شہر کا پانی بند رہا ہے۔

سورس جب آپ کو تباہ و خراب ہے تو صاحب کو کوئی دوسری زمین دیوں میں  
 ۱۰۰ پیسے

راجہ صاحب سے چھ موقوفہ پر شہر میں دوسری زمین ملنی مشکل ہے میں تمہیں  
 اس کے لینے میں یہ قہرمت ہے۔ اس طرح و سب سے سستہ وہاں میں تمہاری  
 آرو میں پورے ہوں گی۔ یہ تو بہت چھ موقوفہ ہاتھ آتا ہے۔ روپے رہا رہا  
 میں لگاؤ۔

سورس مہاراج میں خوشی سے اپنے زمین منتوں کا۔  
 نایک و سورس اس کچھ ہلکے نہیں دھکے ہو کچھ نہیں ہے۔ اس سے  
 باتیں کر رہے ہو؟

سورس پند جی سب نہیں ہے۔ نکھیں نہیں میں تو یہ مدعی (مقتل) بھی  
 نہیں ہے ہر سب میں یہی ہے کی نہیں تو میں کھانپتے و کون ہوں۔  
 راجہ صاحب یہ زمین تو تمہاری ہی ہے؟

سورس نہیں ہمارے امیر کی نہیں۔ میری ماپا ووں کی ہے۔ میری چیز وئی ہے  
 جو میں سے سہا، نہ بل (ہاتھوں کی منت) سے پیدا کی ہو۔ یہ زمین مجھے  
 میرے دھروہ (انت) ملی ہے۔ میں اس کا مالک نہیں ہوں۔

راجہ صاحب سورس اتہاری یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ سورس  
 رمیدوں کے دل میں یہی دیا، تہ ہوتے تو آج سینوں ہر اس طرح تمام  
 بد ہوتے۔ سہ فی بیش و شرت کے بے ٹک برون کی میا تیں برون دیتے ہیں۔



پند جی امیں سے کول میں پہنچو ریش کی ہے کہ رمیدہ رس کو چکی حیدر دینے کا  
 خفیہ نہیں ہے، مین جو چہیدہ اہرم کا جے کے لیے پٹی چاہے اس میں پہنچائیں  
 کہتا۔

۲۰۲ اس اہرم اتار امیر تو اس زمیں کے ساتھ تباہی مانا ہے کہ جب تک  
 یوں اس کی حفاظت رہے ورم ورتو سے جوں کا توں پھور جوں۔

رجہ صاحب مین یہ ۲۰ چاہے تم پنی میں کا ایک حصہ صرف اس لیے اہرم ہے  
 اے رہے ہو کہ مندر وغیرہ سونے سے یہ روپے مل جائیں۔

نایک ۲۰۲-۲۰۳ اس۔ مہاراج کی کہت کا یہ جو بدیتہ ہو  
 سورا اس میں سرکارن باتوں کا جو دینے جوگ (لق) ہوں کہ جو  
 ہوں۔ مگر تباہ سرکار چاہتے ہی ہیں کہ ایک نگلی پڑتے ہی پہنچ پڑتے ہیں۔  
 صاحب پہلے تو نہ بول گئے پھر اہیرے اہیرے حاطہ بنائیں گے۔ ہونی مدد میں  
 پائے سپاہ گاہ۔ ن سے ہوں روزہ مڑانی رہے گا۔

نایک ۲۰۴ مہاراج اسور دس نے یہ بات پائی لی۔ بڑے آدمیوں سے خون مڑتا  
 پھرے گا۔

رجہ صاحب صاحب یا رہیں گے؟ یا تمہارے مدد رکھو اور پھینک دیں گے؟  
 نایک ۲۰۵ مہاراج اس بیا نہتہ ہو

سورا اس سرکار غریب کی گھروں کا گوں کی بھانج ہوئی ہے۔ صاحب رساں  
 ہیں۔ اہرم شالہ میں نہا کا ۱۰ مہا نہیں گئے۔ مدد میں ت کے مجر (۱۰۰۰)  
 سوئیں گے۔ کوئیں پر کے مجروں کا ڈھوا۔ ہو بیلیاں پانی بھر نے نہ جاسیں  
 گی۔ صاحب نہ رہیں گے تو صاحب کے رے رے رہیں گے۔ میرے پاپ دوز کا  
 نام ڈوب جائے گا۔ نہ ہمارے کھٹے کی دلدل میں نہ پھنسا ہے۔

نایک ۲۰۶ مہاراج اسور دس نے یہ بات میرے من میں بھی بھیجی ہے۔ تھوڑے

بٹوں میں مندر، دھرم شاکتوں سب صاحب کا سوچا ہے گا۔ اس میں در بھی  
شک نہیں۔

رند صاحب پچھ۔ یہ بھی مانا، میں در یہ بھی سوچو کہ اس درخندہ سے لوگوں کو کیا  
نکدہ سار کا اثر ہو گا؟ درمستی، دیوانہ پن، دھرم شاکت، یہ سب چاہئیں گے  
یہ بھی جتنی ہو جائے گی۔ بیوں کی نئی نئی دکانیں کھل جائیں گی۔ سب پاپ کے  
کارتوں، اپنی سب بھجی۔ رند چاہا ہے گا۔ یہیں ہرے اور مل جائیں  
گے۔ پترے، گوے، بھونی، درزی، کبھی کوئی مدہ ہوگا۔ کیا اس کا تو کم کو مدہ ہوگا؟  
نایک رند، سب سے پہلے اس ایک کچھ نہیں جانتا ہے۔ وہ بے سرکاروں میں  
مندان ہے کہ تم سے تفریق دیتیں۔ اس سے ہیں۔ دھرم حاکم ہوتا تو ایک ختم نامہ میں ماری  
رہیں تمہارے ہاتھ سے نکل جاتی۔

سورس اس لیے تو ڈک چاہتے ہیں کہ حاکم دھرم، تہوں۔ نہیں تو کیا، بیٹھنے  
نہیں میں کہ حاکم سب بے مافوں، اور کے بات نہیں کرتے۔ ان کے سامنے  
حڑے نہ ہونے کا تو یہودی نہیں ہوتا۔ باتیں کون رتا؟ اس لیے تو منہ لے میں کہ  
اور راجوں مہاراجوں کا راج ہوتا جو ہمارا دھرم دہستے۔ سرکار، بات نہیں کہتے  
میں۔ کچھ کی روتی ضرور برے گی۔ سرکاروں سے لوگوں کو مدہ بھی خوب ہوگا، مہن  
ہیں۔ یہ روتی ہوگی، ماب ناڑی، سب کا بھی پتہ چڑھ جائے گا۔ سبیں بھی تو آ  
رک جائیں گی۔ پرانی آدمی ہماری بہو بیویوں کو کھو رہے گے۔ لٹا دھرم ہوگا؟  
بہت کسے ماب پناہ کام چھوڑ، مجھوں کی جی تہاڑیں گے۔ یہاں برکی برکی  
باتیں سیکھیں گے اور اپنے بڑے چہن (چال چلن) اپنے کاروں میں  
پھیل جائیں گے۔ رہا تو ان بیویوں، بیویوں کی جوری رنے آئیں گی۔ اور یہاں پیسے  
کے موبھ میں با دھرم بٹاریں گی۔ جو روتی شروں میں ہے، وہی روتی یہاں سو  
پائے گی۔ بھنگوں نہ رہیں یہاں وہ بات ہو۔ سرکار ٹھہرے کو رند دھرم نے

پچ نہیں۔ یہ سارے پاپ میرے سر پر لگا۔

نایک سارے دین بدعت اور اس بدعت چلی۔ بت کہتا ہے۔ غلبہ، بکلی، احمد آباد،  
کون چڑھاپے کے کپڑے (قبول) اسے کبھی جگہ سمجھتے یا ہوں۔ جھانٹ لگ رہے تھے  
رہتے ہیں۔ ہوں بہانے لگا کارٹ نے ہیں، وہاں وہاں ملکی جڑا بھی ہے  
رہنہ صاحب یہ یہ پر یاں نیچے تھکے معمول میں نہیں ہیں؟

سارے سرکاران کا سدھار بھی تو بڑے آدمیوں کی کے ہاتھ میں ہے۔ ہوں  
برکی داتیں بکلی سے ہیں، وہاں سے بٹا۔ سے بڑے نہیں مریضیا مانا تو  
منا سب نہیں۔

رہنہ صاحب ٹھیک کہتے ہو۔ سارے اسٹٹیک کہتے ہو۔ تم جتنے۔ میں ہار گیا۔  
تمہاری۔ توں سے طبیعت خوش ہوئی۔ بھی شام آتا میرے یہاں ضرور آتا۔ توں  
وقت میں نے صاحب سے کس میں سے جسے رہا، بنے کام دیا یا تھا، یہ باتیں  
میرے احیون میں نہ آتی تھیں۔ بپم ٹیٹو رہو۔ میں صاحب سے ہر دوں گا  
کہ سارے میں نہیں آتا۔ نایک سارے اور اس کوئی بات نہ نکلیں نہ  
سوئے پڑے۔ بپم چلتا ہوں۔ یہ وہ سارے اسٹٹیک کہتے ہوئے دوتے دوتے  
مزدور ہیں۔

یہ بہانے ہوں۔ ایک رہا یہ سارے کے ہاتھ پر رکھو، چلا، یہ۔ نایک سارے  
نے کہا 'سارے اسٹٹیک صاحب بھی تمہاری کھوپڑی کو مان گے۔'

3

صوفیہ مولدے ساتھ رہتے چر مینے نر گئے۔ پٹ گھوڑ گھوڑوں کی ہوا  
آتے ہی اس کے دہ میں ایک آگ نہ جل نھتی تھی۔ پھو پھو رور نہ بک ہر  
اس سے مٹنے پڑتا، پکھن کی نے گھوڑے کے حیات نہ چھوڑتی۔ وہ کبھی بو بھانے  
بھی نہ جانتی کہ کہیں ما سے ما نہ ہو جائے۔ مرچہ نہ نہ اس کے دہانے ت

کہ سب سے مخفی رکھا تھا ہیں قیوس سے بھی کس نے حالت سے وقف ہو گئے تھے۔ کس لیے شخص یہ خیوں تھا کہ وہ اپنی بات نہ نہ پناہ جو کس ہاگو رہو۔ نہ کہ تو کس سے متنی صحبت ہوئی تھی کہ مردہ ترن کے پاس بھی راقی۔ کس صحبت سے مذہب ہو گئی مذہب و فساد تباہوں سے رغبت نہ لگی تھی

لہر نکلتا ہو تو کس کی مرمت کی جان ہے۔ روح ہے، سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ صوفی، جب معصوم کہ یہ ہگ میری ساری باتیں چاہ گئے تو اس نے پراہ راتے کا یال ترک کر دیا۔ مذہبی کسے مطالعہ میں مصروف ہوئی۔ پرلی مذہب میں اس سے بیٹھے تھے۔ ہاں ان میں باتوں کا زخم مدلل ہو گیا۔ ہنگ دیوں جو ذاتی حدود و ردیوں کو نامن سب ہیئت دے دیتی ہے، اس میں شہادت و خدق کے اندر میں سے چھ معصوم ہو گئی۔ اس نے یہاں کا قصہ نہیں پایہ نہ نہ ہی ہنگ دیوں کا تصور ہے۔ ان کے دیال کا دورہ محدود ہے۔ ان میں آزادیوں کا ستر کرنے کی صورت ہی نہیں ہے۔ اس سے ہیں ماحق ناراض سواری ہوں۔ یہی بک کا نام تھا جو کسے دل میں ہمیشہ ہفتا رہتا تھا۔ جب وہ نکل گیا تو اس کو سوت ہو گیا۔ کس کا وقت مذہبی تب کے مطالعہ و مذہبی صوفیوں کی تحقیقات میں نہ رہنے لگا۔ ہاک در اول کا دہرین مدح ہے۔

میان کس مطالعہ و تحقیقات سے کس کے اس فقرہ رآ جاتا ہے، یہ بات نہ تھی۔ طرح طرح کے شکوک و شبہ پیدا ہوتے رہتے تھے۔ مذہبی کا مقصد یہ ہے؟ ہر مذہب میں اس کا حد حد جو سماتا تھا یہاں تک کہ یہ نہیں مد جس ہاں قیوس رہے۔ مفرات کیا ہیں؟ یا صرف عقیدت مندوں کی فرضی باتیں ہیں۔ سب نے مل مسند یہ تھا کہ عبادت کا مقصد یہ ہے؟ خدا کیوں انسانوں سے اپنی عبادت کے لیے کہتا ہے؟ کس سے کس کی نمائندگی ہے؟ یہ وہ پٹی صحت سے پٹی تعریف کس رجوش ہوتا ہے۔ وہ توحیدوں پر غور رہے ہیں کس قدر مجرمی کہی کی رہزمرہ



صوفیہ ہن 'امعاف رنا میں یک بڑی بھس میں پڑی ہوئی تھی۔ بھی تک وہ  
 تھکی نہیں سلجھی۔ میں بت پر قی کو بظلف لفظیوں رتی تھی۔ میں بھتی کر، شیوں نے  
 سہ ف جہلا، کی روحانی مسکن کے سے یہ طریقہ یہ دیا ہے، میں اس کتاب میں  
 بت پرانی کا جو زبانیہ ساما، ال کے اور چھ بت یہاں ہے کہ آج میں سوتی پوچھ  
 ن قلم ہوئی۔ مصنف کے اس کو سنیہ طریقہ پر ثابت کیا ہے۔ یہاں تک کہ  
 سورتوں ن بناوت و روحانیت ہو بھی نہیں صریحوں پر مبنی فر دیا گیا ہے۔

ندو میرے سے ہیں و آہ۔ ان کے تیسرے دس چلی جاؤں گی۔

صوفیہ یہ تم نے من جم سان۔ پھر میں یہاں کیسے ہوں گی؟

اس جملہ میں ہمدردی میں بدہ فوضی تھی لیکن دہ نے اس کا مطاب یہ سمجھا کہ  
 صوفی کے سے میری جدلی ناقابل راقت ہوگی۔ ان۔ "تمہار جی تو تمہا  
 میں بہل جائے گا۔ میں بت تمہاری دہ میں تڑپا رہی گی۔ آج جو تمہاری صورت  
 یکا کے سے لگی نہیں ہے۔ نہنگی۔ یہ معنی صورت آنکھوں کے سامنے پھر  
 رہی گی۔ بس رتھ میں بر نہ گئے تو یک سند رہی۔ کیا ممکن نہیں ہے کہ تم  
 بھی پچھ دس میرے ساتھ رہو، تمہاری صحبت نے میری زندگی بھی مدھربا ہے گی۔  
 میں اس کے سے پیشہ تمہاری مسون رہوں گی۔"

صوفیہ تمہاری صحبت ن یہاں۔ ہاں چاہے چاہے۔ چاہے تو چاہے۔ نہ  
 چاہے تو نہ چاہے گی۔ مگر یہ تو تھوڑے رجبہ صاحب سے بھی پوچھ لیا ہے۔

ندو یہ سنی من بت ہے کہا کے یہ ن صانع مبنی پر ہے۔ مجھ نے  
 ہر کہتے رہتے ہیں کہ تمہارے سے یک لیدی ن صورت ہے۔ کہ تمہار جی  
 گھبرا اہوگا۔ یہ عجیب یزمن رجوشی سے چھوے نہ نہیں گئے۔

رنی جانہوی تو ندو کے رخصت کی تیاریاں ررنی تھیں و ندو صوفیہ کے سے  
 میں ہر پڑے۔ رر لکھتی تھی۔ ہاں و قسم کی پرتشوں سے کی صندوق ہر

یہ وہ سے ایسے صاٹ سے سے جانا چاہتی تھی کہ گھر وں وں دیں، اندروں میں  
 من سب ترس رہیں۔ پر جھ بیوک، صوفیہ کا مذہب کے ساتھ جانا چھوڑتا تھا۔ اس  
 کہ اب بھی امید تھی کہ وہ غصہ ٹھنڈ ہو جائے گا وہ صوفیہ و گنگے لگا میں کی۔  
 صوفیہ کے چلے جانے سے مغالطہ کا ہر حصہ میں سر تھا اس نے صوفیہ چھوڑ دیا۔  
 وہ مذہبی تجویز و نامنظور نہ رہا چاہتی تھی۔ اس نے عہد ریا کہ اب لھرنہ جوں کی۔  
 تیسرے وزیر جہ مہر رہا، مذہب و حصہ رہے۔ وہ مذہب نے، ہاتھ  
 سے سارے صوفیہ کو ساتھ چھوڑنے کا تدبیر چھوڑ دیا۔ وہ۔ میر جی وہاں کہے تھے یا  
 تاپ۔ اس صوفیہ کے رہنے سے میر جی بھل جائے گا۔

مسیدہ ریاس بیوک بھی تک نہیں ہیں؟

مذہب یہ ہے کہ وہ بھی معدت میں آزار دینا چاہتی ہیں، ورنہ کھ  
 اسے اس آزار دینا کو برداشت نہیں کرتے۔ وہ وہ سے وہ اپنے گھر میں جاتا  
 چاہتے ہیں۔

مسیدہ ریاس بیوک کہ اس کے میری یہاں رہے سے میری نئی بدنامی ہوگی۔  
 مٹ بیوک، وہ بدنامی ہوگی، وہ یہ ہر غم سب ہے کہ میں نے کیڑی و  
 اس میں مرھی کے بغیر اپنے لھر میں رکھوں۔ اس میں سر بدنامی ہوگی۔

مذہب مجھے تو اس میں بدنامی دے گا۔ اس نے نظر میں آتی۔ یہ ابھی اپنی نبی کے  
 یہاں مسلمان نہیں مونی۔ صوفیہ کا مزاج بھی یہاں نہیں ہے کہ وہ دھڑکھڑکے سے  
 لگی۔

مسیدہ ریاس بیوک کہ میں سے قتلے کی وجہ میں کہ میں نے قاتلہ رہے، ساتھ  
 نام سب مجھتا ہوں۔ تم میں یہ بڑا حیب ہے کہ میری کامیابی سے پہلے اس پر  
 نور رہا ٹھیک نہیں سمجھتے۔ یہ قاتلہ کی رہے میں خدا کی رنج کی محنت کرنے  
 میں کون برائی نہیں؟ اس کے گھر۔ میں کو چاہتے ہیں کہ وہ ظاہر ظہر ہے اپنے

مذہبی حکام نے پابندی کر لی۔ روہتا بھی نہیں رہتیں تو میں بھی ہوں گا کہ س کی  
آر انیوں ۲۰ زونیت کی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا ہے۔

لدو میں میں نے سے وعدہ رچھی ہوں۔ میں کی دن سے نہیں تیار ہوں میں  
مصرف اس میں اس جی سے جارت لے چکی ہوں گھر کے بھی ہلکے اور  
چارج نہ ہیں کہ وہ میرے ہاتھ جاری ہیں۔ میں حالت میں رہیں نہ کو نہ  
لے کی تو ہلکے چنوں میں یہ کہیں گے "پاپے" میں میری کتنی روہتا ہو گی۔  
میں نہ دوسرا کہنے سے قابل نہ رہوں گی۔

مہید رومانی سے بچنے کے لیے سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ تھوڑے کس سے  
کے شرم کی ہو تو میں ہر دوں۔ وہ اتنی نادان نہیں ہیں کہ تنی مولیٰ کی بات نہ  
جھجھکیں۔

لدو مجھے نہ لے ہاتھ رہنے رہتے نہ سے کی قدر محبت ہوئی ہے کہ نہ سے  
یہاں بھی عید اور ہیں مجھے ہش معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تو خیر یہ نہیں۔ جتنی  
ہوں۔ ابھی نہ کبھی نہ سے حد نہ ہوئی تھی۔ اس وقت سب سے زیادہ فکر مجھے پٹی سہی  
کی ہے۔ وگ کہیں گے۔ بات ہر رہی ہوئی۔ صوفی نے پتے صاف نکال دیے  
تھو۔ میرے بہت سے سنے پر راضی ہوئی تھی۔ آپ میری خاطر سے۔ اے میری  
یہ تمہارا ہوں سچے۔ پھر میں آپ سے پوچھنے بغیر ہونی کا مرہ روں گی۔

مہید رومانی طرح راضی نہ ہوئے۔ لدو روہتا۔ اس نے منت نہایت کی۔ وہ  
چھوٹی پٹی۔ اس نے وہ کبھی مت پرچھو سے نہ کبھی بے رہ نہیں ہو لے یہاں شہ کا پتھر کا  
دل نہ تھیں۔ اس کو نہ نام دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز تھا۔

جب مہید رومانی ہر چھو گئے تو لدو بہت دیر تک حالت غم میں ٹھہری رہی۔ دوبارہ  
بھی دیول نہ تھا۔ صوفی اپنے دل میں یہ ہے۔ میں نے اس سے کہہ رہا تھا کہ  
میرے ۲۰ میہ کی کوئی بات نہیں نہ تے۔ اب وہ چھو گی کہ وہ اس کی بات بھی نہیں



پڑ چھتے۔ بات بھی جی سی ہے۔ انہیں میری کیا پروا ہے؟ باتیں جی ریں گے گوہر  
 سے ریاض فیاض طبع، نیلا میں، ہنسی شخص نہیں ہے۔ یہ وہ سب کی ہوس ہے۔  
 نہیں تو یہی منظور ہے کہ وہ بھر تباہی بھی اپنے نام و روبرو ہے۔ دل میں جلتے ہوں  
 گے کہ صوفی کے ساتھ اس کے ان گلی آرام سے کہیں گے مجھے تید چوں کی طرح  
 رکنا چاہتے ہیں۔ نہیں صد رمانا تاتے تو میں یا ضد نہیں رشتہ۔ میں بھی سے جیتی  
 ہوں۔ آپ صوفی، چنے دیں گے تو میں بھی نہ چاہوں گی۔ میرا ہی یہاں ہے  
 چھ نہیں۔ وہ میں ڈرتے ہیں کہ صوفی کے جانے سے گھر کا شرعی بڑھ جائے گا۔  
 نہیں وہ ہیں ہی۔ اس دست، چھپا، کے لیے بدنامی کا ہوا ہے۔ وہ اس شخص  
 کو دوسروں کی نیک نیتی پر شک کرنے لگتا ہے۔

اس کے وقت چاہی میرا نہ چلی تو اندر سے یہ باتیں نہیں ہر صبر  
 کیا کہ تم مہینہ رکھو سمجھو صوفی کو ہے جاے پر راضی مردو۔ جاہو کی سے کہا تمہیں  
 یہ باتیں ماں پاتیں؟

مردو ماں! میں اپنے دل سے ہماری ہوں۔ میں ضد نہیں کرتی۔ میں نے  
 پہلے ہی صوفیہ نے نہ ہمدیا ہوتا تو مجھے ذرا بھی مدد نہ ہوتا۔ پر ساری تیاریوں کے  
 اس کو نہ جانے جوں تو وہ اپنے دل میں یا ہے گی۔ میں اس کو نہ میں دکھا سکتی۔  
 یہ تکی چھائی ہی بات ہے کہ میرا ذرا بھی خیال ہوتا تو وہ نکار نہ کرتے۔ یہی  
 حالت میں آپ کو نگر میں رہتی ہیں کہ میں نے اسے مخرج کی تیس رو؟  
 جاہو کی وہ تہہ ہے؟ میں ہیں۔ اس کی سب باتیں تمہیں مانتی پڑیں گی۔

مردو تو وہ میری ذرا ذرا کی باتیں بھی نہ ہیں؟  
 جاہو کی ہوں انہیں اس کا اختیار ہے۔ مجھے تو آتی ہے کہ میری صیغہ اس کا  
 تمہارے اوپر چھ بھی کر نہ ہو۔ میں تو شوہر پرست قوی چھتا ہوں کہ اپنے  
 شوہر کے حکم پر مرنے کے سامنے جی عزت یا دست کا ذرا بھی خیال نہیں ہوتا۔ وہ

نہیں رہے بل چسے وہیں تو تمہارے فریض ہے کہ سرے بل چو۔ تم تنے کی میں ٹھہر  
نہیں۔

ندو آپ مجھ سے وہ رنے کے لیے متی ہیں جو میرے لیے ناممکن ہے۔  
جانبائی، پیپارہ، میں تمہارے مہ سے کسی باتیں نہیں سن سکتی مجھے نہ پیشہ  
رہا ہے کہ سب سے صوفی کی آواز دیاں کا جو تمہارے اوپر بھی تو میں چل رہا  
ندو نے اس کا کچھ جواب دیا۔ خوف تھا کہ میرے مہ سے ہنسیا نظر نہ نکل  
پڑے۔ اس سے اس کے دل میں یہ شک و رہی جھڑے تو لے چوری صوفی کا  
یہاں رہنا ہی مشکل ہو چکا ہے۔ اور ساتھ بھریک و مٹا مٹھی رہی۔ سب گزاری  
پھر مہان پر پہنچی وروا اتر رہے مرہ کی طرف جائے غی تو جانہوی نے کہا۔ ”بیٹی  
مہ سے ہاتھ جوڑ رہتی ہوں۔ مسجد سے اس پارے میں بیک لفظ بھی نہ جتا۔  
نہیں تو مجھے بہت رنج ہوا۔“

ندو نے اس کا کچھ اس مدد سے دیکھا، اس سے اس کی شہادت کا طہر ہونا  
تھا۔ پھر اپنے مرہ میں چلی گئی۔ خوش قسمتی سے مہینہ رمار کا تاکہ اس سے ملے۔ مہ چلے  
گئے ورنہ ندو کے لیے اپنے نیابت کا رونا بہت مشکل ہو جاتا۔ اس کے دل میں وہ  
رہا اس مہ کی تحریک ہوتی تھی کہ چس رعوایہ سے معافی مانگوں۔ صاف صاف ہم  
ہوں۔ ”مہن میرے کچھ نہیں ہے۔ میں اپنے ذاتی ہوں۔ سرور اصل مجھے س قدر  
سہ دی بھی نہیں ہے۔ اس قدر کہ میرے گھر کے مہ یوں ہوتے۔“ امین یہ سوچ رہا  
رہا تھا کہ وہ بہت نامیہ لے لے بھی مرض کے خوف ہے۔ میں صوفی کی  
نگاہوں میں رجواں کی۔ وہ مجھے کی اس میں ذرا بھی خود راہی نہیں ہے۔

نوبت کے گئے تھے اس سے منے آئے۔ وہ ذاتی جہاں کی حالت میں ٹھہری ہوں  
اپنے صندوق میں سے صوفی کے لیے خریدے ہوئے پائے والی تھی و سوچ  
رہی تھی کہ نہیں اس نے پاس یہ سمجھوں۔ خود چاہے کی ہمت نہ پاتی تھی۔ و نے

گھٹھ کو دیکھ رہیوں۔ 'کیوں' ہے 'اگر تمہاری ساری بچیوں کی جگہ کو چند دنوں کے  
 لیے اپنے ساتھ لے چلا ہے تو تم سے ملے۔' وہ گے یہ خوش ہو گئے۔  
 'میں میرے ساتھ یہ رسول کبھی پیدا کی نہ ہو گا۔ اس لیے میں اس سے  
 اپنے ساتھ تو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔  
 'میرے رسول تو اپنے ہی پیدا ہو چکا ہے۔  
 'میں بہن، مجھے تمہاری باتوں سے خوف محسوس ہوتا ہے۔

میرے لیے یہ کہ تم اپنے کو دھوکا دے رہے ہو میں دراصل تم سے بہت گریہ  
 پائی میں بہت تم سمجھتی ہوں۔ یہ تم سمجھتی ہو کہ تمہاری کسی رو بہ تک گھٹھ میں نہ آتا۔ ہر  
 وقت بیوقوفی کے کاموں میں مشغول رہنا۔ اس صوفیہ کی طرف سے گھٹھ میں رہنا  
 بھلا۔ اس کے لیے یہ سے بھلا۔ اس بل پائل و چھپا سکتا ہے تو تمہارے دل میں  
 تیرے کے ساتھ کئی سوئی ہے؟ میں یاد رکھتا کہ اس بل چلائی اور وہ بھی نہ  
 ہے۔ نہ چھٹا، نہ گلا۔ میرے تمہارے قدر و احترام ہے جس کو کوئی تو اپنے ساتھ کا  
 بھی نہ رہتی ہوگی۔ وہ تم پر مشیت رکھتی ہے۔ تمہارے صفیہ شہزادہ خدمت کے  
 جذبات نے اس کو مرفقہ بنا دیا ہے، میں اس میں نہیں سمجھتی ہوں اس کی عقیدت  
 میں عشق کا ذرا بھی شائبہ نہیں۔ اس پر تمہیں صدمہ دینا ہے سو اپنے یہ وہ تم سے رہتا  
 اس مشکل سے خوب و کف ہو، پھر بھی میں تم سے ہر صدمہ ہمتی ہوں کہ تم کچھ دن  
 کے لیے کسی چھ چار۔ تب تک شاید عفو بھی اپنے لیے کوئی نہ ہوں۔ یہ ڈھونڈ  
 ہو گئی۔ ممکن ہے اس وقت کی ہوشیاروں کے وہ چاروں کا تیناں ہو، یہ سے بیچ  
 جائے۔

وہ بہن بہن سب تم سب کچھ جانتی کی ہوتو تم نے یہ چھپا ہوں۔ اب میں ہوشیار  
 نہیں بن سکتا۔ نہ چار پانچ کمینوں میں میں نے جو روحانی تکلیف برداشت کی ہے،  
 سے میرے دل کی جاتا ہے۔ میری عقل بگڑی ہے۔ میں اب کبھی صاف ہوئے پر بھی

اندھے میں رہ رہا ہوں۔ جان بوجھ کر زہر کا پیالہ پی رہا ہوں۔ کوئی رکاوٹ، کوئی  
 وقت، کوئی خوف، اب مجھ کو ہادی سے نہیں بچ سکتا۔ ہستہ میں تھیں اس کا بیٹن، نا  
 ہوں کہ اس آگ کی ایک چنگاری ہو ایک پٹ بھی صوفی تک نہ پہنچے گی۔ میرے  
 بدن جل جائے۔ بدیں تک خاک ہو جائیں، مین صوفی اس تمدن چمک تک نہ  
 اکھٹی آئے گی۔ میں نے بھی تہیہ ریا نے کہ جتنی حد مومن کے میں یہاں سے پور  
 ہوں۔ اپنی خدمت کے لیے نہیں بد صوفی رخصت کے لیے۔ آہ اس سے تو یہ  
 نہیں بڑھتا کہ صوفی نے مجھے آگ میں جل جانے کا ہوتا۔ میرا پروہ ڈھکرا  
 جاتا۔ رو مدو یہ بات معصوم ہو گئی تو ان کی یہ حالت ہو گی۔ اس کے تھری سے  
 میرے بدن کے رونے سے ہرے ہو جاتے ہیں۔ اس میرے لیے وہ پرانی گا  
 رکھیں اب مرنے کے سو ور کوئی چار نہیں ہے۔

یہ ہمہ رو نے نگھ یک دم باہر چلے گئے۔ ندو، لیونینو، ہتی کی رہائی۔ وہ اس  
 وقت جوش میں اس سے بہت زیادہ ہو گئے تھے۔ تو وہاں چاہتے تھے اور یہ تک  
 بٹھتے تو نہ جانے کیا ہو جاتے۔ مدون حالت اس جانور کی نہ تھی اس کے  
 چہ بندھے ہوں اور سامنے اس کا گھر بل رہا ہو۔ وہ دیکھ رہی تھی یہ آگ مارے گھر  
 کو پورا کرنے کے لیے ونچے ونچے منصوبے، اس کی بڑی بڑی خواہشیں، اپ  
 کے بڑے بڑے حوصلے سب میا میٹ ہو جائیں گے۔ وہ ان قسم کے پیچیدہ  
 دیوانے ہیں پڑی ہوئی ساری رات روٹیں بدلتی رہی۔ سچ اچھی تو دور رہا اس کے  
 لیے پکلی ہڑی تھی۔ وہاں کے گئے سے پٹ روں۔ ہاپ کے فدا ہو  
 آنسوؤں سے دعوایہ و رکھر سے رخصت ہوں۔ وہ میں صوفیہ کا مہر پڑتا تھا۔ ندو  
 اس میں طرف دیکھ بھی نہیں۔ صوفیہ مجھ پر زہر پر آن ورتکھوں میں  
 سو بھرے ہونے کی بات تھیں۔ ندو نے محنت دیکھ کر یہ ورا گے بڑے  
 کی۔



جی جیتی ہوں بٹی اقم سے میرے وہ کون مہی منہ چومے ہوتے۔

صوفیہ آپ دن رات فنت ہے جو یہ کہتی ہیں۔ مجھے تو یہی ہے کہ خدا نے جاتے  
وقت مجھ سے ہاتھ بھی بندھا۔

جانبائی، یہ اس نے یہ تو محض مذمت و جہ سے میں کم سے جی جیتی ہوں  
یہ سیرجی ہاؤس میں نہ ہوگی۔ تھے روک رہیں نے اس کے ہاتھ نہ  
ماتحتی نہ ہے۔ یہ کون ہیں کا وہاں، اگلی جی نہیں گتا۔ مہینہ بھر رو جاتی ہے تو صحت  
بہتر جاتی ہے۔ قتی بڑی راست ہے۔ مہینہ بھر رو جاتی ہے تو صحت  
نہیں تو مہینہ بھر رو جاتی ہے۔ چھری آمدنی روز جی کا سب لکھتے لکھتے  
تھہر جاتی ہے۔ پھر یہ ایک ایک پڑے گا۔ مہینہ بھر رو جاتی ہے۔

اس سے بھی فرق ہے تو اس کے سر پر جاتے ہیں۔ مدد و اختیار ہے جتن چاہے ترجیح  
رے وہاں ضرور رکھے۔ رجب صاحب کی بیوریت میں رہتے۔ سولی نور  
یہ پیسہ چل رہا ہے تو اس پر صرف رہتے ہیں۔ جو اس نے ساری عمر میں  
خدمت کی ہو۔ یہاں میں مدد و کوشش کی تھاکہ سے بھی نہیں پہنچتی، چاہے وہ کبھی کا  
گھر کیوں نہ ڈھلائے۔ وہاں فارڈن بوت پر روپہ صاحب کی جھڑیوں نے  
پہنچی ہیں۔ بچی سے رات میں ہواشت ہو سکتی۔ جو تودیق نہیں (درمیں بندو  
عورت کا احترام ہے اپنے رو سے لگتی ہے۔ وہاں ۲۵ رات ہے۔ وہاں اس کا سب کچھ  
جائے امین وہ جوں تک کے ہا مے آ کر روپہ اس کا دل پھیل گیا۔ صوفی اچھے  
بہنگوں سے وہ پکے یہ وہاں کی ۱۲ چھوٹے ٹھنڈے ہو جاتا ہے۔ مدد و کوشش نہ  
دل و رو بہ مزاج سے۔ نے تھان مستقل مزاج اور متقی ہے۔ تھن تو جاتی ہیں  
معلوم ہوتا ہے دوسروں کی خدمت کرنے کے لیے ہی اس کا جنم ہوا ہے۔ گھر میں  
کی کئی کو بھی کوئی شکایت ہوں وہ سب کام چھوڑ کر سنی دو دور رہے گا۔ ایک  
بار مجھ کو بخیر آئے گا تھا۔ اس کے لیے تین ماہ تک دور زہ کا منہ نہیں دیکھا۔ ہر

وقت میرے پی پاس بیٹھ رہتا۔ کبھی پلکھ جھٹاتا، کبھی پاؤں سہاتا، کبھی رماں دیر مہا  
 بھارت پڑھ رہتا۔ لٹری ہتی میٹا چا، گھگھو، چوہ۔ آخر یہ وندیاں بانڈیاں س  
 دن کام آئیں گی۔ ڈکٹر روہتے ہیں تم کیوں میرے ساتھ قہوتے ہو میں ہم  
 کی طرح صگی۔ چنا ب کچھ دوں سے سیو مہنی کا قہم رہا ہے۔  
 صاحب کو ویو مہنی سے مہنی ڈپٹی کے، وہو نے کی کی صحبت کی برکت ہے۔ ورنہ  
 آج سے تیس سال ڈاکٹر کا سٹیشن پسد سارے شہر میں ہے۔ ان میں دوبار  
 جو مت ہتی تھی۔ درجنوں دھوبی وردوزی پڑے، اٹھو نے درہیتے سے یہ نور  
 تھے۔ پیرس سے ایک شوشا، مہنی سڑے سندرنے سے یہ تیا تھا۔ شمشیر ہر ٹلی  
 سے ہور چئی کھانا پکاتے تھے۔ تصویروں کا تماشوق تھا کہ کسی بار عہدہ تصاویر خریدنے  
 کے یہ مہنی کھانا غریب۔ پیرس نے بگتے تو مسیح ساروں کی صاحت ساتھ  
 چلتی۔ "ہا، ہیسے کی مست تھی۔ مینوں ہکاری لھیسے رہتے۔ کبھی شمشیر، کبھی بکایا، کبھی  
 میس۔ فٹکار کھیندن عرض سے جاتے۔ نے نے ن کا پست رکھا ہی۔ جنہ  
 کاہن گت ہے۔ پہلے جنم میں ضرور کوئی رت رہا ہوگا۔

صوفی آپ کے دل میں خدمت و عقائد کے یہ بند خدمت س طرح پیدا  
 ہوئے؟ یہاں تو عموماً رنیوں پیش پر قی میں مجوز ق ہیں۔

جانبائی، بیٹی یہ ہاٹنگوں کی نصیحتوں کے سبب ہو۔ جب اندوہ ساروں تھی  
 تب میں یہاں پڑی۔ ڈکٹر سنگوں میرے معاجن عرض سے آئے۔ ضعف قلب کی  
 شکایت تھی۔ طبیعت کبھی رقی۔ ہویا کی نے چاہا، یہاں ہاٹنگ صاحب سے مجھے  
 مہا بھارت پڑھ رہتا، شروں کیا۔ کس میں میر جی س قدر لگا کہ کبھی کبھی آدھی  
 رات تک بیٹھی پر سارے تھک چاق و ڈاکٹر صاحب سے یہ تھو رنٹی۔ پھر تو  
 ہادی کی دانتوں کے پڑھنے لکھنے۔ پڑھا گا کہ رچیتوں کی سی دنی، تان  
 نہیں جو میں نہ پڑھی ہو۔ وقت سے میرے دل میں قومی ممت کا جذبہ پیدا ہو۔

ایک نئی خوشی پیدا ہوئی۔ کاش میرے بس سے بھی کون یہ شکار فرماتا جو ہمیں  
 ارگاس، اور پرنا بون طرح قوم کا سر، نچا۔ تا۔ میں نے عہد یہ کیا کہ اس وقت اس  
 کہ ملک قوم کی ملک کے لیے وقف رہوں گی۔ میں نے دنوں تیار رہی ہوئی رہیں  
 یہ سہنی صرف ایک، روزہ صفا دھنی۔ پنے رتن تک۔ پنے ہاتھ سے دھنی تھی  
 ایک وہ دیو ہاں تھیں جو قوم کی جان بچانے کے لیے جہاں تک دے دیتی تھیں۔ ایک  
 میں مدد سب ہاں کہ انہی وہ فیت کے سارے تفکرات سے سارے رہتے ہوئے  
 سہ فیش عشرت میں بتاتا ہوں۔ مجھے اس قوی زوال کو دیکھ کر اپنی فیش پسند نہ  
 نہ رہتی تھی۔ خیر مٹا۔ میری سن۔ تیسے سارے سارے کا جسم ہو۔ میں نے  
 بچپن سے ہی اس کو خفیاں دھانے کا دیکھنا شروع کیا۔ نہ بھی گروں پر داتی نہ  
 کبھی ہریوں، ویوں، ویاں میں جانے لیتی، نہ بھی مچا۔ سہا۔ کو اپنی۔ اس  
 برس کی عمر تک سہ فیش و ستروں کے فارم میں سہا۔ اس کے بعد میں  
 نے سہا۔ سٹون کے پورے دیے۔ مجھے ان پر پورے عہد تھا، اور مجھ کو فخر ہے کہ میں نے  
 نے سہا۔ و تربیت کا پورے شخص پر رکھا، اس کام کے لیے ہر طرح سے مل تھا۔  
 وہ رہے زمیں کے بیشتر ملکوں کا غرر چٹا ہے۔ شہرت اور عہد، تانی رہا ہوں  
 کے سہا۔ و یورپ کی حاصل رہا ہوں سے بھی وہ غریبی وقف ہے۔ کائنات میں اس کو اس  
 قدر زشت ہے کہ چھ چھ ستاروں کے سامنے نہ کھولنے کے لیے نہیں رہتے۔  
 ہمیشہ کھل چھا۔ رہیں پر سوتا ہے اور کس کی بڑھتا ہے۔ بیدل چھے میں نئی، ر  
 نہا۔ پچھا۔ سہا۔ کے لیے مٹھی بھر چھے، کھانے کے لیے رہا، ہر سب میں  
 اس کے سو دنیا کے اور سہا۔ کے لیے مٹھی ہیں۔ بیٹی امیں تھہ سے  
 ہاں تک کہوں، پورے تیوگی ہے۔ اس کے تیوگی کا سب نے عہد نتیجہ یہ ہو کہ اس  
 کے ہاں بھی تیوگی بھانپ۔ جو۔ بیٹے کے، مے بڑھا، پھر اس پر ق کا نام دنا  
 رہتا ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ فیش عشرت سے ان کا دل آویزاں ہو گیا ہو یہ بہت



[illegible]

جس کہ میں س کا گلا گھونٹ دوں!

یہ کہتے کہتے رنی کے چہرہ پر ایک عجیب، رونی نظر آنے لگی۔ شک نہ تھا کہ آنکھوں میں خود داری کی رشتی بھینسنے لگی۔ صوبہ دیرت سے رنی کا منہ تاتے تھے۔ س مارک نہ میں س قدر محبت آگئیں۔ منہ جو صدوں میں چھپا ہوا ہے، اس کا سے خیال بھی نہ تھا۔

در دیر بعد رنی نے پھر کہا۔ ”بچی میں جوش میں تم سے اپنے دل کی غنی باتیں کہہ گئی ہیں یہاں رہا۔ تمہارے چہرہ پر ایسی دلکش سادگی ہے جو میرے دل پر اپنی طرف بے اختیار کھینچتی ہے۔ تے انوں میں میں نے تم کو خوب پہچان لیا۔ تم اندر میں، مدد عورت کی شکل و نہ ہو۔ نور صاحب تم پر مریض ہو گئے ہیں۔ گھر آتے ہیں تو تمہاری چہ چہ صرور کرتے ہیں۔ سردہ ہی رکھتے نہ ہوتی تو (مسٹر ر) انہوں نے مسٹر بیوک سے پاس و نہ کی شادی کا بیڑا رکھنے کا جتن کیا ہوتا۔“

صوبہ دیر کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ بڑی بڑی ہلکی سی نیچے کو جھک گئیں اور یوں پر یک نہایت حنیف، مومن بخت اور دلش قسم کی جھلک اکھائی کی۔ س نے انہوں ہاتھوں سے منہ چھپا دیا۔ ”آپ مجھے کیا یاد دلا رہی ہیں۔ میں بھاگ چوٹی۔“

رنی چھٹا دامت۔ میں یہ ڈر رہی نہ رہا۔ میرا تم سے ملنے ہوتا ہے کہ اب تمہیں یہاں نہ رہنا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہاری کھلی کھلی۔ تمہارے مزاج سے، فکرتیں، تمہاری ضروریات، سمجھتی تھی۔ مجھ میں اتنی تمیز نہیں ہے۔ ہم س گھر و بنا کھر چھوئے۔ چیز کی ضرورت ہو با تامل ہو۔ پنی مرصی کے موافق کھانا سوئے۔ جب یہ رہے، جی چاہے کار کی تیار ہو۔ کسی نو رکھیں بھیجنے چاہیے۔ مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھ سے کچھ نہ مانا ہو تو فوراً چلی آؤ۔ پیشتر سے فارغ دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ مردہ رہا نہ ہو میرے غل و غلے میں مرے میں چھوٹا میں اندر رہتی تھی۔ وہاں جب میری جی چاہے قائم سے باتیں کیا۔ س کی۔ جب فرصت ملے مجھے دھر دھر کی خبریں سناؤ۔ س یہ سمجھو کہ تم میری پر یوٹیٹ سیکرڈی ہو۔

۔ بہ رجا سہو جی گئی۔ صوفی کا وہ بچہ ہو گا۔ اس کو بڑی فکر تھی کہ نندہ کے چدے پانے پر یہاں میں کیسے رہے گی۔ اس سیر کی حالت پر چچھے کا ناخنو مہجہ ان طرح پڑی رہوں گی۔ یہ نندی تہ جاتا رہا۔

سُن سے سُن اور خاطرِ رت ہو گئی وہاں س کا منہ ابھتی رہیں۔  
 - دربارِ - رو چھ چائیں۔ جس صلاہ کوئی کام تو نہیں ہے۔ کوپون دونوں  
 وقت اور بابت - ۱۰ - "حکم ہوا تو گڑی تیار ہو۔" رانی جی دس ہیں یک بار  
 ضرور آ رہیں چائیں۔ صوفی دے معلوم ہو کہ کن کال مترن جانی کے ساتھ  
 بھائی رہے۔ ہے جذبات سے س قدر معذور تھا۔ نہیں بدستار کی دیوید س  
 منٹ و پتھر کے سامنے سر جھکا کر دیکھ رہی رہن سوتا تھا۔ وہ س مادہ پر قیاس  
 پاتی اور خواہ پتی ہلکی س کا خاص سبب سمجھتی تھیں۔ س مہر پر صوفی سے گھنٹہ  
 کشمکش رہیں۔ س مہر بولی صحبت ہے آہستہ آہستہ صوفی کے دس سے مفاہرت  
 کے ضیاء سے سناشناس رہیں۔ س کے خیال سے وہ میں تھیں۔ گاہ گاہ  
 سے چھ کہتے ہوئے۔ چب نہ ہوں۔ مفاہرت کے س حصہ میں جاتے ہوئے۔  
 تا مل نہ ہوتا ہیں تفکرات میں جو جو س کی سوتھی تھی پیش پس کی میں سنا نہ ہو رہا  
 تھا۔ س د فرط کے وقت میں ترقی ہو گئی۔ تھیں سے رغبت پیدا ہوئی۔  
 کبھی مصورن قدیمین تھیں۔ کبھی بٹن سیر نے چلی جاتی۔ کبھی پیر  
 جاتیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی رانی کے ساتھ ٹھنڈ بھی بیٹھتی۔ ریورس  
 پڑھوں د صرف سب بے پروا نہ رہی۔ کائنات کے بے رحمی ماحصل  
 پختہ گئی۔ رانی جی کے اسرار سے کبھی کبھی پان بھی بھائی۔ کبھی چوں سے س ہو۔  
 فکر بے وقت پیدا رہی۔ بے فکران کا نہیں تھمتے نہیں ہے۔

ایک روز تیسرے پہر ۱۰۰۰ پنے کمرے میں بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی۔ رومی تکی خست تھی کہ بدلتی آنکھوں پر خوشنُصیبوں کے ہوتے ہوئے بھی مدد سے پیسہ نکل رہا تھا۔

ہاں وہ سے؟ تمہیں جانتا تھا۔ دفتر پر چھ بیویاں آ رہی تھیں۔ ”صوفی ذرا ہل رہی تھیں  
 جھڑے کا ٹھنڈا روہا۔ میں نے ایک نظم بھی ہے۔ وہ نے گلوں کے قصے کی  
 شکوے ہیں۔ میں کچھ کہتا ہوں۔ وہ کچھ کہتے ہیں۔ فیصلہ تمہارے ہر چہرہ پر ہوتا ہے۔

صوفی میں شاعری بس کا کیا فیصلہ روہ کی۔ عرویش سے ذرا ہی وقت میں  
 وہ رہ سقد رت کا ۲۰۰ م علم ہے۔ مجھے بے فائدہ ہے چاہتے ہیں۔  
 پر چھو بیویک میں مزہ کا فیصلہ رہے کے لیے عرویش جانے کی ضرورت میں۔  
 میرے وارن کے معیار میں اختلاف ہے۔ چاہو۔

صوفی صحن میں آئی تو بہن میں پٹ لگی۔ بیوی سے قدم بھرتے ہوئے وہ نے  
 کے سرو میں گئی حائل کے اوپر سے حصہ میں تھا۔ آج تک وہ یہاں نہیں رہی تھی۔  
 کمرہ میں وہ رہا نہ تھا۔ صرف ایک کمر چھو ہوا تھا وہ رہیں کی پردی پانچ  
 تہیں رہی ہوئی تھیں۔ نہ پٹھانہ، نہ خسن، نہ پانچ، نہ تصویریں، نہ چھو،  
 سیدھی کمرہ میں رہتی تھی۔ مرہن ایڑیں جھٹکتے تو نہ صراحت کی تھیں۔ وہ ہیں  
 وہ رہا تھا بل پر میٹھے کوئے تھے۔ صوفی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے  
 وہ رہا، وہ دور ہے۔

صوفی یہاں جا رہے ہیں؟

پر چھو بیویک (مسلم رہا) تمہارے لیے رہا ہے۔

صوفی وہ رہا ہیں۔ وہ میں فیصلہ کی۔ لکھی بھدی بات ہے۔

پر چھو بیویک میں رہا تھا بھی تو وہ نہ رہتے۔

صوفی کس کمرہ میں رہتے ہیں رہا پاتا ہے؟

پر چھو بیویک پورے جوگی میں۔ میں تو ان محبت کے سبب آ جا رہا ہوں۔

تو میں نے نہ دے رہا رہا، صوفی نے چہ رہا دی۔ صوفی نہ رہا۔

تال سے ٹکی جاتی تھی۔ وہ نے نئی سی حالت تھی گویا پاؤں میں ہلکے رہتے ہیں۔  
 صوفی اس میں بہتی تھی۔ "کیسی سی اندگ ہے۔" وہ اس میں بہتے تھے۔ "یہ  
 لے مثلاً اس ہے۔" دونوں اپنی اپنی جگہ ہڑے رہے۔ آخر وہ ایک رات  
 ابھی پر جھو بیوک طرف کیڑا رہے۔ "ہم ہر گز فریق مقدم ہیں۔" اس  
 ہڑے رہنے میں بس حکم وادائے نچے مقام پر مینمایا مناسب ہے۔  
 صوفی نے پر جھو بیوک طرف دیکھتے ہوئے جو باریا۔ "ہمیں میں ڈکا پنے  
 بھول میں جاتا۔"

باآج رہا سر شمس میں ہی پڑھیں۔ پر جھو بیوک سے اپنی عمر پر جو رسائی۔ نظم  
 عداوت میں ڈوبی ہوئی، یہ بیڑہ ورباند جہالت سے مملو تھی۔ شاعر نے نظم میں  
 شمریت کو کہہ کر بھڑکی تھی۔ "نہ نہ تھا۔" یہ اس کا اپنی بیٹی کا بیان۔ اپنی  
 سرس جاری ہے۔ اس کو گنگے کا راجہ دیتی ہے۔ بیٹی تو شہ پرست ہو۔  
 تیری گواہی ہے۔ اس میں پھوس چھینا زبانی ہے۔ اس کے شیریں قوتوں سے  
 تیرے گھر میں گونے تھے پر پچھی کا رہا ہو، تو پتھر بھی چھوے تو سوتا ہوا ہے۔ تیرے  
 ثواب تھے پر یہ طرح محنت کا یہ رکھے جس طرح چھپرہ دو روپے میں رکھتا  
 ہے۔

شاعر نے غم میں شاعر کی شہرہ زندگی کی اس شمس پر کھینچی تھی کہ  
 اس میں پھوسوں و روئی و رحبت کی کثرت تھی۔ کیس بھی وہ تاریک گھائیاں نہ تھیں،  
 نہ میں ہم رہتے ہیں۔ کیس بھی وہ کانے نہ تھے جو مارے بیڑوں میں پہنچتے  
 ہیں۔ کیس بھی وہ نقص نہ تھا جو ہم کو کرتے سے ڈالتا ہے۔ نظم قمر سے پر جھو بیوک  
 نے نگہ نہ کیا۔ باآپ اس کے بارے میں جو پوچھنا ہو ہے۔

وہ نے نگہ نہ تال کے ساتھ جو ہے۔ مجھے جو چہرہ کہا تھا ہر چہ۔  
 پر جھو بیوک چہرے ہے۔

و نے گلہ ہار بارہی باتیں بائیں۔

پر جھو بیوک میں آپ کے تپ کا خد ص بیان رہا۔

و نے گلہ میرے دل میں یکساں ت آئی ہوئی۔ آپ نے سدا سے ٹاٹوں

سے رہے ہیں۔

پر جھو بیوک آخر آپ ن جبروت کو صوفی سے سامنے ظاہر کرتے ہوئے یوں

تہمت لگاتے ہیں؟

و نے گلہ نہ مانتا میں ہوں بس میرے آپ سے مانگہ کوئی ٹھٹھائی نہیں ہے۔ آپ و

نسائی زندگی کا یہ معیار بہترین معیار ہوتا ہے۔ مجھے وہ اپنی موجودہ حالت کے

خلاف پتا ہے۔ اس میں ٹھٹھائے دن کوں بات نہیں ہے۔

پر جھو بیوک: ہنس رہا ہوں یہی تو میں آپ سے مانا چاہتا ہوں کہ آپ اس و

موجودہ حالت کے خلاف یوں سمجھتے ہیں؟ یا آپ کے میل میں شامل شدہ زندگی

بالکل خیر ہے اور یا ان کے دل آویس کو سنیں گے سے بیجا چاہیے؟

و نے سنہ میر یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا کے کل آدمیوں کو سنیں گے سے یہا

چاہیے۔ میر مطلب یہ ہے کہ یہ زندگی جو غرضی کے بڑے کام ہے۔

اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں اور اس کے خطائے حالت میں جب کہ خود غرضی

وہ کی رگوں میں ہوتے ہوئے کھڑی ہوتی ہے، جب کہ ہم اپنی غرض کے خیر و شر سے

یا کوئی کام نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اس طے کے تعلق میں تا دشا رد کے تعلق

میں نہ تو ہر کے تعلق میں جو غرضی کا خاص جزو ہے۔ تو یہاں سے ہوتے ہوئے نہ مند

یہ شاعر کے لیے اس کی زندگی نہ رہتا رہتا، اس کی تعریفوں کے چلنے نہ رہتا،

ریب نہیں دیتا۔ ہم اس کی زندگی سے پیدا ہوئے ہوئے سکھوں کے عام مورپ

ہیں۔ ہم نے اس کی زندگی کا معیار سمجھ رہا ہے اس وقت ہم یہی وہ شعرا

معارضہ ہر بے غرض کام کرنے والوں کی ضرورت ہے جو قومی اصلاح کے لیے اپنی

جال تک قہر ہاں رو دیں۔ ہمارے شعر کو ایسے ہی پاک و ربند حدیث و تقریب رہا  
 چاہیے۔ ہمارے ملک کی آپ کی ضرورت سے زیادہ ہونے ہے۔ ہمارے بھارت مانا  
 فرہادی سل کے بارہو کے میں سنہاں سنی۔ سکوں میں ہر کہیں پر ہلکیں میں س  
 سے د کے خیر تے ہیں کہ مجھ میں نہیں آنا کہ یہاں سے ہمارے ملک میں نفی  
 پیدا ہو رہی نہیں موتی کہ سب کو یک بار بھی سب مہی خود ک ل لکے۔ خود ک کا  
 مانا ہی ہمارے حدیثی و رفعتی کی عرف کا خاص سبب ہے۔ آپ کی نظم۔ گل بے  
 موقع تے۔ میرے خیال میں اس سے وہاں کا بھلا نہیں ہو ستا۔ اس وقت  
 ہمارے شعر کا فرض ہے ہمارے ہیئت لکھنا، انفرادی لکھنا پیدا ہونا اس پر قائم رہنے  
 کی تسکین رہا، شادی شدہ زندگی تو نامی کی جڑ ہے وہ یہ وقت اس کی نشا خونی کے  
 لیے ہوا نہیں ہے۔

پر جو بیوک آپ کو جو پنجہ ہوتا تھا وہ چھپے

و نے لکھ بھی بہت کچھ کہا جاتا ہے لیکن اس وقت قادی کافی ہے۔

پر جو بیوک میں آپ سے پہلے ہی بہ چٹا ہوں کہ شاعر و قربانی کے معیار کی  
 میں برن نہیں رہتا۔ وہ انسانوں کے لیے سب سے اونچا درجہ ہے، وہ شخصیتیں ہیں  
 قبل از سین ہے جو اس کو حاصل کرے پس اس طرح چھرت کرے وہ اس کے  
 ہر حصے پر، اس سے ہمارے ہر پائی کی فائدہ رسائی میں وہی شخص نہیں آتا۔ ان  
 طرح وہ چاروں کیوں کے تارک دنیا ہو جانے سے شادی شدہ زندگی قبل ترک  
 نہیں، چاق۔ یہ زندگی انسان کی جماعت زندگی کی جڑ ہے۔ اس وقت، انجیکس  
 ہمارے جماعتی اتحاد تیرہ منتشر ہو جائے گا اور ہماری حالت چاروں کی ہو  
 جائے گی۔ ریشیوں کے راستی و ہیئتین ہمارے ہر شخص کے دس سے گوار کیجیے  
 تو خدا ہو جائے گا کہ ریشیوں کا یہ ہمارا ذرا بھی مرا لکھا میرا نہیں ہے۔ رحم، ہمدردی، عمل،  
 دیانتی، ہمارے غیہ، سنی و صاف کی ترتیب کے لیے موقعے ہمارے میں ہوتے ہیں۔ وہ

دور کی آنم میں نہیں مل سکتے۔ مجھے تو یہاں تک بنے میں شامل نہیں ہے کہ نہ ان کے لیے پہلی ایک یہاں اٹھ رہا ہے۔ ان کی پہچان سنا ہے۔ ان کا نام اس نے نہ سنی تو میت کے چہرہ ۱۰۰ جن بچھی ہے، اس کا سہر جو میوں کے نہیں ہمارے رستہ زندگی کا مٹھ بھونٹے وہ اس کے سر ہے۔ ہری چندہ جو کی نہیں تھ۔ رچندر جو نہیں تھے۔ رشن تارک مدینا نہیں تھے۔ پوٹین تارک مدینا نہیں تھ۔ رشن جو کی نہیں تھ۔ مذہب و علم کے میدان میں بھونٹوں نے ضرور شہرت حاصل کی ہے مین میدان عمل میں شہرت کا سہر بھونٹوں کے سر بندھا ہے۔ تارن میں یہاں ایک بھی ٹوٹ نہیں سہا کہ کی قوم کی بجات تیاروں کے فارچہ ہوں ہو۔ آج بھی ہندوستان میں اس سے زیادہ تیاروں سے ہیں۔ پر ہون نہ سنا ہے کہ ان سے سواری کو کچھ نہ پہنچ رہا ہے۔ ممکن ہے چٹیدہ طریقہ پر یہاں ہونا، مین طہر تو نہیں اٹھاتی۔ ہمارے میدان کیوں رہی جاتی ہے کہ راق سے بچھے میں قوم کا کون خاص نہ ہوگا۔ ہوں سر کم مہی واپس نہ دیکھتے، تو صبر ہوگا۔

یہ کہتے تھے کہ پر بھو بیوک نے صوفیہ سے کہا: 'تم نے فریقوں کی باتیں سنیں۔' اس میں ستری نہ جہ پر، جو بچ جھوٹ کا فیصد ہو۔' صوفی اس کا فیصد تو تم آپ ہی کر سکتے ہو۔ تمہاری سمجھ میں گانا تو بہت کچھ ہی جانتی ہے؟

پر بھو بیوک صبر۔

صوفی مین اس کی گھ میں آگئی ہوں ہوتا ہوں، رہے ہوں، کاتے ہوتے، لکھ رقم یا ہو گے؟

پر بھو بیوک۔ پوچھو ہوں گا، رہا۔

صوفی کیوں؟ گانا تو کوئی ہی پڑ نہیں؟

پر بھو بیوک یہ صاف صاف کیوں نہیں نہیں کہ تم۔ نہیں ڈری دے دی۔



میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ تم نہیں دے صرف جھوٹی۔

صوفی : یہ مدیشہ تھا بھروسہ مجھے سچا دیا بنایا تھا۔ تمہاری نظم ہمارے علی  
پادری سے۔ میں اس ہوسر پائلش جسے بے یار تیار ہوں میں تمہارے فرشتے کہ  
اپنی اس روحوں وقت سے بروہن و فامرو پہنچاؤ۔ اس کے حسن و عشق کا  
رک، اپنے کی صورت میں مونی۔ سے تم بھی قبول کرو گے۔ معصوم شعرا کے  
یہ وہی تپہ نہیں ہے۔ نہ پانی و مدام نہیں ہے یہیں نہ وہیشہ نے عکس ہی  
خاص قدرت عطا کی ہے، تمہارے اوپر ذمہ داری لگی تھی کی زیادہ ہے۔

جب صوفیہ پہلی گئی تو وہ ہے پرچہ بیوہ سے ہے۔ میں اس فیصلہ پہ پہلے ہی  
معصوم رچا تھا۔ تم نہ دہو نہ ہوئے ہو گے۔

پرچہ بیوہ اس نے تمہاری مرگ سے ہے۔

و نے چھٹی اقم پرے کے صاف ہو۔ اس قدر مدد فیصلہ پر لگی ن کے سر سر  
ی صوفیہ : میں تو ن پختہ نہیں کا پیشتر ہی سے قابل تھا۔ آج سے معتقد ہو  
کیا۔ اس فیصلہ نے میری قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ پرچہ اچھے خوب میں بھی بہ امید نہ  
تھی کہ میں تخی آسانی سے جو ہشت کا غلام بن جاؤں گا۔ میں راستہ سے ہٹ گیا۔  
میرے اضطراب بنے لوے دوست کی طرح متحان سے وہی مونی پر میرے ساتھ چھوڑ  
گیا۔ میں خوب چاہتا ہوں کہ میں اس کے بارے میں تو نے چاہا ہوں۔ وہ بھی  
کہانے چاہتا ہوں جو میرے بے معصوم ہے۔ خوب جانتا ہوں پرچہ کہ میں اپنی  
زندگی، مایوسی کی بید کی پتھر بن رہا ہوں۔ اپنی مدد مختصر کے اس پر ظہر ہے پو  
رہا ہوں۔ اپنی عزت و آبرو کی حق کو ذلت اور رسوائی کے سمندر میں ڈبو رہا ہوں۔  
اپنی عظمت کی جو ہشت کا غلام رہ رہا ہوں نہیں میرے دل کے لیے مجھے مدام  
نہیں رہتا۔ صوفیہ کی طرح میری عین مونی میں اس کا ہو چکا اور تمام عمر د کا  
رہوں گا۔

پر چھوڑ دے! رخصتی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ یہاں ایک منہ بھی نہ دے گی۔  
 کہیں وہ ختم آگئی نہ ہے۔ خط کے لیے یہاں کا منہ ہے۔

وہ نے نگلے نہیں پر جوا نہیں بہت جلد یہاں سے جوں کا اور پھر بھی نہ دے گا۔  
 میرا جل رخصت یہاں سے۔ مگر صوفی آج بھی نہ دے گی۔ میں نے اس  
 مقام میں صبر ہو سکے گا۔ وہاں وہ پائیر کی کی دیوں کی پریشانی میں رہے گا۔ میں تم  
 سے بچ کر رہتا ہوں۔ میرے عشق میں مناسبت کا شائبہ بھی نہیں۔ میری زندگی کا معنی  
 بنانے سے ہے یہ بہت ہی کافی ہے۔ نہ مت سمجھو۔ میں پٹی ملکی خدمت سے کام لے  
 رہا ہوں۔ نہیں یہ نہ ہوگا۔ میں اب بھی نہ دے رہا ہوں۔ چھوڑ دے گا۔ وقت  
 صرف نکالنا ہوگا کہ غیبت میں نہ رہے۔ تم نے نہ دکھائی دینے والے نہ جگہ دکھائی دینے  
 والے نہ پڑھا، رخصتی کروں گا۔

نہ وقت چھوڑ دے دفعتاً آ رہا ہے۔ وہ نے اذہر اندو کے پاس چلے جاؤ۔ کسی رور  
 سے اس کا کچھ حال نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کہیں یہاں تو نہیں ہوگی۔ وہ بھیجے  
 میں تیری ویرہ بھیجی نہ دے گی۔

وہ نے تیار ہو گئے۔ رتہ پہنا۔ ہاتھ میں سوتا یا در پٹا ہے۔ پر چھو بیوک  
 صوفی کے پاس جا رہے ہیں گے، سوچے لگے۔ وہ نے نگلے باتیں اس سے ہوں دینا  
 ہوں۔ صوفی نے نہیں منکر کیا، پھر پوچھا، 'نور علی صاحب کچھ بتاتے تھے؟'  
 پر چھو بیوک اس بارے میں تو کچھ نہیں کہتے تھے، مگر تمہارے بارے میں یہ  
 کیا بات کا صبر یہاں کا مجھے، ہم وہاں بھی نہ تھے۔

صوفی نے مجھ بھر، میں تارے کے بعد کہا: میں سمجھتی ہوں۔ پہلے کی سمجھ جا:  
 چھوچھو، مگر میں اس نے پریشان نہیں ہوں۔ یہ جلد بہ میرے دل میں اس وقت  
 پیدا ہو جب یہاں آنے سے چوتھے رور میں نے انہیں کھویں اور نم بیوٹی کی  
 حالت میں یہاں لڑنے صورت اس کو سامنے کر رہا ہو اور پتی طرف محنت آمیز

کچھوں سے دیکھتا سوچا۔ وہ صورت اور وہ ڈنگا، آج تک میرے دس پر مشغول ہے۔  
وہ ہمیشہ منتقل رہے گی۔

پرچھو بیوک۔ صوفی ائمہ ہیں یہ بہتے شرم میں آتی؟  
صوفی نہیں شرم نہیں۔ اتنی شرم کی بات ہی نہیں ہے۔ وہ مجھے اپنے عشق کے  
قبل سمجھتے ہیں۔ یہ میرے لیے خوں بات ہے۔ اسے روش سیرت سے بنا۔  
نہیں، اسے جو صدمہ شخصوں کے ساتھ ہونے میں ہوتا ہے۔ شرم نہیں ہے۔ عشق کا تحفظ پر  
نی ڈوجن وہ شیزہ کو فخر ہر سوتا ہے تو وہ شیزہ میں سوں۔ یہی برکت تھی جس کے  
نصیب کے لیے میں تینوں ملک میں رہا تھا۔ تقدیر کی تپسہ رہی تھی۔ آج وہ  
برکت کا مجھ پر زور ہو چکا ہے۔ میرے لیے شرم کی بات نہیں بلکہ خوشی کی بات ہے۔  
پرچھو بیوک۔ مذہبی تصاویر دوتے ہوئے بھی؟

صوفیہ اس کا دیال وہ لوگ کرتے ہیں جن کا عشق خود بہت نامانی پر مشتمل  
ہے۔ عشق و رجوع میں تھی فرق ہے جتنا کہ سنا، رکاوٹ (بیشہ) میں۔ عشق  
تقدیر سے جدا ہے۔ دونوں میں سے فی ثانی کا فرق ہے۔ تقدیر میں عزت و  
عشق میں خدمت و جدوت و مانی ہوتی ہے۔ عشق کے لیے مذہبی تصاویر  
رکاوٹ نہیں پیدا کرتا ہے۔ یہی رکاوٹ اس لیے ہے کہ اس کا نتیجہ شادی سے نہ  
کہ اس عشق کے لیے اس کا نتیجہ قربانی ہے۔

پرچھو بیوک میں نے تمہیں بتا دیا۔ یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہو۔

صوفیہ مگر گھر پہنچی سے اس کا چہرہ نے کی صورت نہیں۔

پرچھو بیوک اس سے لے کر رہو۔

صوفیہ کچھ طے ہو۔ یہاں سے اس کے چہرے کا سانس ہے؟

پرچھو بیوک تیار ہوں ہو رہی ہیں۔ رانی جی کو یہ بات معلوم ہوں تو وہ نے فی

نہیں۔ مجھے جب بند ہوگا، وہاں سے اس کی شکایت کریں۔

صوفیہ نے غم و مر سے مرہا رکھا۔ ”پہ جوا کہیں چلے کی، ماتیں رتے ہو۔ عشق بے خوفی کا منت ہے۔ عشق کی پرستش کرنے والے دنیا کے بھی تکرارت و رنہ ٹوں سے سر دھو جاتا ہے۔“

یہ جھو بیوک چلے گئے صوفیہ نے تب بدردی و غم میں جا رہی گھاس پر بیٹھی۔ کس کو آج کھلے سوتے پھووس میں آتا ہے آہستہ چلے وں ہو میں، رنہ ٹوں پر چہنٹے وں چہیوں وں آو میں، سہان کی سرخی میں، یک عجیب رونق، یک ماقبل بان خوبصورتی، یک روحانی جود کا ہاں نظر آتا تھا۔ وہ عشق کا نمونہ سہتی پائی۔

یک جتہ سو کیا مگر ہے گلہ سے رہی تانہ و سفا نہ یہ۔ وہ وں نہ کی بہانہ سے دن رات جاتے تھے۔ وں تیا کی نہ رنی تھی۔ پھر لگی تیا یہ پوری نہ ہوتی تھیں۔ ب سے وں صوفیہ دونوں کو معصوم ہونے لگا کہ عشق موجب کہ وں عورت وں دونوں کی ہیں، تو ہمیشہ تہ نمائی سے ہر رکھنا تیا آسان نہیں ہے، جتہ اہوں نے سمجھا تھا۔ صوفی یک تاب بصل میں دہا رہی لٹھا، غم میں جا بیٹھی۔ شرم و بھی تیا وں جتہ پر رے نہ جا رہے ہیں چل جاتے۔ وں نے بھی کس سے پوچھو صدمہ لکھتے پڑھتے تے سے ٹھیکے وں دوست سے باتیں کرتے ضرور دیکھ وں دیتے۔ دونوں یک دہا رے وں طرف زویدہ دیکھا وں سے ایل پیتے تھے، پر شرم کے جب وں رات چیت رے میں ٹیس قدمی نہ رتا تھا۔ دونوں کی دیا وں تھے۔ پر دونوں کی کس نامہ ٹی بیانی کا مطلب سمجھتے تھے۔ یہہ کس زماں کا علم نہ تھا۔ وں کے وں میں یک کی حواش، یک کی رقرری، یک کی ترپ، یک کی آگ تھی۔ نہ موٹ بیانی نے نہیں تسکین نہ ہوتی یہن کی کوٹنگو رے کی کچھ برت نہ ہوتی۔ دونوں اپنے اپنے دوں میں عشقیہ گفتگوں کی باتیں سوئی راتے وں جا رہے تھے۔ دونوں کی عہد کے کچے وں معیار کے پپا وں تھے یہن یک کا نہ ہی

اتابوں کی طرف دیکھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اور سرتی کو اپنے مجوزہ منہ میں پرتق پر  
 سامنے کا موقع بھی نہ پاتا تھا۔ وہ تو اس کے لیے عشق کا مہیاتی عشق کا شہ ثابت ہو  
 رہا تھا۔

ایک روز رات وہ ناکھڑے کے بعد صوفیہ رانی جی کے پاس بیٹھی ہوئی ہوں خدا  
 پڑھ رہی تھی کہ وہ نے ٹکھڑے رہیں گے۔ صوفی کی عجیب حالت ہوئی۔ پڑھتے  
 پڑھتے بھروسہ جاتی کہ کہاں تک پڑھتی ہوں وہ بھی ہوئی سرور ۱۱۲ بار پڑھنے  
 لگتی۔ وہ بھی کب تک رہتا نظر پڑھتا جیتی۔ وہ بھول جاتا جاتی تھی کہ مریس رانی  
 کے ۱۱۲ ہوں اور شخص بیٹھ ہو ہے مریس کی صرف دیکھتے خیر ہی کے ہونا ہوتا ہے  
 رہا ہو جاتا تھا کہ مریس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور نورانی کے قابل لے قابو ہو  
 جاتا تھا۔ جاتی کی نے ہی بارو کا۔ اس وقت میں ہو؟ کی بات ہے؟ کہ وہ جاتی  
 ہو؟ آج نہیں یا سو گیا ہے بیٹی؟ دو فلکان دیکھا وہ نے نگہ پر پڑی۔ اس وقت  
 جب وہ شوق سے دیکھا کہ اس سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چاہوں کا شوق ہے  
 مسکین چہرہ تہمتا تھا۔ گوارا میں۔ کنگ مائی۔ نیز نکالی سے وہ نے نگہ کی طرف  
 دیکھ رہی تھیں۔ تم سب چاہ رہے ہو؟

وہ نے بہت جلد۔

جانی میں بہت حد کا مصعب یہ سمجھتی ہوں کہ تم کل ہی علی الصبح رو نہ ہو جا  
 گے۔

وہ نے بھی ساتھ چاہا۔ وہ پند آدلی ہو گئے۔

حانہوں کوں پہنچائیں۔ وہ پیچھے سے چلے جائیں گے۔ تمہیں کل ہی جانا سوا۔  
 وہ نے جو رشاد۔

حانہوں بھی چاہیں آئیوں کو اس کے دے دو۔ میں چاہتی ہوں کہ مرگ  
 طلوع آفتاب کے وقت تمہیں پر پہنچے۔



معلوم ہوئی۔ میں دہائی ہوں۔

وہ پھرت پر سے تریں، چہ مرہ میں چا رلیٹ رہی۔ بیوں نے نیندیں گوار  
میں نہاں، میں فکر کی نیند کا ت رٹلی کا ہیں ہے۔ سکون سے ہریں و رمدت سے  
ٹان ، سی دیر ہائی تھی کہ چانک رٹھ بیٹھی ، رچ کا چا مرہ میں پھیل گیا تھا  
ورہ سے ٹکھ پنے بیسوں مرہیوں سے ماتھ بیٹیں جانے کو تیار ہڑے تھے۔ ہون  
میں ہاروں آدھیں کا جو رتھا۔

دھور رانغ میں چا پچکی و رمنج کو ٹائی ہونی مافروں کے ماتھ رٹھ ہی ہوئی۔  
قوی بیت گایا چا رہا تھا۔ مسام غلے مرہ غلے چہ۔ یہ یہ رتہ پنے۔ ماتھ میں ٹھی  
یہ۔ رڈوں میں یک باب جھون رہا۔ سہ کو جانے کے سے تیار تھے۔ سب سے  
سب خوشی و رجوش سے ہرے ہو۔ قویت کے غور سے بے خوف و رہا تھے، ہوں و  
دیکھ رتا شایوں کے دل جہ۔ بخار سے معمور تھے۔ یہ محہ بعد رن جانہوں آ میں و  
مساموں نیشہ نم پ رعفرہ کے قہقہے گائے۔ ہر نور رمت گھنے آ رن کے  
گلوں میں مار رہا ہے۔ رں بعد ڈکٹا لگوں سے ہایت متجب حد میں ن و پنا و موف  
سہا۔ عظام ر جانے و رے رند ہو گئے۔ جے ہا و رن رٹھ رگلوں سے نکل رنسا  
میں گونسنے گا۔ عورتوں مر دوں کا یک مجمع کے پیچھے پڑا۔ صوفیہ بتائی ہوئی یہ تدار  
دیر رہی تھی۔ س کے میں مرہ مرہ متبت تھی۔ میں بھی نہیں سے ساتھ چلی  
جاو و رپنے دیکھی ہدیوں کی خدمت روں۔ س کی آنکھیں و سے ٹکھ پائی ہوں  
تھیں۔ محتا۔ کی آنکھیں بھی س کی جانب پھریں۔ نہیں تکی مایوں تھی۔ کتنی ہصنی  
مکلیک۔ تکی مجھوری۔ لنی ماجرہ۔ وہ سب جے و وں سے پیچھے جا رہا تھا۔ رست  
نہ۔ سہ جیسے جیسے میں سے یوں پر کی ہوں ہوں۔ صوفیہ، بوٹ و رپے ہوئی کی حالت  
میں ماروں کے پیچھے پیچھے چلی و رن طرف راک پر چا پچکی۔ پھر چا رہا۔ س کے  
بعد کی راجہ کا غنیم شام۔ پر بھی بک صوفی کوٹہ رہا ہوں۔ میں نے کے سہ نہ چلی چا

ری ہوں۔ س کو س وقت، نے گھسے سو، کو کوئی نظری نہ آتا تھا۔ کوئی زیر دست  
تیش سے پیچھے چارہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ بیٹن کے سامنے، چارہ پر  
پہنچی تھی۔ دانتوں کے کانوں میں پرچہ بیوک نہ، پرچہ جو بڑی تیزی سے فٹل  
ہوئے چمے رہا تھے۔

پرچہ بیوک نے پوچھا۔ ”صوفی اقم یہاں جاری سو؟ جوتے تک نہیں۔ سف ریہ  
پیٹ پنے سے ہو۔“

صوفیہ پر گھروں پانی پر ہا۔ ہا۔ میں س بھیس میں ہاں چلی آئی۔ مجھے سدھی  
سدھی۔ چاقو، ہون ہون۔ کہیں نہیں۔“

پرچہ بیوک یا ن لوگوں کے، ہاتھ تیش تک جاؤں؟ ”وا گارن میں بیٹھ  
ہو۔ میں بھی، ہیں جہتا ہو۔ مجھے تو بھی بھی معصوم ہو کہ یہ کب چارہ ہیں۔  
جدی گاری تیار رہے پہنچا، ورنہ سقا ت بھی نہ سوتی۔“

صوفی میں تئی، ورنہ کل تئی ہو، بھی نہیں۔ یہ کہ کہاں جاری ہو۔

پرچہ بیوک۔ ”رہیہ نہ جاو۔ تئی ہو رن ہو تو نیشن تک ورجی چو۔“

صوفی میں تیش نہ چو کی۔ بہیں نہ، ہیں ہو کی۔

پرچہ بیوک میں نیشن سے وہی پڑا۔ ”آج تمہیں میرے ہاتھ گھر چلنا ہوگا۔  
صوفی میں ہو، نہ پو کی۔“

پرچہ بیوک بڑے پاپا بہت مار خض ہو گئے۔ ”جتم سو نہیں نے بہت مس رہے  
ہاتھ طاب یہ۔“

صوفی جب تک،، خواہاں مجھے نہ دے جائیں گی، س وقت تک میں قدم نہ رکھوں  
گی۔

یہ بہر صوفیہ وٹ پڑی ورجو بیوک نیشن کو چل، یہ۔

تیش پر پہنچ روئے۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ صوفی نہ تھی۔



پرچہ بیوک سے تے کان میں کہا: "ہم سارے نمک یوں ہی رت سے پڑے پڑے  
 جی آئی تھی۔ وہاں سے ہائی۔ چار مریض، لکھنے لگا، اور نہ پتا نہ چاہیے گی۔"  
 نے نے جھولی ہولی آ رہی تھی۔ نہ فائدہ نہ رہ رہا ہوں۔ وہاں سے  
 چھوڑے جاتا ہوں۔"

بڑوں پر محبت کی طرح نرس کا اثر بھی رہتا ہے۔ جب سے ٹھوکر لکھی کہ  
 معصوم ہوتا تھا کہ صاحب علی، ماریڈن روتی سے رہا ہیں۔ اس وقت سے وہاں  
 کو بنا دشمن سمجھتے تھے۔ چاروں کے راتہ صاحب و سروس میں جو باتیں مولی  
 تھیں، ان کا نہیں علم نہ تھا۔ سروس کو تو بھی اندازہ تھا کہ اس پرچہ صاحب  
 نے ٹھیکیدان دیا ہے مگر جلد ہی یہ مسئلہ پھر چھڑے گا۔ جان بیوک صاحب قی  
 سالی سے لگا چھوڑنے سے نہیں ہیں۔ بچگی، نایب سروس و جی کی قسموں  
 باتیں کرنے رہتے تھے۔ ٹھوکر لکھی یہ باتیں بڑوں سے سنتے ورنہ کی آتش  
 غضب و رنجی مشتعل ہوتی۔ جیسو سب جیسویں سے ماریڈن کی طرف جاتا تو رور  
 رور سے پکارتا: "دیکھیں سروس ہماری زمین میں ایسا ہے۔ ٹھوکر لکھی باتوں کو وہ  
 بھی یاد رہے۔ وہاں ناظرین تو رہاں گا۔ کچھ نہیں سمجھتا ہے۔" وہاں تھا بھی  
 رہا۔ شق نہ تھا۔ بڑی خود بھی جولی میں پھنسا ہوا تھا۔ جیسو کو وہ شق کے  
 پہلو ہوں ان ناکبہ دینا چاہتا تھا کہ اسے ماننے نہ بنانی پہلو ہوں وہی ٹھوکر لکھی  
 مہلت نہ پڑے وہ دور جا۔ دنگل، اسے وہ نہیں سمجھتا۔ یہ بچگی کا بیبا ہے "وہ بھی  
 نے جیسو کو دھڑلے پتھرتا تھا۔ جیسو اپنے رزم میں بھٹتا تھا کہ ٹھوکر لکھی جو بیچ معصوم ہیں،  
 اس سے بڑوں کو چاروں رہاں۔ ٹھوکر لکھی تو نہ بڑوں پر کبھی کھڑے ہیں جانیٹھا تھا۔  
 اس کو اپنی پسنوئی کی ڈھک رہا ہے کے یہ تیری کافی تھا۔ یہ وہاں سب صاحب علی  
 کو نہیں دیکھتے تو نہ سارے کہتے: "دشمن جاتا ہے۔ اس کا مدعا۔" ٹھوکر لکھی کہتا ہے:

نے تنکر۔ کانٹے نہ کنکر۔ دشمن و جنگ۔ رہے تھیں کہتا۔ ہم جھو۔ ہی کی سے پیٹ  
میں گو۔ س سے کچھ سچ نے ہا۔

صبر علی۔ چھوڑوں کی چھچھوڑیں کی باتیں سنتے ورنہ نئی رچا تے۔ ٹروں کے  
مرد یہاں لگیں۔ پتے کہیں یہ سب گایاں۔ اے تھیں تو اس کا کیا بناؤں گا۔ وہ  
ہوں سمجھتے اُسے ہارے میں ہوتے۔ وہ بھی شیر ہو جاتے۔ تھیں ٹھوہر پرن چپوں کی  
آرامش رتنا جن سے وہ صبر علی۔ پٹکا۔ پہلے یہ ہاتھ پہ۔ پھر اپنی صرف تین۔ تب  
وہ ہاتھ روت میں ڈال دیا۔ ہرنگی کالی۔ اس چاروں شانے چپٹ ٹھوہر۔ رچتا  
تھا۔ اس اس بیچ کے عجیب تر کا یقین ہو جاتا تھا۔

ایک روز دونوں نے صبر علی کی کہیں رمیں جی کے ٹروں کی خبر میں چاہے۔  
میدان میں چار خطہ۔ ورجہ۔ وہ کہیں کے لیے ہا۔ خوب چھتیں گائیں۔ چار چھوہا  
تھا۔ سے تھوہا نے دہا۔ ظاہر ہو گھیسو کا جوڑ تھا۔ میں تھیں کہہ رہا۔ تھوہا ہوا تھا۔  
وہچا۔ وچچا۔ تانی تھا۔ آن دن میں طہ۔ دہا بیٹھا۔ تھوہا۔ چاہے کے چنگیاں  
میں شان کہیں۔ چھوہا رونے لگا۔ گھیسو نے طہ کوئی رڑ۔ دیا۔ وہ بھی  
چوندہ میا۔ جب۔ دھکا کہ یہ ماری ڈالے کا تو کس سے بھی چار مچوں۔ ن دونوں  
کاروان میں رہیں۔ صبر علی کی دلچسپی ہے۔ رتا سو غم رتوں کی مدد کرنے کا۔ وہ  
گھیسو دلچسپی سے مارنے لگا۔ جب اس مار کا تھا۔ پوچھو۔ نہ ہوا تو کس نے کس سے  
رہا وہ بیٹا پسپا۔ و انتھیا رتا۔ وہ گھیسو پر تھوہا لگا۔ گھیسو نے خبر ہو چھوہا  
وہ صبر علی کے دہتیں طہ نیچے لگا۔ طہ ہر واقعہ پر۔ پھر تھا۔ ورب کے زیادہ ہوا۔  
وہ گھیسو سے پٹ گیا۔ دونوں میں شق ہوئے تھی۔ نہ گھیسو سے سے پھر پکا۔ وہ  
مضہیں چڑھا دیں۔ طہ ورب۔ کے و ورنہ نہ وچھی۔ یہ موزوں کا  
آخری تھیا۔ ہے۔ تھیں کے رونے کی آواز۔ صبر علی کے کانوں میں پہنچی۔ وہ کس  
وقت مدد سہجائے کہ تیار تھے۔ نور۔ میں پک دیں۔ ورمیدان کی طرف دوڑے۔

ایک تو ظہورِ جامد بیچے پڑے مے ہائے زربہ ہیں ورسد بر لبِ رو رہا ہے۔  
 نہ نت کا حق جوش میں آیا۔ میں سید چپیس کے فر کا میا۔ چپلی کے کر کا  
 بھلی۔ ٹکری کی کے ٹھوئیں دھکا تمام یہ جاہل، گور، ہیر کا دھکا، کس کی تھی  
 محب کی میرے بھائیوں کا بیچا اٹھا ہے اس نے بھوکا ایک ٹھوڑا گان اور مٹھو، کوئی  
 نمائے مٹھو تو رونے کا مگر ٹھیکو مال کا مضبوط تھا۔ ظاہر ہو چھوڑا رہا۔ نوسلے  
 پڑھے ہوئے تھے۔ وہ سارے چرسا، چکا تھا۔ خم ٹھانک، ماہر ملی سے بھی پتہ نہ تھا۔  
 ماہر کا تھید پا جامد مہا سو ب۔ آن کی جوئے میں روٹن گیا تھا۔ کس پر رو پڑی۔  
 سند رہا ہے وہاں مھر گئے۔ غضبناک ہو کر ٹھیکو، سی، رائی کی کہ وہ قدم پر  
 جا رہا۔ صابر ظاہر سب سے لگے۔ ٹوکوں کی چوٹ پر نہ بننے کے ساتھ ہی صاحب سو  
 جاتی ہے۔ ٹھیکو، نہ جیتے، اچھا رہا بھی بھجوا لیا۔ پھر اٹھا اور ماہر سے پہنچا۔ ماہر  
 نے کس کا گنا پڑا، رو رہا سے دبانے لگا۔ ٹھیکو، مٹھو، م۔ یہ ماہرے بغیر نہ  
 چھوڑے گا۔ مرنا یا نہ تا۔ ماہر کے ہاتھ میں، نت مہا یہ۔ شیں، نت، آگئے۔  
 فوں ہے گا۔ ماہر، چچا تھا۔ کس کا گنا چھوڑا، نہ ہاتھ چھڑے گا۔ مٹھو، نوسلے  
 نہ چھوڑا تھا۔ خوں بہت دیکھ رہی تھی بھائیوں سے پھر روٹا، شیں، یہ۔ زینب و مرتیہ  
 یہ نور و عونا کس رو رہا رہا پر۔ ٹھیکو۔ دیکھ تو میدان جنگ خوں سے سرخ ہو رہا  
 ہے۔ گایوں، ایتی، کوئی ظاہر ملی کے پاس نہیں۔ زینب نے حقارت سے میرا توڑ لیا  
 کہا۔ 'تم یہاں ٹھیکو، کھائیں تو فوجی رہے ہو۔ چھ دیں دنیا کی بھی خیر ہے' وہاں وہ  
 میر کا دھکا، ماہرے بچوں کا حق نہ یہاں تھا ہے۔ مہا، نہ پڑ پڑتی تو حق نہ ہی پڑی  
 جیتی۔

رقیہ مہا، آئی کا بچہ ہے کہ دیو بچہ۔ ماہر کے ہاتھ میں تے زور سے، نت سے  
 دھاتے کہ خوں کے نو، رے نکل رہے ہیں۔ کون دھکا، مٹھو، تو، نت پر پھینکا ہوا  
 تھا۔

نیس آوں پے ہوتا تو نہ بات پر موندی کاٹے وچ پی چھا جاتا۔

[illegible]

صبر ملی۔ بھی بھی چھوڑا۔ بندہ دیتا تھا کہ عیسو۔ ہاپ ۱۰ بیٹھتی ہی زور سے  
پہلو بگ مارا۔ اور ایک پتھر سے صراطِ ملی کی طرف پھینکا۔ وہ نہ بچا نہ ریل تو ماتھا  
چھب جا۔ جب تک عیسو وہ پتھر اٹھا۔ سوں نے پاپ رس کا ہاتھ پیر  
ور تے زور سے جھٹکا کہ وہ آہر آہر کہتا سو ریل پر سر پر۔۔۔ بڑگی  
آپے سے پاس ہو گیا۔ بھٹت رہی۔ ٹھکی ماری کہ صراطِ ملی تھوڑا سر پر ہے۔ کئی چھار

جو سب تک سے نکل کر جا چھوڑا۔ بچہ رچپ چاپ بیٹھے سوئے تھے۔ جاہر علی کو راتے  
 ۱۰ بجے دوڑے اور کنگی ہڈی پیا۔ میڈل کار ریٹس سنا چھو گیا۔ ہاں نہیں۔ اور  
 رقیہ دور دور پر چڑھن ہوئیں نکلے تھیں سے برہم سے رہی تھیں۔ مود کی کائے  
 نے غصہ کیا۔ اس پر خط کا قمر ناز ہو گا ان ایٹھ صاحب نہ ہو اس  
 میت ٹھے۔ سولی دوڑتے ہوئے صاحب کے پاس جا کر کیوں صاف نہیں دیتے۔  
 رہے وہ ہمارا بیٹھکے مہیا تاتے ہو؟ صاحب صاحب جو نہیں بیٹھیں یہاں بھی  
 چلیں۔ مانجھنا۔ تہا پوسا بے چلے۔ یہاں جاں لینے میں آئے ہیں۔

کنگلی سے جا رہی ہوتے۔ بیٹھو سنہل گیا۔ اور ساتھ نہ پھوڑا۔ جیسو کا ہاتھ  
 پتھر اور کھ پیا گیا۔ یہاں کھر میں کھر مچ گیا۔ دو چار جان بیوک کے بگلہ کی  
 طرف گئے۔ جاہر علی ہو گیا۔ خدیجہ اور چوہا پانی پر ۱۱ مرد ہیں۔ اندھے  
 پہ بھی گئی تھی۔ شاید دن نوٹ کی تھی۔ بھی تک لے ہوٹ تھے۔ چاروں نے فور  
 مد کی چٹکی اور سے ٹپو نے میں مد رن کے کندھے پر لگایا۔ یہ سہمی پناہ  
 رند سے پتہ توڑا۔ دو سہمی پتھر رچوٹ بیٹھے لگے۔ سب دور رقیہ تو جاہر علی کی  
 مہم پی رہے تھیں۔ بچو کی ٹاٹو دور دور پہ ہڑی رہی تھی۔ شوخوں طرف اس  
 سے دیکھا بھی نہ جاتا تھا۔ رنے سے رنے پر چوٹ آئی تھی۔ خون بہہ رہا  
 ہاتھ پر جم گیا تھا۔ ہاں پائیں پڑی تھیں۔ گویا کی مصور کے ہاتھ پر رنگ شش  
 ہو گیا۔ دل میں درد سورا تھا۔ بس شہر کو دیکھنے کی اس کو لے ہوٹ کی سولے لگتی تھی۔  
 یہ نہیں بھی رہا تھا کہ یہ سب ہلکے چنوں میں یا تھیں۔ گے۔ اس ہوشو سے  
 در بھی محبت نہیں۔ ہڑی تہا شادی ہے۔ یا سوں کا چہرہ نہ جانے کیا ہو  
 گیا ہے۔ وہی چہرہ جس کی بھی نہیں جانتا تھیں۔ مرنے کے بعد خوف ناک ہو  
 جاتا ہے۔ اس طرف نگاہ رنے کے لیے کچھ کو مضبوط بنا پڑتا ہے۔ مد کی کی  
 طرح موت کا بھی سب سے زیادہ مایوں تر چہرہ پر ہی پڑتا ہے۔ جاہر علی کی دس ہر

پتک باندھ ہوئی۔ چہاروں نے اس طرح دھڑکھوپ کی۔ گویا اس کا دل خاص  
 دوست ہو۔ نکلی تدریکی کا ہونا، بقا تو اس کا ایک خصل و عصب ہے۔ رات بونھکی کی  
 چہاروں کے پاس بیٹھے ہوئے سینے ہاندھتے رات۔ یہاں ہر رات یہاں ہر رات ٹٹوم  
 لیٹے ہیں۔ بہن تمہارا بھی عصب کا ہے۔ وہاں تو ہر کارہاں ہر رات ہے۔ وہ  
 یہاں ماہ سے میٹھی ہو۔ ہمارے میوں کے سر میں ذرا درد ہوتا تھا تو ہمارے جاننا  
 خواب میں آ جاتی تھی۔ آج کل سو رہا کا کچھ بچہ پتھر کا ہوتا ہے۔ "ٹٹوم کا اس  
 رات یہاں سے چھوڑنا تھا مگر یہ سب کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ میں وہاں بیوں میں  
 پہلی جاتیں؟ آہ تم بھی تو نہیں ان ماں بھاتی ہو، مجھ سے زیادہ۔ لیکن تم کتنی ہیج  
 رہاں جاتی۔ دونوں کے گے پڑ جاتیں۔ پچھریں ماریں رات جاتی رہی۔  
 باور زہ پرچہ۔ ہمت آتی تھی۔ اس طرح ستی۔ صبح ہوتی تو آنکھیں۔  
 درد سے۔ بھی براہ رے تھے مگر۔ رات کی حالت اس قدر تشویش نہیں تھی۔ تکیہ  
 کے ہمارے بیٹھے گئے۔ ٹٹوم نے سوچا وہاں سے ہاتھیں راتے۔ یہاں مصدوم  
 کہ رات آ رہے تھے پہلی ہوئی ہے۔ چہاروں۔ جو کہیں نہیں موٹیں دیوید سمجھ  
 گئے کہ اب ہمارے رات نہیں رہی۔ بگڑا ہوا رات کی کا وقت آیا۔  
 یہ ایک رک رکھتے ہو گئے۔ ٹٹوم نے دل کو مضبوط یہ ورثہ ہر کے پاس آ  
 ٹیٹھی۔ طرہ طرہ سے سوچا۔ تو مزہ آ رہا ہے۔ اٹھنے نے مجھے ملک مری  
 کی رات ہے۔ اس کے لیے پنے آقا کا چہاوا کی پنے دشمن ہو گئے۔  
 ٹٹوم۔ تم یہ مزہ نہ چھوڑ رہا نہیں دینے؟ سب نیک زمیں کا معاملہ طے و  
 جے کانت نہ تھوڑا ہوتا رہا۔ وہاں سے دشمن بڑھتی جاے گی۔ یہاں جان  
 تصور ہی دیں ہے۔ خدا جے جس طرح تے دن رزق دینا و طرح آگے بھی  
 ہے۔ جات تو مدت رہے گی۔

ہر چہاں و مدت رہے گی مگر گذریے ہوگی؟ کون تو ایسا دیتا ہے؟ دیکھو

موکہ جیسے جیسے پڑھے لکھے بول مارے رہے پکڑ گئے ہیں۔

فلشور: نہ تاتے کا۔ سہی۔ اس کا نصف تو لے گا۔ وہاں وقت نہ دھائیں گے۔

ایک ہی وقت ہی۔ جس تو آفت میں نہ رہے۔

ہر مہر ایک وقت دھار جی رہو گی۔ گھر میں ہر ایک جی تو ہیں۔ کے  
ہرے رو کوں سے گا۔ مجھے پنی جان سے دشمنی تھوڑی ہے۔ پر محبوب ہوں۔ خدا  
ہر منظور ہے وہی ہو گا۔

فلشور: کھڑے ہوؤں گے پیچھے جاں دے دو گے؟

ہر کسی باتیں کرتی ہے۔ حیرت انگیز غیبی باتیں ہیں۔ سپنی بھن ہیں یہ  
ہر میں ہیں۔ نہ ہی پرورش میرے ہو ورنہ مرے گا؟

فلشور: تم سمجھتے ہو گے وہاں تہاں محتاج ہیں مگر تہاں کی رتی ہر ہر  
نہیں ہے۔ جب تک موت ملے پنے خزانہ میں کیوں ہاتھ لگائیں۔ میرے بچے  
پنے پیچھے رہتے ہیں وہاں مسخ کیوں نہ ہنڈیاں آتی ہیں۔ ان کے بڑے مزہ میں  
کھاتے ہیں۔ دیکھتی ہوں وہاں کھیں بند رہتی ہوں۔

ہر میرے جو فرض ہے وہ چور رہا ہوں۔ کہ کے پاس روپے ہیں تو اس کا  
مجھے کیوں افسوس ہو۔ وہ حقوق سے خالی ورازم سے رہیں۔ تہاں باتوں سے  
سہنہ آتی ہے۔ خدا کے لیے مجھ سے کسی باتیں نہ یہ رہ۔

فلشور: پچھتو گے۔ جب سمجھتی ہوں پناہ میں ہوتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں  
بات نہ پچھتے گا۔

ہر یہ سب تہاں کی بات کا تصور ہے۔

فلشور: ہر عورت ہوں۔ مجھ میں عشق کہاں۔ پرے تو ہوں۔ بھلا نک  
نہیں۔ تلق ہو تا تو یوں چین سے نہ بیٹھیں۔

ہر علی نے روت مدد نہ دے پر شدت کا درد محسوس ہو۔ ہر کے پیچ

گئے۔ ماتھے پر یہ سہ پہا ٹھوکر رہی۔ 'ن کوئی رڈ کسٹوئیں نہیں دے  
پتے' کہیں ہری نہ صرب نہ گئی ہو۔

صبر ہاں مجھے بھی یہی اندیشہ ہو رہا ہے مگر ڈکٹروں تو کس کی نہیں ہے  
وہ بچے کہاں سے آویں گے؟

فلٹوم تنو تو بھی لئی تھی۔ یہ تکی حدود خرچ ہو گئی؟

صبر خرچ تو نہیں ہوئی مین نہیں کچل نہیں ہے۔ بکے صبر تو میں ماہوں  
نہیں لینی ہوگی۔ وہ رہ رہ پے تو فیس ہی سے نکل جائیں گے۔ صرف صبر ہی نہیں  
گئے۔ بھی تو پور مہینہ پہا ہو ہے۔ یہ ذوق دیر ہے؟

فلٹوم جب ایٹھ ماہ کی نہیں کا تھا صبر پر سو رہتا ہے۔ بھی دس دن ہوے  
نہیں نہیں لگی۔

صبر دس دن تک ہوے۔ یہ مہینہ سو یا۔

فلٹوم فیس بکے نہ چاہے گی۔ ہاٹوں فیس س فیس سے یہ واضعہ کی ہے۔  
وہ پڑھ رہا ہے مانی گے تو میر کھ نہ کریں گے۔ مجھے تو تمہاری کی ذات کا بھرہ نہ  
ہے۔

صبر (بوت بدل کر) ان موزیوں کی جس تک بخوبی سمجھ نہ سوجھے گی۔  
تو رت سے زندہ آئیں گے۔

فلٹوم ماہوں تو رت کی مانی تھی۔ ڈکٹروں میں ٹرڈن تھڑ ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ  
ماہ نہ جاتا تو یہاں معدہ تراشیں چھینچتا۔ کچھ جو سیر کے ہوئے سے فارغ نہ  
وٹ با تو آپ بھائے۔

صبر مجھے تو خون کے پیپے دیکھتے ہی جیسے سر پر ٹیڈل سو رہا ہوتا۔

تو میں گیسوں میں جھنکی۔ صبر نے سے دیکھے ہی فوراً یہ وارڈنٹ  
رہا۔ معدہ موتا ہے تیرن شامت آگ ہے۔



جنی بیٹھ صاحبِ اشد مت نہیں آتی ہے۔ برے دل آتے ہیں وریا ہیں۔  
میں ٹال دیتی ہج روتی تو یہ حال سا۔ سیدھے آپن ہمدست (خدمت) میں  
وہ دن۔ پر یہاں بہت آئی جمع تھے۔۔۔ جے مارے و سائی۔۔۔ جونی پینے میں  
کئی بہت تھے ہار تے آتی ہوں جو کچھ بھس چاک ہوئی سے معاف کیجیے  
نہیں تو جڑ چا میں گے۔ میں ٹھکانا نہیں ہے۔

نصیب ب ہمارے ہے یہ خوشنیں ہوتا۔ صاحبِ دہم قدم پوے نہ نہیں گئے  
 ورنہ نہ ہیں میں گئے تو ہم ہیں میں گئے۔ کم کوں دھنبہ ہوتا ہے۔ یوں سب سے  
 بڑے پھر میرا تو اتنا نہیں ہے۔ میوں کے ہاں ہوتا ہے۔ رتھے۔ سرورِ خدا کے  
 نام سے دہم پاتا تھا۔ بڑے بڑے رئیس ہاں تھا۔ ہاں مے ہاں رہنے تھے۔ ن  
 دہم کیا باری کی گزری ہوئی کہ چھپے چھپے آدمی بے عزتی کریں۔  
 شیرے وٹھے نے ہاں کو تھے۔ سے دنت سے ہاں کہ ہوا ہاں ہو گیا۔ پٹ  
 ہاں ہاں ہے پڑ ہے۔ تیرے شوق نے آ کر ٹکے ہاں ہاں دیا ہاں ہاں گڑ کی بات ہاں  
 جاتی ہاں کہ نے تو آتے ہی اٹھی ہاں دی۔ ہاں ہاں ہاں ہاں۔ ہاں ہاں ہاں ہاں  
 رہتے۔

رفیقہ جب پوچھتی آ رہی رہتی، راتے چومر کالے کی تپ موش سے گا۔  
 دیکھو، بنا پر سے گی وہ لگ۔ بھی آئے اس کا بھلا معلوم ہو گا۔  
 بکن کو پنے شہر سے مصر کی عملی، قیست حاصل تھی۔ سبھیوں سے فوراً ہی نہ  
 کی۔ ہون۔ لیکر صاحب یہاں تھے وہ پے کہاں بھرے ہیں۔ وہ پانی ر  
 سے دس پانچ روپے کھٹے ہے جس میں تک پٹی دوڑ ہے۔ سب روٹا میں س  
 پیرا ہے۔ روپیہ کا شرف سب کو جھڑاتا ہے۔ ایک روپیہ میں ایک پیس کا  
 بیٹ میں بھرتا۔ کس پر بھی، سوہ جوں چور بھی چھو جیئے۔ سب طرح ان کا  
 رہے ہیں۔ آپ کے باب بچوں کو سب چھو جیئے وہ پلے دوں گے۔

نسب سمجھتی کہ یہ سب کچھ گویا نہیں ہے کہ اسے یہ دوسرے کی ستر سے کام لینا پڑے گا۔ تاکہ کوڑتے ہائیوں۔ ”تو یہاں 2010ء چپ لکھ رکھ۔ یہاں وہ کھلی کے سے جھوٹے میں ہیں۔ یہ میں اپنی ہوں جاتی ہے۔ جتنے موٹی چوس گئی ہیں مگر کچھ ہے دیتی ہوں کہ گھر میں مل سے۔ بیٹھے پائے گی۔ پوسٹوں پر تو صاحب کے ہاتھ میں ہے، پر ہمیں بھی حد نے یہاں ہم ہا ہے کہ ہم ایک نئی مہم میں، دنیا کی حالت پر کام کرنے لگے۔ جس سے ہمیں رندہ تھے تو یہاں پوسٹ کے ایک بڑے مگر یہ حاتم سے چھ بخت ہوئی۔ ہوں ہم تم ۷۷ ہوں ہیں گے۔ میں نے۔ مجھ میں نہا۔ میں نے رت سیمانی تھی لکھ رہا ہے۔ اس کی مہم کا پورا جس رکھا۔ دوڑ ہو آیا۔ خوشامدی میں۔ پیروں پر۔ میں سے قصور معاف کیا۔ تب میں نہ جان پائی۔ ہوں رتی تھی یہاں ہے۔“

رفیقہ یاد کیوں نکلتی ہے۔ میں نے یہ تو وہ چھٹی تھی۔ صاحب رت بھر رہا ہے پکارتا رہا تھا۔

سب ہم پٹی طرف سے کی نہ ہوں میں چاہتے ہیں جب جاب پہنچتی ہے تو سہتی تھی یہاں میں کہ زندگی بھر نہ جھوٹے۔ بھی پہنچتے ہیں وہاں وہ جاب جانے یہ غائب ہوا میں۔ تمہیں تو یاد ہے رفیقہ؟ یہاں نے جس وہ وہ میں پائی وہاں یہ تھا۔ میں نے وہاں سے تباہی کا۔ ”چاہتے تھے۔“ یہ نے گھر آ رہا۔ لکھا تو اس نے دوسرے پہنچنے میں نہ تھی۔

جس نے یہ باتیں کی تو ہوش بڑ گئے۔ امیری عورتوں کی طرح وہ بھی تھا۔ پوسٹیں بچہ ہوں وہاں ہوں بہت جوت پریت سے رہا وہ خوب رہا تھی۔ پائی پڑوسی میں بھوتوں کی یاد دیکھنے کے موقعے سے اس نے ہی رہتے تھے۔ مدام کے جہنم میں نہیں رہا وہاں گھومتے تھے ہیں یہ بھی جانتی تھی۔ سب نے اس نے شیطانی خوف و محراب کے پتی ماں ہوسیا کی کا شہوت ہوا۔ صوفیوں پر رہا۔

”نہیں بیگم صاحب آپ کہ بھی گھون نے بال بچے دیے ہیں، یہ ماضی نہ تھی گا۔  
نہیں تو مر جاؤں۔“

”سب یہ بھی نہ رہیں، ابھی نہ ریں تو عزت یہ رہے۔ گلی کو تیر سے پکڑ لے  
پہچھو“۔ چہ تو بوا اٹھ اٹھنے لگی۔ یہ تو نہ جانے گا  
”جُنہ نیتی سونی بیروں پر رپڑی وریوں۔“ بی بی جو علم ہو کس کے لیے حاضر  
ہوں۔“

”نہیں۔“ چوٹ پر چوٹ گلی، ہر جہنی کے بہت رہے۔ رُرنے پر پچیس  
روپے سے رحمت سے کس بے خوف کیا۔ جمی گھڑ گئی۔ روپے سے کس بے  
بیروں پر رہی۔ مگر بزرگی سے بہت نہ ملے۔ وہ چلی گئی تو نہیں سے نہں رہا۔ خد  
نہا ہے تو پچیس پھڑ راتا ہے۔ کس کا وہ کمان بھی نہ تھا۔ مگر بے بیروں پر رہا۔ وہ نہ  
میں نے کچھ نہ کچھ در نہ تھا ہوتا۔ سو رکوچا بیٹے کہ ماگ میں نہ زری رکھے۔“

”اختصاصی ہے آ رہی ہے سے کہ۔“ آپ بڑا بڑا تھے ہیں۔“ نہیں وہوں گئی تو  
طاہر کی کہ پنے رہتے دیکھا فلٹوم سے ہوں۔“ بی بی غصہ کا تہرہ جہر ہے۔  
رے بھٹے آئی اچا رڈر اوگ کادیا پٹا۔“ غریب سے رات کو کچھ نہیں صایا۔  
کس وقت بھی نہ میں کچھ نہ جانے گا۔ تو کیا حال ہوگا۔“

”ہر نہیں۔“ میرے کچھ نہانے کی نہیں چاہتا۔ آپ کس سے تکیہ الے کہ  
”آپ کے پاس چھ روپے ہوں تو مجھے قرض کے طور پر دے دیجیے۔“ میرے  
شانوں میں آ رہا ہے۔ شاید بدی ہو گئی ہے۔ فاسد ہو کھانا چاہتا ہوں مگر کس  
نہیں کے لیے روپوں کی ضرورت ہے۔

”نہیں بیٹا۔“ بھلا سو پو تو میرے پاس روپے نہیں تھے۔“ تہہ رے مرد قتم  
”کہا کرتی ہوں مگر تم ڈکٹ کو بن گئے نہ کیوں ہو؟“ نہیں میرے صاحب کے یہاں  
”بنا چاہیے۔“ یہ بنگامہ نہیں کی مدت ہو ہو رہا نہ یہاں مگر کو کسی نے یہ غرض

تھی "ایک نیکو داور صاحب نے یہاں چھ جوتے اور وہ ایک رقم لکھ دیں گے تو  
مرکزی تعلقہ میں خاصی طرح کا جھگڑا ہو چکا تھا۔ یہاں ۲۰۰۰ کی حیثیت کا سٹ  
بن گئے تھے؟

دہریہ کے اس میں یہ بات بیٹھ گئی، اس کا شکر یہ کیا۔ ۲۰۰۰ چھ جوتے، ایک  
میرا کچھ میں میں نہیں آتا۔ یہ مہوہ۔ کھجور کے سہارے پر کی مشعل سے اس پر  
۲۰۰۰ ہے، صاحب کے بظاہر پہنچے۔

مسٹر بیوک، راجہ مسید رمار سے ملنے کے بعد اپنی بے تحاشی سے یہ دہریہ  
چھ گئے تھے۔ اس راجہ صاحب سے ملنے کے بعد راجہ صاحب کا فیصلہ یہ تھا کہ بہت  
دیر ہو۔ بہت دیر تک بیٹھے، کٹ مٹا رہے تھے، رات میں راجہ صاحب نے کوئی  
طینت بخش جو بنادیا۔ مسید، رمار سے وڑنہ بیوک دہریہ حال کیا۔

مسٹر بیوک، دہریہ تانیوں سے چر تھی۔ راجہ صاحب کے۔ ونگل سے نہ  
نہایت تھا، لیکن اپنے نہیں میں دہریہ بیوک و اختیار کے وہ دہریہ بیوک  
سے نہایت پہچان تھیں جو دہریہ تانیوں کے لیے مخصوص ہیں۔ ان کے ہال میں حد  
نے دہریہ تانیوں کو نہایت دہریہ بیوک، نہایت غیہ، اعلیٰ و سفلی  
داخل نہ کر رہا تھا۔ وہ مغربی تہذیب و معتقد تھیں، دہریہ بیوک میں ان کی  
تقلید کرتی تھیں۔ دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک  
پنے ہاؤس رنگ سے تھی۔ صاف دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک سے  
بھی ان میں نہ آتی تھی۔ ان زندگی کا اعلیٰ مقصد یہی تھا کہ ہم بیوک کے  
راجہ سے نکل کر گریزوں سے مل جائیں۔ ہمیں لوگ صاحب مجھیں۔ دہریہ بیوک  
نہایت گریزوں سے ہو۔ دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک  
دہریہ بیوک، دہریہ بیوک کے یہاں ہوں۔ صوفیہ و قائم و تربیت گریز کی طریقہ پر  
کوئی نہیں ہیں، وہاں کے بہت سے دہریہ بیوک، دہریہ بیوک، دہریہ بیوک میں

نہ زیب ہونی تھی۔ سناٹ سے تو اس کو نہت کی محسوس ہوئی۔ سناٹا نہ موقوف ہوا تھا۔  
 سے نہ جہاں آتی تھیں۔ جوں کا نہ جتنا تو خاص رہائش رکھنے کا راز  
 مسکوتہ تھیں۔ رخنوں کے کھر پہ دھوئیں اور پڑیاں بہت کم مونی تھیں تو اس کا  
 سبب تھا بیتہ ریوڑ کی کھوپ۔

یہاں سن رز سبک نے کہا دیکھو ہندو تابیوں کی شہوت؟ پھول نہ مارتے  
 تھے۔ سب تو مصدوم کہ یہ ہنگ کس قدر بد عہدہ رہنا ہل ہیں؟ ایک بندھے فنیہ کے  
 مقہور میں قہار کی قدر ہے! جہاں کی تو نگوں کی بھی میں پر کی ہوئی ہے۔ سب  
 نہ نہ بڑے آسویں کا حال ہے جو پٹی قوم کے رہنا تجھے جاتے ہیں۔ اس کی  
 یحییٰ پر دوں گناہ سے! میں نے یہ بدستہ کارک سے بدتر کیا تھا نہیں نے  
 تھیں! روں حکم سے! یہ کہ اپنے اپنے علاقہ میں مقبوض ہیں پھر! یہ  
 صوفی کے آگ میں کودنے کا فہم ہے۔ دریا میں پانی کا حصار یا گیا۔ بھوں  
 کے دماغ پر گئے۔ مسٹر ڈاکٹر کہتے تھے کہ راجہ صاحب زبیل کا معاملہ طے کریں  
 گئے تو میں سے صلہ سے آپ کو دل دوں گا۔

مسٹر ڈاکٹر کا وضع تھے۔ بھی تمہارے کی باتوں سے یہاں آتے تھے۔ نہ  
 بیوک نے اس سے روضہ پیدا کر دیا تھا۔ دراصل اسوں نے ڈاکٹر کو صوفی کے  
 یہ منتہا کیا تھا۔ "یک دفعہ نہیں اپنے ہڈ بھی بچکی تھیں۔ ہر چھوڑا یہ سے  
 پیشہ صوفی کی سے دوستی، صداقت بھی سوچتی تھی، مگر وہ ان کی صرف ریوڑ  
 متوجہ نہ ہون تھی، تو بھی مسز سیوک بھی اس بارے میں نامید نہیں ہو چکی تھیں۔  
 ڈاکٹر سے ہستی راتی تھیں کہ صدیقی مہمانی رہنے لگی ہے۔ کی طرح موٹا پارس  
 کی۔ تشریف و متعلق رقی رہتی تھی۔

جان بیوک سے مادم سو رکھا۔ نہیں کیا جاتا تھا کہ یہ صرت بھی یادیں گے۔  
 یہاں کی بڑی شہرت ہے۔ پتوں کے کپے بچھ جاتے ہیں۔ یہ آجھ مضائقہ

نہیں۔ ساکون دوسری تہہ سہتی پڑے گی۔

”سہ بیوک میں مسٹر کلرک سے ہوں گی۔ پارٹی صاحب سے سفارش کروں گی۔“

جان بیوک مسٹر کلرک، میونسپلٹی کے مہتمم میں داخل آیا۔ یہ کاغذ پیش نہیں کیا۔

جان بیوک کی مدد میں عرق تھے کہ ان ہنگامہ دہ حریف۔ سائے میں گئے۔  
پوسٹ میں رپورٹ دی۔ اور سہ روز گودم جانے کا ردہ ری رہے تھے کہ حریف  
شخصی سیتے ہوئے پہنچے۔ آتے ہی بیوک میں پہنچ گئے۔ یہ کے چکواہوں سے 20  
مور مار دیے تھے۔

”سہ بیوک نے نگریری میں کہا یہی صورت بنی ہے۔“ یہ منصبت کا پیر  
بھٹ پر ہے۔

جان بیوک پہنچے جی معصوم ہوتا ہے آپ کے تحت چوتھی۔ مجھے اس کا  
بے حد فکروں ہے۔

حاجہ معصوم کو کچھ نہ پوچھیے۔ کم ہنتوں۔ مارا لے میں وہ سہ روز بھوکوڑی تھی۔  
جان بیوک اور بیوک معصوم کی آپ مجھ سے غارش رہتے تھے  
حاجہ معصوم اپنی خطوں خوب پوچھا۔ مجھے یہ معصوم ہوتا ہے میری رائوں  
سہ پر صرے آگئی ہے۔

جان بیوک یہ آپ کی خام حیاں ہے۔ بڑی وٹ جانا وہ معصوم رہتا  
نہیں ہے۔ آپ یہاں کی طرح نہ آسکتے تھے۔ چوٹ ضرور آئے ہے مردہ چاروں  
ہاشاں ریہے تے سخت سوچے گی۔ ”ترہہ ہاریب ہوں۔ یوں؟“

حاجہ معصوم یہ سب کی شیطان بگڑنگی میں رست ہے۔

جان بیوک مگر معصوم اب سوچا ہے۔ آپ جڑ سے بری نہیں ہو سکتے۔ میں

س و آپ کی زندگی و مرے حیا علی سمجھتا ہوں۔ آپ سے لوگوں سے مجھے ی  
 یوں ہے۔ آپ معصوم ہے۔ س میں میری لکھی بدنامی ہے؟  
 صہر میں طرف سے تو کون ریادتی میں ہوں۔

جان سیدک ضرور ہوں و رہا دیوں کے تہی کی سے مجھنے رہے نہیں  
 تے۔ آپ اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگوں پر آپ کا رعب رہے۔ یہ نہیں کہ  
 چھو۔ چھوئے تہا میں آپ سے مار پیسہ رہے نہ ہمت ہو۔

مہر سیدک کچھ میں۔ یہ سب ان کی فزوری ہے۔ کوئی رہ چلتے کی دیکھ رہا رہا۔  
 یثار سیدک کی پرچہ پڑے پڑے غلے کے بیٹے مجھے سپن رہا میں ہے۔  
 پے دس سے کی زندگی نہ رہنے کی یہی رہا ہے۔

صہر ہی یہ باتیں رشم پنہ کی طرح معلوم ہوئیں۔ یہ غصہ آیا کہ وقت بہ  
 دوں۔ نہ میں جاں بہا رہی و سکی۔ میں جان سیدک کوئی کی ذمہ دار سے و نہ  
 شہان کی یہ تدبیر چھٹی۔ فتن تیار رہا اور طاعلی و یہ رہا رجبہ رمار  
 کے مقام پر چاہئے۔ رجبہ صاحب شہ کا رشتہ گا ر مقام پر پہنچے تھے کہ جان  
 سیدک کا کارڈ مل۔ کچھ جھٹکے۔ میں مروت دمن تیر ہوں۔ باہر نکل آئے۔ مہر  
 سیدک نے ہاں معاف کیجئے گا۔ میں سے آپ سے وقت تکلیف دی مگر پام سے  
 پورا رہا۔ یہ تنہا رہا رہا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کے رہا کا  
 ان پڑوں۔ کل سب نے مل کر گودم پہ حملہ کر دیا۔ شاید کنگا دینا چاہتے تھے۔  
 پر آگ نہ لگا سکے۔ ہاں یہ میرے یکسب میں۔ بس سب کے سب پھاٹ  
 پڑے۔ س کو جو س کے بھریوں و ہار تے ہار تے دے دیا۔ تنے پہ لگی نہ و  
 تسکین نہ ہوں۔ رمارہ مقام میں ہنس گئے و رعب رقبہ ندرے در رہا بند رہا  
 میں توں کی تہا ریزی میں کوئی شک نہ تھا۔ نہ تو ہی جو میں لگی ہیں کہ شاید  
 مہینوں تک چنے پھر نے قہل نہ ہوں۔ نہ میں مدی ہی سوٹاں ہے۔

مسیدہ رمار گھڑیوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی بے وفائی ہوتے ہی پھر  
 پیش میں آجاتے تھے۔ غضبناک ہو کر سب ہاتھیں اٹھائیں گے۔  
 جان بیوک کو توڑنا چاہتے تھے مگر چھروں نے دھڑکا تو سٹ گئے۔

مسیدہ رمار۔ میں غور توں پر ظلم رنچا رہتا تھا  
 جان بیوک یہی تو کس ڈر، انا نک، کاسب سے زیادہ ڈرنا کھستے۔  
 مسیدہ رمار۔ نہ کہ نہیں۔ صاحب اقبال نہیں ہیں۔

جان بیوک۔ سب سے بڑے کہتے ہیں کہ دو میر تقی میر کے باگداری  
 اہل کت کے لیے چاندیوں کا بدو، ست کیجیے۔ غور نہیں سنا، خوف روا ہیں کہ  
 وہاں ایک منٹ لگی نہیں رہتا چلتی۔ یہ ساری باتیں ہی نہ سے کی بدعت ہو رہی  
 ہیں۔

مسیدہ رمار۔ مجھے تو وہ بہت ہی غریب ورسیدہ رہا، وہی معلوم ہوتا ہے مگر بے چارہ  
 وہاں نے ان کی بچہ لگی پر ترسھا، تجویز یہ تھا کہ آپ کے لیے وہ دوسری  
 رہیں تلاش رہیں جب سب لوگوں نے شہرت پر سر ہانڈی ہے اور آپ وہ  
 وہاں سے جبر نہا چاہتے ہیں تو کس کی نہیں ضرور لگی۔

جان بیوک۔ یہی بات ہے۔ وہ لوگ مجھے وہاں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔  
 نہایت ہی قوی قومیہ کے وہاں میں ضرور رک جائیں گے۔

مسیدہ رمار۔ میں خود بخود رہیت کا دوا ہوں اور اس  
 کے حس کی وہاں سے حمایت رہتا ہوں، لیس مجھ رہیت کے نام پر ملک میں جو  
 برقی ٹیکسی ہوئی ہے، اس کا میں ایک رہبر دست محاسب ہوں۔ یہی مجھ رہیت سے تو  
 روپیہ دہریہ شخصیت روپیہ دہریہ ہیں۔ آپ متحمل رہیں۔

ان طرح کچھ دیر ورتیں مر کے ور رہے صاحب خانہ ہر کے جان بیوک  
 رخصت ہوئے۔ راستہ میں طرحتی ہو چکے تھے۔ صاحب کو میری مدد جان سے بنی



کا منہ لٹے میں ذرا بھی تامل میں ہو۔ کیا یہ صاحب ثروت، عزت و وقار اور  
کی علم و نگاہ سے خوش ہو جاتے ہیں؟

جان بیدار نے قیام سے نئے جہات کو معلوم کر لیا۔ پوچھا۔ آپ سوچ  
رہے ہیں۔ اس قدر مبالغہ و رنگ آمیزی کیوں صرف اس کا  
تعمد ہے؟ کیوں شہین یا زمین سوچے کہ یہ۔ میں عورت میں بچنے یہ تھیں خاص  
و ستا؟ کیا میں کی کام کا چھید پر ہونا محض کامیابی پر محسوس ہے۔ یہ شخص خدمت  
سے جوت رتا ہے۔ اس حکام نے اس پر تندہ کرنے کا موقع پا کر وہ مانی کہا جاتا  
ہے اور اسے موت پانا ہے۔ اس کا مقصد پوچھا گیا تو وہ اپنے ملک کا نجات  
دہ ورہ دلخ سبھا جاتا ہے اور اس کی بدکاریں قائم کی جاتی ہیں۔ کامیابی میں  
عیب کے سوائے نئے عجیب و غریب ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ ماں پہلے مصطفیٰ ماں  
نے یہ تھا؟ نئی ملک اس کے خون کا یہاں تھا۔ آج وہ اپنی قوم کا رول رہا ہے۔  
یہ؟ اس لیے کہ وہ کامیاب ہو۔ یہ نئی سب فہم اپنی جان کے خوف سے  
میکہ بھاگ گیا تھا۔ آج وہ صہروروں کا پرینڈنٹ ہے۔ یہ محض اس لیے کہ اس  
کی عورت کامیاب ہوئی۔ میں۔ راجہ صاحب و سر قدر یہاں یہ مبالغہ کا عیب  
کہاں رہا؟

تو میں فن غلط پر تپتی۔ مٹا دیکھنے آتے ہی پوچھا۔ "یہ کیا ر  
آئے؟"

جان بیدار نے ٹھٹھکتے چاہے۔ راجہ و ہمدرد بنا یا۔ تھوڑی دیر تک سمیرا نے تو  
ضرور رنی پڑی۔ پس کا اثر بہت چھوٹا۔

یہ ریویک حد تھ پر رن کی گارنگے۔ پھر رنگ آمیزی جی بھی دیا کا ہون  
و مچتا ہے؟ کامیابی نہ ہی کبھی ہے مرنے والی کامیابی کے لیے تو اس کا ہونا اور بھی  
صہری ہے۔ آپ کے پاس چکی سے چکی چیز ہے۔ بس بس آپ کی

تعریف نہیں رہے، ان کا ہنسی نہیں ہوتا۔ اپنے عمدہ مال کو! جو سناپت  
 و عیہ ہوتا ہے چائیں۔ اپنی وہ سب بات یہ زندگی بخش تیر بہدف آدمی  
 چاہیں آپ ہر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی تیر نہیں۔ فی و غلط سے پوچھو۔ وہ نہیں  
 سے پوچھو۔ ان مضمون نگار سے پوچھو، اچھی یہ سہار سے یہی کہیں گے کہ رنگ  
 سمیر کی اور کامیابی مترادف ہیں۔ یہ وہ نام ہے کہ مصوری کو رنگ کی ضرورت ہوتی  
 ہے۔ سب تو تمہیں نشان ہو گیا کہ وہ میں مل جائے گی؟

جان بیوک جی ہاں۔ سب تو نہیں ہے۔

یہ ہمارے سب سے پر جھو بیوک و پار و رتھ سے سمیر لپڑ میں ہے۔ جیسے  
 ڈیٹھے یہ رہے ہو؟ فور پانڈے پور کیوں نہیں چھپے جاتے؟ تمہارا یہی حال رہا تو  
 میں کیا سب تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

پر جھو بیوک مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں مگر اس وقت مجھے صوفی سے پاس جا  
 ہے۔

جان بیوک پانڈے پور سے وٹے موے صوفی سے پاس بہت آسانی سے جا  
 سکتے ہو۔

پر جھو بیوک میں صوفی سے ماہر یا وہ ضرور دیال کرتا ہوں۔

جان بیوک تمہارے وہ روزے سے کیا فائدہ جب ہم آج تک سے یہاں  
 نے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

پر جھو بیوک کے مدد سے یہ غلط ٹکٹے رہ گئے۔ ہمارے آگ گادی ہے۔  
 میرے جھٹ نہیں بچھ مٹی۔ وہ فور اپنے سرہ میں گئے۔ چہ سے پسے وہ دن  
 وقت صوفی کے ساتھ پانڈے پر جانے کو تیار ہو گئے۔ یہ وہ نیا چھپے تھے۔ زمین  
 سے آگ دن پٹ نکل رہی تھی۔ وہ پیر کا اٹھنا تیار تھا۔ میرا گادی دن تھی۔ زمین پر جھو  
 بیوک و مدد کے بے حد اسرار پر لگی تھی۔ یہ پانڈے سے۔ وہ صوفی خدا سے دعا

رہے تھے کہ کی طرح وہ پیر میں کٹ جائے۔ یہ ٹھکوں سے نیچے حس کی غیروں  
 سے چھین کر آنے والی ٹھکان بن گئے اور وہ بہت کم رہا تھا۔ لیکن پہلے یہ  
 انھوں نے ان کو صاف اندرون سے شرم کی رکھ۔

11

بھیرہ پکی پکی ماں کا پوتہ بیٹھا تھا۔ فی مکان سے آرم سے رہنے  
 کہ کشت کرتا رہتا تھا۔ اس سے کہہیں بہو پکی ماں کو بھوکا نہ رکھے وہ نکی تھو  
 اپنے سامنے پر سیاہ کرتا اور اس کا چہرہ سیدھی ہٹا رہا تھا۔ تاہم۔ بڑا سیہ تمپا  
 بیٹھا تھی۔ اس نے وہ سسے بہتیل سے منہ صاف ہو خوب صورت مارا لیا تھا۔  
 آپ چاہے بہر میں پر اس پر اس کو کھٹا پر ساتا تھا۔ کتا کہ اس نے نہ جانے کتنی  
 کلینک برداشت کرے مجھے پاؤں ہے۔ میں اس سے جیتے جی کھلی رہن نہیں ہو  
 نکلتا۔ اس کا ہر صلی بھی اور ساتا تو ہے نہیں ہو جاتا۔ پچھلے سیہ۔ پچھلے سیہ کو  
 پڑے گئے کا بھی شوق تھا۔ شوہر نے اس میں جو آرم نہ دیا تھا، اسے بیٹے کے رٹ  
 میں حاصل نہ پائی تھی۔ بھیرہ نے اس کے لیے ہاتھوں سے لڑے وہ لگیں ہنس  
 اور یہی کی گئی چیزیں سوئی تھیں۔ اپنے کے لیے مہر۔ پرے کے بجائے کوئی  
 رنگین چیمٹا۔ یہ رتا تھا۔ پکی کی کوتاہی دیتا رہتا کہ ماں کو کوئی تکلیف نہ ہونے  
 پڑے۔ اس طرح بڑا سیہ کے مزاج میں چھ رگونت کی بھی۔ اور ان کوں بات طبیعت  
 کے خلاف ہوتی تو روٹھ جاتی اور ہوا لڑے ہاتھوں میں۔ یہو کا نام سو بھگتی تھا۔  
 بڑا سیہ نے اس کا نام بھگتی رکھ چھوڑا تھا۔ ہو۔ ذرا چیم بھرنے میں دیر کی  
 چورپانی بچھا ہاتھوں کی بوسہ لے لگتے ہی ان کے پیروں جو میں نکالے نہ آ  
 پہنچی تو بڑا سیہ اس سے سر ہو جاتی۔ اس سے باپ اور بھائیوں کے منہ کو کھال ہناتی۔  
 کھانوں اور سیوں جاتی اور نے گایوں سے صبر نہ ہوتا تھا۔ جو ہی بھیرہ دکان  
 سے آتا تو ایک ایک سیہ بوسہ لگاتی۔ بھیرہ سنتے ہی سگ ہو جاتا۔ کبھی حتی ہاتھوں

سے مڑبھی اٹھنے سے یہ کیوں نہیں جاتا۔ جلدھر سے کیوں نہیں دھرتی تھی۔ رچہ  
 بھیرہ کا کٹھن، اسی کے مغربی سرے پر تھا، جلدھر کا مشرقی سرے پہ لکھن جلدھر  
 کے یہاں رہا وہ آدمہ رست تھی۔ یہاں مدت تازی پینے دل جاتی تھی نہ موس پینے  
 کے لیے نہ کے پاس پیسہ تھا۔ نہ کے گھر میں کھانے کے ہت تھے۔  
 مانے، تمہاری تھا۔ پوچھنا نہیں۔ ایک ڈک مارک ہو۔ خوشی سے تانا  
 منع کہیں کہ تے پیٹ بھرے، رتا کی تہت تھی پہلے یہ بھیرہ کیوں میں ہوں  
 مدیا رتا تھا کہ یہ بھڑک سے جاتی تھی۔

وہ تیس برس پہلے کی بات ہے، یہ رت، بھیرہ، جلدھر بیٹھے، رتا کی پٹی  
 رہے تھے۔ چاروں کے دن تھے۔ بڑا ہاتھ پائی راتھی سے رکھے۔ گتاپ  
 رہی تھی۔ بھیرہ نے سادھ گ سے نہا، تھوڑے سے نر بھن، نمک، بھج، پینا  
 بھی یق آتا۔ تازی کے لیے رت ضرورت تھی۔ سو بھ کی نے مروتھو،  
 بین پیرا میں تھا۔ صحت نہ پر کی کہ ہوا، "پینا نہیں ہے۔" وہ دن سونی  
 تھو، نہ دکان پر۔ بخر دکان بھر چکا تھا۔ سو بھ کی نے بہت خوش آمدن، پر  
 نہ دکان نہ کھان۔ بکوروں سے پنے سولے مٹر، بھیرہ کے ساتھ  
 یہ۔ بھیرہ نے پیر نہ ایکنہ تو پیر نہ دے۔ بول: "یہ مجھے بل بکھتی ہے کہ  
 بھنے ہوئے سر، رکھا یہ؟ پینا نہیں کی؟"

سو بھ کی نے نہا: "پیر نہیں ہے تو کیا میں پیر ہو جاؤں؟"  
 جلدھر پیر کے مٹر یہ مٹر بیٹھے گئے۔

بریا بھج تو بھی کل کی دھینڈن تھی۔ گھر میں کون چیز تو یق نہیں۔ نہ  
 پانے کی چائیں کا پیسہ ہی بھڑ۔

سو بھ کی مجھ سے م (قسم) اے جو بیان ہاتھ سے بھی چھو ہوں۔ ہی زمان  
 اربان، ہوں تو اس گھر میں ایک دن بھی پام نہ ہوتا۔



مے خوب سے اس کو مار نہ سکتا تھا۔ سو بھگی پر کسی سختیاں روز بروز کمزور ہوتی جاتی تھیں اور جگہ بھر پانی۔ مہر جی کے باوجود ابھی بھی وہ طرفہ رکھتا۔

جس کو جنگی وراثت ملی میں جھٹھڑا ہوا تھا۔ ان بھیرہ ورسہ راہ میں بھی  
ہر گام آ رہی ہوئی۔ ہر سیاہ و سپرہ و نہاں تھی۔ سو بھگت کی دھوئیں اٹھنا چھوٹ گئی  
رہی کا موسم تھا۔ رات کو 9 بجے بڑھیا کو کچھ رومی معلوم ہوئی۔ رومیوں میں رہ رہ  
وہ رہ نہاں تھی ورجہ روں میں وہ چھپنے میں ایک حربہ۔ جب وہ نہاں رہا ہوتی مائے  
گئی تو سو بھگت کی کوہ آئی۔ کاٹو تو ہونٹ تھا برس میں۔ مائے جوڑ رہا ہوں۔ آن دھوئی  
ہو۔ سو چھوٹ گئی۔ مذہب و میر کی ہوتی یمن جو میں سے ہوا رہ بھی گھٹا۔ دیتی  
ہوں۔

برصغیر میں قدم قدم پر چلتی تھی۔ اس نے ہندو مذہب کو گایا۔ یہ وہ گائی کہ ہندو  
پہچان بھی رہی۔ تے میں بھی وہ دکھ سے آیا و رسول بھی کی سے ہو۔ 'ہندو کی ہندو:  
- آج نہایت ہو نے وہ ہے' وہاں میں بھی تھا۔

برسیا ہوں با رگی دھون چبھی ہوں۔ اپنے ہاتھوں دھوسا کروں گی۔

بھیکر : پاپ - دھنوں تپیں دھنوں ؟

بریا وہ سمیرنی دھوئی یوں دھوے گی گھریں، لکمن ہے۔ یہ یا تم سے کہ  
کیا رہی ہے وہ بے یقینی ہے۔

سو بھگی ہے بہت جڑ معذرت کی، پھر بھرنے تک نہ تھی۔ ڈانٹ سے سہارنے و  
 ۱۰۔ ۲۔ بھگی بھگی اور ۳۔ اس کے گھر میں ہنس گئی۔ پیچھے پیچھے جیسے بھگی  
 ۱۱۔ میں چلتی۔ بھونچے میں گھاڑ چلتی تھی کہ سو بھگی کا ہاتھ پڑا، کھینچے کے کہ  
 ۱۲۔ اس نے کھڑے ہو کر دیکھا، اور ۱۳۔ یہ بات ہے بھگی، اسے میں سہارے ہو

بھیرورم ہو رہا۔ "دور رہ سے ہٹ جاؤ نیک تو یہ تہہ کی دیو تو" دوں گا۔ سارن ہٹ چکی گل چاہے گی۔ بہت دوس نے تہہ رنگ دیکھ رہا ہوں۔" ج



مال سے دیکھ رہا ہوں۔ میری گھر والی اس سے رُکے کیے میں گھنٹوں باتیں رتی ہے۔ جُدا طر نے بھی کس وہ یہاں سے رت میں آتے جاتے دیکھا ہے۔ سچ بھی دے پیچھے مجھ سے بڑے پر تیار تھا۔

ٹائیکر مشہور نے بات ہی ہے مدھ سہمی، یوتا تھڑی ہوتا ہے، پھر یوتاؤں بھی تو کام دیوے دن سے نہیں بچے۔ سو رہا تو جہ آدھی ہے ور بھی عمر کی کیا ہے۔

ہا رین مہاراج کیوں نہ اٹھے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟ چلو کچھ بھجن یہ نا

ٹائیکر م تمہیں بھجن کی سبقت ہے۔ یہاں یک بھٹے آدھی کی عزت کا معاملہ آتا ہے۔ بھیرو، لہاروں یک بوت، نو تو کہیں۔ مہر سہاگی، مارتے بہت ہو۔ اس سے کادل تم سے ہیں مارتے۔ بھی دور سے دن ہار جاتی ہے۔ مہینہ میں دو، سے زیادہ سے پائے۔

بھیرو، پھر ہاتھ کہ مجھے لوگ بناتے ہیں۔ ہڑ رہو۔ اپنی عورت ہے مارتے پیتے ہیں تو کی کا سبھ ہے۔ جو گھوڑے پہ لگی ہو رتی نہیں، وہ دوسرے ہو، ہونا کیا سمجھے گا۔ وہاں جاتے عورت سے قابو میں رتی ہے۔

یہ طنز ٹائیکر پر تھا، اس کی شادی نہ نہیں ہون تھی۔ ہا میں دوست تھی۔ جھوٹ کی بددست کی بات کی قدر نہ تھی پھر بھی نہ جاسے یوں کی شادی بھی تک نہ ہون تھی۔ وہ مہر پانچ سو روپے سے مہانے، تیار تھا، میں کہیں ہوں نہ مانتا تھا۔ بھیرو سے سمجھا تھا، ٹائیکر م دوس میں کٹ جائیں گے مگر وہ چھٹن ہو شادی نہ۔ یہ طنز ہوسب خیر میں آتا تھا۔ ہو۔ ہو، ہو، ہو، اس کا کچھ جواب نہ عورت سے مل میں رتی ہے۔

ہزگی ماریب سے نہ سڑکا ہو بس میں آتا نہیں۔ عورت یہاں میں آئے گی؟



بھیرہ اس میں تو سے عورت کا پ۔ عورت اس کیت کسوں ہے۔ مار سے  
بھت بھتا ہے۔

جنگی تو عورت بھی بھگ جائے کس کا باؤ میں نہ آئے گی۔  
تاکر م بہت چھگی نہ بکری بھت پئی کہی ۱۰۰۰ مار سے بھت بھتا  
ہے تو عورت بھی بھگ جائے گی۔ تو کس کی تہا ری بات۔  
بھیرہ بات یہ کہتے ہیں کہ اس لگی ہے چو نے ہتھی ہا تھی چھتا ہے۔  
جھڈر یہ سب کہے کی باتیں ہیں۔ عورت پنی طبیعت سے اس میں آتی ہے اور  
کس طرح نہیں۔

تاکر م کیوں جنگی نہیں ہے کوئی جو ہے؟  
تھوڑا دن چھٹی تم ہوں ہڈی تھی تھوڑے۔ چھوڑے پچھائی کے  
پچھے پڑے ہو۔

تاکر م سہا سہا یہ سمجھتے ہیں۔ یہ ایکٹھی میں تھے اے ہیں۔ جی  
تھوڑا تو معلوم ہو چھوڑا نہیں چھوڑ دو پچھائی پچھائی نہیں دہیں۔  
بھیرہ نقل چوئے۔

تاکر م نکلے کے کو کچھ کہتا ہوں۔ یہ دیکھو تھوڑا دین کے تھوڑے رکھے دیتا  
ہوں۔

جھڈر یہاں سے ہو بھیرہ؟ ہے پتہ۔  
اس میں نہیں جاتا۔

تاکر م سوردس اوچھوٹا ہوا ہائی مت اور م دوہوڑے سے ڈرتے ہو۔  
باری چوئے یا روکھ؟

سورس میں بھنی میں دوچھکس جاتا۔ چھپے سے یہ نہ ہنا کہ تھوڑے  
پتہ۔ میں جیسے چھوڑوں گا۔

جگہ حرم ہاں ہوں تم جیسے چاہنا یہی کرنا۔

سورس چھاتا آو ہاں ناہ؟

نایک حرم مذہبی کا دیوتہ لیکن چاہیو آو امید میں۔

بھیرو مذہبی سے یہاں ہوں

نایک حرم میں دی پر تار لے تھے؟

جگہ حرم نکل آو بھیرو۔ یہ جھپٹ میں مارو گئے۔

بھیرو تمہیں میں میں نہ جانے؟ تمہیں حرم میں۔

جگہ حرم وارہ چوں ہی ہمیشہ فکر رہی تھی۔ بندہ ہونے کے سبب کی طرح چوں نہ

یہی تھی۔ لہر میں یہ نہ یہ کہ تھی بنی رقی تھی۔ روپیہ مانے کی تھی یہ تھی

سے نہ جانے اپنا چاہتا تھا۔ "یوں سورس انہم سے ہو گئے؟"

سورس تمہیں چاہو۔ کوئی سہی۔

جگہ حرم یہاں بندہ جی نہ ہو گئے؟

نایک حرم حرم تو بھیرو کے لیے تھا، میں کوں ہرج میں۔ ہاں شہریت کے

یہی جھپٹ میں رہو۔

جگہ حرم دھوئی اوپر چہ حرم سورس سے پاٹ یہ۔ سورس نے س کی

یہ مانگ پڑی ورتے زور سے نہیں کہ جگہ حرم سے پڑ۔ چوں طرف

سے تادیں جتنے ہیں۔ بچا لیا۔ وہ سورس وہ۔ نایک حرم سے دور س کی

پڑھو کی۔

بھیرو مجھے کہتے تھے یک ہی چھپت میں رہو گئے۔ تم پیسے رکھے؟

جگہ حرم سورس نے مانگ پڑی نہیں تو یہاں رہا۔ وہ رٹا مارتا کہ چوں

شہریت رہتا۔

نایک حرم چھو یہاں رہا ہے۔



مٹی مچکتے ہوں۔ اس دن میرے من تانچیں سوچے گا، اس دن تم مجھے جیتا نہ دیکھو  
 گئے۔ یہ ہر روز اس چھوٹے پھول کے گہرے زرد رنگ میں آہستہ آہستہ  
 پڑے۔ "کھیر" اور اس کو مارتا ہے۔ چھری کبھی کبھی میرے پاس آ رہی ہے جاتی ہے۔  
 میرے قصہ گوئی ہے کہ میں اس کا ہتھکڑیاں میں دیتا ہوں۔ اس کے لیے چاہے وہ مجھ سے  
 بدنام رہے، چاہے جو نرم لگے۔ میرے ہاتھوں میں سے نہیں گئے۔ بدنامی کے ذریعہ  
 سے جو کچھ ہاتھوں سے نہ چھیمے، وہ کبھی نہیں ہے۔

خونگی تسمیں ہٹ جاتا تھا، اس کی عورت تھی۔ مانتا چاہے پینتہ ماہ سے مطلب! وہ اس سے کیا نکھوس، یہ نہیں رہتا۔ یہ تو سنسار کا جوہر ہے، پر تکیوں بات پہ کوئی تدارک نہ ہو، ٹانگ تو نہیں نکالتا۔ میں تم سے بچ کہتا ہوں آج مجھے جتنا دھوکا رہا ہے، اتنا اے مرنے پر بھی نہ رہا تھا۔ میں پانچ برسوں کے کھانے اور مٹھے پہ یہ ٹانگ اڑے گا۔

تاکید کرتے ہیں۔ بھئی آدمی! مدھے ہو کیا مرائیں ہو۔ مجھ پر تو ہوں  
یہ ظلم گانا تو میں اہ خوش ہوتا۔ یہ ہر دم دلی جوڑے گانے جاتے ہیں۔  
ہاں نظربارن کے سواریاں کرتے ہیں۔ صدروں میں رکے سواریاں ہوتا ہے۔  
سیوں ٹھیوں میں بھی یہی بہارتی ہے۔ یہی مردوں کا کام ہے۔ ہر کار کے  
رج میں ٹھی تو رکا تو کہیں نامٹیں۔ ہر کی مرکی کی نظربارن میں رہتی ہے۔  
س کی یہ چتا (نذر) چھوٹو کا تھکن مرو۔ سب دکھ اور ہو جا۔

بڑگی، اندیشہ تھا۔ آج وہ ریب کا۔ جو یہ چھ سو۔ نکل پوس دو روپہ آ  
جائے کی۔ حصہ مر م ہوتا ہے۔ ایک ر م نے تفتی کی۔ 'نصہ آؤں اپوس سے یا  
ارتے ہو' ہوتا تھا۔ دروہیں رچیوں، پوشیہ میں روچیاؤں۔ بے فکر رہو۔ کچھ نہ  
موتے دے گا۔ تہا ر بل بڑا ہو جائے میر دس۔

تو یہ شخص اس پہاڑ سے چلے۔ دیکھ کر پہاڑ سے نکل کر وہ دیکھ کر رہ گئے۔



جنگی کے گھر سے مل نی جاتا ہے۔ بل تو کھانے سے ہوتا ہے۔

بھیرہ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ شہر نے سے مل کا مار ہو جاتا ہے۔

جگدھر سی نہ باتیں کرتے ہو۔ یہ ہوتا تو فوج میں گوروں کو ہر ندی میں  
پانی جاتی، مگر یہ بھی ٹر ب پیتے ہیں تو کیا مزرہ ہوتے ہیں؟

بھیرہ سچ سوچا کی سے کی تو گا کھوت دے گا۔

جگدھر سی کے گھر میں چھوٹی بیٹی ہوگی۔

بھیرہ ند سے نے میری آبرو بگاڑ دی۔ ہر ندی میں بات چیت کی تو حقہ پانی بند

ہو جائے گا۔ بیوی آج ایسا پڑے گا۔

جگدھر تمہیں تو ڈھنڈور چاٹ رہے ہو۔ یہ میں ٹکلی کھا لی تھی تو پکے سے کھ چدے

آتے۔ وہ گھائی گھاتی تو اس سے کچھ پیتے۔ تم ٹیڈہ ہیں، مانی اپنے۔

بھیرہ اس ند سے وہیں یہاں بیٹی نہ بھجھتی نہیں تو۔ تک کبھی اس مزرہ پہنچا چکا

ہوتا۔ بس چنیل و سر میں نہ رکھیں گے۔ جہاں کے ہاتھوں یہ جہاں ہوں!

جگدھر اس سے بڑی دریا بدنامی ہوگی۔ لگا کاٹنے کا کام کیا ہے۔

بھیرہ بس یہی جی میں آتا ہے۔ پتلا ریب گند سہار کا تمام رگوں، مین

نہیں میں سے گھٹھ، رگوں کا۔ سوچا کی کا دکھ نہیں ہے۔ ہر خون و نہیں

ند سے کا ہر کیا ہے۔

جگدھر کھوٹوں کا ہے۔

بھیرہ مین چھیر چھوٹو پہلے مادی رتا ہے۔ اس سے وہ بٹھسے وہ سڑ نہیں

رہا۔ جہاں چاہے جہاں جیسے چاہے رہے۔ مجھے تو اس ند سے سے بھگتا ہے۔

صورت نے یہاں ریب اغریب اجون پر تا ہے، جیسے کچھ چستی نہیں ورس میں

ننا کپٹ بھر سوے۔ بھیب، غمتے ان جاتے ہیں اس پر بھی بھائی کی آغیہیں

نہیں ملتیں۔ جگدھر اس نے میرا سچا روپ۔ میں دوسروں پر ہنس رہا تھا۔ بس

نیا مجھ پر غصے کی۔ مجھے سب سے بڑا تو یہ ہے کہ میں نے تو چھارے ہاتھ  
 کی۔ اس کی یہ ساری کے ساتھ جاتی جو بات بات میں دیکھنے سننے میں اہن  
 دہشت میں، مجھ سے بڑھ کر سوتا تو مجھے قارئین نہ ہوتا۔ جوتے کا پتہ نہ میں ہی  
 ہے گا کہ میں کس انداز سے بھی کیا مینا ہوں۔

جسدِ عورتوں کا سو بھونچے کچھ میں نہیں آتا۔ میں تو کہاں تم اور کہاں وہ نہ تھا۔  
 مہ پر کھیاں بھکا رتی ہیں۔ معصوم ہوتا ہے جو تھے یہ ہے۔

بھیرو اور کتہا بڑا ہے۔ بھبکا لگتا ہے۔ نہ تھا ہے پر جب دیکھو ہنستا ہی  
 رہتا ہے۔ میں سے بھی وہ تھے نہیں۔

جسدِ گھر میں رو پے پے ہیں۔ روئے میں نہ۔ بھبکا تو دکھانے کی ہانگتا  
 ہے۔

بھیرو۔ روئے گا۔ یہ ریلوں کا کہ کچھنی کا دواھ دیا۔ جا۔

یوں باتیں کرتے کرتے وہیں پہنچے گئے۔ رات کے وہ بجے ہوں گے  
 کہ ایک سوردس نے جھنڈی سے آگ کا ٹھلہ بند ہو۔ وگ پہنچے  
 روزوں پر رہے تھے۔ حاتم خوب میں ہی باطنی ہوس۔ یہ رہتے ہیں۔  
 سے دم میں سیناؤں میں جمع ہو گئے۔ اس پر سرخی پھول ہوں تھی۔ شعلے پاک  
 پہاڑ۔ ان صرف وہ نے گئے۔ کبھی نہ صورت کی مدد کے نہ کی کل  
 ان سو دن تھی۔ کبھی وہ ہوتے تھوکنوں سے کس طرح کا چنے سے تھے جیسے پانی میں  
 چوند کا غلے۔ آگ بجھانے کی جارہی تھی، مین جھنڈا ہے نہ آگ۔ آتش  
 اند کی طرح کبھی نہیں جھتی۔ پانی پانی رہا تھا۔ مٹی یوں شریچ رہا تھا۔ مین رہا دتر  
 وگ ٹاؤٹل ہڑے مایوسانہ نظروں سے یہ آگ کا حال۔ پھر تھے جیسے کی مزید  
 دوستی نہ تھی آگ۔

دلکشا سوردس دوڑ ہو آیا اور پچھ چا پ آگ کی روشنی میں ہڑ ہو گیا۔ مزگی

ہے پوچھو۔ 'پر آگ بے گلی۔ سردی ہے' پوچھتے ہیں۔ 'ک' تو میں چھڑوں بھی؟

۲۰۲۔ اس جھوٹے میں چائے کا پانی رشتہ نہیں ہے؟

بحرنگی سے توند رہا ہے سب ایک ہو گیا۔ اذریں صلی رہی ہیں۔

۲۰۳۔ کسی طرح بھی نہیں چاہتا؟

بحرنگی جیسے جو گئے؟ دیکھتے نہیں ہو یہاں تک پیش نہ رہی ہیں؟

جلد ۲۰۴۔ اس 'سیا' جچ چکا تھا؟ یہ تھا؟

نایک ر م چوہا بھند یا ہوتا تو شمنوں کا کبھی بے بھند ہوتا؟

جلد ۲۰۵۔ چنڈا جی امیر کا کارندہ ہے؟ مجھے کچھ بھی معلوم ہے۔ تم مجھ پر تامل شبہ

رہتے ہو۔

نایک ر م میں چاہتا ہوں۔ 'آگ گالی ہے۔' گا۔ 'ہو گیا' ہوتا ہے۔

نھارین تم یہ بگاڑو گے؟ بھگون۔ 'پ' کی بگاڑا دیں گے۔ 'ن' صر جب

میرے گھر میں چوری ہوئی تھی؟ سب ۲۰۶ ہو گیا تھا۔

جلد ۲۰۷۔ 'س' کے 'ن' میں 'ن' تھٹ موٹھکون 'س' کا منیا 'س' رویں۔

۲۰۸۔ 'س' بنو پت نہیں آتی؟

بحرنگی 'س' چھوٹا جل گیا ہے۔ 'ہرن' جل رہی ہے۔

۲۰۹۔ 'س' بے گند چاہتا ہوں؟

نایک ر م۔ 'س' تو جانتے ہو، 'س' میں 'ن' کل سنتے۔ 'س' چوہا 'س' سے 'س' رہو۔ جو

ہوتا تھا 'س' گیا، 'س' جانتے ہے 'س' یہ ہوا۔

سورسک ہاں سورسوں کا جھنڈا ہے۔

تھوڑی سی میں بچی چھی۔ 'ک' بھی بچھائی۔ 'نہ' میت یہ ہوں کہ 'س' کی گھر میں

'آگ' نہیں لگی۔ 'س' وگ 'س' رنچہ پر 'س' رلی رہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

سانا چھ گیا، لیکن سورس بگھی ہو ہیں بیٹھا ہوا تھا۔ 'س' چھوٹے 'س' کے ہل



جانے کا غم نہ تھا۔ برتن مینہ دے بھی صل جائے کا غم نہ تھا۔ غم تھا تو اس پوٹلی کا خوش  
 و مرہروں مانی تھی۔ بس یہ اس و رنگی و ساری مہار کا کھڑا تھا۔ جو اس و  
 ساری تکلیفوں و رشتوں کا احساس تھی۔ یہ چھوٹی و پوٹلی اس و اس کے بزرگوں  
 و اس کے ام و باگوں و نجات کا بچہ تھی یہی اس کے وہ و پرہیز  
 و دنیا کی امیدوں کی شمع فروز تھی۔ اس نے سوچا۔ پوٹلی کے ہاتھ روپے تو  
 تھے، بے سی جل گئے ہوں گے۔ کر رہا یہ پیس بھی گئے ہوں گے تو چاند کی کہیں  
 جاگے گی۔ کیا جانتا تھا کہ آج آفت آنے وں ہے میں تو نہیں نہ سوتا۔ پہلے تو کوئی  
 جھوٹے کی کے پاس آتا ہی تا کہ رگ گانا و پوٹلی و پہلے ہی خواب بیٹا۔ جی تو یہ  
 ہے کہ مجھے یہاں رہو ہوں و سنا ہی نہ چاہتے تھے۔ پر رشتہ کہیں محکمہ میں یہاں  
 ہے نہ رکنے کو آتا۔ ہاں پر رہے پوٹلی و پوٹلی تھے پوٹلی و پوٹلی تھے۔  
 کیا وں کے بے پیسے پیسے ہو رہا تھا۔ ہاں یہ ہوتا تو کچھ بلکس ہوتی۔ یا سوچتا  
 تھا، یہ ہو سکتی جا رہی ہوں کو پندارینے کا رشتہ تھا۔ اس سے یہ گنا  
 چھوٹے گا۔ وچتا تھا میں ٹھوکی گئی کھڑ جائے تو رڈ وں۔ ہوا ٹھہر میں جائے  
 تو یک روئی جانے وٹے۔ پنے ہاتھوں ٹھوکی ٹھوکی رشتے یک ص بیت  
 کیا۔ برن جوں ہوئی۔ چاہتے تھے کہ جیسے جیسے ہاتھ میں رہ پے آتے۔ یک یک دم  
 پور رہنا جانا۔ بہت پاؤں پھیلانے کا بھی شغل ہے۔

اس وقت تک کہ ٹھنڈی موجیں تھیں۔ سورس ٹکل سے دروہ کی عرف سے  
 جھوٹے کی میں تھیں۔ پر وہ تیس قدم کے بعد وٹیاں میں پڑ گئی۔ وپر ہ  
 تھی میں بیٹے آگ۔ سورس نے فور پاؤں کھینچے یا۔ رپنی مرنی سے رٹھو لئے  
 پنے لگا کہ پیپے کی گ بھی حد رٹھو جائے۔ آدھ ٹھنڈ میں اس سے ساری آگ  
 نیچے وپر رڈی وپر پھر ڈرتے ڈرتے کھ میں پیر رکھا۔ رٹھو تھی مگر ماکا جس  
 رشت نہ تھی۔ اس سے ٹھیک کی مقام کی سیدھ میں رٹھو ماکا شروع کیا جس

چھپے میں پائی رکھی تھی۔ س کا دل دھڑک رہا تھا۔ س کو یقین تھا کہ وہ پے پیس پوند  
 نہیں یہ چاندی کی کھینٹیں ہی نہیں ہے۔ یا یہ سو گھل پڑے۔ وہ بھاری چیز ہاتھ  
 لگی۔ سے ٹھہرا، پر نہیں راہیں تو معلوم ہو کہ سینٹ کا کڑا ہے۔ پھر ٹوکے گا  
 جیسے وہی شخص پانی میں مچھلیں لٹا دے کون چیز ہاتھ نہ لگی۔ پھر تو اس نے ہار نہ  
 بخت و احطرت کے ہاتھ مار دیں، کھ پھن ڈن۔ ایک ایک منٹ کی گھبراہٹ میں  
 سے رہ گئی۔ وہ تو ماری پائی نہ لی۔ س کا وہ بیچ جو بابت یہ بھی پرتھ پھس  
 یہ ہار نہ تھا، گھر میں جا پڑے۔ س کے منہ سے دلتا ایک چٹائی نکل گئی۔ وہ  
 وہیں رہا، پھر بیٹھ گیا، روز روز بخار رہا۔ یہ پھوسن نہ تھی۔ س کی تباہی  
 کی رہ گئی۔ پٹی لے دیں پر س کو تارن کبھی نہ ہو تھا۔

تر کا ہائی۔ سورس بار کھ کے اصرار، میٹ ایک جہد مع رہا تھا۔ میدان  
 سے ریوہ بخت جان و کوئی دنیا میں نہیں سوتی۔

ن وقت جہد ہر۔۔۔ "سورس سچ ہوتا نہیں مجھ پر تو شبہ نہیں ہے۔"

سورس کو شہ تو تھا، پر س نے سے پھپھ رہا۔ تہہ رے و پریوں شہ روں  
 گا۔ نہ سے میریوں و مدت تھی۔"

جہد ہر جہد تمہیں بھڑکائیں گے۔ پر میں ٹھون کو ہاتھوں بہا رکھتا ہوں کہ میں  
 س بارے میں یہ بھی ہے چتا۔

سورس۔ تو جو چھ ہونا تھا ہو چکا۔ کون جانے کی نے گا دی وں جنم سے  
 ر، لگائی۔ یہ بھی تو ہوتا ہے چہ ہے میں آگ دی و۔ ہوتا ہے مجھے س پر  
 سبھا روں۔

جہد ہر وں سے تمہیں جتا، کہ کہیں مجھے میں میں بھی نہ مارا جا وں۔

سورس تمہاری صرف سے میریوں صرف ہے۔

جہد ہر کو بھیہ کی پاؤں سے بے یقین ہو گیا کہ یہ کی تہ رت ہے۔ س نے



جگدھر میری تو صد ہے نہ روپ کس دوزخ۔ بڑی مسکت (مشتاق) کی  
مان ہے۔ شہمنہ ہوگی۔

جگدھر دس کاٹھن نہیں تھا، پر کس وقت کس نے یہ سداں نیک نیتی سے نہیں دسہ  
سے دی تھی۔ سے یہ گوار نہ تھا۔ بھیہ کے ہاتھ تے رہے ننگ پائیں بھیرہ  
صف روپے سے دے دینا تو شاید کولیکن ہو جاتی۔ مگر بھیرہ سے یہ میدان کی  
پا سیتی تھی۔ بے پروا سے ۱۔ 'مجھے چھی طرح جہم (شہمنہ) ہو چکے گی۔ ہاتھ  
میں آئے ہوئے روپے کو ہی نہیں سستا۔ س۔ بھید کی ہانگ رتو جمع یا ہے۔  
یہ سوتا نہیں تھا ۱۰

جگدھر پوس سب کھجے گی۔

بھیرہ سو روپے پوس میں نہ جے گا۔ روپہ چپ رہے گا۔

جگدھر ریب (خریب) کی ہونے کی جان ہو ہوتی ہے۔

بھیرہ وہ ریب ہے۔ ندی بہنے کی سے ریب ہو گیا؟ جو آؤ گی دوسروں کی  
عورتوں پر ڈورے ڈالے، ان کے پاس سینٹروں روپے جمع ہوں جو دوسروں و  
روپے دعا دے تا سو وہ ریب ہے؟ ریب جو بہو ہم نہ ہیں۔ گھر بھر میں ڈھونڈ  
آؤ۔ یک چور رہیہ نہ ٹھکے گا۔ سے پائیوں کو ریب نہیں آتے۔ س بھی میرے دس  
کا کان نہیں کا۔ جب تک سے رہتے نہ دیکھوں گا، یہ کان نہ ٹھکے گا۔ س نے  
میرن تہو بکار دی، کس کے ہاتھ جو چیتے رہے۔ مجھے پاپ نہیں لگ سوتا۔

جگدھر کاں آج نہ چنے لے، کلیوں کا چہرہ گا۔ میں نہ تھا۔ چھاتی پر سانپ ہٹ  
رہا تھا۔ سے دم کی دم تے روپے مل گئے۔ س موج رے گا۔ تقدیر کس طرح  
کھلتی ہے۔ یہاں بھی پڑے ہو پیسہ لگی نہ دے۔ پاپ ہوں کی کوئی بات نہیں۔ میں ہی موت  
نہ بھرتن یا رتا ہوں۔ دھڑکی، پھدم، کوڑیوں کے سے نئی مارتا ہوں۔ ہٹ  
کھوے رہتا ہوں۔ تیل کی مھان لگی کی مہ ریتچتا ہوں۔ یہاں نونے پر بھی نہ

کچھ نہیں آتا۔ حنا ماموں یہ ہر کام ہے۔ پر مال بیچوں کو یہ نہ بھی تو ضروری ہے۔  
 اس نے میدان ٹھویا تو کچھ بے رٹھویا۔ نہ وہ بے لذت نہیں رہا۔ بے رٹھیں کانوں  
 وہ دھندلے لے گا۔ یہانی ولی مال میرے ہاتھ پڑتا تو جنم تھیل سو جاتا۔

جلد حر کے دل میں سد نے جھدن۔ وہ بھیرو کے ہڈ سے جوتو ابھیں کہ سورس  
 رکھ نور سے لے کر طرح گوندھ رہا ہے۔ ہر جسم رکھ سے دھڑکا سو وہ  
 پیسہ خوب بہہ رہا ہے۔ سورس ایسا ڈھنڈلتے ہوئے۔

سورس کچھ نہیں۔ یہاں رکھا ہی یا تھا۔ یہی وٹا تو دیکھ رہا تھا۔

جلد حر وہ دھنسی اس کی ہے جو بھیرو کے پاس ہے؟

سورس چونکا۔ یہاں سے بھیرو آیا تھا؟ ضرور یہی بات ہے۔ گھر میں گ  
 گنے سے یہ بڑا پہاڑ ہے۔

بن نہ جسے بھاری کے لیے معلن تھی شمع بات نہیں ہے جتنی دوست مند۔  
 سورس جلد حر سے سپنہاں نقصان؟ پوشیدہ رٹھنا چاہتا تھا۔ وہ یہاں رہنا چاہتا تھا۔  
 ٹھوکانا رہنا چاہتا تھا۔ کوسو رہنا چاہتا تھا، مگر سند سے کہوگوں کو تجب مو  
 کہ اس کے پاس روپے کہاں سے آئے؟ روگ بھی نہیں کہ جھگڑتی رہتی جو کی  
 مدد کرتے ہیں۔ بھاریوں کے لیے وہ تھانے جمع رہنا گناہاری سے مذمت کی  
 بات نہیں ہے۔ سورس سے پاس تھیں وہی کہاں ہاں کی۔ تھیلی ہوتی تو عجیب  
 کیوں ملتا؟

جلد حر مجھ سے رتے؟۔ بھیرو مجھ سے جو رہا تھا کہ جھپے میں مٹرن  
 کے وپر یہ تھیں لی۔ پانچ سو روپے سے چھ تھیں۔

سورس وہ منہ نہ نہیں رہا ہوگا۔ سڑھے پانچ روپے تو نسکی کسے ہی نہیں  
 سو۔ ہاڑھے پانچ روپے کہاں سے آئے؟

تے میں سو بھاگی وہاں آ پہنچی۔ رت بھر مسد رکے پیچھے مرود کے بارش میں جھپیں

میٹھی تھی۔ وہ نہتی نہتی سہ گ بھیرنے لگی تھی۔ بھیرنے سے اس پر جوتہ ت گان  
 تھی۔ اس سے جس فکر تھی۔ یہ منہ د و چاتی تھی کہ کی اس پر بھین سے گا۔  
 جس میری خاطر سوز اس چوں تہ ہو۔ اس کا سے لے حد بدل تہ۔ اس وقت  
 اس د تھی اس نے تھی جہ طر و اس طرے د بھو تو بھجی خوف ہو کہ جس یہ  
 مجھے پڑ نہ لے۔ جگہ جگہ سو یہ بھیر و ی کا اور دنا رکھتی تھی۔ اس نے عہد ریا تہ کہ  
 ب بھیر و کے گھر نہ پوں گی۔ لگ رہوں گی، رحمت مزوری کے زندگ ب  
 رہوں گی۔ یہاں کون ٹرے رو رہے ہیں۔ ایک میری بیٹ سے بھاری ہے۔  
 ب کیے بھونے رہا ہے اور بھیا کے پاس رہا ہے۔ مجھ سے تو نہیں ہو  
 سنا۔ تے دن ہوئے کبھی اس نے پٹی طبیعت سے اھیت کا سینہ د بھجی لے رہا ہ  
 ہو گا تو میں ی یوں اس کے لیے ہوں۔

وہ پیچھے وٹائی چاتی تھی کہ جگہ حرنے پکار۔ اس بھ کی۔ کہاں جاتی ہے؟ دیکھی  
 اپنے کھمن وقت۔ بے چارے اس د کہیں کا رہا۔  
 سو بھ کی نے سمجھا کہ مجھے بھ سہ رہا ہے۔ میرے بیٹ نے تہ اپنے سے یہ  
 یہ جس پھینکا ہے۔ طرے وں۔ اس کے رو تو تھیں سو۔ تھیں سے متر دیا ہو گا۔  
 جہ طر و اس بھ کی میر کام ہے۔ چوری؛ کہ نہ لکھوں تو روٹوں کیوں چلیں؟  
 ب بھ کی۔ پھر طرے سے کہا۔ "ن رتا رن پیٹے نہیں لی۔ یہ"

جہ طر تار کی کے بے کیا پنا میں بیچ دوں گا۔ جب تک سمجھا تہ ہا آدی  
 ہے۔ ساتھ ساتھ تہ۔ متا ہا تہ تار کی بھی پی ہا تہ۔ کچھ تار کی کے جی نے  
 نہیں حاتا تہ۔ یا نہا ہے آپ سے یہی اھر، تہ تو ہیں، میں آج سے جو کبھی اس  
 کے ساتھ بیٹھے دھو تو کان پڑ بیٹا۔ جو آدی دھروں کے گھر وں میں آگ  
 لگے۔ ریپس (خیموں) کے روپے چرے ہا۔ وہ رہیں ہی ہو تو اس  
 کی صورت نہ لکھوں۔ سوز اس نے نہ چا۔ نت تھن نے پانچ سو روپے سے

ہے تھے۔ وہ سب رے ہا۔ کہتا ہوں مٹ دو۔ تو مٹنے پر تیار ہوتا ہے

۱۰۔ اس پھر وہی رٹ گاے جاتے ہو۔ ہدایہ کہ میرے پاس رو پے نہیں تھے  
کی وجہ سے مارا ہو گا۔ میرے پاس پانچ سو روپے ہوتے تو چھین لے کر نہ  
چلا۔ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ دیاں پارتا؟

جگہ ۱۰۔ روک اس اترم جھری گئیں ہو کہ میرے روپے نہیں ہیں تو میں نہ مانوں  
گا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی کہ یہ بھی ہے۔ بھروسہ ہے کہ یہ  
کہ یہ تھیلی جھپٹاے میں دھڑکے ہو پٹل۔ تمہاری بات پسے مانوں؟  
۲۔ بھگ کی نہ تھیلی دیکھی ہے؟

جگہ ۱۰۔ دیکھی میں تو یہ جھوٹ بولتا ہوں؟

۲۔ بھگ کی ۱۰۔ کی جی جی ہے۔ روپے تمہارے ہیں؟

سورس پاس لگن سوئی ہے یہ؟ نہ توں میں آ جاتی ہے۔ بھ میرے پاس  
روپے کہاں سے آئے؟

جگہ ۱۰۔ نہ سے پوچھو۔ روپے نہ تھے تو کس وقت رکھ کر لے آیا ڈھونڈتے تھے؟  
سو بھگ کی نے سورس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔ اس کی حالت اس  
مردم کی نہ تھی جو اپنے عیروں کی تسکین کے لیے اپنی ماکوں پر شست تکلیف  
کے چھپنے کی ماکہ ہشش ۱۰۔ جگہ ۱۰۔ فیہ ۱۰۔ روپے ضرور  
تھے۔ اس کا یہ وہ سے دیتا ہے۔

جگہ ۱۰۔ میں نے تھیلی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔

سو بھگ کی نے چاہے وہ مجھے مارے بڑے پر ہوں گے دے کھ میں۔ کہاں  
ہوں تھیلی، چھپاے گا۔ بھی لا میرے ہاتھ لے گی۔ میرے ہی کارب نہ یہ  
مسببت پڑی ہے۔ میں نے ہی جاڑ ہے۔ میں ہی ماروں گی۔ جب تک اس کے  
روپے نہ لے لوں گی۔ مجھے نہیں نہ آئے گا۔

نہ ہوا وہ سو دس سے بڑی۔ تو رہو گے کہاں؟

وہ اس نے یہ بات سنی۔ وہ سوچی رہا تھا۔ وہ پتھر نے نئی بات کہی تھی۔ یہ پھر میں کما سکتا؟ یہی سوچنا کہ جو کام اس سال ہوتا وہ چھ دنوں بعد ہوگا۔ میرے روپے تھے نئی نہیں۔ شاید اس نمبر میں میں نے بھیرہ کے روپے چھڑے ہوں گے۔ یہ وہاں کا نمبر ہے مگر لے چاروں سب کی حالت یہ حال ہو گا؟ بھیرہ سے پنے گھر میں آجی۔ آجی گا۔ بے چارے کہاں کہاں۔ کی ماری پھرے گی؟ یہ ٹانگ بھی میرے سر لگتا تھا۔ میں کا نہ رہا۔ بھن یا گھر گیا۔ بروٹی۔ خود دھاتی چکاری ہے وہ بھی نہ پانے پہنچے گی کہ نہیں۔ مذکورہ نامی یا تھوڑی پست تھی کہنت کی چپت اور پانی کی رہتی ہے۔ اس کے جی میں آیا ہے چارکھ کی کھوٹی نہ داتا ہے۔

نہا، اپنے سے خبیات سے متاثر ہو رہا رہا۔ گا۔ سوچا گی حکم طرے ہاتھ بھیرہ کے کھڑکی طرف چلی جا رہی تھی وہ یہاں سو رہا تھا میں نے ہو رہا تھا۔ اکتا، وہ چاہا پتہ۔ کی طرف سے آ رہی۔ تم نہیں میں رہتے ہو۔ مٹھو گھیس کے گھر سے رہتا ہو چلا آ رہا تھا۔ شاید گھیسو نے ہار تھا۔ اس پر گھیسو اس سوچ رہا تھا۔ تم نہیں میں رہتے ہو۔

سو اس کہاں تو حسرت و یاس، رنک و رن کے گھر سے دریا میں غوطے کھا رہا تھا۔ کہاں یہ بات سنتے ہی اس کا یہ معصومہ گویا کسی نے اس کا ہاتھ پڑا رہا ہے پھر سردیا۔ وہ میں تو نہیں میں رہتا ہوں اکتی بہن بات ہے اثر کے بھی ہیں میں رہتا رہیوں رہتے ہیں۔ وہ وہ ہے، جہتے میں وہ میں نہیں میں رہتا ہوں۔ کپے کھڑکی بھی رہتے نہیں۔ ہار پر ہار رہتے ہیں۔ چوٹ پر یو۔ کھاتے ہیں۔ دھسے پدھسے جتے ہیں، پرسیدن میں ڈالے رہتے ہیں۔ اس کے توڑوں پر مل نہیں پرتے۔ سمیت اس کا ہاتھ نہیں چھوڑیں۔ دس میں بدورت کاٹا بنیں ہوتا۔ وہ نہو کی سے جتے ہیں۔ نہ چہتے ہیں۔ نہیں میں رہنا پسا۔ نہیں وہ ہے کے



یہ دل بہا، سہ سہ ہے۔ رہنے کے لیے نہیں۔

سورس کھڑو، ورفتی۔ تکر کے شہیں، کھ کے ڈھیر، اونوں ہاتھوں سے رہے گا۔

ہم چش و حات میں مقرر، حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں، و منہ بڑ کہاں ہے جو دشمن پہنچے پائے کے بعد تو رکھیں میں رہے۔

یک ح میں مٹھو کھیں، محمد کے بیسوں ڈکے آ، اس کھ کے ڈھیر کے چاروں طرف جمع ہو گئے درپے۔ تہ سوات سے سوردس کو پریشان رہا۔  
س و ر کھ ڈکے، وین سب و بھی یک مشغول ہوا تھیں۔ کھ کی پارٹس و نے لگی۔ ذر دیر میں سوری کھ پھرن و رر میں پر سرف یہاں تھامات رہ گئے۔

مٹھو۔ چچھ، ب ہم آریں گے کہاں؟

سورس دوسر کھ بنائیں گے۔

مٹھو، ورجو وائی چر۔ ک گا۔

سورس تو کھ بنائیں گے۔

مٹھو، ورجو پھر گا۔

سورس تو ہم پھر بنائیں گے۔

مٹھو، ورجو وائی چر، (پار) گا۔

سورس تو ہم پر رہ رہ رہیں گے۔

ہو، وگتی، خاص اس چش و تہی ہے۔ مٹھو۔ پھر پوچھ، ورجو چچھ،  
کھ ہر گاہ دے، سوردس سے و حلقہ نہ مادی سے جو۔ دیہ۔ تو ہم بھی سو  
کھ رہ رہ رہیں گے۔

جب وہاں کھن یک چنگی بھی نہ رہی تو سہڑے کی دور سے مشغول تلاش میں دوڑے۔ قباب روشنی خوب پھیل گئی تھی۔ سوردس سے بھی لکری سنبھان رہ

بڑے بڑے بچے۔ ہنر حلقہ میں سے نائیب راج کے پاس آیا اور وہاں بھی یہ سب اس پر غصہ کیا۔ پتہ نہ تھا۔ "میں بھیکو کے بات سے روپے وصول کروں گا۔ جاتا کہاں ہے؟ کس کی بیٹیوں سے روپے نکال رہا ہوں گا۔ نہ صرف اپنے منہ سے چند بے بیانی ہے۔"

جگدھ میں سے بچگی، وہ مراد مرادین وغیرہ محکمہ کے سب چھوٹے بڑے کامیاب سے مدد دینے والے تھے۔ یہ سب ضرورت واقعی بات میں نمک مرنے بھی نکلتا تھا۔ راجہ تھیں وہ کاوشیں ہوتی۔

وہ اس نو بنگلے کے بارے میں راجہ کے چاچا کے پاس ہی نہیں رہتے تھے۔ یہاں محکمہ میں اس کی بھونپڑی ہائیڈروٹک کی۔ اس سے پھوٹی ہوئی۔ اس نے اس کے لیے اس کے اہلکاروں کی۔ نئی نئی تھونپڑی بنائے گئے۔ محکمہ ہی اس کے معائنہ کا خاص مشیہ تھا۔ پنی ریل کی میں شاید اس نے قاصدہ لکھا ہو۔ درمیان میں اس کی سی بی نہیں ہوتی بلکہ پیچیدگی بھی ہو سکتی ہے۔ شاید محکمہ تیار ہو گیا۔ پہلے سے اس کے راجہ کے درمیان۔ جن کے لئے وہ لکھتے اور دیکھتے مانیوں پر رہا ہیں۔ یہ چوہا بھی بنا ہوا۔ سب سے صدمہ رکھتی تھی۔ وہ اس کو تھونپڑی کے بننے کی ذمہ داری نہیں ہو۔ سب سے بڑا شکوے تو تھوٹا لکھ رہا تھا کہ وہ جہاں سے روپہ چھنے سے۔ کس نے بنایا؟ اس وقت سب ایک نہیں کہہ سکتے تھے۔

پر بھونپڑی کے معائنہ کے لیے وہاں پہنچا ہوا تھا۔ یہ مجھے وہاں کا میل بنانا چاہتے ہیں۔ آٹھوں پہر تو باؤ کے نشے میں ڈوبا پڑے ہوں۔ حکام کے آوازوں پر بیدار ہوں۔ محکمہ کو سخت رونا پڑا ہوں۔ تیار ہیں شہر میں بچوں سے۔ اس کے معائنہ کی ذمہ داری ہوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ میں دوست

مانے کی مٹین نہیں ہوں۔ نشان ہوں۔ زور کی ہوں نے بھی تک میرے حدوت  
ہفت نہیں ہیں۔ میں اپنی خطۂ اطہر سے کام لے رہی ہوں یہ میری مسانہ ہوتی ہو  
گی۔ قدرت نے مجھے وہ مدت مانے سے بنائی نہیں ورنہ وہ مجھ کو یہ حدوت  
کیاں دے دیتی۔ بتاتے ہیں کہ اب مجھے وہی یہ فکر تھوڑے دنوں کا مہین  
ہوں۔ گویا یہ سب تیاریاں میرے لیے ہو رہی ہیں! میں بھی ہر دوں کہ آپ  
میرے لیے یہ تکلیف نہ تھوڑے۔ میں بس حدوت میں ہوں، دن میں خوش ہوں تو  
ہر مہر پہ ہوجاے۔ کیجیے گنگے پڑیں۔ جا رہی ہوں پر رعب ہمایہ۔ نہ تو  
ہم ٹھاپے۔ نہیں گالیاں سہیہ۔ یہاں؟ نہ سب سے ہونی نئی بات نہیں کی ہے۔  
ہونی نہ کی جا رہی، پر جہر قضاہ سے کا توڑنے پر آ رہی ہوئی حدوت میں گئے۔ پنے  
محقق کے قضاہ کاں کے پاس و رکوں رہا رہا ہے؟ آج میرے گھر پہ ہونی قضاہ رہا  
ہو ہے تو میں کھی چپ چپ نہ ٹھوس گا۔ مہر تو نامیدوں نہ تہاں حدوت کا نام ہے۔  
سب تک سمجھ لیں مجھ نہیں ہو جاتے جہر نہیں رہتے۔ نہ میاں جوں کو بھی رہا رہا  
پوت آئی تو فرما دے رہے پنے۔ خوشامدی ہے۔ عشق سے یہ عشاق رقام رہا رہا رہا  
ہے۔ نہ ہو بھی غریبوں پر رعب جہاں نہ دھس رہا ہو، مل رہی نہیں رہتے نہیں۔ پایا  
کی جی جی خوشامدی رہے۔ خند رہے سہے سہے سب کڑھڑے ہوں۔ گودم میں  
آگ گا دیں ورنہ حدوت نہ کی جہر میں کہ وہاں سے جہر نہ ہی بننا حدوت میں  
سے خفا ہو رہے۔ نہ یہ بات ہونی کہ سب کے سب کڑھڑے ہوئے۔

صاحبِ سحر! بطل بہ سبب۔ میں تو ہمیشہ تیرے پیروں سے اپنی جانتی ہی تاربتا  
میں۔

پرچہ ہیڈ: مقدس کے لیے صحت کا سونا صبر و رک ہے۔ عین آج مقدس ہے۔ -  
 بھئی کھٹا صبر و رک ہے۔ - یوں؟

۴۸ بات نہ مجھ سے کہیں ہوں؟ رپا۔

پر جھو بیوک جی ہاں دریا کے کیا معنی؟ کیا آپ بات بھی نہیں سمجھتے؟ مگر ہاں۔  
 پس کامرض ہے؟ میں کہتا ہوں۔ بڑا نگار کی کے کہ نہیں ملے سکتی۔ آپ دہاتے  
 ہیں۔ جی ہاں دریا۔ آپ نے کہاں تک تھام پالی ہے؟  
 صبر (خواب) ہر حضور اندک تھیم پالی تھی مگر بہ قسمتی سے پاس۔ ہ  
 ہا۔ پھر بھی جو کام میں رہتا ہوں، اس کو بدل پاس کر دے تو جو ترمیم کیے دوں۔  
 طرے تک پہنچی ہیں مگر روچتا ہوں۔

پر جھو بیوک تو پھر آپ کی سمیت و نصیحت پر اسے ٹھہر رہا ہے۔ آپ کے  
 منہ پر مجھے مان بیٹھا چاہیے کہ آپ کا ہوش میٹھے ہوئے تب ہی میں مجھے پائیے  
 یا اگلی میں فرق تھے ورنہ ہوں کی ایک مسئلہ جماعت پہنچ رہی ہے۔  
 صبر حضور تو وہی پائل رہے ہیں۔ میں یہ عرض کروں۔ تحقیقات کیجیے گا۔

پر جھو بیوک آفتاب و بت نے اسے بے چراغ کی ضرورت نہیں ہوں۔ وہ تعالیٰ  
 عوام میں پسند ہوتے ہیں۔ جب تک نہیں بھڑکایا۔ چاہے اپنی جھڑکیاں  
 رتے۔ آپ کی صراحت میں یاد آگئی سے روپاں میں ہوتی ہیں۔ ہر دن سر رہا کرتے  
 ہیں جب روپاں میں آتی ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ پر جو کچھ کہیں اس کا مطلب بھی نہیں  
 اندر آتے۔ اس کے معنی اس کے سو دریا ہو سکتے ہیں کہ یا تو آپ کو خداوند تعالیٰ نے  
 بہت مہنتی عقل دی ہے یا آپ پندرمب ہمارے کے بے ہنگام پائے جاتے ہیں۔

صبر سہراٹن و تہ و تہوں سے ہوتی۔ محمد کے کسی ٹکے میرے ٹکوں و  
 ہر رتبے تھے۔ میں نے چار دن انھوں کی گوشاں کر دی۔ اس قدر بات پر  
 وہ پتہ چلے۔

پر جھو بیوک غیر شکر ہے۔ آپ کے ہاتھ خدا نے کسی قدر بے نصافی میں دیا  
 میں سمجھتا تھا۔ آپ کے ہر محمد نے ٹکوں میں رہا پیب ہو رہی تھی۔ آپ۔ آپ۔

ٹکوں سے رہنے کی آہ زنی اور آپ کا حق جوٹ میں تھا۔ ہاتھوں سے ٹکوں  
 میں نفی جرت کہ وہ آپ کے ٹکوں و ماریں غصب خط کا۔ آپ کی تہمت اس  
 کی تحس نہ ہو سکی۔ آپ نے مسیت دور اندیشی، ہائی سب دوسرے رطاق پر  
 رکھ دیا اور نہ متح ٹکوں کا۔ اور ڈے۔ آپ جیسے مہذب شخص ہوں  
 کی عفتانہ جنگوں میں مدد تہمت کرتے، بیور و روگ بھی آپ کی تہمت میں وہ آپ  
 شکایت نہ ہوئی چاہیے۔ آپ کا یہاں میں تہمت صحت پر یہ تحریر چاہا چاہیے  
 تھا کہ ٹکوں سے بچ میں پڑھوں کو نہ پڑنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آپ  
 یہ تحریر تہمت و سب ہتھی کے لیے آپ کو جوٹ ہونا چاہیے۔ اس کے ذریعہ آپ ایک  
 ہیئت ضروری و نام تحریر حاصل ہو۔ اس کے لیے فریاد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔  
 فانی کی چاقی تھی و اس کے ساتھ ہی علی کے ہوش بھی۔ اسے جوتے تھے۔ اس  
 میں ہمارے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ نہ مصرت میں ریو، نہ سیت سوئے، پر دیتا  
 ہوں تو یہ سپن پر، رگوں سے بھی وہ نکل و پک ہیں۔ ہارلی مانتے ہیں نہ جینی۔  
 یہ تہمت برداشت نہیں ہو سکتی۔ کچھ مدت کو میں دے۔ کام رتا ہوں۔ مدت یہاں  
 ہوں۔ نہایت مجھے رفیل، حقی، چارل، سب پچھتاؤ۔۔۔ بھی عمر میں مجھ سے کہتے  
 چھوٹے ہیں۔ باہر سے وہ چار ماں بڑے ہوں گے مگر مجھے اس طرح سے بڑے  
 ہاتھوں سے بہت ہیں۔ وہ یہاں نہایت چھوٹے ہوں۔ مدت یہاں سے یہ عفتانہ  
 بھی رہا وہ موجود ہے۔ آرام سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ ہمیں یہ باتیں سو بھری ہیں۔  
 وہاں کے لیے ٹھہریں انھیں پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ تحریر کیونچ ہے۔ تقابلی  
 بات مقرر اس کے قابل دیکھو تو سمجھنے کے واسطے کو حق ہے۔ اس کی مجھے شکایت نہیں  
 مگر جو کچھ مورٹی و رتہ دراز کے ساتھ۔ یہ نہیں رہے گئے۔ ہمارے بھائی یہاں۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ پانڈے پور پہنچا۔ سو راس آج بہت خوش نظر آ رہا تھا  
 ۹ رور ۲ ریں کے نکل جانے کے بعد دوڑتا تھا۔ آج آگے کی تہمت کا فیہ مقدمہ

رات تھی۔ فصل، بیٹھتی ہی اور۔ پرچہ بیوی سے لٹل روک لی اور تہہ میں پڑے  
 'یوں ۲۱ اس لائنیتے، وہ تھیب بپتے ہو سہا ہو اور کام کرتے ہو بد معاش کا؟  
 گئے فوج دارن رنے کا حوصلہ ہو ہے؟

۲۰ اس کیسی فوج کی تصور؟ میں نہ جانتا تھا، یہ فوجہ کی روں گا؟  
 پرچہ بیویک تھیں نے تو مجھ کو، ہاتھوں سے میرے مٹی پر حملہ کیا تھا اور  
 گواہ میں آگ کا اپنے دتیا رہتے؟

سورس سرکار سٹوٹن کی عمر پہ کہتا ہوں، میں میں تھا۔ آپ وگوں کا منگتا  
 ہوں۔ چنانچہ اس کا لیں منانا ہوں۔ میں یہ پچھو چہ کی روں گا؟  
 پرچہ بیویک کیوں مٹی جن۔ یہ شخص سر غنہ تھا؟  
 جہاں نہیں منور۔ شہرہ کی کا تھا پر یہ وہاں نہ تھا۔

پرچہ بیویک میں چاروں طرف سمجھتا ہوں۔ تم جانتے سو گئے س، تھیںوں سے  
 یہ بے جا رہیں گے مگر ایک ایک سے پہلی نہیوں تو جہاں کہہ دینی کہتا تھا۔ صہ جب  
 تم نے یہ سمجھتے۔ رحاموں سے جھٹوں بھی نہ دیں تو ہمارا مجھ بدھ جاتے۔  
 میں تھیں جتے دیتا ہوں۔

فلان آگے برہمی تو جگہ ہر۔ خونچہ تھیں پر رکھے۔ یک، تھ سے کہیاں رہتا ہو  
 پتا چتا تھا۔ پرچہ بیویک وہ بیٹھتی ہی ہمارے ہر وہاں۔ پہ بھو بیویک۔ پہ چھ۔  
 'تم بھی کئی فوج داری رنے ہوں میں سے تھے؟'

جگہ ہر سرکار میں گئے کا آئی یہ صہ پرچہ بیویک کی روں کا ہر چہ رہے  
 سراسر کی یہاں ہے کہ سرکار کے مائے رہا۔ پٹی کی منیبت میں پڑ  
 ہو ہے۔ کی نے رت وہی روں جھوپہ کی میں آگ لگاؤں۔ رتن بھٹ سب بل  
 کیا۔ نہ جانے اس حقن سے کچھ روپے ہمارے تھے وہ بھی ٹ گئے۔ مرید نے  
 ساری رت رو رکھی ہے۔ آج ہم دونوں سے اس کا بھونہ نہایا ہے۔ بھی جسمی

لی نے تو خوشی سے رکھا ہوں۔ حکم ہو تو چھٹکھوں۔ کچھ خوش چٹ پٹ ہیں۔  
 پر جھو بیوک کا بی بی۔ جو بچہ مارنے پہاڑ چڑھا ہی ہے اور پٹھانوں  
 کھانے لگے۔ جھک ٹکی تھی۔ یہ چیریں بہت مدید معلوم ہوئیں۔ کہا۔ 'سردار  
 نے یہ بات مجھ سے نہیں کہی۔'

جندھر بھی نہ سہے گا۔ ہاں گا بھی کاتے ڈالے تو شکایت نہ رہے گی۔  
 پر جھو بیوک تب تو واقعی دن مہلت ہے۔ کچھ پتہ نہ پتا اس نے جھونپڑے میں  
 'گ کان تھی؟'

جندھر سب معصوم ہو یہ جو راہ یہ یہ چاہے لیتا تھا گیا۔ اس پہ تھانہ میں بہت  
 رہا۔ پوچھا کہتا ہے کہ کون سی کو پھندا ہے۔ جو کچھ ہنگام میں تھا وہ ہو۔ دلو  
 ساری رات اس بھیر ہٹا رہا ہے۔

پر جھو بیوک میس معصوم مو؟ نے سے آگ گانے دیجھا؟  
 جندھر جہاں وہ خوشی مجھ سے ہے۔ رہا تھا۔ وہ بیویں کی قسطنطنیہ۔ اس سے 2  
 رہا رہا ثبوت ہو گا؟

پر جھو بیوک بھیرو کے منہ پر ہوئے؟  
 جندھر نہیں سہارا۔ خون موج ہے گا۔

ابنا بھیرو سر پر نازی کا گھڑ رہے آتا ہو نظر آیا۔ جندھر نے فخریہ شہید  
 بن پیسے سے قدم بڑھاتا دوسری طرف چل دیا۔ بھیرو سے ہاتھ آ رہا تھا۔  
 پر جھو بیوک سے 'نکھیں' تھا۔ پوچھا۔ تو ہی بھیرو متڑی؟ ہے۔؟

بھیرو (ہاتھ سوت) کہاں ہو۔ میرا نام ہی بھیرو ہے؟  
 پر جھو بیوک تو یہاں لوگوں کے گھر میں آگ لگاتا پھرتا ہے۔  
 بھیرو بھور جوتی کی تم کھاتا سوں۔ نے نے نور سے جھوٹ ہر دیتا ہے۔  
 پر جھو بیوک لو کا میرے گورنر پر فوج رہنے میں شریک تھا؟

[illegible]

پرچھو بیوک۔ اچھا اس مگرھے کے پاس روپے بھی ہیں۔  
 بھیرو: جنور بند روپیوں کے نفی، نفی، روپیہ ہوگی؟ جب پیسہ بھرتا ہے تو بھی تو یہو  
 ٹیٹیوں پر نگاہ ڈالے سو قاتل ہے۔  
 پرچھو بیوک: کیا یہاں مکت ہے؟ مگر صدمہ می یہی ہی ڈکاؤ؟ کا میں نے تو س  
 ہے کہ وہ بہت سیدھا صدمہ آئی ہے۔  
 بھیرو: آپ کا کہنا آپ کو محمودی کا کہنا ہے۔ آپ تو اس کی پٹتھے ہیں، قاتل ہیں۔ پر  
 نہیں کاٹے کو اور مارتے وہ تو اس کو تاسید صدمہ نہ سمجھیں گے۔

[illegible]



خُرگی کا گھر مدتیہ پیر ہو رہا تھا۔ وہ مھینوں کی مانند میں پانی ڈال رہا تھا۔ محل پر  
 صبر علی کے ساتھ پوجو بیٹا بیٹھے بیٹھا تو مجھ سے یہاں۔ میں نے اپنے مالک سے  
 رعب بھانے سے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس طرح میں اس جوں کا۔ صاحب میر  
 ہوں گے تو اپنے گھر کے ہوں گے مجھے کابل (قال) میں تو بھی جو حربہ نہ  
 (برمانہ) لگا دیں، دینے کو تیار ہوں میں جب میرا کوں قصور نہیں بدلتا قصور ہوں  
 آنے میں ہی کا ہے تو میں یہاں رہا ہوں۔ نیلے سے اس میں پو (محمدہ) سے با  
 میں، پرنسپل سے دینے کوں رہیں گے۔

صبر علی نے یہاں یہاں۔ یہی ہو گئی ہے۔ یہ بھو بیٹا ہے۔ مھینوں کی قصور ہے۔ یہاں۔  
 کیوں بے لگی کے لگا مے میں تو بھی شیک تھا۔  
 بکری کے ایک سے ساتھ تھا۔ میں یہ تھا۔

پرجو بیٹا کے تیرے ساتھ سورس اور کھانے کے دوسرے کوں نہ تھے۔ جھوٹ پواتا  
 ہے۔

خُرگی جھوٹ میں پوتا۔ نی کا اہل میں ہوں۔ میرے ساتھ نہ سورس تھا ورنہ  
 مجھ کا دوسرا تو دئی۔ میں یہ تھا۔

گھیسو۔ ہر ایک لگانی۔ پادری کی پادری

مٹھوا۔ پادری۔ پادری۔ پادری۔

دونوں اپنے نام جوہوں کو یہ خوش خبری سننے دوڑے۔ پادری گا۔  
 تصویریں اصرے گا، نہ جس کے گا، مٹھوا۔ پنے دے گا۔ ہوں نے ساتھ  
 وہ بھی اس کوٹ کا ہاں نہ نے کو دوڑے۔ ایک حصہ میں ماس بیسیوں شکر کے جمع ہو  
 گئے۔ شکر کے دو رفتہ بھلوں میں نگریم کی ہوں، پادری کا مٹر دنگ ہے۔ نہ ایک  
 روم بھنگ پٹی رہنے سے ہوئے تھے۔ پادری کا نام سنتے ہی گئے۔ نہ کی لے کر  
 تاہوں میں نہیں خاص مرہ ملتا تھا۔ شہر دینے سے بھی کان چھوڑ دی۔ نہیں

پادریوں سے مذہبی معاشرے کی حالت تھی۔ پنی مذہبی وقایت کے طہار کے  
یہ محو ہوا قلوب و اچھی باتھ سے نہ جانے آیتے تھے۔ یہ ارجی تہیچے یمن جب  
وگ فٹل سے پس پٹنے کی وقت جہد کھڑ۔ پر جو بیوک بڑگی سے بہرہ تھے۔  
تمہارن شامت نہ آے ورنہ صاحب کم کو تہہ رو دیں گے۔ کسی کام کے نہ ہو گے  
تمہاری تکی جواب!

بڑگی کی کا جو بیداری چاہتا تھا کہنا یک۔ نے سے بڑھ رکھا۔" اس پر  
یوں بڑنے ہیں فوجہ کی میں نے نہ تے۔ جو بہن ہو مجھ سے اچھے۔

پر جو بیوک نے تھیر سو رو پڑا چھ۔ 'تمہار لینا بہ'۔  
نایک ر م ہا کچھ تو رعبہ ہیند رمارن نورش۔ کچھ بھنگن ترنگ ورنچھ پنی حالت  
کے رمل نے ستا بنا یا تھا۔ ٹھکی سیوٹی رتا ہونا۔ 'اٹھ مار پانڈے'۔  
کی جو۔ میں شیخی کی جہد ظرات کی فر وانی تھی۔ پر جو بیوک کا مصونی غصہ ہو  
ہو گا۔ مس ۲۔ ہے۔ 'تبہ قہوں ظہر نے میں جہد نہیں ہے۔'

نایک ر م ہا کچھ تو رعبہ ہیند رمارن نورش۔ کچھ بھنگن ترنگ ورنچھ پنی حالت  
کے رمل نے ستا بنا یا تھا۔ ٹھکی سیوٹی رتا ہونا۔ 'اٹھ مار پانڈے'۔  
کی جو۔ میں شیخی کی جہد ظرات کی فر وانی تھی۔ پر جو بیوک کا مصونی غصہ ہو  
ہو گا۔ مس ۲۔ ہے۔ 'تبہ قہوں ظہر نے میں جہد نہیں ہے۔'

پر جو بیوک ونگی با غصہ تیا۔ یکے میں نے جھٹھا کہنا یک۔ رمل قی رہا  
ہے۔ معلوم ہو کہ وہ واقعی بڑنے پر تہہ ہے۔ ہوے۔ 'کی دعوے میں میں  
ہوں۔ مشکات و حوب چتا ہوں۔ باتک ہرہرہ تھا کہ بھجوتہ سے ساری باتیں  
ٹپے ہو چ میں گی۔ نہ یہے آیا تھا میں تمہاری خوشامش چھہ ورنہ تو وی سی۔ س  
نک میں تمہیں کزور بھجھتا تھا ورنہ وروں پر پی حالت و سستہا نہیں رتا چتا تھا۔

ہیں نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم  
 اپنی طاقت اٹھا کیلئے اس میں وہ نا اصدافی نہیں ہے۔“

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم  
 اپنی طاقت اٹھا کیلئے اس میں وہ نا اصدافی نہیں ہے۔“

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم  
 اپنی طاقت اٹھا کیلئے اس میں وہ نا اصدافی نہیں ہے۔“

پر جھو بیوک کیا تھا؟ زور سے یہ نہیں کہتے؟

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

پر جھو بیوک کیا تھا؟ زور سے یہ نہیں کہتے؟

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

پر جھو بیوک کیا تھا؟ زور سے یہ نہیں کہتے؟

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

نہ جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے کہ یہ سب ہم بھی تم

سرم کا خوب، سہاؤں سے سکہو رہنے کی مہبت نہ دی۔ گاتارہ روں سے  
 ۱۰۰ چہ نہ صیبا سانیہ۔ س میں من شک نہیں کہ یہ بھابیہ اس کے حوڑے نہ تھے مگر  
 س میں وہ پاک ہمت، وہ حق بجانب ہوئے کی بات نہ تھی جس کو قند دہر سچہ دہر  
 طاقت نہ پرہ نہیں ہوتی

۱۰ روگ بھی مدحوس سے ہڑے تھے۔ ن نے بیچ پو دیک نہ آیا۔ بڑگی، ایک  
 ر مے پیہ نہ حد خون ہانہ و س میں تھا۔ وہوں ساتھ صیبا و یک ہی  
 کھڑے میں ٹرے تھے۔ صیبا روین ۱۰ رکھ نہ سنا تھا تو پڑھو بیوک کے سامنے  
 ہڑ ۱۰ سنا تھا میں ۱۰۰ کے دونوں گم صم سے تھتہ رہے۔ یہ سب پڑھ پک  
 ہارے میں سو بہ۔ پڑھو بیوک بھی تک بیت ہارے جاتے تھے۔ جس دیکھا کہ  
 پیڑی سے ہونی نہیں و رہا تو ٹھوڑا گائی ٹروں نہ۔ یہ چہ پٹ ہار رہی۔ ۱۰ ہی  
 تھ ٹھوڑی پڑی تھیں کہ ایک ر مرن میں چوٹ کھار رہی۔ کے رتے ہی  
 بڑگی نے ۱۰۰ پڑھو بیوک و سانیہ و رہا۔ ۱۰ صا صا س۔ ب س میں  
 نیریت سے کہ آپ چھے جیے، میں تو خون ہو جائے گا۔

پڑھو بیوک ہم کوونی پڑھنا مجھ یا ہے۔ مد معاش اتوں پو وں گا۔ کان دیتا  
 ہے۔

بڑگی بس بہت نہ جیے۔ یہ ن گان کا بھل ہے کہ آپ یوں ہڑ رہے ہیں۔  
 نہیں تو۔ تک نہ جانے یا سوایا سوتا۔

یہ بھابیہ جنوں کے درجہ سے زور مصمت کے درجہ میں پہنچی چنے تھے۔ چہ ر  
 لائن میں بیٹھ گئے ۱۰ رگھوڑے کوچہ مک ہارن۔ گھوڑ ہو ہو یا۔

بڑگی۔ چہ رنا یک ر م و صیبا۔ انھوں میں بہت چوٹ آن تھی۔ ہڑ نہ سو  
 جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا مد ن ٹوٹ گئی تھی۔ بڑگی کا کدھا پڑا آہستہ آہستہ ٹوٹ  
 سوتے گئے چھے۔

نہ راتیں نہ کہاں، نایک راتیں، نوبہ، بھول تمہاری تھی۔ یہ لوگ گانہ نہیں  
 بہہ رہے۔

ناک راتیں، تو میں نے کان کب دی تھی۔ ہڈی میں نے تو بھی ہاتھ کہ  
 یک ہی ہاتھ میں، ستالی نکل چکا۔ گی بس کی پرگڑیا۔

جنہی نے ارہ رہا پر حزن ہوں یہ تاشا دیہ رتی تھی۔ آ رہی تھی کوئی لگی۔  
 'ہڑے مہاتار ہے، روئے مار پیہا رہا یہ۔ ساری پہوئی حشری روئی۔'  
 خٹکی میں تو جیہا ٹھہر گیا۔

جنہی چپ بھی رہا۔ ج نہیں آئی۔ یک روئے آ، سب وہ چھڑ گیا۔ یہ نہ  
 دوں کے ہمہ روئے ہے۔

نہا، راتیں بہت چلی گئی ہو، جنت۔ یہ تاشا دیہ رتی تھی۔ آ رہی تھی کوئی لگی۔  
 'ہڑے مہاتار ہے، روئے مار پیہا رہا یہ۔ ساری پہوئی حشری روئی۔'  
 خٹکی میں تو جیہا ٹھہر گیا۔

ناک راتیں، تو میں نے کان کب دی تھی۔ ہڈی میں نے تو بھی ہاتھ کہ  
 یک ہی ہاتھ میں، ستالی نکل چکا۔ گی بس کی پرگڑیا۔

جنہی نے ارہ رہا پر حزن ہوں یہ تاشا دیہ رتی تھی۔ آ رہی تھی کوئی لگی۔  
 'ہڑے مہاتار ہے، روئے مار پیہا رہا یہ۔ ساری پہوئی حشری روئی۔'  
 خٹکی میں تو جیہا ٹھہر گیا۔

ناک راتیں، تو میں نے کان کب دی تھی۔ ہڈی میں نے تو بھی ہاتھ کہ  
 یک ہی ہاتھ میں، ستالی نکل چکا۔ گی بس کی پرگڑیا۔

جنہی نے ارہ رہا پر حزن ہوں یہ تاشا دیہ رتی تھی۔ آ رہی تھی کوئی لگی۔  
 'ہڑے مہاتار ہے، روئے مار پیہا رہا یہ۔ ساری پہوئی حشری روئی۔'  
 خٹکی میں تو جیہا ٹھہر گیا۔



درو دیا ہوتا میں تو رجز میں نام تک نہیں ہے۔

نایک رزم بھیرو ام نے وقت پر نہ پر بھی ساتھ نہیں چھوڑا ، تانا مانا ہی پڑے گا۔

بھیرو پنڈی تہہ حکم ہوا آگ میں ۱۲ یوں

تے میں سوروس بھی آہنچے ، پتا آتا تھا کہ آج کھانا کہاں ہٹاؤں گا۔ اس کی یہ فکر ہے۔ اس میں کسے پیچھے کے نیپہ بایاں گاؤں گے۔ رمی کے تو اس ہیں۔ من سا پانی برس رہا ہے۔ ن سوچ پچھ میں وہ جوں ہی بڑنگی کے درو راہ پر پہنچے۔ جمنی نے آج کا سار جاب ہر سید ، ہٹش رگئے۔ یہ سید عین کی سیدہ ساری۔ سیدھے نایک رزم کے یہاں پہنچے۔ بڑنگی نے کہا۔ "تو سوروس ابڑی ابڑی گالی۔ یہ بھی چپے آتے ہو؟ آج تو یہاں بڑگوں میں ہو گیا۔"

سوروس کہہ رہا۔ جمنی نے بھی مجھ سے کہا۔ میں تو سیتے کی ٹھک سے رہا۔

بڑنگی ہونہر رہی ہو رہی۔ ہتھو ہنڈ پر ہمت کا پکا ہے جب تک مم ہگ ہال ہاں رہیں تب تک فٹل پر سے دای تو پر ورگا تھ پر ہاتھ پونے۔

سوروس تہوؤں سے پیر بھی نہ پیرا

بڑنگی سنتے تو ہو۔ جب تک وہ زیت تب تک تو کس نے ہاتھ پید کی دی۔

سوروس کے آجی گان سن رہا ہے۔ سارو چاہتے ہیں۔

جمنی ہر جب بھی دجرا (درا) میں لے ہوا دی پڑیں گی تب رہ میں گے۔ بھی تو پھو لے نہ داتے ہوں گے۔

بڑنگی جب چوک میں نھے تو گاڑی روک رہو توں سے ماریں۔

سوروس رہے بھو بھو گیا ہو گیا۔ نئے آبرو بگاڑنے سے یہاں گے؟

نایک رزم تو میں یونہی چھوڑ دوں گا۔ ایک ایک بیت کے بدے رسو سو جوتے نہ گاؤں و میرا نہ مایہ رہ نہیں۔ یہ چوٹ میرے من میں نہیں کبہ پگلی ہے۔

میں بڑوں بڑوں کا۔ بچے رچکا ہوں۔ میں نے کیا دیکھتی تھی۔ (چٹکی سی ر) اس طرح رڑوں کا۔

سورس کے بڑھانے سے کچھ بچہ مدہ (نہ نہ) نہ ہوگا۔ تمہارا تو کچھ نہ سڑے گا۔ یہ مہلکے سب آدمی بندھ چکے ہیں۔

ماکرم میں تین پانچوں باتیں کرتے ہو۔ میں کون دھیا چہا رہوں کہ تکی لے عزتی کے چپ ہو چوں۔ نہ ہنگ ہوں کہ وقیل میں نہیں کرتے جی؟ یہ چپ سو کے پھر ہوں؟ بوجھ لگی تم کو بھی ڈر رہے ہو کہ وہ رعب ہارے مہلک و پیرس پی چاہے گا؟

بڑگی وروں کو تو میں نہیں کہتا، میں میری چھ توں کے ہاتھ پیر توڑوں۔ چاہے نیل ہی کیوں نہ ہوں چہ۔ یہ تمہاری ہی ہے جتنی (بے عزتی) نہیں ہے۔ کچھ ہر کے مہ میں ہا۔ لگائی ہے!

بھیرہ بس تم نے تو میرے مہ سے ہت پھینکیں۔ یہ کہوں کہ بھت (وقت) نہ تھا میں تو نہ توڑا۔

خدا ہر چند جی۔ مہ دیکھی نہیں کہتا۔ تم چاہے ہوں کے بنے سننے میں آ جاؤ۔ میں میں ہناں کی مرست یہ نہ ہوں گا۔

س پرنتی، میں نے کہا۔ "کھیاں مستائی تو سب دئی ہوئی تو، سن ہیں جو کھی گئی تھی مسیح کے بیت گاتے پڑتے ہیں۔ دھر، چہا جو رہا میں جا ہوا، کھے ہوئی مرست ہو چکا ہے۔ یہی پیچھے ہٹتے ہیں لیکن، صاحبہ ان چاتے ہیں۔"

نہا رایت میری تو صراج بھی ہے کہ کوئی انسٹھان رہا چاہے۔ ماکرم۔ بتو سو روک تمہاری بات، فوں باتنے آدمیوں کی ہتھیں ڈوگا کہ کہیں میری دھرتی پر نہ چنچن نہ چاہے توں سے تم بچت رہو۔ رہا صاحب نے





یہ بات مٹھو پر شادے ہتھکڑی میں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ سے پتے نکال کر دیے کہ بتو  
 کہ وہاں سے مٹھو خوش ہو کر پیسوں کی طرف ہٹا۔ مٹھو ہٹتا اور چوبیس  
 روپوں سے مزید معصوم ہوتا ہے۔

۱۰۲۔ اس کے چمے جانے کے بعد کچھ دیر تک سب لوگ سائے میں بیٹھے رہے  
 اس کی محنت سے نہ ہتھکڑی میں ڈال دیا تھا۔ اس کی صاف گوئی سے سب لوگ  
 ہاتھ دے رہے تھے۔ یہ بھی معصوم تھا کہ وہ کہتا ہے، سے چور روٹھتا ہے، اس لیے  
 ضروری تھا کہ پہلے سوراہی سے متباہا جائے۔ اس کو قیل رتا مشعل تھا۔ جسمی  
 سے بھی ان کا یہ نکل سنا تھا۔ نایک رمانے اس پر آئے ہوئے کی ناہید ر  
 کے سے شگفتہ دین تجویر کیا۔ ہوا۔ معصوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نہ دیکھا  
 چھوٹا ہے۔

بھیرو مجھے بھی یہی شک ہوتا ہے۔

حد حذر ۱۰۲ اس چھوٹے آدمی نہیں ہے۔

بزرگی کبھی نہیں۔

نہ رات یہاں سے دو تو نہیں، پر رات جانے کی نہیں پڑتی۔ میرے ہی  
 کھریو کی ہوں تو یہاں سے چور تھے۔ پروپیوں کی تی رتوت ہے۔ چورے ایک  
 ہزار کام نہ کیا وہی وقت انہوں نے اس ٹیپ سب تک میرے دست بے  
 سوئے ہیں۔ آدمی ان پھن بھر میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔

نایک رمانہ شید میں کامیاب ہے پر رختی ہو گیا ہو۔ یہ صاحب نے اصر  
 آنکھ سے رہی، لیکن تو بگلہ میں آگ لگاؤں گار مسٹر (بھیرو میری مدد کریں  
 گئے۔

بھیرو پنڈا جی تم لوگ میرے پاس شہر رتے ہو۔ یہ میں جو ملی فیصلہ کیا ہوں  
 جو اس بھونپے کے پاس یہ بھی ہوں۔ حد حذر میرے یہاں آتے جاتے ہیں۔

بدن سے پونجھے نہیں ہے۔

نایک رہا جو آئی اس کی بہو بی بی پر کی ڈکھارے، اس کے گھٹیل آگ لگا  
ہے نہیں۔ مجھے پتہ تو بسو کہ میں آتا تھا پر تاج کے عروج میں (جنگ) کا رنگ بد  
ہے۔

بزرگی پنڈ جی 'سورہ' کو تم آج سے نہیں برس سے اچھے رہے ہو۔ یہ بات نہ  
ہو۔

حکمران سارہ میں اور چاہتے تھے کہ میں ہوں پر یہ دن نہیں ہے۔  
بھیرہ مجھے بھی یہ جان پر تا ہے کہ ہم نے ناب (ناحق) اس پر ٹکٹ لگایا۔  
سب سے آج سویرے آرمی کے پیروں پر پران ورت سے کھڑے رہے،  
نہی۔ سارے دن اس کی سیوہل تھی رہی۔

یہاں تو یہی باتیں ہوتی رہیں۔ پر جھ بیوک کی خاطر رت یہ عمر کی جاے گی۔  
اگر یہ جھ بیوک گھر چھو آج کے کام پر نہ ہو خوشی۔ تھی جو نیک کام کا سب سے  
بڑا نعمت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ن کا دل مطمئن تھا۔

یوں ٹریف آؤں پرے کلمات و ردشت نہیں رہتا اور یہی رہنا چاہیے۔  
کوئی گایا کہ رچپ ہو رہے تو اس سے معنی یہ ہیں کہ میں مددگی نہیں ہے۔  
خود کی نہیں ہے۔ گایا کہ رچپ ہو رہے تو اس کے خون میں جوش نہ ہے، وہ بے جان  
و مر رہا ہے۔

پر جھ بیوک و افسوس یہ تھا کہ میں ہے یہ بات ہے نہ ہی یہ کی۔ مجھے نہ  
دوق رہی چاہیے تھی۔ اس لوگوں کو کھڑی کے گلے مہا چاہیے تھا مگر یہ زمانہ سازی  
اس سے سیکھوں؟ فوج یہ چاہیے وہ چھوٹے چھوٹے ہیں نہ ہو۔ یہاں تو سمٹ رہا  
چاہتے ہیں۔ بدبختی نہ بھڑکھیں گے۔ سارے مرمیرے نہ رہتے ہیں گے۔ میں  
ی کو تا فہم۔ نامصمت شناس۔ مانتج ہکا رہوں۔ ضرور ہوں۔ جے دنیا میں رہ رہو

رن نہ آئے، ضرور خرابی ہے۔ پاپنا خوش ہوں گے۔ میں خاموشی سے ن کی  
 ناخوشی پر اشتہار دیا گا۔ میری طرف سے مایوس ہو کر یہ کارخانہ کھلنے کا  
 ردہ ترک کر دیں تو میں منہ ہانگی مر دیا جاؤں۔

میں نے بھائیوں کو لکھا تھا کہ وہ سب سارا حسن رنگی جان میس کے چہرہ پر  
 غصہ کی کون سا مت نمود ر نہ ہوئی۔ یہ خاموشی نہ وہ تہذیب سے زیادہ ناقص  
 اشتہار تھی۔ پھر وہ سب چاہتے تھے کہ پاپنا مجھے جواب دے یہ میں کہ مجھے اپنی صفائی  
 اپنے کاموں سے۔ میں ثابت کر دیا کہ میں ناگوار تھ کا ذمہ داری میں نہیں ہوں۔  
 میرے بچے۔ میں اس آرمی کو ناکام کر چکی تھی۔ وہاں ہے وہ ایک  
 بار اپنے والد کے غصہ کو مشغول کرنے کی کوشش کی، میں جان بیوک نے صرف ایک  
 مرتبہ ان کی طرف تیر ڈکھائی سے دیکھا اور ٹھہر چکے گئے۔ ان کا دل انا پنے  
 کی تہذیب میں سے نکلتے ہوئے تھی بدنام ہوئی ہوئی!

میں نے جان میس کو لکھا تھا کہ میں اس آرمی کو ناکام کر چکی تھی۔ وہاں ہے وہ ایک  
 بار اپنے والد کے غصہ کو مشغول کرنے کی کوشش کی، میں جان بیوک نے صرف ایک  
 مرتبہ ان کی طرف تیر ڈکھائی سے دیکھا اور ٹھہر چکے گئے۔ ان کا دل انا پنے  
 کی تہذیب میں سے نکلتے ہوئے تھی بدنام ہوئی ہوئی!

میں نے جان میس کو لکھا تھا کہ میں اس آرمی کو ناکام کر چکی تھی۔ وہاں ہے وہ ایک  
 بار اپنے والد کے غصہ کو مشغول کرنے کی کوشش کی، میں جان بیوک نے صرف ایک  
 مرتبہ ان کی طرف تیر ڈکھائی سے دیکھا اور ٹھہر چکے گئے۔ ان کا دل انا پنے  
 کی تہذیب میں سے نکلتے ہوئے تھی بدنام ہوئی ہوئی!

میں نے جان میس کو لکھا تھا کہ میں اس آرمی کو ناکام کر چکی تھی۔ وہاں ہے وہ ایک  
 بار اپنے والد کے غصہ کو مشغول کرنے کی کوشش کی، میں جان بیوک نے صرف ایک  
 مرتبہ ان کی طرف تیر ڈکھائی سے دیکھا اور ٹھہر چکے گئے۔ ان کا دل انا پنے  
 کی تہذیب میں سے نکلتے ہوئے تھی بدنام ہوئی ہوئی!

سے بن جائے۔ صبح و شام اُٹھنے سے بعد غسل تیار رہنی اور پانچ گورہ نہ ہو گئے۔  
 نائیک روم نے بیروں میں پیوں باندھ دی تھیں۔ بدن میں ہمدلی و مائت۔  
 موئے تھے۔ ایک ڈھن مگر رکھی تھی اور رہیہ ہیندر مارے پاس جانے کہ تیار تھے۔  
 بھی مہارت میں سوچا۔ پلن سرتھی۔ کج گئی اور جہد طر بھی ساتھ جانے لے تھے  
 یہ ایک لائن چچی تو گتھیر ہو گئے۔ ایک حصہ میں ہار محمد۔ مرنج ہو کیا کہ تاج یا سو  
 گئے۔

حان بیگ نائیک روم کے پاس جا رہا ہے۔ ”پاسی کا نام نائیک روم  
 پائے ہے ہمارا“ میں آپ سے کل کی باتوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ جنہوں  
 ٹکے نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں نے سے خوب ڈنچا اور رات ریوڑ لائی  
 ہوئی تو میں نے وقت آپ کے پاس آنا۔ ٹکاکا کت اور ماتر بظاہر ہے۔ لٹائی  
 چاہتا ہوں کہ کس میں ذرا اہمیت آجائے، پاسی کی سمجھ ہے یہ کی بات پر دھیان  
 کی نہیں آتا۔ پانچنے کے لیے ہمت بھیجئے۔ ہوں سے بھی پاس ہا، یہ ہیں سمیت  
 نہ آئی۔ کس دن ہاں کاس سے بڑھ رہا یہ ثبوت ہوگا۔ تنہا میں کے سچ میں  
 آپ سے بے دہی رہی۔ روم۔ آجی شیر پر پتھر پھیلے ہوئے ہیں ہا، کی نہیں  
 بدنامی ہے۔ یہ شخص جسم کے قابل ہے یہ نکل دیں میں یہ جہد کی وہ شیر کے منہ کا  
 قہر بن جائے گا۔ کس ہڈے کی خبر بھی جانتا ہے۔ آپ سے موت۔ دن  
 موٹی شخص سے کام نہ لیا ہوتا تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔ جب آپ نے تکی رہا ہے کی  
 ہے تو اس سے دس بھی پاس ہے۔“

نائیک روم چارپائی پر بیٹ گئے گویا عڑے رہے ہیں تکیہ ہو رہی ہے۔  
 ہے۔ صدمہ اور نہ دس تو نہ ہے گاچا ہے چاں گل جائے۔ سے چائے ہم  
 دوں نہ موت کیسے چائے کی تقدیر کیسے کہ وہ یہاں سے چارچے گئے، بین  
 مالوں میں رہا ہے۔ ابھی ملے گا جب ہم دونوں میں سے یہ نہ رہے گا۔



دل سے ناموں اور مجھے اس کا انسوں ہے کہ میں نے اس کو یہاں کیوں آنے دیا۔ جی پوچھو تو اب مجھے یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے اس زمیں پر بیٹے کی مائت ہی کیوں ٹھہری۔ آپ دُشوں نے میرے مدد کو مارا۔ میں نے چوس میں ریپرٹ کیا۔ میں نے قصہ یہ کہ اب اس زمیں کا نام نہوں گا میں آپ دُشوں پر تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ آپ دُشوں کا کھر چڑھ رہا کھر نہیں بنانا چاہتا۔ رنڈوگ خوشی سے دو گئے تو اس کا رنڈ چھڑا دُشوں کا۔ کسی کا اس اچھا سب سے برا نہ کہا گیا ہے۔ جب تک آپ دُش مجھے معاف نہ دیں میرے دل وچھک نہ آئے گا۔

رات سا گئی تو محض ایک حوٹن کا ٹھکانہ تھا۔ صاحب کی شیریں بیانی نے ایک رنڈو کا حصہ بھنڈا کر دیا۔ بولی دھڑلہ تھی تو آسانی سے اس کو صاحب کی کمر پتھر پر پونے کے لیے آٹا اور ستا تھا۔ ممکن تھا پرچھو بیوی پر اس کے سر پر پھر خوش سو رہا جاتا۔ میں اس وقت صاحب کی باتوں نے اس پر جو دھار دیا۔

بزرگی کہتا تھا کہ جو اپنے سامنے بھٹکے اس کے سامنے بھٹکائی پڑتا ہے۔ صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ اب ہم تمہیں (ارمیں) نے بولی دھڑلہ رکھیں گے تو ہمارے دُشوں کے پیچ میں جھڑن پڑا رہا۔

خدا کر رہا تھا کہ اس کا سٹ چٹائی چھوٹا ہے۔ مدت اور ٹائی سے کوچہ صاف نہیں ہوتا۔

بھیرہ پھوٹے صاحب، چوپے کہ آریہ جی نے پکھی (معافی) نہیں۔ وہ کوئی چھوٹے پک نہیں ہیں کہ آپ ان کی طرف سے پارس (خارش) کریں۔ کچن ڈکا سوتا تو دھڑلہ بات تھی۔ تب ہم لوگ آپ ہی کو نہ دیتے۔ وہ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ مونچھ دھڑکی نکل آتی ہے۔ انہیں خود آریہ جی سے بنا کر چاہیے۔

ناک ایک روم ہاں یہ بات سچی ہے۔ جب تک وہ تھوکتا رہتا ہے میں گے میرے دوسرے صاحب نہ دہراؤ گا۔

جان بیوک تو تم سمجھتے ہو کہ دڑھی مڑ چھٹ جائے سے عقل ہی آجانی ہے۔ یا یہ ہے؟ جی نہیں! کچھ ہیں ان کے ہاں پاپ گئے ہیں۔ امت وائٹ گئے ہیں اور جی تب عقل نہیں آتی۔ پر ہو بیوک رے عقل نہ سوتا تو تنے آدمیوں کے بیچ میں چند جی جیسے پاس نہ پڑتا تھا نہ پڑتا۔ سے تم لٹائی دہراؤ، پر وہ معافی نہ مانگے گا۔ رہی میں نہ بات۔ سو رہا لوگوں کی مرضی ہے کہ اس معاملہ کو دہرا رہے ہوں تو یہی ہے۔ مگر شاید بھی تک نہ لوگوں نے اس مسئلہ پر چھٹی طرح نہ رہیں یہ۔ وہ بھی غیبت نہ کرتے۔ تیرے چند جی آپ کو اس معاملہ پر کیا اعتراض ہے؟

ناک ایک روم بھیرہ اس کا جواب ہے۔ آپ تو صاحب نے تم واکال (قابل) رہا۔

بھیرہ کال یہ رہا۔ صاحب جی کہتے ہیں ناک۔ چھوٹے صاحب واکال (عقل) نہیں ہے تو وہ دیکھیں (کوسیں) میں کہیں میں کو پڑتے۔ اپنے دانشوروں سے پناہ تھوڑی نہیں کاٹتے؟ یہ آدمیوں کوون کیے پگھل بھجھے؟

جان بیوک جو تیری یہ سمجھے کہ اس موقع پر ہونے والا کام سنا چاہیے وہ پگھل نہیں تو رہا کیا ہے؟

ناک ایک روم صاحب میں میں پگھل تو کی طرح نہ مانوں گا۔ ہاں آپ کا منہ دیکھیں اس سے یہ نہ مانوں گا۔ آپ نہ منی نے میرا جھٹکنا دیا۔ سچ کہتا ہوں آپ کی بھلہ دیکھیں میرے ہمنوا ہندو رہا۔ میں تو میرے دوسرے میں نہ جا کے کتنا بار (غبار) بھرا ہوا تھا۔ آپ تھوڑی دیر نہ تے تو آج شام تک چھوٹے صاحب پتلا میں ہو تے۔ آج تک ابھی میری پیٹھ میں بھول نہیں گئی۔ ہند کی (رند کی) میں پہلی بار میری مٹی کے عزتی کوئی دیکھی دیکھیں نے، پھر (معاف) رہا بھی سیکھ۔ یہ



سپ کی عقل کی برکت ہے۔ میں۔ سپ کی کھوپڑی کو مان رہا۔ صاحب کی  
 اور کی بدلتا جا رہا ہے۔

بزرگی اس میں سے کاپے کا بول جو۔ صاحب نے تو ہوا کہ میں اس کا  
 نام۔ اس کا بس جھڑا مسایں۔

جان بیوک میں مر رہی ہے میرے ہاتھ نے سے تمہارے سولہوں۔ سے وہ  
 سو قلم نہیں نہ پیسے ہو گئے؟

بزرگی ہمارا پھاندہ یا ہوگا، تم تو ٹی میں مل جا میں گے  
 جان بیوک میں تو اچھا دوں کا کہ تمہارے ہر۔ تم تو اچھا ہیں یہ اعتراض ہے؟  
 بزرگی پنڈ جی کے ہر روں حازی تے ہیں۔ وہ سب فی میدان میں خسر تے  
 ہیں۔ اس میں میں میں دن پڑے رہتے ہیں۔ وہیں کھانا پکاتے ہیں۔ وہیں رہتے  
 ہیں۔ شہ کے دھرم لوگوں میں دیہات کے لوگوں کو تر م رہا۔ یہ دھرتی نہ رہے تو  
 نہ جان چا تے یہاں جھٹکتے ہیں نہ آئے۔

جان بیوک جا تریوں سے ہے۔ ک کے کنارے پھر مل کے مکانات رہ دیے  
 پائیں تو کیا؟

بزرگی تے میں کون سے کا؟

جان بیوک اس کا میرا۔ میں مہمہ رہنا ہوں کہ میں یہاں مہمہ رہا ہوں۔  
 کو۔

بزرگی میرے محلہ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے گا میں جینیں یہاں چاہیں گے؟  
 جان بیوک حاطہ میں گئی کہ چہ نے کا تمہیں اختیار ہے گا۔ پھر تم کو پناہ رہ  
 وہ دھڑے رہا۔ پناہ پاتا ہے۔ جونی نے وہ دھڑے رہا۔ یہاں یہاں رہا ہے  
 وہ تم سے نہیں رہا وہ خوشحال خیر آتا ہے۔ یہ حق اس کو تمہارے یہ وہ دھڑے سے تو ہوتا  
 ہے۔ تم بھی یہاں رہا وہ دھڑے کا کوں۔ جب یہاں کا رخ نہ اٹھل چاہے گا تو



محمد مریم تب تو بر سر مہر مہر ہے گا۔

نایک مریم کس کام سے یہ لے گا؟

جان بیوک جو تم لوگ طے رہو۔ میں تمہیں کوچہ لٹا ہوں۔ اس سے رخصتی نہ  
تمہارے کام ہے۔

نایک مریم وہ رجنی ہے۔ آپ نے رجنی۔ رات میں سب سو رہی رہی۔  
نہیں تو یہاں کوٹ مہر میں نہ جانے یہ کیا تجھے بیستے تھے۔ جی ہاں یہ نہ جانے  
ہے۔

بھیرو وہاں نازی کی کان کے لیے کچھ لینا تو نہ لے گا؟

نایک مریم ہونی ورہڑ ہو یا تو ضرور چہلو پر نہ ہوگی۔

جان بیوک نہیں تمہارے حق سب سے لڑو، جھجھکے گا۔

نایک مریم تو کچھ تمہاری چاندی ہے۔ بھیرو۔

جان بیوک تو ب میں چہلو ہنڈ جی۔ آپ کے م میں سادے تو میں ہے۔

نایک مریم سچہ ہے۔ یہ ما۔ آپ کا ہا ہندو اس آئی کم دیکھ ہے۔

جان بیوک چھوٹے ہو مہرگی ہے۔ یہاں نہیں سو رہی رجنی نہ ہوئے تو؟

نایک مریم نام تو رجنی رہی ہے۔ چار ہنڈ رو پلے ہے ہیں۔ سہ ہنڈ کھوت

میں کل ہے۔ تمہیں (ز میں) رہ نہیں سکتی۔ وہ آئی تہا ہنڈ ہے کہ ہم لوگ اس

سے ٹیٹ میں پائستے۔ یوں نہ نکل جائے تو ہا ہنڈ ہا ہنڈ یہ سلوک کون رہے ہا۔

مفت میں جتنا ملتا ہو پھنڈ نہ چاہیے۔

جان بیوک کھر پٹھے تو ڈرتا رہتا تھا۔ پھر جو بیوک نے پوچھا۔ آپ کہاں گئے

تھے؟ جان بیوک نے وہاں سے مہر پوچھتے ہوئے ہے۔ یہ ایک کام رہنے کو مہر

چاہیے۔ مہر ہا ہنڈ دوسری بات ہے۔ کام روکنا دوسری بات اتم ایک کام

رہنے گئے۔ محمد بھر سے ڈرتی ٹھنڈ رہ چکے ہیں۔ جس وقت میں پہنچا ہوں

مارے آدی مایہ رامت درم پہ جمع تھے۔ وہ ہاؤں پہ بیٹھ رہا یہ وجہ سمجھ رہا تھے  
کے پاس جا نے کو تیار تھا۔ مجھے سب نے یوں دیکھا جیسا پھاڑا کیل کے مین میں  
نے کچھ کس طرح شخص درگاہ سے کام کیا۔ نودیدیوں اور چھٹی چپرن ہاتھوں سے  
یہ ڈھکے پر کیا کہ جب وہاں سے پورا سب میرا کلمہ پر چھ رہا تھے۔ میں کا  
معادہ بھی طے ہو گیا۔ کس سے ملنے میں۔ کون رکھا ٹھہریں۔

پر چھو بیوک پہلے تو سب کس میں کے لیے مہار نے پرتیا تھے۔  
جان بیوک اور چھ سر تھی تو وہ تم نے جا رہا رہی ردی۔ قمر اور کھ کے لیے  
معدت میں ہمیشہ 'ا' ہرک مومٹ' پر ڈگا کھنی چاہیے۔ یہی کامیابی ن خنی  
ہے۔ "کارل جاتا ہے کہ اس وقت پر ن پر نکاتہ رہا چاہیے۔ وکس جاتا ہے مدت  
پاسوں میں کا بہترین ترس پر رہا ہے۔ ایک مہینہ نہیں کیا ان کے لیے میری  
ہاتھوں کا کامیوں پر ذرا بھی اثر نہ ہوتا۔ گل تہا کی ریادتوں نے وہ ہونے پیدا  
ہے۔ میں معافی کا حق ہوگا کہ ان کے سامنے نہیں۔ مجھے اب رہا جھب رہا جی  
سے نکسوں سے اپنے مسدودن کے سامنے پیش کرنے کا موقع ملے۔ اس کی  
ریاقتی ہونے تو میری جانب سے بھی تھی کا صبر رہتا۔ اس حالت میں درستی  
خدا کے خلاف ہوتا۔ ریادتی ہر طرف سے مولیٰ۔ اس کی میری جیت تھی۔  
یشو سیوک کے لیے "میں نے" سنا گا رہا ہے امن میں ہے۔ برف آج کل  
بہت بھٹی ہوئی ہے۔ پھر مجھ میں نہیں آتا کیوں تھی بے دردی سے خرقہ کی جانی  
ہے۔ "کی کا پانی" کافی ٹھہر ہوتا ہے۔"

جان بیوک پاپا معاف کیجئے۔ برف کے یہاں کی نہیں جھتی۔  
یشو سیوک خدا کے چاہیہ تو اس زمیں کا معادہ طے ہو جائے گا۔ آج تم نے  
بڑی ہوشیاری سے کام کیا۔

"میں بیوک مجھے ن ہندوستانیوں پر ہر بھی متاثر نہیں۔ دعا بازیوں سے



ن پر پنی داری کو سدھ جاتے ہیں اور اس مافی رہا نہیں حاصل کرتے ہیں۔  
 انوں کی کہہ کہ داری فوراً نے بھی تک یہاں میدان میں قدم نہ نہیں رکھا۔  
 حالانکہ ملک میں داری سماعت سب سے زیادہ تمام یافتہ ہے مگر یہاں داری میں  
 سب تک ہم وہ نہ نہیں ڈالتے۔ بندہ تانوں میں مل رہا سم گم ہو جائیں گے  
 کھو جائیں گے۔ ن سے لگ رہا خاص شدہ اور خاص عزت حاصل کرتے  
 ہیں۔

ہی باتیں موری تھیں کہ یہ چپری ہے آ رہا ہے دیو۔ یہ مسئلہ راب  
 حکم وضع کا تھا۔ ن کے یہاں بہت سے کی مہم آ رہا ہے تھے۔ راب نے  
 کی خاطر سے یہ ڈنڈا تھا اور مسز بیوک کو معصوم صوفیہ بیوک کے کس میں  
 تہ یہاں ہے کہ یہ بد تھا۔ راتھری مسز بیوک سے یہ صوفیہ بھی یہاں تھا کہ  
 صوفیہ کو ایک ہتھ کے یہ ضرور بد بیچے۔

چپری کے چمے جا رہے پر مسز بیوک نے کہا۔ "صوفیہ کے یہ یہ کی موقع  
 ہے۔"

جان بیوک ہاں۔ یہ پورا آئے گی کیا؟

مسز بیوک کی اسے پاس یہ پتہ چھوڑ دوں؟

جان بیوک صوفیہ سناہوں رہا لیکن بھی نہیں۔ سے چاروں یہاں نہیں  
 تیں؟

مسز بیوک وہ آتی ہی ہیں۔

جان بیوک تم نے کبھی بدائی نہیں۔ نہ یہ نکر؟

مسز بیوک وہ اتنے کے بے کسی شط گات ہے۔

جان بیوک اس کی جھڑی چا تاقی ہو تو پنی شطیں توڑ دوں۔

مسز بیوک وہ رچا نہ چاہے وہ بھی نہ ہوں نہ ہوں؟

جان بیوک یہ روم عیسائی بھی رہ جائیں جانے مار گھر پر تو بہت کم جاتے ہیں۔

مر سیوک خدہ بند یوں کی تو ہیں رہے تو بھی چپ رہوں؟  
 جان بیوک وہ سبوح و قیوم نہیں رہتی جسے نے مار بھی عقل دی ہے وہ  
 خدہ بند یوں کی دل و جان سے عزت کرے گا۔ ہندو مت یوں کا نام عزت کے  
 ساتھ دیتے ہیں۔ رصوفی یوں کا یہ نجات دہندہ خدہ کا بیٹا خدہ انہیں سمجھتی تو اس پر  
 تہ تیوے کیا جائے۔ کتنی سیسیا یوں کو اس قسم کے شکوک ہیں خواہ وہ انہیں مذہب  
 بیٹن ریں۔ میرے خیال میں رومن شخص نیک کاموں و رتاہا زندگی سر رہا ہے  
 ورنہ اس میں ویسے کی صورت رکھتا ہے تو وہ اس کی سب سے سب سے بہتر ہے مسیح کا نام تو  
 چلتا ہے یہ نہیں کاہ ہے۔

بٹور بیوک باحد اس خاندان پر پناہ دیا پھیلا بیٹا۔ ایسی باتیں رومن سے نہ  
 کہہ سکتے۔ مسیح کا ندو بھی رہا رہا سے منحرف نہیں ہوتا۔ اس پر مسیح کی نورش رہتی  
 ہے۔

جان بیوک بیوک سے (نہ کل سڑیکی چو۔ رنی نے صداقت ہو پائے گی۔ مر  
 صوفی بھی ساتھ بیٹ آؤ گی۔

مر بیوک بے تو جانا پڑے گا۔ جی تو نہیں چاہتا ہے چاہاں گی۔ کیوں نہ  
 رہے۔

ہر اس شہر گھر تیا۔ اس نے سر رہا سا دانا یک رہا ہے۔ نم نے  
 میری دھرتی صاحب کو دے دی۔

نا یک رہا میں نے یوں کی؟ مجھ نے؟  
 سورس میں تو تمہیں سب کچھ سمجھتا تھا ورنہ ہرے کی بل پر کو داتا تھا پر آج تم  
 سے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ چھٹی بات ہے۔ میری جھوٹی کہ تمہارے بل پر چھوڑا

تھا۔ یہ ن کاٹا ہے۔ س نیوے کے بل پر ٹھوس گا۔ گھلون کی کاٹھروں سے روں  
گ۔

نایک ر م بچرنگی۔ بر اندر)۔ بھیرہ کو ہاں ہو۔ انیس سب باتیں سمجھا دے۔ میں  
سے یہاں تک (مغربی) روں

بچرنگی بھیرہ کو کیوں ہیں وہ؟ یہاں میں قنا بھی نہیں رستا۔ بھیرہ کو تنا سر پہ عادی۔  
ن سے س کو تانگہ دے رہا ہے۔

یہ بہ ر بچرنگی نے جان پیاس کی ماری تجویز کم بیش طریقہ پر بیان کر دیں م  
۲۔ بتا، جب کارخانہ سے سب کا پھاڑا ہے تو ہم صاحب سے کیاں لیں؟

سورس تمہیں سوں ہو گیا کہ سب کا پھاڑا ہوگا؟

بچرنگی ہیں، یہ۔ ماننے کی بات، توئی ہے تو مانی جاتی ہے۔

سورس کل تو تم لوگ بھرتی کے پیچھے جان دینے کو تیار تھے۔ مجھ پر شک م  
رہے تھے کہ میں نے صاحب سے میل لیا۔ آج صاحب کے ایک ہی صدمہ میں  
پاں ہو گئے۔

بچرنگی بابت کی نے سب باتیں تکی سبحان (صفائی) سے نہ سمجھیں تھیں۔  
کارخانہ سے مارے جگہ داسے (سرشار) کا پھاڑا رہا ہے۔ مجھروں کی  
تجوری بہ ہے۔ کارخانہ میں بڑی بہ ہے گی۔ شائبہ ممہا جھڑ نہیں ہے۔ نم و  
بھی ہمہ کی صد دیتے ہیں کہ پو کھے دم مل رہے ہیں۔ بھرتی کو دے ڈرو۔ یوں  
دے دے چاہئے (غصہ پٹے سے)۔ ن چاہے گی۔ ک نے یہ پھاڑا؟

سورس، اہرم واپس پتا راجہ جگہ۔ یہ بھی معلوم ہے؟

بچرنگی، میں نے دھرم دواتی ہے پو دھرم جووں پھوڑ نہیں، تا۔

سورس، تو تم لوگ میرا تھو نہ دو گے؟ مت دو۔ جہ ہرنیا۔ ہے دھرم  
کی مدد تکی بھی جہ رت نہیں ہے۔ میری چنچ (چیز) ہے۔ وہپا روں کی مانی



ہے۔ دوسرے کو سچائی ہتھیائیں ہے۔ روہتی نئی تو سچے ہاتھ میری  
جان بھی چاہے گی۔

ہم رسوا کی تھیں ہوا اور اپنے بھونیر سے درہ رہا پر جا رہے ہیں  
یہٹ ہ

----- ختم ----- حصہ اول -----

### (13)

• نے نگہ کے جانے کے بعد صوفیہ کو یہ معلوم ہوا کہ گا کر ملی جانسوی مجھ سے  
 کچھ کشیدہ حائل ہیں۔ وہ اس کو کتاب یہاں پر رکھنے کے لیے یا خصوصاً لکھنے کے  
 لیے بہت سمجھا رہی تھیں۔ اس کے حرکات و سکنات ہر کسی مشتاقہ نگاہوں سے متنبہ رہتیں۔  
 مگر وہ کئی دن تک پٹی بدنامی کا طلبہ نہ رہیں جس صوفیہ کو یہ دیاں ہوتا کہ مجھ پر  
 شک یہ جا رہا ہے۔ وہ جب کبھی بٹا میں یہ رہے چکی جاتی یا ہمیں گھبراہٹ میں ہٹل  
 جاتی تو وہ اس آواز پر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ میری کتابیں اس پتہ پر رکھی ہیں۔  
 یہ بدنامی اس وقت درشتی زرتی رہا کہ اس کے گھر پر رانی صاحبہ خود ہی اس  
 کے ہاتھ سے خطوط لکھیں اور نہایت عورتوں سے لکھتیں کہ صوفیہ کا بولی نہ تو نہیں ہے۔  
 وہ بد صوفیہ پہنے ہاتھوں کے غائب ہونے کے بعد۔ وہ بدنامیوں کے راز  
 خوب سمجھتی تھی۔ یہ روک تھام صرف اس لیے ہے کہ میرے گھر کے درمیان  
 نہایت کثرت نہ ہونے پڑے۔ پہلے فی صوفیہ سے ہونے والے بدنامی کا تذکرہ  
 یہ کرتیں۔ اس صوفیہ نے گا کر رہیں۔ یہ بہت ہنس مٹھیں تھیں۔  
 مگر تعجب یہ تھا کہ صوفیہ میں بدنامیوں کی یہ تھی جو نام پر رکھی نہ لکھنے والی تھی۔  
 وہ نہایت بدنامیوں کی۔ رانی سے مراد اس کے گھر کے گھر کے بدنامی  
 اور اس کے لیے موقع ملنے کی تلاش یا رانی تھی۔ اس ورنہ صوفیہ کا طرف اس  
 بدنامی میں نہ صرف معلوم ہوتا تھا۔ وہ سوچتی۔ اس ورنہ اس کے گھر کے گھر کی  
 زندگی یہ معیار نہ زندگی ہو، اس میں اس ورنہ بہت میں غل۔ اس۔ میں نہیں اس  
 صراحہ سمجھوں کہ آپ کی تنہا کو میرے ہاتھوں اور بھی جھوٹا نہ لکھے گا۔ میں تو خود ہی  
 اپنی زندگی کو یہ یہ مقصد کے لیے ترہوں رہتی ہوں اس کے لیے وہ کافی نہیں۔  
 میں خود ہی ان خوش و چہ مقصد کے راستے کا قانون بناؤں گی۔ اس میں اس کو یہ



عموموں میں رات ہے تو سے سرکاری بنی رکھا جاتا ہے۔ ایک روز پرہیزوں پر چلنا پڑتا تو سے روز نہ پہاڑوں سے سرکلر ناقلیہ چاتا ہے۔ وہ گھڑے کے خطہ کی قسم کی صادر نہ تانوں سے معمور تھے۔ صوبہ پر چڑھ کر رہوئی۔ وہ تکی ختیاں نہیں رہے ہیں۔ وہ میں یہاں سے سے پڑی ہوں۔ وہ کی سیلنگ کی حالت میں اپنے کمرہ میں آئی اور وہ نے ایک طوائف خط لکھا جس کا ایک ایک مہفاجت میں ڈھب سو تھا۔ خاتمہ پر اس نے نہایت ارماتک غناء میں تمنا کی کہ مجھے اپنی خدمت میں آنے کی حالت دیجیے۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ اس کا مذہبوں مادیاتہ طور پر شاعر نہ وہیں۔ خط پورے ہوئے وہی وقت قریب کے میر ہکس میں ڈھب آئی۔

خط پتہ پتہ اپنے کے بعد جب اس کو ملوں ہوا تو سے حوالہ آدہ کہ رانی صلاہ کے ممرہ میں چھپ چکا اور خطوں کو پڑھنا کی طرح مناسب نہ تھا۔ وہ سارا دن کی فکر میں پڑی رہی۔ بار بار اپنے کو مدت مرنے۔ بنو میں ختی بد نصیب ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کے مذہب کی تلاش کے لیے وقف رہی تھی۔ ہر سال پانی کی تحقیقات میں مصروف ہوں مگر جس کی پہلی خطہ میں اپنے پر پڑی۔ میں یہاں تکی مزور ہوئی ہوں۔ یہ میرا پاک قصد فساد کی جو ہشت کے پتہ میں پڑ رہا ہے جے گا۔ میری حالت تکی بری ہو جائے گی کہ میں کی چیزیں چروں گی۔ یہ بات تو کبھی میرے خوب دھیان میں نہ آئی تھی۔ ان کا مجھ پر اتنا اعتبار نہ تھا جہو نہ تکی محبت تکی ہلی ہے نہیں کے ساتھ میں یہ دھارن۔ یہ بھی یہ حالت تو بھگوان ہی چاہے تھے چل رہی تھی۔ اس نے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ نہ کی کا خانہ ہو جائے۔ کاش وہ نہ تھے میں بھی ڈھل آئی ہوں وہ ل جاتا تو میں اس کو بھی چاک روٹی

وہ کی فکر و پیشانی کی حالت میں میٹھی ہوتی تھی کہ رانی صلاہ ممرہ میں آئیں۔ صوبہ تھوڑی مونی اور پی آکھیں چھپاتے کے لیے زمین کی طرف تانے لگی

ہیں سو پل جاتا مان نہیں تے۔ رنی نے رخت آواز سے پوچھا۔ 'صوفی  
یوں روئی ہو؟'

جب سم پنی غصی پر نام ہوتے ہیں تو کج بات خواہ غور سے منہ سے نکل پڑتی  
ہے صوفی یقینی ہوئی ہوں 'جی کچھ نہیں' مجھ سے ایک خط سرور ہوئی ہے  
'پاپ سے کس دن معافی چاہتی ہوں۔'

رنی نے 'یہ اور رخت جہیں پوچھا۔' 'کیا بات ہے؟'  
صوفی 'نہ جب آپ سے رنے کی تھیں تو میں آپ سے مراد میں چلی گئی تھی۔  
رنی یہ کا تھا؟'

صوفی 'ہیچ ہارم سے سرخ ہو رہی ہوں۔' میں نے آپ کوئی چیز نہیں چھوئی۔  
رنی میں تم کو توجہ نہیں سمجھتی۔

صوفی 'یک۔۔۔۔۔۔ ایک دن دیکھنا تھا۔  
رنی 'نہ نگہ کا؟'

صوفیہ سے سر جھکا دیا۔ وہ پٹی نکالیں میں خود تکی ذلیل سوئی تھی کہ جی چاہتا تھا  
رہیں پھٹ جاتی اور میں کس میں رہ جاتی۔ رنی نے تھارت میرے پاس کہا۔  
'صوفی' اقم تھو کہ اس مرموش سمجھو مگر میں نے تمہیں اپنے گھر میں رہ رہ رہ رہ  
دلی۔ یہی جی میں نے کبھی نہ دیکھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ تم 'ستین کا سانپ  
ہو گی۔ کس سے بہت بہر ہوتا کہ وہ نے وہ رات میں جل یا موتا تب مجھے کس  
نہ رنج نہ دوتا، میں تبہ رہے طرز عمل پہلے ہی۔ میری 'تکھوں پر پڑا ہوا تھا۔ تم  
جانتی ہو میں نے کیوں نہ کو اتنی جلدی یہاں سے بھاگ دیا۔ تمہاری ہی وجہ سے۔  
نہارن محنت کے لمحوں سے بچا۔ نہ غرض سے میں اب بھی تم قسمت و طرز  
کس کا واسطے میں چھوڑتیں۔ آخر تم کس سے یہ چاہتی ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ تم سے  
کس کا پیہ نہیں ہو سکتا۔ اگر میں 'شیت و رخسار و رخ کا نہ روں تو بھی



محب روہ۔ نہ اھے۔ دنی زور رن ہوتے ہیں۔ پتھر گھر ہے۔ شوق سے رمو۔  
 وہ بے شیدہ نہ۔ اے گے۔ ہاں وہ شیر کا مقدمہ کرتا ہے پر میرے قصہ کا مقدمہ  
 نہیں۔ وہ رنگوں کی خاک پھانے کا نہیں۔ گھر نہ۔ گا۔ رتھیں س سے  
 محبت ہے تو اپنے ہاں وہی خطر نہیں رہنے والا۔ چاہو۔ اب س  
 شوق کی طرف ایک ہی تہ ہے۔ جاتی سو گیا ہے۔“

صوفی نے سر ہر رہا۔ نہیں۔“

رن۔ جانا چاہتی ہو؟

صوفی نے سر ہر رہا۔ ہاں۔“

رن۔ قربانی کے لیے تیار ہو؟

صوفی نے سر ہر رہا۔ ہاں۔“

رن۔ تو تمہاری قبل شخص سے شاد روہ نے خودکشی کو کہ تم سے جوں نہیں۔  
 تمہیں س ن فکر نہیں ہے۔ یہی مایوں س مایا سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مایوں س  
 زندگی سے بیزار رہے۔ وہ بیان کے حسوں کا سہارے جو مایوں و حد جہ  
 بنا ہے۔ لیکن یہ مقام ہونے پر بھی س کے ہاں وہی تہ نہیں ہے۔ غم منظور  
 رہتی ہو؟

صوفی رہتی کے یہاں پر رہی ہو۔“ رن۔“ رن۔ بہتری کے لیے۔ ر  
 رہتی ہوں۔“

رن۔ صوفی ہاں۔ گئے گائے، رقت میرے لب میں ہو میں۔ میں جاتی ہوں  
 تمہارے لیے سب کچھ رہتی ہو۔ بنو تمہیں س عہد کو پور رہنے کی طاقت عطا  
 کریں۔“

یہ ہر رہتی جانہوی وار سے چلی نہیں۔ صوفی ایک کوچ پر بیٹھیں، وہ دونوں  
 ہاتھوں سے منہ چھپا کر روئے تاروئے تلی۔ س کا ہاں ہاں شیدائی سے تکلیف پارہا

تھا۔ سے رنی پر غم نہ تھا۔ سے س پر لے حد، اتھاوتھا۔ کتنا بند وریا ک متصد  
 ہے ۱۹ رصل میں ہی ۱۹۱۱ء کی مکھی ہاں، مر مھی ہاگل جانا چاہے، لیکن رنی کا سحری  
 صمد س کے سے تلے ترے تمہ تھا۔ وہ جو بن بن سنی تھی میں محبت کہ بدنام رے کے  
 خیال ہی سے اس و نرت ہوئی تھی، س و س رت س فصر و و تھی، جی کی باغ میں  
 پیر رنے جے، و پھل ڈرنے کے ہرم میں رنی رریا جے۔ و نے کے یار نے  
 سے ن کا عقیدت مدد باہا۔ عقیدت۔ ہمدنی محبت و نکل حیدر و و رب  
 وی محبت س کو جہ دور نی تاریکی طرف شے سے جاری تھی، روہ ہاتھ پیر  
 پھرتی ہے و خوف ہے۔ وہ س کے آگے کچھ نہ سوچ سکی۔ و پنے کی طاقت زس  
 سوئی۔ مارے نظرات، مارن پشیدیاں، ماری مایوں، ماری تکیہ یک دہر  
 میں، ر صاحب، میں!

شام ہوئی تھی۔ صوفیہ س مارے، و س مینی ہوں ہا کی طرف لگی لگے تاک  
 ری تھی چنے و نی جو و پنے خاوند کے ہا میں مجہ ہا۔ و یک پر جھو بیوک مرہ میں  
 اصل ہوے۔

صوفیہ نے پر جھو بیوک نے ہوں بات ند۔ چپ چاپ پی حلد پر مت ہی مینھی  
 ری۔ وہ س حالت میں پہنچی کی تھی جب ہمدراں سے بھی رغبت نہیں ہائی رتی۔  
 نامیدی کا رخ کی رحمت سے تعلق ہے۔

لیکن پر جھو بیوک پنی فی تصیب نہ کے سے کی قدر دیتا تھے کہ صوفی کے  
 جہ کی طرف س کا حیان ہی نہ یا۔ اتے ہی ہاے۔ صوفی ا دیکھو۔ آج رت  
 میں سے ہا طم بھی ہے۔ ذر غور سے سننا۔ میں سے ہی کور صاحب کو نہی۔ وہ  
 ہایت محفوظ ہوے۔

یہ ہا پر جھو بیوک سے شیریں بیوں کے ہاتھ پنی طم پڑھی شوا کی۔ شاعر نے  
 س در فانی نے یک منز دہ دس کے ہا حد بات منظور ہے تھے جو تروں و د پھر س



میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک شعر جھم جھم کر پڑھتے تھے اور اس کو ادا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے، یمن صوفیہ نے ایک بار بھی ادا نہ کی۔ گویا اس میں ٹن ٹن کا احساس مانتی نہیں رہا تھا۔ ظم کو آخر اسے پر جو بیواک نے پڑھا۔ اس کے متعلق تمہاری یاد ہے؟

صوفیہ نے کہا: 'کچھ تو ہے۔'

پر جو بیواک میرے شعر پر م نے اصرار نہیں دیا۔ آج تک کسی شعر نے بھی تاروں کو مد تک کی روش سے تشبیہ میں دی ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ اس ظم کی شاعریت، اتنے ہی شعر کی جماعت میں اپنا پل پیدا ہو جائے گی۔

صوفیہ مجھے تو یاد دلاتا ہے کہ شیل اور رڈ سو تھیں اس سفر پر جسے میں استعمال کر چکے ہیں۔ یہاں کے شعروں نے اسی طرح یہی سقا سے دم دھتے ہیں۔ شاید سیوگوں ایک ظم کا مومن بھی ہیں ہے۔ ممکن ہے تمہارا شیل ان کے شیل سے ڈرا ہو۔ پر جو بیواک میں سے تاروں کا ظم سے ریوڑا بیھا ہے لیکن یہ تشبیہ مجھ کو کیسے بھی نہیں دکھائی دی۔

صوفیہ نے یہ دہانتا ہے مجھے بویداد کا۔ غمیر کی نہیں ہے۔

پر جو بیواک رکولی دوسرا شعر یہ غار یہ رے تو اس کی نامی رے کو تیار ہو۔

صوفیہ تو میں ہوں گی کہ تمہاری نگاہ میں اپنی آرو کی کیفیت بہت زیادہ نہیں ہے۔

پر جو بیواک تو میں بھی یہی ہوں گا کہ ٹن ٹن میں مائل حاصل کرنے کے لیے بھی تمہیں بہت ریوڑا، شق کی ضرورت ہے۔

صوفیہ مجھے پٹی زندگی میں اس سے ریوڑا ہم کام کرنے ہیں۔ آج کل گھرنی یا یہی ہے؟

پر جو بیوک دی پر فی کایت۔ میں تو جزا ہوں۔ پاپا کو بے کار خانہ کی  
 بھین گئی ہانی سے اور مجھے اس کام سے نرت ہے۔ پاپا اور ماماؤنوں مرہقت  
 جھنجھٹے رہتے ہیں۔ فی کامہ سیدھی نہیں سوتا۔ نہیں بھٹانا میں ماموہندہ اس  
 رص کے آشیہ میں یک سبھی نہ بتا ہوں جاں۔ کچھ مجھ میں نہیں آتا  
 صوفیہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ اس قدر کام و رہنمہ ہو رہی تھیں پنی مر  
 سر ہنی سبیل نظر نہیں آتی۔ شاید تجلیں دنیا میں خود ہی کے بے نہیں بھلی جھ  
 نہیں۔

پر جو بیوک صوفی امیں، سب کچھ رہتا ہوں مگر گئی تھرت کا چہ نہیں تھا  
 ستا۔ میں بے فکر آزاد و رے مٹ رہنا چاہتا ہوں۔ ایک خوشامیاد میں دی ہے  
 ارخت کے پیچھے چہ یوں کے غمے ستا، فکر شعر میں مجھ رہ رہ رہوں۔ یہی میری  
 زندگی کامیاب ہے۔

صوفیہ تہا کی زندگی و طرح خوب دیکھنے میں رہے گی۔

پر جو بیوک چھ ہو۔ فکر سے نجات حاصل ہے۔ رادو ہوں۔

صوفیہ جس میں ضمیر و صوفیوں کا ہوں، دوتا ہے، وہاں سے آزادی ہوں وہ  
 بھاتی ہے۔ میں اس کو آزادی نہیں دیتی۔ یہ بے حیالی ہے۔ وہاں کی بے رحمی کم  
 کلینک وہ نہیں دیتی، وہاں کا حکم تھا قابل ہر شے نہیں ہوتا، کہ مدین  
 ہ۔

پر جو بیوک وہ نہ۔ ابھی چاہے گا۔ پر جو یہ بے گنجیل وں گا۔ مرنے سے  
 پہلے ہی یوں رہوں؟

یہ ہم رہے بھوتے پٹلے پر رکا، قیدیوں یا رہتی ڈیٹیں، ماریں کی صوفی چہ رہ  
 ہوں۔ اس سے بھی دو یک گور و پیٹ یا تو ان مایہ کام کیا۔ پنی ظہوں میں تو عدم  
 شد کا مجھ میں چاہتے ہو، وہاں فارغی بات پر تو چاہدے ہو، ہو گے۔

پر جو بیوک کان سہہ بیٹا؟

صوفیہ سب ہم مارے۔ ہر بھی مارے۔ کان سینا۔ ہر بھی مارے۔ تو ہمارے  
تشریف سے صوفیہ پر کار بند ہوئے۔ رہ چکے تو ان دہلی میں مارتا۔ ہر بھی  
ہم جن یہ حق حاصل نہیں کہ وہ نصیحت رہے۔ خود ان دنوں۔ قوت کتنی ہی  
رہا۔ ست ہو۔ نصیحت رہا مشق و رہ پختہ فارگوں کی کام ہے۔ یہ نہیں کہ نہ ہو  
بھی تب نہ کی آئی وہ گا سن رہا۔ شت و رہا۔ شت کا سہن پر صوفیہ احمرات  
ہم میں ہر سہل مانتا چاہتے ہر وہ پہلے خود ہی ہو۔

پر جو بیوک ٹھیک بیگ ہوتا ہے۔ نہ بھی چاہے وہ میں بھی ہے۔ یہ آئی ہے۔ یہ  
تبر نہ ہے۔ مجھے بادی نہیں رہی تھی۔ یہ نہ رہا نہ پھر نہ تا وجہ میں رکھی  
ہے چاہا۔

یہ کہتے ہو کہ پر جو بیوک نے یہ حوالہ دیا کہ صوفیہ کے ہاتھ میں رکھا ہے۔  
صوفیہ ہے چھ۔ ”آج کل یہاں ہیں“

پر جو بیوک۔ وہ دے پورے کو۔ تالی مد قوں میں گھوم رہے ہیں۔ میرے نام جو  
نہ آیا ہے کہ میں تو اسوں نے صرف یہ ہے کہ میں اس خدائی کام کے ہاتھ  
ما قبل ہوں۔ مجھ میں تنی قوت بردشت نہیں جتنی ہوئی چاہیے۔ شاہ کار نہ  
تھ ہے حاصل۔ نے کار ہے۔ پختہ عمری ہی میں کار ہے۔ ہر میں شامل ہوتا  
چاہیے۔ کی جو ان کو خدائی کام کرنے کے لیے بھیجا ہوا ہے جیسے کی من خلایق  
ہر میں ان تکلیف رفق رہے کے لیے بھیجا۔

پر جو بیوک چلے گئے تو صوفیہ سوچنے لگی۔ بہت پر سوں دہ پڑتوں۔ وہ سب  
رانی صاحبہ سے پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ وہ بھیگ کے ہتھ پر نہ ہیتے۔ میں نے  
بھی رانی صاحبہ سے وعدہ کیا ہے کہ ان سے ہر وہ کتابت نہ کروں گی۔ سب کو کھونا  
رہ نہیں۔ رانی صاحبہ ہر دکھا دوں۔ کہ نہ کے دہ میں میری طرف سے جو

بدنامی ہے وہ اور سو جائے گی۔ مگر معلوم نہیں۔ کیا باتیں تھیں ہیں۔ کس نے کوئی سی بات، ہمارے حرم کے غصہ، اور بھی تیرے۔ نہیں۔ کس خط و پوشیدہ کی رشتہ چاہئے۔ رتی کو کھانا درست نہیں۔

کس نے پھر، چاہے۔ پر حلقے سے کیا وہ نہ جانے میرے دل کی یہ کیفیت ہو مجھے۔ اپنے اوپر عقائد نہیں رہا۔ اس کی محبت کے پودے کو چھو، اس سے اٹھنا ہی بہت سے یہاں پہنچا۔ اس کو وہ رتی کے حلقے۔ رہا یہی مناسب ہے۔

صوفیہ نے ہر وہ سوچ بچار دیا۔ تب سو کہ نہیں ہیں اپنے کس پر تو نہ رہا۔ سو۔ چھٹی میں پائی نہیں ٹھہرنا۔

کس نے کسی وقت وہ نہ دے جا رہی رتی کو دے دو۔ اسوں نے پوچھا کہ اس کا کیا ہے؟ یہ وہ نہ تو یہ معلوم ہوتی ہے۔ تمہارے نام یہاں نہ لکھا ہو نہیں۔ صوفیہ جی نہیں۔

رن نے خوش ہو رہا۔ 'میں تمہیں چار تہائی ہوں کہ سے چڑھو۔ تم نے پناہ تول نہا ہے۔ کس سے میں خوش ہوں۔'

صوفیہ مجھے صوفیہ۔

رن میں خونی سے تھی سو۔ پڑھو۔ یہ تو یہ لکھتے ہیں۔

صوفیہ جی نہیں۔

رن نے نہ جوں کا توں صندوق میں بند کر دیا۔ خود بھی نہیں پڑھا۔ کیونکہ یہاں آئین، اب کے خلاف تھا۔ پھر صوفیہ سے ہوں۔ مٹی سب میری تم سے ایک تھا اور ہے۔ وہ کوئی نہ ہو، اس میں صاف لکھا کہ میری اور تمہاری بھائی کی میں ہے کہ آئندہ ہم دونوں میں صرف بھائی بہن کا تعلق رہے۔ تمہارے خط سے یہ ظہر ہونا چاہیے کہ تم سب محبت کے جذبات ان کے قوی جہات کی ریا دہ قدر کرتی ہو۔ تمہارے خط میرے حرم کے مدد کے ہمارے صاف سے ریا دہ ہوگا۔ مجھے

بقیہ ہے کہ تمہارا بیوپار اتنے ہی دن کی طبیعت بدل جائے گی ورنہ فرض ہے کہ تم پر  
 مستعدی سے گلہ نہ ہو گے۔ میں اس مہربانی کے لیے تمام تمہاری نعمتوں  
 رہوں گی۔" صوفیہ نے معصوم بچہ میں کہا۔ "آپ سے رشاک کی قیاسیوں کی۔"  
 رقی نہیں صرف میرے رشاک کی قیاسیوں کافی نہیں ہے۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ کسی  
 زنجیر سے لکھا گیا ہے تو اس کا اثر جاتا رہے گا۔

صوفیہ آپ کو دیکھ کر ہلکا ہوا۔

رقی میں۔ تمہاری جیٹ دیتا۔

صوفیہ جب وہاں سے آ رہی تھی تب بھی تو اس کو سمجھتی تھی کہ یہ کیا ہے۔  
 سوچے گی۔ وہ مجھے لے کر داخل کریں گے۔ برعکس وہاں کہ میں نے تمہارا بچہ  
 ہی نہیں تھا۔ رشاک لگتا ہی نہ ہوگا۔ یہاں کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی۔

وہ میرے سے کھڑی ہوں اور مجھے دیکھیں گی۔ ایک کتاب پڑھنے  
 لگی۔ جس نے کا وقت آیا۔ نوجوان لکھے۔ اگلی وہ وہاں ہاتھ ہوا رشاک بھی کہ اس نے  
 رقی کو دیکھا۔ وہ سے نہ رقی طرف بھاگتے دیکھا۔ کبھی کہ اس کا نام سے جاری ہوں  
 گی۔ پھر کتاب دیکھے گی۔ چند روز مت بھی نہ زورے ہوں گے کہ رقی پھر دوسری  
 طرف سے واپس اور انہوں نے مرنے میں پھر بھاگا۔

صوفیہ دن کا اس صحنہ میں ناگوار محسوس ہو۔ اس نے سمجھا۔ یہ مجھے  
 بالکل دکھ کی تھی بنا چاہتی ہیں کہ اس کے شادیوں پر مایوسوں۔ تناؤ نہ ہو  
 گا کہ سب میں سے نہ غلامی کے ہاتھ میں رکھا دیا تو مجھے کچھ پڑھا۔ سنا نہیں۔  
 آخر میں انہوں نے نہیں معصوم کہ انہوں نے اپنے غلام میں یہ لکھا ہے "دفعتاً اس کو  
 نیاں ہو کہ میری طبیعت کی شکل نہ اختیار کرے۔" وہ نے پڑھا رشاک مجھ سے پہلے  
 جائیں۔ اپنے محبت کرنے والوں سے نام بحق و نصیحت کی باتیں نہیں بلکہ محبت اور  
 اس کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ رقی غیریت ہوں۔ ورنہ وہ میری طبیعت آ میر

تحریر و پڑھ رند جانے پہل میں کیا سمجھتے۔ تمہیں خیال ہوتا کہ رجا میں ہنر مند ہوتے  
 سنتے اس کے جذبات محبت سرور بے حس ہا گئے ہیں۔ کروا مجھے یہ خود لکھتے تو  
 مجھے کتھر معلوم ہوتا۔ تاہم میں نے بڑا دھوکا کھایا۔ پہلے میں نے سمجھا تھا کہ اس سے  
 صرف روحانی محبت روں گی۔ اب معلوم ہو رہا ہے کہ روحانی محبت یا عقیدت  
 صرف مذہبی دنیا کے لیے مخصوص ہے۔ عورت اور امیں پاک محبت سولی علی ممکن  
 ہے۔ محبت پہلے گلے پڑاؤ، فو پہنچا پڑتی ہے۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ یہ محبت مجھے  
 علم حقیقی کے بلند ترین معیار سے بچے رہے۔ ہم کہ زندگی اس لیے دعا کی گئی  
 ہے کہ پانچ دنیاؤں اور نیب اللہ سے اس کو بچے۔ رنج پر پہنچیں۔ یہاں تک  
 کہ ایک روز نور میں مجھ کو رنجیت ہو جائے۔ یہ بھی چاہتی ہوں کہ زندگی مانی  
 ہے۔ چند روزہ ہے وہ دنیا کی سرزمین بھی مانی وہ چند روزہ ہیں۔ یہ سب  
 جانتے ہوئے بھی پروہی طرح شمع پر رری موں۔ ان کے لیے کہ محبت میں وہ لے  
 خواہی ہے کہ جو عقل، احتیاط اور رور پر اپنا الہا لیتی ہے۔ اہل تصوف بھی جو  
 روحانی مسرتوں سے بہرہ مند رہتے رہتے ہیں۔ خود ہمتا انسانی سے بہرہ میں  
 رہتے۔ جیسے وہ جبر کھینچے بے جا رہا ہو۔ اس کو جانے سے منع کرنا یعنی بڑی بے  
 نصافی ہے۔

ابھی وہم کے لیے تہا یہ کھٹن تپیا سے کم نہیں ہے۔ جو۔ جو رت رتی  
 تھی۔ صوفی کی لے چین برحتی جاتی تھی۔ وہی رت تک اپنے اندرونی جہالت  
 نے گاتا رمتہ رہنے کے بعد اس نے بالاتر کج رہا رہنے اپنے اس کے دور نہ  
 ’مشرق و محبت کی خوش نعلوں کے لیے ہول‘ یہ۔ جیسے کی تہا تہا نیچہ تہا شیوں کی  
 کثرت نے تنگ آ رہا تہا گاہ و گاہ کے لیے ہوں‘ تہا ہے۔ ہا ہر کاشا رمدن نفہ  
 ر یوں میں نخل ہوتا ہے۔ صوفی نے اپنے کو مشفیہ دیا، ت کی گوا میں ڈال دیا و رہا  
 کی چھ پر کاٹ لے دنیا، ت سے یوں طرف مند رہا لے گئی۔ یہاں وہ تہا

میرے لیے یا یا نہیں تھیں جھید گئے۔ عزتی، ذات، ثروت، والدین کی محبت، تم  
میرے لیے یہ سب باتیں سہہ ہو گئے۔<sup>۱۹۹۰</sup> یونین مذہب ۱۹۹۰ کیسٹو تمہارے چہ ۱۱۶ س ہاں ہیں۔  
تم سب کچھ رو گئے۔ پر مذہب میں ترک رستے۔ میری بھی جتنی کیفیت تھی۔ میں  
تمہارے ساتھ فرقہ رستی میں۔ ذات، تھوڑے دنوں میں سب ہر شے رستی  
میں۔ پر مذہب اس طرح ترک ہو گیا؟ یوں کاوان میں سے چھوڑ دوں؟ یہ بات  
میں مجھے پتا نہیں۔ یہ سب تو اعلیٰوں کا ایک مجموعہ ہے یونین کی مقدس روح سے  
یہ دیکھ کر خوف ہو جاتی ہوں جو یہ پاغلوں پر رحم تھی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ میں یوں کے دامن  
سے ہر شے رو رہی اپنی محبت کی جو بہت تھی؟ آج ۱۱۶ میں ہوں۔ ہندو مذہب کے وسیع  
دامن میں اس کے لیے گنجائش نہیں۔ حد کا ماننے والا بھی نہ رہا ہے۔ نہ ماننے والا  
بھی نہ رہا ہے۔ ۳۳ روڑا چٹاواں کا ماننے والا بھی نہ رہا ہے۔ جہاں مہا بھیر کے  
جھگڑوں کے لیے جگہ ہے۔ مہا تپو بدھ کے جھگڑوں کے لیے جگہ ہے وہاں کیا کسی  
کے جھگڑوں کے لیے جگہ نہیں ہے۔ تم نے مجھے محبت کی تھی وہاں ہے۔ میں اس کا  
نام منظور کیوں روں۔ میں بھی تمہارے ساتھ خدائی کاموں میں مشغول ہو جاؤں  
گی۔ تمہارے ساتھ ہنگاموں میں پھریں گی۔ جھوپڑوں میں رہوں گی آہ۔ مجھ نے  
بڑی غصی مولی۔ میں نے وہ رلی صابہ کو ماتحت دے دیا۔ میرا ہ تھا۔ مجھے اس  
کے پر خنے کا پورا حق تھا۔ میرے دامن کے ارمیوں میں محبت کا رشتہ ہے جو دنیا  
کے ور بھی دشمنوں سے پائینہ ور شخص ترین ہے۔ میں اس کے لیے اپنے حق  
نے دست بردار ہو رہے تھے کہ ساتھ ساتھ صاف رہ رہی ہوں۔ میں میں نے امانا  
رہ رہی ہوں میں محبت کو بدنام رہ رہی ہوں۔ اور اس کے دن حد بات کا مستحکم رہ  
رہی ہوں۔ وہ میرے خیمے پر حصے جی جی پھاڑ رہی تھیں دیتے تو مجھے تارن نہ ہوتا کہ نہیں  
کبھی معاف نہ رہی۔ یہ کروں؟ جا رہی صابہ سے وہ گنگاں؟ سے  
میں میں کو کوئی عطر اٹھ نہیں ہوتا۔ میں میں ہوں۔ لٹائی رہا نہیں پر میری

مانت مجھے ضرور دیں گی۔ وہ میری ماں کی طرح ٹٹک دل میں ہیں۔ مگر اس سے  
 مانگوں میں۔ وہ تو میری چیز ہے۔ کسی اور شخص کا اس پر ہر بھی اختیار نہیں۔ اپنی چیز  
 اسے اپنے کے لیے میں نے دوسرے کی ضمانت مند کیوں کیوں۔

کیا وہ بخار ہے تھے۔ گھر میں چاروں طرف سے چھوڑا تھا تو رچا رہا رہا  
 گئے تھے۔ عویہ نے کھڑکی سے باہر مانگ کی طرف دیکھا۔ یہاں معصوم ہوتا تھا کہ  
 آسمان سے وہ کھڑکی کی بارش رہی ہے۔ چاندنی خوب چھٹک رہی تھی۔ سنک مرمر  
 دونوں پر یہاں جو شخص کے ہمارے حریف تھیں، اس خاموش غم کی نور میں موتیں  
 معصوم ہوتی تھیں جس سے ہر منہ معصوم تھا۔

صوفیہ کے دل میں ہر دست خوش مولیٰ کہ وہ وقت چل رہا تھا۔ وہاں وہ  
 پختہ رہا۔ اس کے اپنے مرہ سے نکلی، وہ بہ خوبی کے ساتھ رنی صاحبہ کے لیے وہاں  
 کی طرف چلی۔ وہ اپنے وہاں رہا۔ سمجھ رہی تھی۔ مجھے خوف سہا ہے۔ اپنی چیز  
 اپنے چاہی ہو۔ مانگی چاہئے تو اس سے صاف صاف ہر جتنی ہو۔ نے لکھ کا نام  
 یہاں ہر جرم میں تے۔

مگر جا تا تھی جسے پر بھی اس کے نہ تھی احتیاط سے پڑتے تھے کہ برآمدہ کے  
 پیمائش پر بھی کوئی تہمت نہ ہوتی تھی۔ اس کے چہرے سے وہ لے صہیل کی نگاہ ہو رہی  
 تھی جو نسبتاً سد کا نشان ہے۔ وہ بھی ہوتی ڈکھوں سے اپنے ہاتھ آگے پیچھے  
 تاکتی جاتی تھی۔ ذرا بھی ہونٹ کا ہوتا تو اس سے پیچھا خورک جاتے تھے۔ ہر  
 برآمدہ کے تھوڑی سی ریل چھپ جاتی تھی۔ ساتھ میں اسے مرے تھے۔ اپنے  
 میں تاریکی تھی۔ ہر روتی گل موچی تھی تاہم وہ دروازہ پر یہاں سے یہاں جاتی  
 تھی کہ وہاں میں بیٹھا ہو۔ احتیاط سے یہاں سے رنی صاحبہ بہت پیار رتی تھیں،  
 ہمارے سے تاہم ہر دھانی اور۔ صوفی کے رنگے کھڑے ہو گئے۔ اس نے ہر بھی  
 مرہ کھو، کہ ہمارے مقام میں ہر چل ہو جائے گی۔ تے اس کی طرف مشتہ



لگا ہوں سے دیکھا اور اپنے فیسہ کا طہار رمانی چاہتا تھا کہ صوفیہ سے آہستہ سے  
 اس کا نام یہ اور سے گواہیں تھیں اس کی پیچھے ہٹے گئے۔ تاہم ہانے گائین  
 اپنی رہ جانے کے بجائے وہ صوفیہ کے ساتھ سویا۔ شاید اس کی فہمیت تیری تھی  
 کہ اس میں پیچھے کا ہے اس طرح بیچے مروت کے عذر لی صلبہ کا ایون خاند  
 مد۔ اس کے دروازے کھلے تھے لیکن اندر نہ دھیر تھا۔ مردہ میں بجلی کے بٹن لگے  
 ہوئے تھے۔ ٹکلیوں بہت خفیف حرکت سے مردہ بٹن ہوتا تھا مگر اس وقت بٹن  
 کا دہانا سے بارہا لگے ڈھیر میں دیا سانی لگا ہے سے کم نہ مالک نہ معلوم ہوتا تھا۔  
 روشنی سے وہ بھی اس قدر خوف زدہ نہ ہوں تھی۔ مشکل تو یہ تھی کہ روشنی کے مضمر وہ  
 اپنے رہا میں کامیاب بھی نہ ہونے لگی تھی۔ وہی تہا بہت بھی خلی مردہ ہدیں  
 بھی۔ سے فصد آ رہا تھا کہ بڑوں میں شیشے دیوں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں سے پڑ تو  
 بھی اس قدر باریک کہ آدھی کا منہ دھن دیتا ہے۔ گھر نہ ہو، نوئی تھی ہوئی دکان  
 نوئی۔ بالکل مگر یہی عمل ہے اور روشنی ٹھنڈی رہنے کی ضرورت تھی۔ اس سے تو  
 کوئی بہت بڑی حایت میں سوچا۔

ہم جب کی تنگ رہا پہ پھٹے ہیں تو ہمیں سو ریوں کا آنا چاہتا ہی تھیک وہ  
 معلوم ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ نہ رہتوں پر سو ریوں کی آمد و رفت کی راہ  
 نوئی چاہیے۔ ہمارے اختیار ہوتا تو اس مذہب پر رہنی نہ نہ کرنے یہ منصوبہ  
 موٹروں کو بسن ہمیں بڑوں پر جب ہم اس سارے پر پیچھے رہتے ہیں تو قدم قدم پر  
 سافروں ہانے کے لیے رک جاتے ہیں جھنجھکتے ہیں کہ یہ سب پڑی پر رہا  
 نہیں چلتے۔ خود بخود ہاتھ میں اٹھنے پڑتے ہیں۔ مٹکلت میں پڑ رہا پیش کے  
 حیات یہاں ہوتی کا صہار مانا سانی حیات کا خمد ہے۔

صوفیہ کی منہ سب بجلی کے بن کے پاس حزن رہی۔ بٹن وہاں سے نہ جاتا نہ  
 نوئی تھی۔ مارے صحن میں روشنی پھیل چکے گی۔ لوگ چونک پڑیں گے۔

اندھیرے میں سہا سہا سی بھی جاں بھلنے کی جاگ پڑتا ہے۔ مجبور اس نے میرے  
 ٹوٹے ٹوٹے کپڑے پہنے۔ وہ تڑپ رہی تھی۔ یہی میرا پچھلے دنوں کے پڑوس ہے، وہ  
 پڑے گا۔ سے بچتا تھا کہ میں نے اس کو اپنے ہینڈ بیگ (دستی بیگ) میں رکھا ہوگا۔  
 صوفی خطوط میں رکھتی تھیں۔ بڑی عقل سے اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں سے  
 یہ ایک خط حال اندھیرے میں دیکھنے لگی۔ اس نے ریڈیو ٹریڈ کی قسم کھائی  
 تھی۔ ڈاک میں کچھ کام سے نہ رہیں۔ جس طرح مصعب، اس کی بولتی نہ پھر  
 اس نے بیگ کو ہاتھ پر لیا اور سر سے ہار نکلی۔ چاکر میرے سر میں بھی تب روشنی  
 ہے، وہاں وہ خط ہاتھ میں مل جائے گا۔ سے ابھی پھر نہیں دیکھوں گی میں، میں  
 سوتے وقت وہ تکی ہوئی تھی اس سے قدم نہ اٹھاسکی۔ آتے وقت وہ قدم قدم پر دھڑ  
 دھڑا رہتی تھی، بڑی تیرن سے چلی چاری تھی۔ اٹھ اٹھ تیرنوں  
 لرخت نہ تھی۔ خدایتھو مونے پر نہ کی نکاش تھی۔ بھرے ہوئے ہاتھوں کے لیے  
 ہاتھ پر یہ تیرتھی۔

اپنے سر میں پہنے کی صوفیہ نے دروازہ بند کر دیا، دروازے کے پاس ایک رومی کی  
 شہادت سے سرحدت پسند نے تر تھا۔ ہاتھ اس طرح کانپ رہے تھے جیسے رشتہ کا  
 ٹرمو۔ وہ خطوط کو نکال نکال کر دیکھنے لگی اور خطوط کا محض دیکھنا نہ تھا۔ نہیں کی  
 جگہوں پر ترتیب کے ساتھ ہنسی بھی تھا۔ خطوط کا ایک دفتر سے تھا۔ اس کے  
 خطوط بہ نفاست رکھے ہوئے تھے۔ صوفیہ ہاتھ میں رکھتی تھی۔ دفتر ختم  
 ہونے پر آئی۔ پر وہ چیز سٹی۔ سے اب وہ چھ ماہوں ہو گئی۔ یہاں تک کہ  
 آخری خط بھی اس پر پڑ رہا تھا۔ اس وقت صوفیہ نے ایک نئی مائیں دی۔  
 صوفیہ کی حالت اس قدر تھی جو کسی بدمعاش نے گم شدہ عزیز کو دیکھتا ہو۔ وہ  
 چاروں طرف آنکھیں پھرنے لگا رہی تھیں۔ اس کا نام ہے سرور و رور سے پکارا  
 ہے۔ اس کو ہم دیتا ہے کہ وہ ہڑ ہے۔ پاپ اس کے پاس چلتا ہے اور اس کا مدد و

رو پر آتا ہے۔ بالآخر وہ مایوس سوز میں پر پہنچتا ہے اور وہ بے گنت ہے۔

صوفیہ بھی روئے لگی۔ وہ فریاد کیا؟ رنی نے تو اس ویرے سے سنا ہی نہیں  
میں رھو یہ تھا۔ اس کے ہر کبھی خطوط یہاں موجود ہیں۔ کیا سے نہیں دور رکھا، مگر  
مید اس گھاس و ماند ہے جو رومی وحدت سے جل جلتا ہے۔ رنیں یہ اس کا  
نشان تک نہیں رہتا۔ رنیں۔ اس صاف صید ہو جاتی ہے جیسے سال کا نیا رویہ، مین  
باش و بوند پڑتے ہی پھر بھی اس حواریں پہنچنے لگتی ہیں اور حشمت جلد پر ہریوں  
ہر۔ لگتی ہے۔

صوفیہ امید پھر مرگ، ہون۔ کہیں میں اس دنیا پھر وہ نہیں گئی۔ اس سے خطوط و  
دوبارہ، بھینٹ ڈال کر اور دوبارہ غور کے ساتھ ایک ایک حاذق کو قبول روئے لگی کہ  
کہیں رانی۔ سے کسی اور سے حاذق میں رکھا گیا ہو۔ جب ایسا کہ اس طرح تو  
ہاری رت برحائے گی تو نہیں حاذقوں کو کھولے گی جو درنی معلوم ہو۔ آخر یہ  
تک بھی رفیع ہو گیا۔ اس حاذق کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اب میدان حواریں بھی دکھائیں۔  
دارش قاطعہ نہ ہو۔

صوفیہ چارپائی پر بیٹھ گئی وہ تھک گئی ہو۔ کامیوں جاننے سوتی ہے اور مافی  
جال اسل۔ میدان یک تہ ہے اور مایوں اس نشہ و خمار۔ نشہ میں ہم گھر سے باہر  
ووڑتے ہیں اور نماز کے وقت ہم گھر میں آ رہے ہیں۔ میدان اس طرف سے  
جانی ہے اور مایوں اس طرف۔ امید۔ کہیں نہ رویتی ہے مایوں آنکھیں  
کھولتی ہیں بہ میدان۔ وہ نہ تھکتی ہے۔ مایوں جگانے کا چوبک۔

صوفیہ کو اس وقت اپنی خدائی بڑائی پر غصہ آ رہا تھا۔ میں سے ناحق پنی روں و  
گناہ گار رہا۔ یہ میں رنی سے بے غصہ نہ مانگ سکتی تھی۔ نہیں اس کے دینے میں فور  
بھی تو وقت نہ ہوتا۔ پھر میں سے وہ نہ مانگ سکتی تھی۔ رنی صاف کہیں میری یہ  
باقی معلوم ہو نہیں سکتی ہر صوفی معلوم ہو چاہیں گی کہ وہ میری ہمت پہنچے ہیں یہ

حاصل کریں گی۔ ماما مجھ سے زیادہ ۱۰ سال اور مہذبہ شخص دوسرے نہ ہوگا۔

۱۰ مختصر صوفیہ کے کانوں میں جھڑونے لگے اور رتن۔ وہ چائے پر کی۔ یہ ۱۰ پر ۱۰  
 کیا؟ پر وہ تھا۔ دور رہا کھولا تو ان نکل آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نہ جھیر چھ  
 تھا۔ اس نے ۱۰ آسیر لگاؤں سے ادنیٰ بیڈ طرف ۱۰ بیٹھ رہا تھا۔ اس طرح  
 حزن رہا تھا۔ عقل نے جو ۱۰ دے دیے۔ اپنی حالت اور کام پر یہ غصہ رہا تھا کہ  
 کون پر چھری بھیجے گا۔ کون رہا۔ ۱۰ دے گا۔ رتنی صاحبہ علی الصبح بھٹکتی ہیں۔  
 مجھے غمزدگی دیکھ میں گی، نہیں ۱۰ دوسروں کیا سنا ہے۔ یہ خدا تو پیسوں کا دہکار  
 ہے۔ بدمعاش کی جتنی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ خدا رے بھی رتی صاحبہ نہ ٹھکی ہو۔  
 اس کی ۱۰ میں مٹی ۱۰ جزی ۱۰ کتنی مجبوری کتنی درد، لگتی حقیقت ۱۰ کتنی عیبت تھی۔ شاید  
 اس نے ۱۰ صاف ۱۰ سے کبھی ۱۰ نہ تھی۔

۱۰ ذرا بھی دیر کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ اس نے بیٹھ گیا۔ ۱۰ مر رہا تھا۔ غم ابھی  
 اس قدر پاؤں نہ ہوگا۔ اس کے ۱۰ میں یہی لگتی ہوئی سب بھی شاید ۱۰ اس طرح  
 ۱۰ گھسیں چرتی ہوئی نہ جاتی۔ کوئی ۱۰ بیٹھ ۱۰ قید ۱۰ نکل میں بیٹھا پے جاتا  
 ہو بھی ۱۰ نکل نہ ہوگا۔ جب ۱۰ دیون خانہ کے دور پر پہنچے تو اس کا دہریوں  
 ہڑے لگا دیا کوئی تھوڑا پید رہا ہو۔ وہ ذرا دیر ٹھکی۔ ۱۰ میں بہ نکل رہا تھا۔  
 رتنی بیٹھی ہوئی تھیں۔ صوفیوں ۱۰ وقت جوتا ہوں اس کا صرف نہ رہا یہ جا  
 سنا ہے۔ وہ رتنی ۱۰ اس ۱۰ سر پر پٹلی ۱۰ پر پتی ۱۰ بیچے ۱۰ میں بیٹھ جاتی تو ۱۰ بھی  
 شاید اس برقی مصیبت کے مقدمہ میں پھوٹوں ۱۰ رتنی ۱۰ پتی ۱۰ پھینک ۱۰ اس طرح  
 خوش گو ۱۰ محسوس ہوتی۔ اس نے ۱۰ میں ۱۰ طرف ۱۰ تاکتے ہوئے بیٹھ گیا۔ کپڑے سے  
 ۱۰ جا رہا تھا۔ رتنی ۱۰ اس کی صرف اس ۱۰ چھید ۱۰ لے ۱۰ لگا ۱۰  
 ۱۰ بیٹھا۔ اس میں غصہ نہ تھا۔ رحم نہ تھا۔ حقارت تھی خاص ۱۰ درد ۱۰ وروقتی ہوئی۔

صوفیہ کو نہ چاہی تھی۔ رتنی ۱۰ پوچھا۔ یہ ۱۰ کے ۱۰ کی ۱۰ تھو تھی ۱۰ صوفیہ

ساتھ خاموش رہتی۔ معلوم ہوئی کہ جس پر خبر پہنچا۔

رہتی نے کہا: 'میں سے کسی نے خبر نہ لے سکا ہے۔ ہوتا ہوا دیکھ دوں۔'

صوبہ نے جواب نہ دیا۔ اس کا سر چکر نے لگا۔ اس کو کمرہ گھومتا ہوا معلوم ہوا۔

رہتی نے تیسرے تیسرے پلائی: 'یہ سچوں کی حقیقت تھی۔'

صوبہ نے کمر فرشت پر پرچہ دیا۔

## (14)

صوبہ کو ہوش آیا تو وہ اپنے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ اس نے کانوں میں

رہتی کے آواز کی گونج سنی تھی۔ یہ سچوں کی حقیقت تھی۔ وہ اپنے کمرہ

وقت میں تھی۔ کمرہ میں کچھ کام تھا۔ اس سے دیکھا کہ وہ کمرہ میں تھی۔ وہ اس

نے ہاتھوں اس کو دیکھا۔ وہ سچوں کی حقیقت تھی۔ اس نے اپنے منہ میں امید نظر نہ آتی تھی۔

اس نے دیکھا کہ میرے کمرہ میں کچھ سے وہ سب کچھ رہتا ہے۔ اس کے کمرہ میں سے

نہیں کمرہ میں سے کچھ نہ تھا۔ میں وہ سب کچھ پر لگا ہوا تھا۔ اپنی زندگی رغبت

پر لگا ہوا تھا۔ میں کچھ نہ تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میرے کمرہ میں کچھ سے وہ سب کچھ رہتا ہے۔ اس کے کمرہ میں سے

نہیں کمرہ میں سے کچھ نہ تھا۔ میں وہ سب کچھ پر لگا ہوا تھا۔ اپنی زندگی رغبت

پر لگا ہوا تھا۔ میں کچھ نہ تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میرے کمرہ میں کچھ سے وہ سب کچھ رہتا ہے۔ اس کے کمرہ میں سے

نہیں کمرہ میں سے کچھ نہ تھا۔ میں وہ سب کچھ پر لگا ہوا تھا۔ اپنی زندگی رغبت

پر لگا ہوا تھا۔ میں کچھ نہ تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میرے کمرہ میں کچھ سے وہ سب کچھ رہتا ہے۔ اس کے کمرہ میں سے

نہیں کمرہ میں سے کچھ نہ تھا۔ میں وہ سب کچھ پر لگا ہوا تھا۔ اپنی زندگی رغبت

پر لگا ہوا تھا۔ میں کچھ نہ تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔ وہ وہ دیکھتا تھا۔

جاتا، یہ سچوں کی حقیقت تھی۔

اس نے سر ہاتھ کی طرف دیکھا۔ مہارویں پر مذہبی کتابیں تھیں۔ اس نے ہنسی

نہیں۔ تاہم اسے دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ ابھی میرے معاملہ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔  
 وہ سوچ رہا تھا کہ اسے چلی تھی اور اس کی طرح اس کی کیا بات سننا مشکل ہے۔

اسے دیکھ رہا تھا کہ وہ کیسی تھی۔ اس کے چہرہ پر کتنا نور تھا۔ صوفیہ  
 کی نکلیں جھک گئیں۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسے نہ مت بولی تھی۔ وہ  
 کے رد ہوا وہ ہونے کا سے پہلے کبھی قاتلین نہ سوتھا۔ تاریکی میں نروں کا کند  
 بھی چمک رہا تھا۔ صوفی کے اس پہ کی سی تاریکی چھوٹی ہوئی تھی۔

اسکی نوٹ کا وقت تھا مگر صوفیہ کو مان بوری تھا کہ شرمسوری ہے۔ وہ سوچتی تھی  
 یہ سارے دن ہوتی ہوگی۔ اس سے مجھے جگایا گیا نہیں۔ بولی گیا نہ جگائے گا۔  
 یہاں سے میری پروا نہ ہے وہ کیوں ہو۔ میں نہ دانت ہوں۔ میری نڈت سے  
 اس کی فائدہ نہ پہنچے گا۔ بہاں رہوں گی اس آگ کا آگ لگی۔ میں نے اس کی  
 ہمت میں اس گھر میں قدم رکھا تھا۔ میرے ہاتھوں یہ لٹھرویرن ہو چکا تھا۔ میں  
 وہ ہے وہ اپنے ساتھ لٹھرویرن لگی۔ اس کی لٹھرویرن کا اثر ضرور ہو گا۔ خدا کی قسم میرے اس  
 میں یہ خیالات بہت پیدا ہو رہے ہیں؟

یہاں سے سب سے پہلے اس کی دھن سوئیں۔ اس کی دیکھتی سی صوفیہ وہ اپنے ہاتھ میں  
 جبرائیل کا یہ بیابان۔ اس کا ہوا معلوم ہو۔ وہ دور رہا اس کے گھر سے پٹائی۔  
 وہی اس کا سحر ہی تھا۔ اس میں اس کا وہ دور رہا اس کی سستی تھی اس کے بغیر  
 اس کا رندہ رہا وہ رہتا۔ اس میں اس کو وہ آرام وہ سکون وہ سب مل سکتا تھا۔ اس  
 کے لیے اس کی روح نے اپنی تھی۔ اس کی گواہی کے یہ روحانی خوشی وہ بہاں مل  
 سکتی ہے۔ اس کے سوا اس سے چھاتی سے لگا سکتا ہے۔ اس کے دل پر مرم  
 رکھ سکتا ہے۔ اس کی سخت غامی اس کا آزار نہ سبک یہ سب کی خوشی کی  
 خوشی کے خوشی میں اس کو سب ہو گئے۔ اس کو یہ معلوم ہو کہ خدا نے میری پیش پر  
 تر رہا وہ وہاں بھیجا ہے۔ اس کی گواہی میں اپنے دیکھتے ہوئے کہ رکھنے پر

س کو ایک بار پھر اس مکان در تھوڑے کا دس ہو جان، دس سے دل سے س  
 نکاح نہ ہونی تھی۔ وہ چھٹ پھٹ کر روئے نئی زمین میں آنکھوں میں آنسو نہ  
 تھے۔ وہ تو مسٹر کلارک کی نوید کامزدہ جوں لڑنے کے لیے قمر رہوں تھی۔  
 جوں ہی صوفیہ کے آگے تھمے، سڑیوک نے کہا: "مجھے تمہیں میرے ساتھ چلنا  
 گا، مسٹر کلارک کے تمہیں اپنے پیوں پر بھیجتا ہے۔"

صوفیہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس دن یہ بات بے موقع معصوم ہوئی۔

مسٹر سیوک نے پھر کہا: "جب سے تم یہاں آئی سو وہ نئی مرتبہ تمہاری حیرت  
 کا حال دریافت کر چکے ہیں۔ جب ملتے ہیں تمہارے تندرست رہتے ہیں۔ یہ  
 تیری ساتھیوں میں سے نہیں دیکھا۔ ان شاہانوں نگر پر گھر سے میں ہوا ملتی ہے  
 وہ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تمہیں بھی تک یہاں رہتے ہیں۔"

صوفیہ نے غرت سے نہ پھیرا۔ اس کی ثروت پسندوں کا قابل براہ شست تھی۔ نہ  
 صحبت و باتیں ہیں نہ شفی کے لفظ۔ شاید حضرت۔ سو نے بھی بایا، تا کہ یہ تنا  
 خوش نہ ہو تیں۔

مسٹر سیوک بولیں: "اب تمہیں نکارہ رہنا چاہیے۔ توقف سے محنت مرد و بوجہ  
 ہے اور پھر اس پر کون پوٹے میں پر ملتی۔ یہاں ہری موٹ پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یک  
 دن کا قور ہے کہ شخص ہ زندگی میں صرف ایک۔ اپنی قسمت آرائی کا موقع ملتا  
 ہے وہ وہی اس کے سانس کا قبضہ روکتا ہے۔ تمہاری زندگی میں یہ وہی موقع ہے۔  
 نہ ہو دیا وہ ہوش و چھٹا ہو گی۔"

صوفیہ نے غموم ہو کر کہا: "مسٹر کلارک نے مجھے مدعو نہ کیا مگر تو شاید آپ مجھ  
 پر دھکی نہ رہیں۔"

مسٹر سیوک نے بھرتی ہوئی کہہ: "میرے دل میں جو چاہے ہے، تو حد ہی  
 پاتا ہے۔ پر یہاں دل نہیں جاتا کہ میں تمہارے در پر بھوکے پیہ خدا سے دعا نہ

رتی ہوں۔ یہ نہیں دھڑکاؤں کا اثر ہے کہ نہیں یہ موقع نہیں ہے۔

یہ ہر سر بیوہ رتی چاہو گی سے ملے نہیں۔ رتی صاحبہ نے ٹی ہولی خاص عزت میں کی۔ پنی جگہ پر نیٹھے نیٹھے ہیں۔ آپ سے بہت دنوں میں مدقت ہوئی۔

سر بیوہ نے سوچنی ہی مس کر کہا۔ 'بھی میری وہی کی مدقت آپ کے دہر ہاتی ہے۔'

رتی آپ مجھ سے ملنے کے لیے ہیں۔ آپ بے ملے بھی صوبہ سے ملنے کی تھیں۔ آج بھی۔ میں تو آج آپ ایک دہر ملنے کی تھی۔ ہر دہر تو یکساں ہوتی ہے۔

سر بیوہ پوچھے۔ ہر یوں ہوں گی۔

رتی مس صوبہ کی عورتوں پر وہ سوئی۔ آپ نے اس کے یہاں لکرنی یا نہیں؟ تو اس کا شکی جہد یہ وہ جو ہے۔ تنہا چھ۔ آپ ہوں میں ڈیوں بہت سیانی ہونے پر ہاکی جاتی ہیں۔

سر بیوہ اس کی شانیں سب کی ہوں ہوتی۔ کی مگر رے بڑے چھپے پڑے۔ مگر یہ راضی کی نہیں ہوتی۔ اس کو مذہب کے سے اس قدر دلچسپی ہے کہ شادی کو ایک دن اب سمجھتی ہے۔ آج کل وہ کم ضلع مسٹر کار کے بیجا ہوتے رہے ہیں۔ انھوں نے بھی راضی ہوتی ہے یا نہیں۔ آج میں اس کو جانے کی کے رے سے ملی ہوں۔ میں بندہ تنہا جیسا ہوں نے رشتہ میں جوڑنا چاہتی۔ اس کا طرہ معاہدہ مجھے پسند نہیں ہے۔ ور صوفی جیوں انھیں دہر کے لیے کوئی مگر پرستو ہر ملے میں ذرا بھی وقت نہیں ہوسکتی۔

رتی میں نے اسے میں شانیں ہمیشہ اپنے ہم قوم لوگوں میں رتی چاہیے۔ ہر چین وگ بندہ تنہا جیسا ہوں کی پانچ بہت ہمت نہیں کرتے ور بے جوڑ شادیوں کا نتیجہ



چھ نہیں ہوتا۔

سر بیاب (۱۶) سے یہاں پر چین نہیں ہے جو میرے خاندان میں شادی  
سنا پنی شان کے خلاف تھے۔ سحر و وہ ایک ہیں۔ ہم و وہ ایک ہی خاندان کو مانتے  
ہیں ایک ہی رچا میں عبادت کرتے ہیں اور ایک ہی بنیاد میں ہیں اور  
اور ان کا طرز معاشرت اور رسوم و رواج، نور و روش سب ایک ہیں۔ یہاں نگر یروں کی  
۲ سڑکیں ہیں، طلب ہیں، ہفتوں میں، ما کی ایک ہی عزت ہوتی ہے۔ جی میں چار  
روز ہوں، ٹریوں کو بھی تقسیم کا جلسہ تھا۔ مسٹر فلرک نے خود مجھے کس حاسہ کا صدر  
بنایا اور میں نے ہی ان عبادت تقسیم کیے۔ کس ہندو یا مسلمان میداں ۲ یہ ۶۰ نہیں  
حاصل ہوتا۔

۲۱۔ ہندو یا مسلمان تنہا کچھ بھی پنی ذات کا نہیں ہے، نگر یروں کے ساتھ  
مان بنا، اپنے لیے عزت کا باعث میں دیل کرتے۔ یہاں تک کہ ہندووں میں جو  
بگ نگر یروں کے ساتھ خود روش رکھتے ہیں، انہیں بگ تھا، رت و لگاؤں سے  
بچھتے ہیں۔ شادی بیاہ کا تو رتی یا۔ یاں قدر کی بات کرتے، ان دونوں کی  
ایک جماعت عاموں کی ایک مجلس و نہایت آسانی سے مصوب و ملحق ہے مگر اس  
سے علاوہ کی عزت کچھ کم نہیں ہوتی۔ یہ ہندو جانتا ہے کہ مصرت مسیح بہ مدت کے  
رہا۔ میں یہاں آئے تھے اور وہاں نے یہیں تقسیم پانی تھی، اور جو علم نہوں نے  
یہاں حاصل کیا ہے ان کی شاعت مغرب میں کی۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ ہندو  
نگر یروں، اپنے بہتہ حیاں کریں۔

دونوں عورتوں میں ان صر کی دک جھونک ہوتی رہی۔ دونوں ایک دوسرے و  
چا دھما چاہتی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کی پانچو نہایت دیکھتی تھیں۔ اس سمدی پر  
شکر گزرتی کے مادی کے منہ سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ جب مسز بیوک  
رخصت ہونے لگیں ورنہ ان کو پہنچنے کے لیے کمرہ نے دروازہ بند بھی نہ نہیں۔

پہی جھٹ پڑ بیٹھے بیٹھے، ہاتھ پر عادیہ، ہر بھی مسر بیوک سر دی میں تھیں۔ یہ ہمارے لئے تھیں۔

مسر بیوک صوفیہ کے پاس تھیں تو وہ تیار تھی۔ تاہم کے بٹل بندھے ہوئے تھے کسی خاصا نہیں ہوا، اظہار کے چٹ میں ہری تھیں اس میں خوش تھیں کہ اس طرح بٹل صوفیہ بہت دس تھی۔ اس کھر و چھوڑتے ہوئے اس کو بہت سنا رہا تھا۔ سے اپنی مسر مقصود کا پتہ نہ تھا۔ سے کوچہ مقصود تھا کہ تقدیر کہاں سے جاگے گی۔ یہ باتیں بھائی پڑیں گی۔ عشق حیات اس گھاٹ گئے۔ سے یہ مقصود رہا تھا کہ وہ نگہ سے پھر مدد قات نہ ہوگی۔ ن سے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی ہوں۔ رنی صاحبہ دن ہانت آمیر مستعد کا ٹکڑا، ہر پٹی سطلی سب پڑھوں گی۔ اس کے ایک تار سے یہ آواز نکل رہی تھی کہ اب وہ نے سے مدد قات نہ ہوگی۔ مسر بیوک ہو میں۔ کنہ صاحب سے بھی ملے۔

صوفیہ رہی تھی کہ کہیں یہاں سے تھے، تو دن جڑ چلا۔ کنہ صاحب کہیں مدد قات میں ہندو ہیں۔ ہوں۔ ن سے ملنے میں دیر ہوگی پھر مل بیجے گا۔ مسر بیوک پدے سے تیار صحت ہے۔

دونوں کنہ صاحب کے ایوان خانہ میں پہنچیں۔ وہاں اس وقت والدینوں کا جوار تھا۔ رُجھوں میں سخت لڑاؤ ہو رہا تھا۔ یہ تاج تھا۔ پانی۔ پانچورم رہے تھے۔ پانچوں کو موت بھی نہ آتی تھی۔ یڑیں رڑتے تھے اور سہکتے تھے۔ یہاں سے بچوں والدینوں کا ایک دستہ غمراہوں نے مارنے کے لیے روانہ کیا۔ وہ تھا۔ اس وقت کنہ صاحب ن کا انتخاب کر رہے تھے۔ میں ضرور باتیں سمجھ رہے تھے۔ ڈاکٹر سنگھوں سے اس زمانے میں ن کا مرد ہونا منظور رہا تھا۔ دونوں سمجھا۔ اس قدر مشغول تھے کہ مسر بیوک کی طرف سے دایانہ نہ آیا۔ آخر وہ وہیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا سب جانے کا رد ہے۔

نور صاحب سے سر بیوک دیکھا اور بڑے تپ سے آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔  
 خیر وہ فیت اور فیتوں اور ہے چاہے ایک دن پہنچا یا۔ صوفیہ پٹی ماں کے پیچھے چا  
 رہیں ہوئی۔

نور صاحب یہ ہنگاموں پر ہے میں آپ نے خبروں میں پڑا ہوگا۔  
 وہاں دلوں پر مٹی برداشت مصیبت آپ کی ہے۔

سر بیوک خدشہ میں سپاہ پاک مقصد میں کامیاب رہے۔ ان کے ہمار  
 کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں دیکھتی ہوں یہاں الٹی خاصی قہر ہے۔

نور صاحب مجھے مٹی میں نہ تھی۔ وہ نے ان دلوں پر یقین نہ آتا تھا۔ وہ بتا تھا  
 سنے، بھیم (خدا م وطن) یہاں ہیں گے۔ بھوں ٹو جو فوں کی پتہ مٹی کا رہا  
 رہے، ہمارے دیکھتا تھا۔ ان میں جوش نہیں ہے۔ ہمارے نہیں ہے۔ چنانچہ نہیں ہے۔  
 سب اپنے اپنے ذاتی غرض کے لئے میں متوڑے ہوئے ہیں۔ مٹی کی بیوہ ستیا  
 قوم ہوں پر ایک جی سر سبز نہ ہونی میں سب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ لوگوں  
 ہمارے ٹو جو فوں کے ہمارے میں کتنا ہم ہو تھا۔ سبک میں سہ ماہ درج ہو چکے  
 ہیں۔ آچھہ دلوں کے تمام عمر قومی خدمتوں کی مدد کا عہد یہ ہے۔ ان میں کئی  
 شخص اس تو ہزاروں روپے ہارنے کی تدبیر پر تیار رہے ہیں۔ ان دلوں کا  
 حوصلہ بچ رہا ہے، بہت کچھ میں ہوئی ہے۔

سر بیوک مسٹر گلارک کل آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔ خدا نے چاہا تو  
 آپ بوجھ دیں ان کی "کانٹابٹ" گاہ مجھے آپ بوجھ دیا، اپنے کا  
 موقع۔

نور صاحب (شمار) میں اس عہد کے قابل نہیں ہوں۔ مسٹر گلارک مجھے  
 اس قابل سمجھتے ہیں تو یہ ان کا انصاف ہے۔ سر بیوک تیار رہنا۔ کس میں کئی  
 میل سے یہ لوگ رہ نہ سکیں گے۔ پرھوئے بھی انے کا وعدہ کیا ہے۔

مسٹر سیٹھ صوفی تو ان گھر چارنی ہے (مسٹر رشیہ) پاپ کوئی نہیں س  
 کا نیا دن آئی ہے۔ مسٹر ڈاکٹر چار پاپ ہیں۔

صوفیہ شمس سے رُئی۔ س کہاں کے اچھے پن پر غصہ رہا تھا۔ س بات کا  
 اٹھنا پیریں یا ضرورت ہے۔ یہ کھکتی ہیں کہ مسٹر ڈاکٹر کا نام پینے سے نہ  
 صاحب رعب میں جائیں گے۔

نور صاحب بڑی خوشی و بات ہے۔ صوفی اچھے ہمہ گوں و ہر صاحب اپنے  
 غریب ہیں و بھول نہ جانا۔ تمہیں مٹا رہے جتنا چھل عطا کیا ہے وہی سی چھ  
 سابق مل رہا ہے۔ داری میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں گی۔ تمہارے سات  
 سے نہ بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ کبھی بھی ہم وگوں کو بھی یاد دہانی رہنا۔ مجھے پتہ  
 معلوم ہے کہ آج نہ ہر ضرور ہوجاتا۔ میرے ملک و حالت میں یہ شیخ ہے۔ مسٹر  
 ڈاکٹر بہت سی موہا راوی ہیں۔ ایک ان ضرور یہ س ملک کے کی صوبہ کے حکم  
 ہوں گے۔ میں یقین کے ساتھ یہ پیش گوئی کرتا ہوں۔ اس وقت میں اپنے شہر  
 خیر و مر پٹی قریب سے ملک کو بہت چھل پہنچا ہوں۔ مرنے سے پہلے ملک  
 کی حالت دیکھی ہے۔ ان مفصل کا تمہیں پورا حساب ہے۔ س کی حالت کی  
 صدق میں و دہائی سے کامیاب۔

صوفیہ شمس منہ سے چھل بہہ گئی۔ س دیا نے کہا۔ "آپ ان صاحب و ضرور  
 ہاتھ بٹے گا۔ میں کارڈ تمہیں دیں گی۔"

نور صاحب نہیں۔ مسٹر صاحب مجھے خوف کیجیگا۔ مجھے اچھا ہے کہ میں س  
 تقریب میں شریک نہ ہو سکوں گا۔ میں نے عہد کیا ہے کہ میں کام سے باق نہ  
 رکھوں گا۔ کام میں غرضت ہمہ گوں ہونے سے پہلے یہ شرط یہ کہ جو یہ ہر وجہ  
 حق رہنا دیتی ہے۔ میں اپنے دوسرے آراء میں میں ڈرنا چاہتا ہوں مجھے اپنے وپر  
 تمہا نہیں ہے۔ میں اپنی قوم میں حکم و محکوم، دنی و دہلی کی تفریق میں رکھنا چاہتا ہوں۔ ہم

سب محکمہ ہیں۔ شاہ بھی محکوم ہے ورنہ بھی۔ جھوٹے رستے غور میں نہ سر نہیں  
پھر ناجائز۔

مسز سیوک حد نے آپ کو روکنا بند کیا ہے۔ رجسٹر کی کے ساتھ رہنا قابل ہوتا  
ہے۔ گھر کے لوگ باہر سے نہیں آتے یہ بند کر کے یہاں کے لوگوں  
کو مین ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سنگھ کو مسز سیوک۔ یہ بہت افسوس کا معاملہ ہے۔ اب اس کا کوئی گھر  
ہے۔ میں اس کا بچپن کا گھر بھی ہوں۔ مرنے والوں کا گھر نہ تھوڑے تھوڑے  
میں یہ مجھ سے کچھ معاشرہ ہوتا ہے۔ پرکشی سر ہے۔

مسز سیوک (اس راز کے لیے پتہ کوئی نثر کی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر ہم دوسروں کا راجہ کرتا ہے۔ پتا دے رہا نہیں چلتا۔ نور صاحب  
بھٹے (وقت سے Pessimist) ہیں۔ ان سے اس کے  
چھٹے میں رکھنا پڑی۔ اب بھی اس کا وہی حال ہے۔ ہوں بہت بڑے پھر پھر  
کہا ہے۔ پہلے محل سے بھی مایوس نہ تھا کہ قول سے بھی۔ اس کے قول میں  
میں ہنسنا نہیں ہے۔ قول سے تو اب بھی یہی ہے، پر کاہل رہتا ہے۔ کوئی  
Optimist (مید پر مجھ رہے تھے) کی رہتا ہے۔

نور صاحب سنگھ کو عمر میر سے ساتھ بے نصافی رہا ہے۔ مجھ میں پر امید  
ہونے کے وصف کی نہیں ہیں۔ یہ شخص پر ہاتھ کاٹتے ہوتا ہے۔ پٹیاں۔ پور  
رشتی۔ اس چاروں طرف پر مادی کا بد و خیر آتا ہے۔ ان سے اس کے مستقبل پر  
بے اعتمادی نہیں ہوتی۔ میں شہر کی سے ترقی آئیوں کا نام رہا ہوں۔ وہ روحانی  
علم نہیں حاصل رہا ہے۔ میدان نیکی ہونا چاہیے۔ میر سے یہ مایوسی  
Pessimism) کے ساتھ رہتی نہیں ہے۔ مسز سیوک ڈاکٹر صاحب کی  
زندگی کا غم صرف یہ غم تھا ہے۔ اس پر جتنی مصیبتیں مار رہی ہیں، کسی

حارب کامل ہو چکا یہ بنا چھوڑتیں۔ اس شخص سے سات بجے جون ہو رہا  
 دنیا سے گھر جائیں، ہمیں وہ اپنے مرضوں کی نیکی میں اور بھی ہٹائی رہا ہے۔ یہی  
 مثال مشعلی سے تیس ملے گی۔ ان کی ہمت ٹوٹنا تو جانتی تھیں۔ صدقات کی  
 پوائنٹ نہیں ہر بھی ٹھوس بنا جاتی ہیں میں کم ہمت و عزت شخص ہوں مجھے یقین  
 نہیں آتا کہ کوئی صلہ ن قوم محکوم قوم سے ہاتھ صاف اور مہارت کا ہر تا دوسرا  
 ہے۔ ساری مدت میں کسی ملک میں کی ہمت بھی اس قدر بے ہوش اور بے غرض  
 نہیں پاتا اس قوم سے یہ سب اور پٹی آزاں کھوئی، وہ پھر اس وجہ سے حاصل  
 ملتی تھی۔ نامری کی تھی یہ ہو جاتی ہے، نہیں، ہمارے ڈاکٹر صاحب نے سانی  
 اذیت کو تا خود غرض میں سمجھتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خونخوار خاندانوں سے دل میں  
 بھی رونا تو رہتا ہے، جو درست ہے۔ صرف پانچ سو سال سے درست ہے۔ میں  
 نگریموں کی طرف سے مایوس ہو گیا ہوں۔ ہر خدشہ کے ان کو کال تھیں ہے  
 کہ ہندوستان کی نجات نگریموں ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور ہوگی۔

مرسیوک (رہائے ہیں سے) تو یہ آپ پر نہیں مانتا کہ نگریموں نے  
 ہندوستان کے لیے جو کچھ کیا ہے، شاید اس قوم سے کسی ملک یا قوم کے ساتھ نہ کیا  
 ہو؟

نور صاحب نہیں۔ میں یہ نہیں مانتا۔

مرسیوک (نہج سے) تعجب کی تھی شاعت و رنجی کی رہا میں ہونی؟

نور صاحب میں نے تجسیم نہیں کہتا جو نہ ہر پانچ سو سال سے ہے۔

مرسیوک ریل تارڈاک جہاں یہ ماری رہا تھیں نگریموں ہی کے ہاتھ  
 آئیں۔

نور صاحب نگریموں سے بغیر بھی ملتی تھیں اور راتنی بھی میں تو زیادہ  
 نگریموں ہی کے نام لے رہا ہے۔

سزا سیوک یہاں توں پہلے کبھی نہ تھا۔

نور صاحب، جب یہ سنا تو وہ ہنس پڑا۔ "تو تو انصافی و انصاف اور جھوٹ و جھوٹ  
ثابت رکھے۔ یہ انصاف نہیں۔ انصاف کا گورکھ ہوتا ہے۔"

انصاف کی صواب مراد میں میں سمجھتا ہوں کہ انصاف نہیں دیکھتے ہی فق ہو گیا۔ وہ مراد  
کے بارے میں تھی۔ رانی سے ہم بہت بڑھ چکے۔ وہ لگی ہوئی تھی۔ نور صاحب  
نے وہ توں توں پر سوچا۔ صوفیہ نے آپ دیدہ ہونا نور صاحب کو مست بہت  
رہا۔ یہ فن پل کی۔ ان کے کان کھائیں چھوٹی ہوتی تھیں۔ فن کے پر تیری  
سے دوڑ چلی جاتی تھی اور صوفیہ رو رہی تھی۔ اس کی حالت اس بچے کی تھی جو  
روٹی کھاتا ہو مٹھائی کھائے تو آواز سن کر اس کے پیچھے اوڑھے۔ ٹھوکر کھائے  
پڑے۔ پڑے۔ ہاتھ سے نکل جائے اور وہ رو رہا ہو ہر ٹوٹ جائے۔

(15)

رہنمہ ہندو مار لکھ رہے تھے۔ صوفیہ نے ان سے دعا کی کہ وہ سب تھے، میں  
لوٹی رہا۔ میں وہ چھوٹی تھی۔ ان کی محنت ناگھڑی بیاہی نہیں جاتا۔ اس کے لیے مسٹر  
ہاں رہے تھے۔ ان کو میاں نہ رہی پر ہتھ بھر رہا تھا۔ تاپیش و ق پر نہ تھا۔ خصوصاً  
اس کے لیے کہ موجودہ حالت روڈ ٹیشن کے ہوتے ہوئے جو چھوٹے مسٹر رہتے تھے وہ  
عام کا متروک رکھ رہے رہتے تھے۔ اس لیے نہیں کبھی کبھی مجبور ہو رہے تھے۔ یہ اختیار  
رہا پتا نہ رہا۔ یہ ہتھ پندوں کی پر نگشت نماں کا موقع مل جاتا تھا۔ اس میں  
مکوں کر رہی تھی تو یہ کہ وہ حالت کے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ان لوگوں کی طرح وہ  
کچھ مصیبت کے نقطہ نیاں سے نہیں بدلتے۔ اس کی غلطی کے نیاں سے بدلتے۔ عمل قائم  
رہتے تھے۔ پہلے نبیوں نے انصاف کا پہلو دیکھا۔ جیسے نبیوں کے نبیوں سے بدلتے۔ عمل قائم  
رہتا۔ ان کے سے نکال رہا تھا مگر اس کی اس کے خوف کا نہ رہنے کے لیے مجبور

ہونا پڑ رہا تھا۔ اپنا تھیو تو جھانسنے سے تو پاؤں سے پورے دھڑکے دھڑکے  
 تھکے میں گھسنے پر آواہ ہوا ہی کافی تھا، میں اسے جوں جیسے دیکھتا تھا وہ  
 باہمی رفاقت سے ہی نہیں اپنا پہا فیصلہ پس دینے کی تربیت دل تھی، میں بھی  
 ہوں نے پورا میں اس تجویز پر پیش نہ کیا تھا۔ یہ شب ہونا تھا کہ کہیں وہ مجھ پر  
 یہ وہ تندرست ہو کر کی جا رہا ہو گا۔ نہ گے میں۔ نہ اس بات تھی کہ بورڈ میں  
 وہی تجویز رہنے سے پہلے وہ اندر سے یہ اس کے منہ جو لگی ہیں سپاہی است  
 سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ نہ کے سامنے ہی بات کو ثابت کرتے ہوئے اس کے  
 شوق و رفع نے اسے ہشاش رے پناہ میں رہتے تھے۔ اگرچہ اس کے وہ  
 میں اس بحث میں سے وہی لرق و ق نہ ہوتا بلکہ وہ اپنی بات پر قائم رہتے۔ تاہم  
 کھنڈہ کھنڈہ کے بالہ خیا سے نہ بہت تسکین ملتی تھی۔

پہرہ کا وقت تھا۔ سق کے والیڈر بڑھول جانے سے یہ پیشین پر جمع ہو رہے  
 تھے۔ اندر نے کاری تیار نے کاظم کیا۔ اگرچہ مطلع ہوا تھا کہ وہ بھی  
 اس میں یہ امر ہونا چاہتا تھا، میں دلنیر میں کو درست رہے پیشین پر حاضری  
 تھا۔ ان صاحب نے اس کو بہت صبر سے ساتھ طلب کیا تھا۔ وہ جانے کو تیار تھی کہ  
 رہے صاحب نہ رہے ورنہ وہ اس نے پر تیار لکھ رہے۔ کہیں جاتی ہو وہاں  
 تھا، ہاں۔

اندر سید سق کے وگ بڑھول جا رہے ہیں۔ انہیں رخصت کرنے کے پیشین جا  
 رہی ہوں۔ ماں جی سے ہاں بھی ہے۔

رہے پانی ضرور سے گا۔

اندر پر وہاں اس کی اور بھیٹ گئی وہ یہ سترہ بھی تو سات ہیں جو قومی  
 خدمت کے لیے مقرر ہو رہے ہیں۔

رہے نہ ہوا وہی ہر جگہ ہے، پیشین پر مجمع زیادہ ہوا۔



نہ وہ سچ یا ہوتا۔ میں جوں یا نہ جوں وہ ٹوٹ جائے گی، میں دل نہیں  
 داتا۔ وہ گھبراہٹ میں رہتا ہے۔ سچ نے لقمی تکلیفیں برداشت کر لیں گے۔  
 نہ چاہیں کہ وہ ٹوٹیں گے۔ مجھ سے تان بھی نہ ہو کہ میں رخصت کر دوں۔ آپ بھی  
 کیوں نہیں چلتے؟

رہنہ (متحیر ہو کر) ہیں؟

نہ وہ سچ یا ہوتا۔ آپ کے چہ میں وہی برقع ہے؟

رہنہ میں یہی ہمارے عقول میں ایک میں ہوتا۔

نہ وہ کہیں ہمارے عقول میں؟

رہنہ کی قسم کی ہمارے عقول میں۔

نہ وہ یہ بیوہ سستیوں سے تندرستی بھی قابل اعتراض ہے؟ میں تو سمجھتی  
 ہوں کہ یہ مہارک کاموں میں شریک ہونا کیسے ہے یہی شرمیہ اعتراض کا سبب  
 نہیں بناتا۔

رہنہ تمہاری ہر چیز کی سمجھ میں بہت لائق ہے۔ میں پورا کا صدر نہ ہوتا تو میں  
 حکومت کا ایک رکن نہ ہوتا۔ میں ریاست کا مالک نہ ہوتا تو آدھی سے ایک  
 جمہوری تحریک میں حصہ لینا۔ موجودہ حالت میں میری یہی جماعت میں شریک  
 ہونا کس بات کا ثبوت سمجھ جائے گا کہ کامیابی کس جماعت سے تندرستی ہے۔  
 میں کس خدمت میں دل شاعت میں رہا چاہتا۔ بیوہ سستیوں کی جماعت ہے اور  
 چہ کس وقت کس خدمت کا معیار اپنے سامنے رکھا ہے اور وہ کس  
 خدمت کے راستے پر چلنے کی آرزو رکھتی ہے، میں تجھ نے کس خدمت کو دیا ہے کہ  
 خدمت یا فیصلہ رسانی کی شکل اختیار کر رہی ہے نہ ہوں حکومت مقبوضہ کی نظر  
 سے نہیں دیکھ سکتی اور یہ میڈیا پوشیدہ طریقوں سے کس عہدہ پر اپنے کی کوشش کر رہی  
 پرتی ہے۔ میں۔۔۔ تیری بڑی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا۔

نہ تو آپ کس عہدہ سے سہولتیں لیں گے؟ میں ہو جائے؟ پتی آزادی کا خون  
 میں رکتے ہیں؟

رہنہ سرف س ہے کہ مجھے یقین ہے کہ شہ کا قہر و جھٹکی خوبی سے میں رستا  
 ہوں اور وہ نہیں رستا۔ اہل شہ کی خدمت کا یہ عہدہ ورمیاب موقع پائی میں پتی  
 آزادی کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا۔ میں ایک ریاست کا راجہ ہوں اور فوج نامیری  
 کا رویہ کر کے ساتھ ہے۔ مساوت اور جمہوریت کا یہ عہدہ سے دشمن ہے۔ میں  
 اس وقت تک جمہوریت کا ساتھ نہ دوں گا جب تک میں پتی کا یہ راستہ است  
 اور وہ چاہے کاروانہ ہو۔ میں توں سے جمہوریت کا پیروان رہنے سے  
 اس کا حق نہیں بننا چاہتا۔ قول و فعل میں تنازعہ است ختم فوج نامیری سے  
 ناقابل ہوا شست ہے۔ میں نہ ہوں ورمیابی اور مظاہر جھٹکی ہوں جو پتی کا یہ راستہ  
 مستفید ہوتے ہو۔ جمہوریت کی دہوں دیتے چلتے ہیں۔ میری سمجھ میں میں آتا  
 کہ جمہوریت کے اچانک کے پتی کی اس رو سے کہ سے عظیم شہنشاہ میں رہتے  
 ہیں۔ مہتر شہنشاہ میں سو رہو رو رہا کی سے رکتے ہیں اور دنیا کی محنتوں کا دل کھوں  
 رکھتے تھے ہیں۔ اپنے سر نہ دے فوج سے دینا اور سادی پوشاک پہن مینا ہی  
 جمہوریت میں ہے۔ یہ ہے دیاں وردہ داری سے۔ اپنے دست و پاؤں کے بچے کھچے  
 نظروں سے غائب ہوں کے سامنے پھینک دینا جمہوریت کا کام ہے۔ چاہے اس سے بدنام ہونا  
 ہے۔

یہ جملہ شہنشاہ سب پر تھا۔ نہ بھڑکی۔ تیریاں جوں میں پہن سہ نہ نہ  
 دم باورس ناخوشگو رقتہ و تمام رنے کے سے ہوں۔ مجھے دیر ہوں ہے شہ  
 بچنے کے ہیں۔ مڑھے میں بک گاڑی پہنچی ہے۔ ماں جی سے مددقت و  
 جے کی۔ وئے کی نیرو و فیت کا حال بھی معلوم ہو چکا۔ ایک پتہ وہ فوج و  
 گا۔

رحمہ نس و نوحہ سے میر جانا مناسب سے اُنکس وجہ سے تمہار جانا بھی مناسب نہیں۔ مرنے میں پاؤں۔ یہی بات ہے۔

نورہ کی پاؤں پہنے کمرہ میں ہاں آئی ورسو چنے لگی، یہ ختم نہیں تو وریا ہے۔ رست خطا اپنے ہاں میں لی سو مگر تن ختم رہی نہیں کہ گھر سے باہر چا مکوں کھجھ سے تو وندیوں کی چھٹی ہیں۔ وہ بہت مغموم ہو گیا۔ آٹھویں شب ورسو مکس۔ اس۔ گھٹی چائی ورسو ہڈی سے ہاں۔ گاڑی حصہ وہ۔ میں ٹیٹش نہیں چاؤں گی۔

مہرہ رمار بھی اس سے پیچھے ہی کمرہ میں آ رہا ہے۔ کہیں میریاں نہ آئیں۔

نورہ نہیں ہاؤں گھر ہو ہے۔ جیٹ چاؤں گی۔

رحمہ یہاں رض ہوئیں؟

نورہ نا رض ہوں ہاؤں؟ آپ کی وندی سو آپ نے حکم دیا نہ چاؤں گی۔

رحمہ میں تمہیں مجبور نہیں بنا چاہتا۔ رمبر کی باتوں کو چا پینے کے حد بھی تمہیں وراں جاے میں کون قابل عذر افس بات نہیں معلوم موتی تو شوق سے چاؤ۔ میر متصد صرف تمہاری معقولیت پسند کی تحریک سے تھا۔ میں صاف طاقت سے روکنا چاہتا ہوں، حکم کی طاقت سے نہیں۔ ہو ورتہا رہے جانے سے میری نہ مائی ہو ورتہا چاہا ہو گی؟

نورہ یہ دے پر کاٹر سے رتا تھا۔ روئے نے کی وشت کی نہ کی۔ اس کو کاصرف ایک ہی خوب ورتا تھا۔ ہاؤں نہیں۔ یہ میرے دھرم کے خلاف ہے۔ نہیں نورہ پر پٹی مجبوری کی حل رہی تھی کہ اس نے اس کو وندی نہیں رہا بھی وکی۔ اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ میرے رنم پر مہم چھڑا

رہے ہیں۔ ماں اپنے دل میں کیا کہیں گی۔ میں سے بڑا نہیں رہا۔ کیا وہ تکی  
 ہو گئی۔ اس طرح معافی مانگوں۔ رمبھوں کی طبیعت ماسز ہے تو وہ بھی یہاں  
 پہنچیں گی اور مجھے شرمندہ مونا پڑے گا۔ آہ۔ تو وہاں پہنچ گئی ہوتی۔ پرچہ بیدک  
 نے بہت پر غصہ بھی ہو گی۔ ۱۰۰ جی کا نوٹھی معرکہ کا۔ ایک ایک مذاحمت  
 رغبت میں ڈوب ہوا اولیٰ لوگ اپنی خوش وراہوں میں تھے خوب صورت معلوم  
 ہوتے ہوں گے۔

کس قسم سے جہالت نے اندہ کو کس قدر حواس مند بنادیا کہ وہ ضد رہے پر آواہ  
 ہو گئی۔ میں تو چاہوں گی۔ بدنامی نہیں پتھر ہو گی۔ یہ سب مجھے روک رہے تھے۔ یہاں  
 میں۔ تم ڈار تے سو ڈرہ۔ اپنے ریموں سے پھل جھاگو گئے۔ میں کیوں ڈروں۔ اپنے  
 اس میں یہ دنیا تار تے ہوئے اس نے مصمم جہ میں کیا۔ آپ نے مجھے چاہے  
 جا رہے ہیں۔ کی ہے۔ میں جانتی ہوں۔

راجہ نے کہا کہ سے کہہ۔ تمہاری مرضی بنا چاہتی ہو تو شوق سے جاؤ۔  
 اندہ چلیں تو راجہ صاحب سوچے لگے۔ عورتیں تکی سے روکتی خواہیں اور نئی  
 ضدی مورتی ہیں۔ یہی چاری ہیں۔ گویا میں پوچھ گئی نہیں ہوں۔ اس کا اڑ گئی خبیث  
 نہیں کہ حکام سے کانوں تک یہ خیر پوچھے گی تو وہ مجھے کیا کہیں گے۔ حمارت سے ماہ  
 بچار یہ جبر ضرور رہی نہیں گئے وہ وہاں چاہے وہ عورتوں میں رہتا رہی نہ رانی کا نام  
 بتلی روف میں کہا ہو خیر آئے گا۔ میں جانتا کہ قی غدا کریں گی تو منع ہی کیوں  
 تا۔ تو اگلی ساتھ چلتا۔ ایک طرف بدنام ہوتا دوسری طرف نید نام۔ بہت  
 دونوں طرف سے یا۔ اٹھ بھی پر بنا ور دھڑکی۔ سچ معلوم ہو کہ عورتوں کے  
 سامنے مجھ صاف گوین سے کام نہیں چلتا۔ اور غرضی رہتی ہیں تو اس جوں سے

اندہ پیش کی صرف جلی، مین جوں جوں گئے برہمتی تھی اس کا دل یک بوجھ  
 نے دبا جاتا تھا۔ میدان میں لے ہم فٹ تے ہیں گھر میں کی کا نام نہ ختمی۔ بے

مرہتی اورنا ہیت تے۔ نہ کہ اس فتح پر غور رہ تھ۔ اپنی ضد کا مدال تھ۔ وچتی جانی  
 تھی۔ وہ مجھے پس میں کتنی خنہ سر ہنسا رہی تھی۔ یہ جب یہ ذرا دن  
 باتوں میں یوں آفتابیں پھیرتی تھی کہ ذرا سے نکالتا تھیں یوں ٹرے پر  
 آتا ہوتا تھی کہ اس کی ناک موقع پر اس سے مدد کی ہنگامہ کی ویا توقع و چ  
 سکتی تھی۔ اس جی یہ حال نہیں کی تو بھی کہ بعد پر نہیں کی۔ بے شک مجھ سے غصہ  
 ہوتی۔ میں چھپا ہوا دن سے اپنی کس جھلکی کے لیے معافی مانگوں۔ میرے سر پر نہ  
 جانے کیوں بھوت سو رہا جاتا ہے۔ خود بخود جھپکی۔ صلیکون اچھے۔ تکی عتس  
 آگے کی کن کی مرضی پر سر جھکا کر سیکھوں گی۔

مرد نے ہار کی صرف سر حال ردیہ۔ نیش کا مکمل خطرہ رہا تھا۔ غور توں اور  
 مردوں کا ایک نہ ٹھنڈی طرف ہٹا رہا تھا۔ وہ یوں ہٹاتا گا  
 تھا۔ اس نے کوچوں سے کہا۔ "کاری پھیر دو۔ میں ٹیشن نہ جاؤں گی۔ کھرہ ہاں  
 چلو۔"

کوچوں نے کہا۔ "سرکار! تو آگے۔ وہ دیکھئے۔ نئی سی مجھے شام ہاں  
 رہے ہیں۔ کھڑوں پر عمو۔ کارڈ پکچر تے ہیں۔"

مرد وچ پر وہیں فور کھڑے پھیر دو۔

وچاں یہاں کا طبیعت کچھ خراب ہوئی کیا؟

مرد بک بک مت رہ۔ کارڈ ہاں لے چلو۔

کوچوں نے کارڈ پھیرا۔ مرد نے ایک ہی سانس دیا۔ چنے لگی۔ سب  
 وچ میرے تھوڑے رہے ہوں گے۔ گاڑی، بھنے کی چچن گے تھے۔ مان تکی خوش  
 ہوں ہوں گی۔ پکارڈ ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ دوسرے لوگوں کو کتنا قہر ہو گا۔  
 کوچوں سے کہا۔ "ذرا پیچھے رہ پھیرا۔ کون آتا نہیں رہا ہے؟"

کوچوں نے حصور۔ کون گاڑی وچ رہی ہے۔

نرو گھوڑوں، تیز رو۔۔۔ سب سے چھوڑ دو۔

وچاں حضور کا کی نہیں۔ موڑے۔ صاف موڑ ہے۔

نرو گھوڑوں کا چاٹا کب لگاؤ۔

وچاں حضور یہ تو پنی ہی سہل معصوم ہوتی ہے۔ ہنگامہ چار ہے۔ یہاں خوب  
پہچان کیا۔ پنی ہی موڑ ہے۔

نرو پاگل و۔ پنی موڑ کیا۔ آنے لگی؟

کوچوں حضور۔ پنی موڑ نہ ہو تو چوڑی۔ وہ وہی۔ صاف نظر آ رہی ہے۔  
وہی رنگ ہے۔۔۔ ہی موڑ کس؟ میں ابھی ہی نہیں۔

نرو در انور سے دیکھو۔

وچاں یہاں کھوں۔ حضور۔ وہ پنی۔ سر کاڑھیں ہیں۔

نرو تو تو میں دیکھ رہا ہے

وچاں پیچھے حضور۔ یہ برا آئی۔

نرو نے گھبراہٹ سے ایک توجہ کی پنی ہی موڑ نکلی۔ ہاری سے ہر پہنچ رہا رک  
کی وہ درجہ صاحب تیز ہے۔ وچاں نے گاڑی روک دی۔ نرو نے یہ تے  
پوچھا۔۔۔ آپ کب آ گئے؟

درجہ تمہارے آئے کے پانچ منٹ بعد میں آگے چلا۔

نرو رات میں تو میں نہیں دیکھائی ہے۔

درجہ من کی طرف سے آیا ہوں۔ اھر کی طرف رہا ہے۔ میں نے مجھ پر  
پھرتو پڑے گا مگر جلد پہنچوں گا۔ تم نیشن کے واسطے سے جے وٹ آئی؟ یہاں  
ہے؟ طست و چھٹی ہے؟ میں تو کبھی گیا۔ وہ موڑ پر بیٹھ جاؤ۔ نیشن پر گاڑی  
کی تے۔ اس منٹ میں چھوٹے جاگے۔ لوگ منے کے خوش مند ہیں۔

نرو اب میں مدچوں گی۔ آپ وہ پنی ہی گئے تھے۔

رہ نہ نہیں چیتا پڑے گا۔

نہو مجھے مجھو۔ نیچے۔ میں نہ جاں گی۔

رہ نہ بے وقت نہیں نہ کے یہ تن سے تر نہیں۔ سائیں ہمارے ری ہو؟

نہو آپ مرضی کے خوف آئی تھی۔ آپ نے میری خاطر اپنے صوں ہاتھ؟

ہاتھ میں س منہ سے دس جا ملے ہوں۔ آپ نے مجھے ہمیشہ کے لیے رواری کا  
سقی، ہے یا۔

رہ نہ میں ن لوگوں سے نہیں اے کا ہمدہ رآ ہوں۔ تم نہ چلو کی تو مجھے لکنا

مجھ بونا پڑے گا۔

نہو آپ جو مجھ کا سر رور سے ہیں۔ آپ کو مجھ سے ناراض ہونے کا نہ تری

ہاتھ تھا۔ بپہر تھی کرتے رہوں گی۔

رہ نہ بکن بیٹی، ہے رہا ہے۔

نہو بیٹو کے یہ مجھے جانے نیچے۔

رہ نہ نے ہائیں موز رہا۔ جھین تہہ ہائی مرضی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مر

تہہ رہے تو میں میں ہوں کی نامنا بہت ہے جو مروت بنے اثر اعلیٰ رہتی ہے۔

یہ ہر وہ ہر پڑ رہا گئے مر رہی تیری سے ٹیٹن ن طرف چلے۔ فتن جی

آگے برہی۔ سوچوں نے پڑ پھ کہ منور میں کیوں میں۔ کارہ مان گئے۔

نہو نے اس کا کچھ جو بے دیا۔ وہی رتی تھی۔ یہ مجھ سے پھر ملتی ہوئی۔ یہ

میر جا مانا سب تھا۔ یہ وہ ہے دل سے میرے جا کے یہ اسے رور ہے تھے یا

یہ تار نہ گنا چاہت تھے۔ نہ توری جا۔ وہی نام غیب ہے۔ میں نی کے

دل کی بات یہ جانوں۔

گاڑی نہ آگے برہی چاق تھی۔ مان پر چھلے سوے دس پھٹ

رہے تھے، میں نہ اسے دل پر چھن ہوئی ہٹا حصہ بہ حصہ زیادہ گھٹتی ہوئی جاری تھی۔  
 "اے! یہ واقعی مارے ستاروں میں مانی فاری نامر بہت ہے جو قدر قدر پر  
 ہر رے رے دھوپ والی رات کے "میں کٹھ چاقیوں کہ نہ نہ مٹی کے  
 خدائے قدر بھی نہ چوں مگر یہ نہ نہ است مجھے ہمیشہ ایک ہی ہے۔ وہ  
 صاف ان سے اسرار ہے تھے تو میرا کارسہ ہی تھا۔ انہیں میرے ماتھوں  
 پہنچتی۔ انہوں نے اپنی شہرت سے مجھے معاف کر دیا اور میری اس جوانی کے  
 لیے بے اصولی پر نہ تھی۔ مجھے سب سے پہلی جہاں تو ٹوٹیوں میں گے  
 کہ شہرین مرغی کے خدائے ہی وہ نہ یہ وہ بھی نہ آتے۔ مجھے سب سے  
 پہلے کے لیے انہوں نے اپنے اوپر تاج پہرہ۔ میری حماقت سے وہ سب قدر میں  
 رہے ہیں اور نہ ان کے مہ سے یہ جملہ کبھی نہ تھا۔ میں سچ مچ تھی سب۔"

نہیں فسوس تاکہ یہ بات میں ڈوبی ہوئی ہو چنبرہ چھوٹ چکی ہو گاڑی سے نہ ر  
یوگی رجب صاحب کے ایوان خاص میں چاہیے۔ آنکھیں چہری تھکی کہ کسی ہر  
چاہے رہے نام نہاد ہے۔ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے چہرہ ہاتھوں میں لگا ہو  
ہے۔ جی چاہتا تھا کہ رجب صاحب آتے ہی آتے مجھ پر بگڑے لگیں۔ مجھے خوب  
اُڑے رتھوں ہیں۔ چہرہ طعنیوں کے تیروں سے چھلنی بنا دیں۔ یہی ساری صاف  
ان کا ثابت ہوگا۔ روہ۔ مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں نہ لیں تو مجھ چاہوں گی کہ  
میرے طرف سے نہ دل صاف نہیں۔ بلکہ یہ سب محض خبر دہری ہے۔ وہ س  
وقت پہلے شہر میں سخت گیری کی کہ ہر شہر تھی۔ میں میں سب سے ہاتھ نہیں بلکہ  
حد تک ہوتا ہے۔

۱۰۔ رو بہ رو ہوئی۔ کھادوں ہٹنے لگا۔ راجہ صاحب کو دیکھتے ہی محبت آمیز چہ میں ہے۔ تم نے حق تو میری کاپی کے برابر دیکھنے کا موقع



کھودیا۔ بری ہنسنے تھی۔ کوئی نہ رومیں نے اس وقت جانے دیا۔ وہیں پر  
 پھوس رہا۔ تو ساری میں پھوس سے ڈھانسی۔ والٹیر میں کا قومی گانا تو اتنا  
 پر اثر کہ تماشا می مست ہو گئے۔ میر دل قومی غم سے چھٹنے لگا۔ ہر بار یہی اسوس  
 ہوتا تھا کہ تم نہ ہو میں یہی مجھ کہ میں اس خط کا نگہ نہیں رہتا میرے اس  
 میں بیوسکتی کے متعلق جتنے شکوک تھے وہ سب رفع ہو گئے۔ یہی جی جی ہوتا تھا کہ میں  
 جی سب یہ مجھ پھوس چھوڑ کر اس جماعت کے ساتھ چلا جاتا۔ ڈاکٹر سنگھوں و سب تک  
 میں باطل ہوئی سمجھتا تھا۔ آن میں ان کا حوصلہ دیکھ رہا تھا۔ تم نے سخت غصے  
 کی۔ نہہری، مانجی، بربا، چھتیاں تھیں۔

ندو کو اس کا خوف تھا۔ پوری موٹی۔ سوچا کہ سب ظہور کی ہے۔ نہ ہا  
 اس صاف نہیں ہے۔ یہ مجھے یہ خوف سمجھتے ہیں، یہ خوف بنانا چاہتے ہیں۔ اس  
 تیریں بیوی کے پاس میں تکی پڑی ہوئی ہے۔ چہرہ سرخوں۔ میں جاتی تو آپ  
 ہاضمہ رہا۔ معصوم ہوتا۔

روہ (پس رہا) شخص اس لیے کہ میں نے تمہیں جانے سے روکا تھا؟ مجھے پر  
 معصوم ہوتا تو میں جو ہی رہوں چاتا۔

ندو معصوم میں۔ آپ یا جھوڑ گئے۔ شاید مجھے حیات رہنا منظور تھا۔  
 راجہ ندو۔ نئی بدنامی۔ جی کہتا ہوں مجھے تمہارے جانے کا، ابھی مدد نہ  
 ہوتا۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے پہلے تمہاری صدر پر معصوم ہوں، بین دست میں  
 سے غم، یہ تو مجھے پناہ پر عمل باطل غم، سب معصوم ہو۔ میں سے خیال یہ کہ  
 تمہاری راد میں اس سے تک نکل ہونا میری ریا دہی ہے۔ پٹی سطلی کا ہتاف  
 رنے کی غرض سے میں پیش کیا۔ تمہاری وہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی کہ وہ  
 کے دوس میں بنا، قارقام رہنے کے لیے پٹی۔ رڈی کا خون یوں رلتے ہو۔ نیک  
 نام، سنا چکی بات ہے، بین نیک نامی کے لیے پٹی دوس میں دہا پہنچنے کا خون

نا ہے۔ سنا نہیں میری باتوں کا تیس سو

نہ آپ نہ ہوں کا جب میں نہیں اے سنی میں آپ سے اتنا رتی ہوں  
کہ جب مجھ سے کون سنی نہ رہو تو آپ مجھے نبہا کریں ورنہ مت کریں۔ جرم و  
ر میں علت و معلول کا واسطہ ہے ورنہ میری مجھ میں آتا ہے خط کار کے سر  
پہیل چنے نے میں نے نہ نہیں دیکھا۔ مجھے یہ بات غیر قدرتی معلوم ہوتی ہے۔  
س سے میرے اس میں صریح طرح کے شک پیدا ہوتے ہیں۔

رحمہ دیوی روکتی ہیں تو وہ نہیں منے ہیں۔ اس میں غیر قدرتی بات کیا ہے؟  
وہاں میں میرے آپ جو بڑے رہے۔ مہر رہیں (صیاہ) کی طرح  
نہ وہاں سرچھو ہو یہ نہ چاہتے تھے ورنہ بڑے بڑے جانی تھی۔ فریب سے فریب  
ی پیدا ہونا ہے۔ وہ نہ وہی تھی نہ رکھے۔ تب وہ اس کی تکلیف کے رفع کرنے کا  
ہم وقت پر چھوڑ کر ایک لمحہ پڑھنے لگے ورنہ وہیں پر بوجھ رکھے ہوئے رہ چکی  
گی۔

دوسرے روز راجہ صاحب نے روز نہ ہوا رکھو تو اس میں رضا کاروں کی رخصتی کا  
تہارہ پر تفصیل شائع ہوئی۔ غنیمت راجہ صاحب کی موجودگی پر بھی رے زنی کی گئی  
تھی۔ اس موقع پر میاں پٹی کے صدر رحمہ مہینہ رہا۔ گھنٹوں موجودگی ایک خاص ہیئت  
رہتی ہے۔ تعجب ہے کہ راجہ صاحب جیسے معتمد شخص نے وہاں جانا یہ ضروری  
تھی؟ راجہ صاحب اپنی ذات کو اپنے عہدہ سے حد نہیں رکتے اور اس کی موجودگی  
کو سننے پر بھی نہیں اٹھنے کا سہہ ہو سکتی ہے۔ آخر یہ بات ثابت رہی  
ہے۔ یہ سستیوں کا آثار نہ ہوتے کی نیک راہوں کو رے رے میں ضمیمہ کارہ  
اغوت ورنہ ان کا مرنہ جاتی ہیں۔ یہ راجہ صاحب اس کا ذمہ لے سکتے ہیں کہ  
یہ سستی بھی آگے چلے رپٹی پیشرو منیوں کے آتش قدم پر نہ چلے گی؟

راجہ صاحب نے نہ رنہ رے رکھ دیا ورنہ میں غرق ہو گئے۔ اس کے مہ

سے لے ختم ہو گیا، وہی سوئس کا مجھے نڈیہ تھا۔ آج کلب میں جاتے ہی پانتے مجھ پر چاروں طرف سے مشتبه نگاہیں پڑے لگیں گی۔ کل ہی کشتہ صاحب سے ملنے جاتا ہے۔ نہیں نے اس بارے میں کچھ پوچھا تو کیا ہوں گا؟ اس سمبنت ڈیٹر نے مجھے، چہ کاویا پوئیس وہاں طرح طرح کی مروت میں بھی مروت نہیں مونی۔ ذرا بھی روایت نہیں کرتے۔ میں اس کا منہ بند رکھنے کے لیے سے خوش رکھنے کے لیے کتنی ہشاشیں یہاں کرتا ہوں۔ ضو کی ورمیہ صوری علامات چھوڑ کر اس کی مٹھیاں مڑا رہا ہوں۔ جب وہ دولت یافتہ یہ ہوتی ہے تو سب سے پہلے سے مدعو کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس نڈیہ میں سے میو پھی سے نڈیہ بھی لے لیتا تھا۔ میں خاطر، ریوں کا یہ وعدہ ہے۔ تے کی ہمو کو برس تک گاڑ رکھا پھر بھی نڈیہ لے لیتا ہوں۔ اب اپنی چوریشن، نڈیہ صاف روئے اس کے پاس چاتا تو درست نہیں۔ یہ مونی حیدر سو پوں۔

رہے صاحب بہت ایرتک و شش و پنج میں پڑے رہے۔ وہاں میں بہت بڑی بڑی کام چاہتے تھے۔ اس سے حکام کی نگاہوں میں وقار قائم کرتے اور ساتھ ہی عوام کی نگاہوں میں بھی ہر عقل کچھ کام نہ کرتی تھی۔ کئی بار رد کیا کہ پچاس روپے اس گھنٹی کے سیکھنے میں مددوں پر یہ بچہ رکھیں وہ بہت اے کہ حکام ماض ہوتے ہیں تو وہ نے وہ تھیں ن سے یہ روکار۔ روئے تھیں وہاں کی تو فوراً سننے لگے وہ تو پھر نکلے مونی رہتے نہ رہے گا۔ اس سے چھ مے کی سمٹ نہ پڑی۔

وہ تمام رات ن فکر میں ڈوبے رہے۔ نڈیہ بھی چھ مسمن رہی۔ علی الصبح وہ چارہ لے آگے در نہیں نے ن مضمون کا تر رہا۔ ایک صاحب بولے۔ میں مضمون نے مے یہ تھا وہاں مضمون کو پڑھا رہے تھے اور وہ راز میں یہ ہی پکتے جاتے تھے۔

رہے صاحب کے ہوش و ابھی رگئے۔ فوراً نہیں ایک تدبیر سوچائی۔ روز تیار

رنی ہر شے کے بٹکے پر چاہتے تھے۔ یوں تو صاحب ہمارے صاحب سون کا کارڈ پڑھتے ہی ہائیڈرو پینٹ تھے۔ آج رن نے کہا: 'صاحب ایک صوفی کا روبرو ہیں۔' 'صاحب بھی ہیں۔ آپ ایک گھنٹہ ٹھہریں۔'

راجہ صاحب سمجھ گئے کہ آثارِ چھٹے نہیں ہیں۔ وہیں بیٹہ ایک نگریں رس۔ وہ تصویر دیکھ گئے۔ وہ لکھی صوفی و خوشنما تصویر ہیں۔ ہمارے روبرو میں غنی بھد کی تصویریں ہوتی ہیں۔ لکھی کاغذ، پیپ پوسٹر، سب یہ چاہتا ہے۔ کسی سے بہت یاد ملک شعر ہمارے کہ حد بات کی بنا پر وہ خوب صورت مائیں تصویر بنی ہوئی ورس کے پیپ کی ہدایت کا وہ لکھا ہوا۔ رن نے پانچ دن بت پر تصویر بنی۔ رن کے آگے کی عقل رہا نہیں مونی۔

کسی طرح ایک گھنٹہ گزار صاحب نے ہائیڈ صاحب ہمارے گئے تو صاحب کے پیور پائل پرے ہوئے نظر آئے۔ ایک گھنٹہ کے انتظار سے مجھ بھد گئے تھے۔ ہڑے ہڑے ہے۔ آپ ہر وقت ہوتے ہیں چھٹے ہوں ورنہ پھر بھی آؤں گا۔'

مشترک صاحب نے رکھن سے پوچھا: 'میں پہلے آپ سے یہ ریوٹس لے کر آتا ہوں کہ کس دن ہمارے آپ پر جو رن نے کیا ہے، آپ دن نظر سے گزری ہے؟'

راجہ صاحب کی ہاں اٹھ چکا ہوں۔

مشترک آپ کی مونی جو دیکھ چاہتے ہیں؟

راجہ صاحب میں کس کی ہر صورت نہیں سمجھتا۔ 'مخلص تھی دن۔' میں نے مجھ پر ٹکایا جاتا ہے ورنہ ہاں ہاں کی وہ درکی کا کچھ دیاں نہیں پاجاتا تو مجھے بھور مور پے عہدے سے تعلق دیا ہے گا۔ رن آپ خود ہوں چاہتے تو یہاں کی تھی جرأت ہونی کہ آپ نے ہمارے میں بھی کس 'من' رن لکھا۔ یہ میرے بندو تائی ہونے کی ہے۔ جب تک مجھ پر کس قسم کے بے پائے ہوتے رہیں

تھے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ پتہ فرخسوس طرے بجا مودے ملکوں گا۔

مشنر نے کسی قدر نرمی سے کہا۔ ”ممنٹ کے ہر ایک عمل کا فرض ہے کہ اپنے  
ہر پر یہ رسالت لگائے جائے۔“

راجہ صاحب میں چہ تاہیں آپ ایک سب بات نہ تھی نہیں بھوں ستنے کہ میں  
ہندوستانی ہوں۔ ن طرے میں بے پورائے رفقائے سے یہ حوالہ مابطل مامکن  
ہے کہ میں حکومت کا ایک کن ہوں۔ آپ پتہ ستنے ہیں کہ میں ہاڈ کے ہاڈے مسٹر  
جال بیڈ کو پاندے پورہ دیں دینے جانے کی تجویز پیش کرنے ہوں، میں  
جب تک میں اپنے طرے عمل سے یہ بات ثابت نہ کروں گا کہ میں بے حوالہ غیر کسی  
ہاڈے صرف رہا ہاڈ کے ہاڈے سے یہ تجویز پیش کی ہے اس وقت اس کی منظوری  
دی ہوں میں نہیں ہے۔ ن ہاڈ سے میں ٹال پیش کیا تھا۔

مشنر نے پچھیں کل میں۔ نس ہس رہا میں بناے گا۔

راجہ صاحب۔ یہی حالت میں یا آپ سمجھتے ہیں کہ میرا جو بیانا ضروری ہے۔  
مشنر میں نہیں۔ ہر رہا میں۔

راجہ صاحب مجھے آپ سے پوری مدد ملنی چاہیے۔

مشنر میں تھی۔ مودے آپ کی مدد کروں گا۔

راجہ صاحب ہاڈ نے منظور بھی کیا تو مودے میں ن طرف سے فساد کا مدیشہ  
ہے۔

مشنر پچھ پچھ نہیں۔ میں پتہ مڈنٹ پتہ میں ہاڈ ہاڈوں گا کہ وہ آپ کی مدد  
رتے رہیں۔

راجہ صاحب یہاں سے چھوڑنا معصوم ہوتا تھا گویا آواز پر پتل رہے ہیں۔  
یہاں سے وہ مشنر کا رک کے پاس گئے وروہ بھی ن حکمت سے کام لیا۔ لا پیر  
گھر گئے۔ ت کے دل میں یہ خیال ہٹ رہا تھا کہ اس سہارے میں کامو کل

یہ، میں میں سو دس سے ساٹھ نہیں سی زردقی تو نہیں رہ رہا ہوں کہ بلا فرم مجھے  
 شہر میں کے سامنے نام ہوتا ہے۔۔۔ میں معذرت پر فتنہ کرنے کے لیے وہ مدد کے  
 پاس گئے وہ یہ ہے۔ تم کو ضروری کام تو نہیں رہ رہی ہو۔ مجھے ایک معذرت میں تم  
 سے بچھ مشورہ رہتا ہے۔

لہو ڈر گئی کہ میں مشورہ ہوتے ہوتے تارن کی ثبوت نہ آئے۔ ہوئی۔ "ہام تو  
 بچھ نہیں رہ رہی ہوں، بین میں آپ وہ صبح یہ کے قابل نہیں ہوں۔ بشار  
 ہے مجھ کو تکی عقل نہ نہیں اں۔ مجھے تو کس سے کھانے سے۔ وہ آپ ودق رہنے  
 کے لیے بنیہ ہے۔"

راجہ صاحب تمہارے ودق رہنے کی میں تو مزہ آتا ہے۔ تلو۔ سو دس کی  
 رہیں کے بارے میں تمہارے یہ رہے ہے؟ نمبر کی جھڑکتیں تو یہ رہیں؟  
 لہو نہ آپ نے یہ تجویز کیا؟

راجہ صاحب پہلے ہم یہ تو پھر میں بتاؤں گا۔

لہو میرے رہے میں تو سو دس سے کس کے باپ اہوں کی رہیں بھین ہوا  
 مہر سہانے کے خلاف ہوگا۔

راجہ صاحب تمہیں معلوم ہے کہ سو دس کو کس رہیں سے کون سے میں پہنچ رہا  
 ہے۔۔۔ نہ فطر اطر کے موشی چرتے ہیں۔

لہو سے یہ تمہیں تو ہے کہ یہ رہیں میری ہے۔ محمد وے کس کا مان تو  
 مانتی ہیں ہے۔ کس مذہبی موشی کا رٹا بے پورن ہوتا ہوگا۔

راجہ صاحب بین میں شہ کے ایک خاص منظم حیثیت سے ایک شخص کے وہی  
 یا موشی فمد کے لیے شہ کے ہزاروں روپیہ کا نقصان تو نہیں رہتا۔ کارخانہ نہ  
 سے ہزاروں مزدوروں کی پرورش ہوگی۔ شہ کی آمدنی میں ضائع ہوا ورسب سے  
 بڑی بات یہ ہے کہ کس بے شہر دولت کا ایک حصہ ملک میں رہا ہے گا جو سگریٹ

تے یہ دھرمے ملکوں کے دل رو دینا پڑتا ہے۔

نندو نے راجہ صاحب کی طرف تیرنگا ہوں سے اچھا۔ سوچے گئی۔ ن کا صلب کیا ہے؟ سر ماہیادوں سے توں کو کون خاص س نہیں ہے۔ یہ تو مشورہ نہیں۔ بٹ ہے۔ یہ حکام کے ادا سے انہوں نے زمیں و مٹریوں کے وے۔ مینے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھ سے اپنی تجویز کی تائید رلی چاہتے ہیں۔ ن کی باتوں سے تو مجھ پر یہی طہر ہو رہا ہے۔ ہوں۔ اس نقطہ حیات سے تو ابھی ترین نصف ہے کہ سوراہی سے وہ زمین پھینک دی جائے۔

راجہ صاحب بھی۔ تھی جلدی پہنچا بد لئے کی سند نہیں۔ اپنی ن نہیں پر قائم رہو۔ میں صرف مشورہ نہیں چاہتا۔ میں یہ اچھا چاہتا ہوں کہ تم اس کے متعلق یا یہ اعتراضات رستی و درمیں کا متعلق ہو بہا ہے مگر اس میں؟ مجھے تو جو چھوڑا م راتھا رچھا۔ تم سے بٹ کر کے بنائیں راجا چاہتا ہوں۔

نندو نے میری زبانت سے وہ خوف مزاج نکل جائے تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے؟

راجہ صاحب کی ن پر وہ نہ رہا تو قومی خدمت کا دھرم نامہ بے حیوں ہے۔ رفر دینا بٹ پر ناراض ہوئے ہیں تو ہمیں پاگل خانہ جانا پڑے۔

نندو ایک شخص کے قاتی منہ کے لیے آپ کا نقصان نہیں راجا چاہتا تو کیا سوراہی یہ شخص ہے جس کے پاس اس مجھے نہیں مو۔ شہ میں سے دنگ بھی تو میں نے اس کے پاس سے کہیں یہ نہیں ہے۔ شہ میں سے بنگلہ بنگلہ ن و صاحب اس مجھے سے زیادہ ہے۔ ہمارے بنگلہ حاطہ پندرہ مجھے سے کم نہ ہوگا۔ مٹریوں کے بنگلہ بھی پانچ مجھے سے کم نہیں ہے ورنہ دنگ کا نفعہ تو پورے کدوں ہیہ۔ آپ ن میں سے میں کی میں اس فارخانہ کے لیے لے سکتے ہیں۔ سوراہی کی میں و محمد نے شہ کی چرتے ہیں۔ زیادہ نہیں ہو یہ محمد کا مدد ہوتا

نی ہے۔ ن حاصوں تو بہت تھخص سے سو کی کا بھی کچھ نہ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کوئی ن میں یہ بھی نہیں رہتا۔ ایک پھوس پپتی بھی نہیں تو رہتا۔ رونی چانور نہ رچد جاتے تو سے فور گون ماروں جاتے۔

رجہ صاحب (مسٹر ر) واقعی دلیل بڑے معرکوں پہ قابل ہوئیہ میرے پاس سے ہا کوئی جو نہیں، میں تمہیں شاید معلوم نہیں کہ تم سے نہ جسے جو جتنے سے کہو بے کس سمجھتی ہو تم نہیں ہے۔ ہا راجہ اس ن حمایت پر آمادہ ہے۔ یہاں تک کہ بٹ مسٹریک سے نمائش سے لھر میں تھس گئے۔ س کے بھائیوں کو مار۔ آگ لگائی۔ عورتوں تک کی ہے عزتی کی۔

نرو میرے باب میں یہ ہونا س، ات کی یک ورویل ہے کہ وہ رہیں چھوڑ کی جاتے۔ س پر قبضہ رہنے سے یہ وقت کم رہاں گے۔ یہ وہی ہوں گے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ میں خون نہ بہاں جاتے۔

رجہ صاحب جو عورتوں بے عزتی و ستے ہیں وہ ن رعایت کے حق نہیں۔

نرو ن لوگوں ن زمیں آپ چھین میں گئے وہ آپ کے پاؤں نہ ہوں گے۔

رجہ صاحب تعجب سے کہ ہم عورتوں بے عزتی و معنوں، ات مجھ رہی ہو۔ نرو فوج کے گورے۔ ریل سے مدر میں رہ رہی ہوں کی بے عزتی تے سہتے ہیں۔ س سے وہ نہیں ہوتا۔ ن یہ کہ آپ ن کا چھ بار نہیں ستے۔ روگوں نے ہر مہیا ہے تو ن پر معذرت یہ۔ نہیں نہ دے۔ س کی چاہید دیو ضبط رہتے ہیں۔

رجہ صاحب تم جانتی ہو۔ مسٹریک ہا یہاں کے حکام میں کتنا بڑا ضبط ہے۔ مسٹریکوں کے دروازہ کے دروازے ہوں۔ میں ن کی تھی



خدمت نہ رہا تو حکام کا شمار مجھ پر سے کھڑا ہے گا۔

نور (منزلہ - لہجہ میں) میں نہیں چاہتی تھی کہ چیمہ میں سناؤ مجبوراً معذور رہتا ہے۔

راجہ صاحب بہتہ معلوم ہو گیا تھا اب مجھے یہ راجہ ہے؟  
نور عہدہ سے مستعفی ہو جاؤ۔

راجہ صاحب میرے مستعفی ہوجانے سے میں نہ بچ سکتی تھی۔

نور آپ تو کھپاپ سے بچا جائیں گے۔

راجہ صاحب یہی معنی ہوتوں گے یہی استفادے دینا مشکل ہے۔

نور کو اپنے شوہر کے خیر مینی پر بہت مار تھا۔ اس عہدہ وہ نہایت علی ورق بل  
تھم بھگتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں راجہ صاحب کا مل طرپ تو اچھا ہیں۔  
پورٹاں کے تحت میں ہے۔ وہ جو چاہتے ہیں، کرتے ہیں۔ مگر معلوم ہو کہ یہ  
محض اس کا خیال تھا۔ اس کا راز عروضا میں مل گیا۔ سے سچ معلوم ہو کہ  
خیر میں صرف حکام کے ہاتھوں کا صلہ ہے۔ ان میں مرضی جو چاہے رہے۔ اس کی  
مرضی کے خلاف کچھ نہیں رہتا۔ ۱۰۰۰۰ صرف ہے۔ اس کی قیمت دوسرے مدد کے  
ہاتھ میں ہی ہے۔ راجہ صاحب کی اس عہدہ پر ق سے اس کے دل پر لڑکی چوٹ  
لگی۔ مسئلہ تھا کہ اس میں ہے بقا بے نصافی رہتا۔ میری بھج میں نہیں آتا کہ  
آپ نے اس عہدہ کی مشکلات کو جانتے ہوئے بھی سے یوں توں کیا؟ آپ  
نصاف کے خیال سے ۱۰۰۰۰ میں جھین پیتے ہوئے آپ نے اپنی شہادت نہ  
مونی میں صرف حکام کے خوف سے بدنامی سے بچنے کے لیے جو وہ نصاف سے  
مخبر ہونا نہایت اچھی حرکت ہے۔ آپ بولیں اور حصہ ہمارے حقوق کی  
حفاظت کر لی جائے۔ اس حکام کی پر یادوں کریں تو آپ مناسب ہے کہ  
مظلوموں کی مدد کریں۔ اپنے فرائض کو نقصان کا خیال نہ رکھنے حکام کی خدمت

ریں۔ مارے ش میں بد مارے ملک میں تہلکہ مچا رہا۔ خواہ اس کے لیے  
 تعمیل ہی نہیں، کسی بڑی سے بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ میں یہاں صوفیوں  
 سے واقف نہیں ہوں، میں آپ کا جو نسلی فرض ہے، سے بند رہی ہوں۔ میں  
 آپ کو گاہ یہ بھی ہوں کہ آپ سے حصار کے دباؤ سے ہر وہاں میں  
 تو میں چپ چاپ نہ بیٹھی رہوں گی۔ عورتوں کو یہ۔ پردہ رکھنا کی کہ یہ وہ  
 سے زیادہ طاقتور نہ نہانہ جی کی غریب و آسانی سے پیروں تھے نہیں رہ نہ سکتا۔

یہ کہتے کہتے ملکہ رکئی۔ سے ہوں آیا کہ میں جوش میں آ رہا مناسب سے  
 چہرہ زاری ہوں۔ بچہ صاحب ان قدر نادان ہوں کہ کچھ نہ کہنے کے لیے غلط نہ  
 ہوتے تھے۔ بالآخر نہ مت سے ہوئے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قومی خدمت ہر وہاں  
 کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ روپے ہر صوفی سے بے تحاشی سے  
 رہنے لگیں تو جتنی خدمت وہ کر سکتے ہیں اتنی بھی نہ کر سکیں۔ مسٹر ٹارک  
 مسٹر بیوک میں ہر تعلق ہر پانے کے سبب حالات بالکل تبدیل ہو گئے ہیں۔ مس  
 بیوک اس وقت سے تمہارے مقام سے نکلی ہیں، مسٹر کلرک ہمیشہ ہی کے پاس  
 بیٹھے رہتے ہیں۔ حدس پر نہیں جاتے۔ وہ سرکاروں کا نہیں رہتے۔ ان سے ہٹتے  
 نہیں۔ مس بیوک نے ان پر جادہ ماڈل دیا ہے۔ دونوں ہاتھ ہاتھ پیر رہنے  
 پاتے ہیں اور ہاتھ ہاتھ پیٹتے جاتے ہیں۔ میر خیاں ہے کہ مس بیوک نے  
 شادی کا وعدہ کر دیا ہے۔

ملکہ اس قدر جلد۔ لگی سے مارے یہاں سے گئے ایک ہفتہ سے زیادہ نہ  
 ہوا۔

رہبہ صاحبہ مس بیوک نے سب کچھ پہلے ہی طے کر رکھا تھا۔ مس بیوک کے  
 وہاں جاتے ہی عیش کی کارپردازیوں شروع ہوئیں۔

ملکہ نے سب نیک صوفیہ کو یہ معنی مسلمان بننے کی سمجھ رکھا تھا۔ مگر وہاں سے

مین کا رہتا تو رتی تھی۔ س کی قدیمیت کی قدر رتی۔ س سے محبت رتی تھی، میں  
میں سے اپنے سے کمتر سمجھتی تھی مگر مسئلہ رک سے س کی شان و شوکت نے  
س سے ان حضرات کو کھینچ کر رو دیا۔ وہ اپنے نکلے۔ مسئلہ رک سے عقد ہو جائے  
عہد جبر صوفیہ نظر رکھیں، مجھے ملے گی تو اپنے میں مجھے بچ مجھے گی س  
کے رتھ، خلاق اور عظیم میں مصوئی رو داری کی جھلک ہوگی۔ وہ میرے سامنے  
بقدرتی جھلکے، تہائی میرا نیچا رکھے گی۔ یہ بات مجھ سے ہر وقت کہے ہوگی۔  
میں س سے بیگانہ نہیں رہ سکتی۔ س کی کمینہ رک کو کیا کوئی یورپین سید و منتقد  
تھی کہ صیہ پر پڑے۔ س کی خاندان کا لوگا۔ وہ نگریر س سے اپنی کامیابی  
رہنے پر رشتی نہ سوتا ہوگا۔ نے کی کچھوڑی عورت پر جان دیتا ہے۔ نیواری  
پانے سب س عیب و یا حمت ہوگی۔ فتنہ ہے اور کیا۔ سل و خاندان کا اثر  
کہاں جاے گا۔ خوب صورت ہے۔ قصہ یافتہ ہے۔ ہونیہر ہے۔ عقل مند ہے۔  
سب کچھ سہی مگر ہے تو عیون۔ ہاپ نے وگوں وٹھبھٹ و کچھوڑ پید و ناما مایا  
ہے۔ س سے یہ ہوتا ہے۔ میں تو س بھی س سے ونی پلے کا رہتا و روں گی۔  
بسبب یہ خود گے نہ بڑھے ہاتھ نہ برعادوں گی، میں میں خود کچھ بھی روں،  
س پر پنی نوقت کا خواہ کتنی ظہار روں، س سے دل میں س بات کا کھمبہ تو  
ص و رتی، گا کہ میری ایک ٹری دکا و س کے تہہ کے عز و قہ روٹے۔ میں مد  
حق ہے۔ تمس ہے وہ س و ر بھی ریادہ منار سے پیش ہے۔ پنی طاقت کا  
دس س ہمس و مہذب بنا دیتا ہے۔ س نے میرا غور و رنج و فتنہ سبھی معبود ہوگی۔  
س وقت دیکھے وے س کو اپنے دل میں مامت رہ گے۔ و میں میری، ج  
وہ حق ہے مگر وہ حق و تمام اندیش سب ہے۔

خاندانی : موت کا غور رکھو۔ اس سے بے غمانی کا برتاؤ رہتی ہوں۔

یہ سب خیالات ایک لمحہ میں مدد کے اس میں آگئے۔ ہاں۔ میں آپ کو بھی  
سننے کی ضرورت نہیں تھی۔

راجہ صاحب : وہ رہا میرا

مرد تو اپنے کو بھی بھول گیا۔

راجہ صاحب : یہاں تک تو جانی مرچ نہیں مرنے کی تحریک تو نہ دے رہی تھی۔ اس  
سے پوچھتا ہوں کہ تم نے بھی مجھے دھکیلی ہی ہے۔

مرد : میں خاموش رہتا ہوں۔ آپ نہیں۔ میں یہاں ہوں؟

راجہ صاحب : خود میری جانی کی بدنامی ہو جائے؟

مرد : میں سے بدنامی نہیں سمجھتی۔

راجہ صاحب : کچھ سوچو۔ یہ طے شدہ مرد ہے کہ وہ اس میں سہ بیوک کو ضرور ملے  
گی۔ میں یہ سمجھتی چاہتی تھی کہ وہ یہ بھی طے شدہ مرد ہے کہ تمہیں اس  
معدہ میں خاموشی رہنا پڑے گا۔

راجہ صاحب : ہاں، نف (عوم) نے تعلق رکھنے کی زندگی میں نکل وڑنے  
خدا کے لیے مشہور تھے جن خاکی زندگی میں وہ سنے جسم دل نہ تھے۔ مرد کا چہرہ  
تمتہ شدہ۔ وہ میری ہاں۔ آپ کو بدنامی نہیں ہے تو مجھے بھی بدنامی  
ہو رہی ہے۔

راجہ صاحب : غصہ کے مارے ہاں سے کھڑے رہ گئے۔ مرد تھا کہ نہ۔

ایک ہفتہ تک دونوں کی زبانوں پر مر سوت گئی رہی۔ راجہ صاحب کبھی کبھی آ  
جاتے تو چارہاں رہتے تھے جو بھڑکتے جیسے پانی میں بجھ رہے ہوں۔ مرد ہنستے  
رہتا تو اس میں جھٹکے کو ہتی۔ میں یہ سن کر کہ اس کو میری دہائی پر نہیں ہے۔  
نہ قدر پر میرے ساتھ رہا ہے۔ میں تعفی دے دوں بھی اس کو تسکین ہوگی۔ اس

کی پہلی تنہا ہے کہ ہمیشہ نے یہ دیا سے منہ موڑوں۔ سنار سے قطعِ صُحُ روں اور  
 گھد میں بیٹھ، اور منام نہیوں۔ دکام سے منہ چھوڑوں۔ نئی نظروں سے  
 جوں اور تیردشت روں۔ میری زندگی کی ساری تنائیں اور میرے سارے  
 منصب بے کس نہ لگا ہوں میں پہنچے ہیں۔ ۱۹۹۰ میں میری منہ اٹھائی و جانشینِ شوق  
 ہے۔ شاید مجھے کم ظرف، خود غرض اور خود پسند سمجھتی ہے۔ تنے دنوں تک میرے  
 ساتھ رہا، جس سے کچھ محبت نہیں۔ ہن میں نہیں۔ زہرہ اپنے خاندان بھی  
 خود ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ س کے کاموں کا مسئلہ ٹرے۔ کس کی بدگوئیوں رہے۔  
 س سے صاف بہہ آیا ہے کہ میں خاموش نہ بیٹھوں گی۔ چاہے یہ کس کا رہا  
 ہے۔ رہا روں میں بیک چھوٹا سا، بھی چھپوے کی تو میری تمام ہوجاے گا۔  
 کہیں کا رہا رہا ہو بمرے کا موقع ہوگا۔ دیکھوں یہ تا، یہ پالگتی ہے۔

بھرنے والوں کو اسوں تھا کہ۔ بٹور نے نہیں سب کچھ دیا ہے۔ یہ خدمت سے کیوں تنہا رہتے ہیں۔ میں تنہا ہوں رہتا ہوں۔ آپ صوبوں پر قائم کیوں نہیں رہتے۔  
 نہیں کیوں خود غرضی کے تحت میں رکھنے ہیں۔ قومی خدمت کا سہ ٹک کیوں بھرتے ہیں؟ وہ بھی کون سا ہے جس نے نام و موارے کے لیے بہانہ اور عصب کا خون ر  
 دیا ہو۔ ایک وہ بہادر لڑکے تھے جو بادشاہوں کے سامنے نہ جھکنا تھے۔ اپنی  
 بات اپنی آن پر مبنی تھے۔ آخر تک نہیں یہ کہتے ہوں گے دنیا و مافیہا دینا  
 مل ہے۔ انکس چاہے یہ وہم ہو کہ لوگ مجھے قوم کا سچا خادم سمجھتے ہیں۔ یہی واقعی  
 بات تو یہ ہے کہ نہیں سمجھیں لوگ جو بچہ پچھتے ہیں۔ اس میں بھی کہتے ہوں گے کہ دینا  
 موزوں ہے۔

رفتہ رہ کر کے خیانت میں تعمیر ہو۔ یہ س کا قصہ نہیں، میرا قصہ ہے۔ میں  
یوں س کا اپنے معیار کے مطابق بنا دیا ہوں؟ سچ لکھ رہا ہوں؟ سچ ہی د  
تقریب کے ہیں۔ میں، پیچھے بچھڑے۔ کچھ مجھے۔ مگر س کے گھر میں ہر کون

میں میٹھ میں نکالتا۔ بیوی کا فرض ہے کہ دوسری رات بنے ہیں سو رہا ہے کہ کیا عورت دوسرے سے لگائی؟ نہ ہوتی نہیں ہے؟ سے تو عشق سلیم تھا نہیں راتی۔ دونوں اپنے اپنے عمل کے موافق رہے اور ہر کے مستحق ہوتے ہیں۔ دراصل یہ دوسری قسمت کا قصہ ہے۔ اور یہ ہمارے خیانت میں تافرق میں ہونا بنتا چلتی ہوں کہ یہی میں کوئی نہ ہوں۔ بتا پہونچتی ہوں پر آئے دن کوئی نہ کوئی بد مزگی پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ جی ایک ختم نہیں بھرنے پڑتا تھا کہ دوسرا چمکا گا۔ یہ میری ساری زندگی یوں ہی گزرے گی؟ ہم زندگی میں سکون چاہتے ہیں۔ محبت و روق کے لیے جان دیتے ہیں۔ جس کے سر پر ہمیشہ گئی تو راتی ہوا سے نہیں ہوتا۔ مذہب تو یہ ہے کہ مجھے چپ بھی نہیں رہنے دیا جاتا۔ کتنا ہمتی تھی کہ مجھے سب کچھ میں سنا ہے۔ ان کاٹوں میں نہ جھپٹا مگر اسوں نے نہ مانا۔ سب جو میرے پیروں میں ڈالے چھ گئے۔ میں دوسرے سے راتی ہوں تو کانوں پر گلی رکھتے ہیں۔ مجھے رونے کی بھی آزادی نہیں! جبراً روئے۔ وہ نے نہ مانا۔ وہ نہ مانا۔ ایک ہفتہ ہو گیا۔ وہ بھی نہ پہنچی کہ مرنے ہے، جنتی۔ باطل کی صراط پر ہی ہوں جیسے کی سرے میں۔ کس نے تو کہیں چھوٹا کہ مرنے جاتی۔ کھڑا۔ آرمینیا۔ بے کی پر۔ رونا و جھپٹنا! جب یہی حال سے تو کب نہ گئے۔ سرے کی ماں کب تک نیر منے گی۔ وہ توں کے سب ایک دوسرے سے پھر چمکیں گے۔ وہ کی صورت بھی نہ

بھینچا ہے۔

نہ ہوتی تھی۔ ۱۵۵۱ ہفت گھنٹہ رہا تھا۔ کس سے چمکا؟ ماں کے پاس چلوں کہ یہ ایک راجہ صاحب آ رہے ہو گئے۔ چہرے سے دشت برس رہی تھی جیسے گھ میں گ لگی ہوں۔ گھبہ نہ ہوں آ رہے ہوں۔ مذہب شکر رکھنے آئے ہیں۔ ضرور ان زمین کے متعلق چھٹا نکلوں گے۔ سب مجھے یادیں آتی ہوئیں میں ایک کا نڈل نے کا ہانہ کر کے چر آیا ہوں۔

۔ ہر رخصتوں نے دکھ بھری نگاہوں سے ندو کی طرف دیکھا۔ گویا مارن دنیا کی مصیبت تھی کہ مرآتی کی ہو۔ گویا وہی، جتنی پوچھنے کے پنجہ میں پھنس گیا ہو۔ اور  
 دمے رہ پھر ہوئے۔ 'رہیں نے نہ نہ محنت نہ تو مشغل میں پڑ جاؤں گا۔  
 تمہیں معذور نہیں کر۔ نگہ پر دنیا کو کتنے فقیہ تھے ہیں۔ چوں چاہوں تو  
 سے نور رکھوں مگر اس کی یہ حمایت پر میری مارن آبرو پر پانی پھر جائے گا۔  
 نام نہاد دست اس کے خلاف ہر نہ ایک بھی نہیں گئے۔ بیسوں ہتھیار دی  
 بھی نہیں جو یہ معمولی مان کو ہے۔ ہم سب نے اسے ہاتھوں کے معمول نے ہیں۔  
 جب چاہیں رہیں پر پختہ چہرہ پر رو ہیں۔ میں اس کی بات نہ نہیں سنا۔ مجھ پر  
 صبر رہا۔"

نور نے ترجمانہ انداز میں کہا: ”مجھے پتا ہے، ہوتے ہیں۔“  
 راجہ صاحب یہی کہ یہ تو خاموش رہ کر اس بے نصافی اور تم کو شہادت دے دھوید  
 مجھے چاہتے ہیں، ہے تمہارا سہا سہا بیٹا۔“

رہے صاحبِ کسبِ نون و رجبوری پر نئے خوفِ رومِ چہرہ ورقِ بلِ رحمہ جاری  
 و اتجا پر ملے و رسم آئی۔ کس رسم میں ہمدردی یا خاطر داری نہ تھی۔ یہ وہ رسم تھا جو  
 بھٹا کی بودیدہ رن فیض طبعِ نسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ سوچے گی وہ  
 کس خوف کا گلی ہوئی ٹھکانا ہے۔ بچے ہو سے بھی تباہ کرتے ہوں گے۔ ہاں یا  
 ہرک، راضی ہو گیا تو یہ مرے گا۔ عہدہ سے ہر طرف نہیں رہتا یہ کس کے  
 اختیار سے ہے۔ یہ سب سنا ہے نہیں، کہتا ہوں یہ کچھ جابے گا۔ زیادہ سے زیادہ  
 تنہا رہتا ہے کہ افسروں سے شہادتِ مردے بسن کس وقت نئے سے بٹ کر  
 بے فائدہ ہے۔

رہنہ صاحب پسپے سے اٹھے اور چلے گئے۔ دیکھ کر بیسے بولی غرض سے ،  
 ساری مہمانوں کے نکار سے مایوس ہو کر رہے۔ مروجہ تقیہ بھی انہیں طعنات نہ ہو۔

۷۔ چچے گئے کہ میں کس شخصوں میں رہا ہوں۔ میں بدلتی سے کس قدر ڈرتا تھا مگر  
بہادر ہی میں رہا۔ نہ ہونے کے قابل رہا۔

یوں۔ 'رہنمائی' میں کہ ظہر کے ساتھ رہا میرے لیے مناسب نہیں تو  
میں جہاں رہوں گی وہاں آپ کے کام میں داخل نہ رہوں گی۔"  
راجہ صاحب کے جوتے نہ تھوڑے ایک ایک ماسی و ماسی پرینٹ ٹی۔ اس  
کے منہ سے پتہ چلا کہ یہ لڑکے۔ 'نہیں' سے کہنے کے ساتھ وہ 'نہیں' کہتا  
نہیں سمجھوں؟ معلوم نہیں۔ اس ناستیہت مدی دیکھ کر یہ لڑکے۔ میں نے  
تو نہ پریشان رہا چاہتی ہوں۔ مگر اس پر میرا قابو نہیں۔ بھگوان اتنا مجھے سڑی  
آرامش میں بیٹھ رہا ہے۔

(16)

روشنی کی پہاڑیوں میں ایک بڑے درخت کے نیچے مے لگے ٹیکھے ہوئے  
 ہیں۔ یہاں نے اس سنگین، سخت، خشک اور پتھر سے لگے میں رونق پیدا کر دی  
 ہے۔ عمر مے کی ٹکاہ میں اس قدر رقی حسن کی طرف نہیں ہے۔ ان کے ہر میں ہر  
 وقت ایک شہنشاہی کام رہتی ہے۔ قومی خدمت کے کام متصور تھا۔ مجھے مے کاٹنے کے  
 میں رکاوٹ پیدا کر رہے تھے۔ وہ یہ وقت اس مقصد کے لئے آتے تھے۔ کبھی بھی  
 وہ دریاں سے بے تہ رسو رو پتے ہیں۔ صوفی نے مجھے اس آتش بدھ سے روک  
 رکھا ہے۔ آگ صرف احم کو کھانسی ہے جو خودی وادی ہے ٹرندروولی۔ آگ مے  
 ہر ایک سپاہی روکتی ہے۔

میں نے کو یہاں آئے ٹی میں بیٹے ہو گئے مرنے والوں نے چھین وقت کے ہاتھ ہی  
 رہتی جاتی ہے۔ وغیرہ کے سب نے کو یہاں آ گئے تھے مریب ایک مریب  
 ایک مدت کی صر زور رہا تھا۔ پہلے اہوں نے یہاں کی سکا لیفوں صولی  
 اتھ میں لکھ رہی ہاں کے پاس بھیجیں۔ ہمیں یقین تھا کہ ہاں جی ٹھہرے ہیں



گی مگر وہ مقصد پر نہ ہو۔ تنہی میں صوریہ کا مطلق یا جس نے نہ ہے صبر سے  
نہ مارتے ہو، چنانچہ ایک مقصد رہا۔ بس کے چاروں طرف نہ ہیر  
تھا۔ وہ کسی نہ ہیرے میں چاروں طرف ٹوٹے پھرتے تھے مگر نہ نہ مانا تھا۔ بس  
نہ نہ کی کا ہاں نصب عین نہیں ہے، ہاں مقررہ رہا نہیں ہے، وہ بے صحت  
نہ نہ تھے نہ صرف مومن کے رحم کا بھرو نہ ہو۔

میں سٹنگر اور تشویش و محنت میں بھی وہی مرغان پہ دھڑ دھڑاتے جاتے ہیں۔ رہنمائی گمراہی کے لیے میں تک پہنچ گئی تھی۔ جو میں نہ پہنچ سکا۔ یہاں تک کہ ایک نئے نئے محقق ہو گئے ہیں کہ جو ہی وہ کسی گاؤں میں جا پہنچتے ہیں، ہر گاؤں ان کی رہنمائی کے لیے جمع ہو جاتا ہے۔ یہاں سے ان کو پٹی ملتا ہے آپ رہنا سمجھا رہے۔ اس کے ایک بڑے سنگی پتھر پر وہ بھگانے کے لیے پوس کے پاس نہیں آؤں گے جاتے بلکہ خود جمع ہو کر نہیں بھگاتے ہیں۔ ذرا ذرا بات پر مدد توں کے آؤں گے نہیں ہٹاؤں گے۔ وہی توں میں تھیں، پتے ہیں۔ جہاں کبھی نہ توں میں نہ تھے، وہاں تک پہنچتے توں میں تھیں۔ صاف کی طرف بھی ٹوٹ دھکیلتے تھے ہیں۔ دروازوں پر پوڑے لٹائے تھیں جمع رہتے جاتے۔ خاص یہ کہ ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی ہے۔ وہاں پہنچنے نہیں سہے گھر، نہیں بلکہ وہاں سے گھر ہو جاتا ہے۔ جتنا ہی رنگی کا پتھر اس میں ہوتا ہے۔

وہ نے گنگہ، عداوت میں بھی کافی چل ہے۔ اس کے ہاتھوں جیلاؤں میں بغیر صحت پر مہم چلے ہیں۔ کتنے ہی لکھ جوبہی نزن سے سڑ گئے تھے پھر آباد ہو گئے ہیں۔ ایک حالت میں نئی جتنی خاصہ و مدت رہنے کے لیے دنگ تیار رہتے ہیں، ان کا تیسری رہیما مشغل ہیں۔ دوسروں کی خدمت کرنے والوں کے سنبھوں میں آرام یہاں۔ وہ کوٹنگ روٹیوں اور درمست کے ساتھ کے ساتھ اور کسی چیز سے سروکار

نہیں ہے۔ سنفرد و ستائش نے ہمیں سُنوں میں سچائی و ممتاز و مرتبہ و حیرت انگیز ہے۔

میں جوں جوں سے روحانی تعمیرات ہوتی جاتی ہے، نسبت سے ریاست کے کاموں سے بڑھ کر رہتا ہوں۔ ان کے خیال میں روحانیت اور  
 سائنس ہوتی جاتی ہے۔ درود، جی منگیوں کے رسمیں موتیں۔ ظاہر و باہر  
 کاموں کے یہاں متعدد سے نہیں جاتے۔ اور ہتھ نہیں چڑھتا۔ روحانی میں یہ آثار  
 بخواتین نہیں تو مرد بہ ہیں۔ یہی خواہات سے نکلے ہوئے ہیں۔ نہیں کھڑ دینے کی  
 میں بہتر کی ہے۔

جسوت نگر سے روزِ ندوہ رکھوئی طہ میں چھ اصلی چھ فرضی بھیجی جانی تھیں اور  
 وہ گنہگار کے ٹہنچے میں جکڑنے والی تھیں۔ دربار نے ان طاعون  
 سے مدد ہو رکئی جاسوسوں نے انھیں کی حرکات و سکنات کی دیکھ بھال سے یہ  
 خبیثت یہاں تک پہنچا دی کہ وہاں کے خدایاں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔

و نے کے پیرس میں بڑیاں بھی ہوں تھیں۔ چنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ہر گز  
کے پتے ہسٹری ہسٹری ہو گئی ہو جیسے جیسے آگے آگے ہو وہ پہلے اصل چلی تھی۔ فور  
مکھ ٹیٹھے، لکڑی سمجھاؤں و آگے بڑھے۔ آج اسوں کے حسوت نگر میں مقدمہ رنے  
کا رہا یہ تھا۔ اس بھگاپو جاتا تھا۔ سر یہہ کے عدالت رن رن تیرہ چاتی  
ہے۔ شام سوئی جاتی تھی ور بھی حسوت نگر کا کہیں یہ نہ تھا۔ دھڑ بڑیوں کے سبب  
یک ایک فہم چلنا وہ ہر تھے۔ حیرت تھے کہ یہ روہ۔ کسی سہانہ کا جھوٹہ بھی نظر  
نہ آتا تھا کہ وہیں رت و ٹیس۔ پارٹوں میں سر شام ی سے منطقی جانوروں کی  
آزریں سہا دیے لگتی ہیں۔ ان میں میں میں پرے ہوئے تھے کہ دفعتاً ٹیس دور  
سے ایک آدمی آتا سو نظر پڑے۔ سے دیکھ کر وہ نہ خوش ہوئے کہ پٹی رہا چھوڑ رکھی  
قد س کی صرف چھے۔ سر دیپ آئے پر معصوم ہو گیا یہ ہے۔ وہ وہ لکھو

بچہ نہ تھا۔ سہم رے ہو۔ اس چار سے تو ابھی رات تک بھی سونت مگر نہ  
چاہتیں گے۔

وہ نے پیروں میں بڑیاں پھٹائی ہیں۔ چہنہ مشکل ہے۔ تم خوب ہے۔ میں  
بہت خسر رہا تھا کہ تم اپنے چاروں گاہبیک سے وہ گئے ہوں نہ پتہ نہیں  
ہے۔ میری بھی کوئی خط ہے؟

ڈیو نے وہ گتھ کے ہاتھ پر ایک ہاتھ اٹھایا۔ رانی صلابہ کا ہوا تھا۔ رچ  
مذہب ہو رہا تھا مگر وہ گتھ۔ فرط عشق سے فوراً غلام چاک یا در خط پڑھنے  
لگے۔ ایک لمحہ میں ہوا۔ اس ہاتھ پر ڈیو رچ ایک ٹھنڈی سانس سے رغانہ  
میں رکھ دیا۔ نئے سرے میں یہ چہرہ دکھاتے رہتے رہے۔ رچ پر بیٹھ گئے۔  
یہ نے گتھ پر چڑھ کر۔ "یہ کوئی رانی ہے؟ آپ کام پر پائیہ ہے؟"

وہ نے گتھ میں۔ کوئی۔ کوئی خبر نہیں۔ پیروں میں دراز ہو رہے۔ شاید میں گئے نہ  
پائوں گا۔

ڈیو یہ پہاڑوں گتھ میں کبھی سے پڑے رہے گا؟

وہ نے گتھ ڈریا ہے؟

ڈیو یہ اصرار نور بہت ہیں۔ بھی نکل ایک گاہے سے گئے۔

وہ نے گتھ مجھے چاہتا رہی نہ چاہتیں گے۔ تم چاہتے ہو مجھے نہیں چاہتے۔

ڈیو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ میں بھی نہیں پڑ رہوں گا۔

وہ نے گتھ تم میرے یہ ہاں پی جان نہ ہو، میں ڈستہ ہو چلا۔ گھڑی  
رات گئے تک پہنچ جاؤ گے۔

ڈیو میں تو ابھی جاؤ گا جب آپ بھی چلیں گے۔ میری جان میں حقیقت

ہے۔ بنا پتہ پالے کے سو رہا رہا ہوں۔ آپ کے وہ سے تو بہت دیر کا ہوا ہوتا

ہے۔ جب آپ فکر نہیں ہے تو مجھے پنی یا فکر ہے۔

و نے نگلے بھنی میں تو مجبور ہوں۔ چلائی نہیں جاتا۔

ڈیہ میں آپ کو نہ دے گا۔ پر یہاں سے چھوڑوں گا۔

و نے نگلے بھنی تم بہت دق رہ رہے ہو۔ چلا کر میں آتا ہوں۔ تم چلوں گا۔ تم نہ

ہو تے تو آج میں یہیں پر تے

ڈیہ آپ نہ ہوتے تو میری جان کی نیریت نہ تھی۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں صرف آپ

نہ صرف صحتی ضد رہا ہوں۔ میں تنہا رہتا نہیں ہوں۔ پٹی حفاظت کے لیے

آپ کو ہاتھ ہاتھ سے چھتا ہوں۔ (ہستہ سے) اس وقت میرے پاس ڈھائی سو

روپے ہیں۔ وہ پھر ایک صد روپے ہیں۔ آپ میرے ہاتھ سے مل گئے

نہیں تو ڈھائی سو سے جان نہ بچتی۔

و نے نگلے یہ تو بڑے جو حکم بہت ہے۔ تمہارے پاس ہونے نہیں ہے؟

ڈیہ میرے تمہارے آپ ہیں۔ آپ کے ہاتھ مجھے کون کھٹا نہیں ہے۔ آپ کو

بھیجی ہو کسی کو جان نہیں کہ مجھ پر ہاتھ لگائے۔ آپ نے ایتنا بھیجی ہو میں

ریا ہے۔

دست گھڑوں کی پاؤں کی توڑکاں میں آں۔ ڈیہ نے نگلے ریچھے دیے۔

پانچ سو رہا ہے۔ نگلے گھوڑے بڑھے چلے آتے تھے۔ اس سے ہوش نہ لگے۔

کا تو بدن میں ہونٹیں۔ "بیچے سب ہی پہنچے۔ ان سب کے بارے میں

رہنما چلنا مشاں ہو گیا ہے۔ بڑے خون ہیں۔ سہاڑی سڑکوں کو تو چھوڑنا ہی نہیں

جانتے۔ اب آپ ہی چلیں میری جان بچ سکتی ہے۔"

تے میں پانچ سو روپے پر آ پہنچے۔ ان میں ایک نے چار۔ "اے ڈیہ دھر

آ۔ تیرے قبیلے میں یہ ہے؟"

و نے نگلے میں پر نہیں ہوئے تھے مرنے کے سہارے تھے کہ تے میں یہ سو

روپے یہ پہنچے گا۔ ریہ۔ ڈیہ فوج میں رہ چکا تھا۔ اس سے رو قبیلے پر روکا۔

بھ قتلے پار ہو گیا۔ دوسرا رے نی وا تھا کہ ونے نگھے رہنے آ رہے۔  
 ”تھو یہ یہ پناذیر رتے ہو“ کیا تھو رے سے روپیوں کے پے یک  
 غریب دن جانے دے“

۲ رپوں تکی پیک کی ہے تو روپیوں نہیں اتے؟  
 ونے نگھے جان بھی پاروں سے وروپے لگی پارے ہیں۔ روپیوں سے یک بھی  
 نہیں آے سنا۔

سور تو دونوں ہی بن پر رہے۔  
 ونے نگھے ۲ پہلے میر کا مقررہ رو۔ جب تک میں رمدہ ہوں تمہارا مقصد نہ پورا  
 ہوگا۔

۲ رہم رہا ہوں پر پاتھ نہیں کھاتے۔ سامنے سے مٹ جا۔  
 ونے نگھے جب تک میری مددیں تمہارے گھوڑوں کے پیروں تھے نہ رمدہ  
 پائیں گی۔ میں سامنے سے نہیں ہوں گا۔

سور ہم سب سے ہیں سامنے سے مٹ جا۔ کیوں تمہارے سامنے (نوں مانع) کا  
 پپ گاتے ہو؟  
 ونے نگھے میر جو دھڑ سے رو میں رہتا ہوں۔ تمہارا جو دھڑم مووہ تم رہا۔ روم  
 کھالے رہے ہیں۔

دوسرا سور فرعون ہو؟  
 تیرا ۲ پیدا ہو رہا۔ ہمارا ایک ہاتھ زپ رہا۔ پراحت (مارو) میں  
 گئے۔

پہلا سور حزنم ہوں؟  
 ونے نگھے میں ہوں تمہیں کس سے مص؟  
 دوسرا سور تم کو دھڑ کے رتوں کے نہیں جان پڑتے۔ نیوں بڑا یہ ایون



دیکھتے ہی آپ ہادشکس ہے۔ پورن کچھ بڑے ذریعے گھروں میں آگ لگایا۔  
 عربوں کا گلا گلا رہا۔ وہی نہ بڑے کام میں نہ کاری و مٹھیں رہتے  
 رہے۔ وہ دہڑے خون کچھ پر پڑیں کی پوجا کر دیکھتے۔ آپ بیدار جھوٹ  
 پائیں گے اور آپ کے بڑے وہی بے قصور پھنسی پر سٹایا جائے گا۔ وہ لڑیا نہیں  
 سنتا کون سے، کبھی ایک کی تھیں کے پیٹے سے ہیں۔ یہی کچھ پیچھے کہ خوشی رجا نوروں  
 کا ایک ہوس ہے۔ سب کے سب مل رہا ہے، شکار کرتے ہیں اور چل چل رہے ہیں۔  
 راجہ سے وہ کانٹھ کا ہو۔ سے وایت میں جا رہا ہے، مٹے کی چوڑی قہریں  
 نے کانٹھ ہے۔ میں نے یہ یاد میں ہے وہ یہاں کی انگلیں مارناں کا کام  
 ہے۔ تو وایت کی سیر کرے گا وہاں نگہ یروں کے ساتھ شکار ہندے گا۔ ہرے  
 ان میں کی جوتیاں سیدھی رہے گا۔ اس کے ہرے وہاں کا نہیں رہا ہے۔ یہ  
 ہے کہ نہ بد سے۔ اس سیریت کی میں ہے کہ معجزہ کی گل بھریں کی گل بیٹھے۔  
 شکایت نہ کیجئے، زبان نہ بد ہے، وہ یہ تو مہذب رہے۔ ہم نے مجبور ہوا اس  
 فونٹیں رہتے پر قدم رہا ہے۔ کی طرح تو نہ بد معاش کی آنکھیں کھیں۔ میں  
 معلوم ہو کہ میں بھی رہے ہیں، ہوں ہے۔ یہ جوت سے انسان نہ پائے۔  
 وہ نے نگہ مجھے یہاں کے حالت سے کچھ تو وایت تھی مگر یہ معلوم نہ تھا کہ تن  
 کی حالت ہے۔ میں بہت دور صواب سے ہوں گا کہ یہ ساری باتیں نہ سے  
 ہوں گا۔

میرا ہوس مہاراج کہیں کی جھکی بھی نہ کیجئے کا نہیں رہے کے دینے پر  
 جا میں گئے۔ یہ مدھیہ نگہ کی ہے۔ راجہ میں تاج کیون سوتا تو راج کی بہ حالت  
 یوں ہوتی۔ وہ آپ کے سر پر لگا۔

وہ نے نگہ اس کی فکر میں۔ طہیہ نہ ہو جائے گا کہ میں نے یہ فرض دیا۔  
 مجھے ترسے گی کچھ نہ پائے۔ تمہارے یہاں کہ اس قتل و غارت کی نہ حکام میں رہا ہو

پہری آجے کی میرے رے میں مٹھ لے بنیہ اور فوم ہے۔ مرض دور  
نے کے لیے مر جس ی اتم ۔ یہ تو قرین مصلحت ہے اور نہ قرین صاف۔  
گ آگ سے ٹھنڈی میں ہوں۔ پانی سے ٹھنڈی ہوں ہے۔

میرپس مہاراج اہم آپ سے بحث تو نہیں رنتے مگر تاجانتے میں کہ زہ کا اثر  
رہری سے رال موتا ہے۔ جب نسہ لی کے تپانی درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ جب  
س میں یہ اور اضر کا نشان نہیں آ جاتا۔ جب س د نسہیت کا مقدمہ ہو جاتا  
ہے۔ جب وہ یہو نیت کے کام رنے لگتا ہے۔ جب س میں رہحانیت کی روشنی  
سند پر چلتی ہے۔ تب اس کے لیے صرف ایک ہی تدبیر ہوتی رہ جاتی ہے اور وہ  
ہے ۔ موت۔ شریا جیہ خونخوار درندہ خدمت سے تابع موسساتا ہے مگر خود مرضی و  
نی غرضی طاقت میں رہتی۔

و نے نگہ میں طاقت ہے تو۔ اس کا مناسب ستم ضروری ہے۔  
و نے نگہ نے بھی بہت جی پوری نہ تھی کہ مٹا سٹے سے بدوق کی آواز  
کانوں میں آتی۔ و روں نے چونک کر یک دھڑے کی طرف دیکھ کر یہ طرف  
گھوڑے پھوڑ دیے۔ و کے و میں گھوڑے پہروں میں چ رہا ہے۔ و گئے۔  
و کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ بدوق کی آواز کہاں سے آتی و پانیوں سواریوں  
بھگے؟ یہ سے پوچھ۔ یہ سب مدعو ہو رہے ہیں۔

و یہ بدوق کی آواز نے کی ٹکار کی جہ دی سو کی و صرف گئے ہیں۔ آج کی  
مرکاری ناری جہت پر صبر رہے گی۔

و نے نگہ س یہاں کے سرکاری سارموں کی یہی کیفیت ہے جیہ کہ انہوں نے  
میں یہ تو ٹھیکے۔ امت جہد مہاراج کی خدمت میں چنا ہے گا۔

و کیہ مہاراج۔ آپ سے یہ پردہ ہے۔ بچ کچھ ہی حال ہے۔ ہم لوگ تو  
کھلے کے مدد زخمی رہے۔ چرپے و پ سے نہ ما میں و دس بچوں کو یہ پیش۔ تھوہ



ہے وہاں بھر میں قی میں یہاں تو جتنے ہی پے عہدہ پر ہے، اس کا یہ بھی تا  
 کی ہے۔

وہ بجے بجے وہاں آدمی سموت مگر پہنچے گے۔ وہ جتنے بھی ہر ہی بک  
 ، رخصت کے نیچے پہنچے گئے وہاں کہ سے پانے کہا۔ یہ ہے ن سے پہنچے چنے  
 کے لیے بہت سے رہے۔ بہت وہ کی طرح رہی نہ ہو۔ تو پہنچے گھر سے کے  
 ، سٹے ہٹا۔ یہ۔ ہٹانے کے بعد وہاں آدمی کی جھڑپیں۔ یہ نہیں تھا چھوڑ  
 رکھ نہ دے۔ تو تھا ہو تھا۔ بیٹھتی ہی سو رہا۔ پونے کو یاد کہاں۔ رہی جے نہ  
 کا ایک ایک صفہ ان کے اس میں کھنڈ کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ رہی نے تھا کہ تم  
 نے میرے ہاتھ و قوم کے ہاتھ دوائے ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہ کروں گی۔ تم  
 نے میری منہاں ۱۰ روپیہ۔ مرنے کی سالی سے لٹھ کے مار رہی جاوے۔ اس کا  
 مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ تمہارے وہاں رہا لے لے رہا ہے۔ گھر کو آؤ، شادی  
 کے پیش و پشت میں زندگی بسر کرو۔ قومی خدمت کے لیے اس طرح عمل کا ہونا  
 ضروری ہے، جس کی دل و دماغ کا ہونا، بڑی ہے، وہ تم سے نہیں پیا ورنہ سے پاسو  
 گئے۔ شباب کے زمانہ میں ہم کو اپنی قہمیتوں کا غور نہ رہتے ہیں۔ تم بھی  
 ان مفاد میں پڑ گئے۔ میں تمہیں ہمیں جتنی قہمیتوں سے روئے آؤ۔ دنیا میں بھی  
 اپنی اپنی مرض میں تھے ہیں ہم بھی ان کے خیال میں مجھ ہو چکا ہو، اب مجھے  
 تمہارے وہ وہ گھمبیر نہ ہوگا۔ اس پر میں چوں ہوں تھی۔ تمہارے وہ مہاجر کو بھی  
 یہ جاس معلوم نہیں ہے۔ وہ نہیں گئے وہ نہ جانے ان کی یہ حالت ہوگی، ہمیں تمہیں  
 یہ بات بھی معلوم نہیں ہے تو میں بتاؤں دیتی ہوں کہ تمہیں اپنی قہمیتوں کے  
 لیے کوئی اور میدان تلاش کرنا پڑے گا۔ یہ نہ کہ صوفیہ کی مٹھنی مسٹرنگ رکتے و  
 کی تے اور وہ چاروں میں شادی بھی ہوئے وہ ہے۔ یہ اس لیے مہمیتوں کہ تمہیں  
 صوفیہ کے بارے میں کسی قسم کا وہم نہ رہے گا، تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کے

یہ تم سے پی زندگ کا وہ پسہ و مدیں کی آرزوؤں کا خون کیا ہے، اس کی ٹاہوں میں تمہاری لٹنی بہت ہے۔

وہ نے نگلے دل میں یہ جوش پیدا ہو کہ اس وقت صوفیہ رات آجاتی تو سے رات میں مدد ملتا یہی میری جدہ کی محبت کا صلہ ہے؟ تمہارے وہ مجھے کتنا ملتا تھا مگر معلوم ہو کہ وہ تمہاری محبت کا ظہار کھل گیا تھا۔ تم میرے لیے رات دن دیکھتی تھیں۔ میں نے تمہیں کیا ملنی چاہا ایک روٹی تو مجھ پر رکھتا تھا۔ وہ میں بننا نہ بے تک تمہارے قدموں پہ چھو رہا رہتا تھا۔ کیا میں پیسے مجھے لگ کے مہ سے نکالتا تھا؟ خبر جو چھو رہا رہتا تھا۔ میرے درہب دی تھا صحت کی۔ یہ رات بھی دور موحا کا۔ میں تمہیں لے گا وہاں رہا ہوں۔ تم نے بتایا کہ اس صحت میں؟ ایک عورت کی۔ مجھے رات کی یہ ہو رہا ہے کہ میں تم سے چھو رہی امید رہتا تھا۔ یہ میری خاموشی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے قابل نہیں تھا۔ مجھ میں وہ صاف نہیں پاتا نہ مقرر نہ کیسے مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ جتنی عقیدت مجھے تم سے تھی وہ بھی بے نتیجہ کی نہ ہو سکتی ہو۔ مٹا کر رہا میرا مفخر قابل وہ صاف کے محرابی ہوں نہ ہو لیکن میں نے تمہیں پیچھے سے میں بھوکا میں کھایا ہے تو تم نے مجھے خوش و خرم نہیں رہا ہوگی۔

مگر اس وقت نہیں اس مادیوں سے کیسے رہا؟ رات کی دیال سے ہو رہا تھا کہ میں پیسہ کی غم سے گیا۔ نہیں یہ معلوم ہو؟ یہ صوفی نے میرا غم نہیں لکھا وہ؟ اس سے یہ کیا ہے تو مجھ پر اس سے زیادہ صحت چوت نہ رہتی تھی۔ یہ عشق پہرہ موحا رات گئی ہو جاتا ہے؟ نہیں۔ صوفی پر یہاں شہر کے میں اس کے ساتھ رہا دینی نہ کروں گا۔ میں سمجھ گیا۔ مدد کی مدد مزاجی نے یہ لگ جانی ہے۔ اس نے ہنسی ہنسی میں متاثر نہ ہوگا۔ نہ جانے نے نہ کسی عشق آئے گی

یا نہیں۔ اس کی تو دل تھی ہوں، مریہاں میری جان پر سن۔

یہ پتے پتے پتے، نے کے اس میں بد۔ کامیوں پیدا ہو۔ راجوں میں محنت صحت  
نہت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ن کی مرد دست خوش ہوں کہ صوفی کو یک ہوں  
وہ نھوں، سے خوب ملنے، وہ مضمون، پنے سے تری چتر، سن نہیں  
اتابوں میں بہت پرچی تھیں مگر یقین نہ آتا تھا۔ مجھے یہ سماں ہی نہ ہوتا کہ عورت  
شب پر ماتا نہ پکینہ، صیف و رنا زک جذبات کا کائنات بنایا ہے، نئی پیدرا، رنج  
و ہونتی ہے مگر یہ تمہارا تصور نہیں ہے یہ تمہارے مذہب کا تصور ہے، اس میں وہ کا  
ہانی معیا نہیں۔ رنہ نے سندوں کی مذہبی شب کا مطالعہ کیا ہے تو تم، کیا نہیں  
بدہ۔ ہی کی دیوہی ملی ہوں کی جنہوں نے ایک مہ عہدوں پر جسے پر تمام عمر یوگی  
میں، رومی۔ مسٹر ٹاؤن کی بیوی بن، رنم یک ہی چھانک میں مفتوح سے دتخ  
تو مے، مراد میں دخل ہو جو وں در بہت ممکن ہے کہ ن خوش نے تمہیں میرے  
اس پر بھیاں، ہے پر آ، یہ ہو، مگر تمہاری، نکھیں بہت بھدھکیں گے، رتھیں  
معہوم ہو گا کہ تم۔ پنا قاریز عہد میں بدہ، ہو ہے۔

کس طرح، گھے۔ خوں شکوہ و شکایت کے ذریعہ اپنے اس کا نہا خوب  
کا۔ رن، یہ دیا، کا ذر بھی علم صوفیہ کو موجد، تو کس دسیا کی نہج ہے یا  
صحت، ہوتی۔ شاید کس ن چن ہی پر، نا پتی۔ مگر، نے گھو، جو ہی یہ نیوں  
سے نہتے ہوئی۔ نہوں نے سوچا۔ میرے دل میں سے ہرے میا، تے یوں پیدا  
ہو رہے ہیں؟ اس کا نازک اس کی خستہ نہیں، رشتہ نہیں رکتا۔ اس، مجھ نے  
محبت تھی۔ میر دل کہتا ہے کہ،۔ مگی میری ہمدرد ہے۔ پ میری ہی طرح، بھی  
مذہب، فرض، ررم، روج کی ریشم، سے بندھی ہوں ہے۔ ممکن ہے کہ کس کے  
و مدینے سے مجبور کیا ہو، اس نے خواہو پٹی مرئی پر تر باں ردیا ہو۔ یہ بھی ممکن  
ہے کہ ماہان نے اس کو میرے ممک کے رستہ سے ملنے کے لیے یہ تدبیر نکال

سو وہ جتنی رحم ال میں تھی غصہ نہ تھی۔ میں جی مجھے بڑے مجھے صوبہ پر ہے جھوٹے  
 نہ مگا رہا ہوا چھاپن دھ رہا ہوں۔

وے قرین کی حالت میں رہیں بدستہ سے ہے کی آنکھیں بھپ  
 نکلیں وہ سنی مذاق میں رتیں بڑی سہوں ہوتی ہیں۔ یہی چھٹی میں رکا  
 سو کیا۔ معلوم نہیں وہ سب تک پڑے صوبہ رہے، بین پاؤں کی بوندیں منہ پر پر سیا تو  
 نکھر۔ مجھ بیٹھے۔ ہاں گھر ہے، وہ ہے تھے اور ہلی ہلی چھو رہی تھی۔ نہ ہوتی مگر  
 جانے کا راہ رہے مجھے نہیں کہہ کی آدمیوں دھوڑے بھگاتے پٹی طرف آتے  
 یہاں۔ تجھے شاید یہ پوں لگے اور اس کے ساتھ ہی ہوں ہے۔ مگر قریب آنے پر مصدوم  
 سو کہ بیدار پوچھنے کے آئی ہیں۔ ڈیکہ نہ سے پوں کی صوبہ ہو تھا۔ پاس کا تیس  
 پتہ رہا تھا۔ وہ پہلے ہی تھوڑا پڑا تھا۔

نہ نے پوچھا 'تمہاری مامی نے لکھ ہے۔'  
 وہ نے لکھ جی ہوں۔

اسر کل رات تو تمہارے ساتھ تھی ہمیں نے یہاں قیام کیا تھا؟  
 وہ نے لکھ جی نہیں میرے ساتھ یہاں کے ڈاک خانہ کا صف ایک ڈیرہ تھا۔  
 نہ تم جیہ پل لکھ کو جاتے ہو؟  
 وہ نے لکھ تنہا چاتا ہوں کہ مجھے رستہ میں مل گیا تھا۔ وہاں سے کہاں گیا یہ  
 میں نہیں جانتا۔

اسر تمہیں یہ معلوم تھا کہ وہ ڈاک ہے۔  
 وہ نے لکھ اس نے یہاں کے سرکاری ذروں کی شان میں وڈ کو سفٹا ستھیں  
 پاتا تھا۔

اسر اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم کو یہ بات معلوم تھی۔  
 وہ نے لکھ آپ اس کو جو مطلب بھی چاہیں سمجھیں۔

نہر س نے یہاں سے نہیں ٹیل پر۔ کاری ٹرانڈی گاڑی مٹا دی ہے۔ ایک  
 سپی قتل رہا ہے۔ پتیس ہفت ہے کہ یہ سنگین حرم تھوڑے عرصے سے ہو  
 ہے۔ اس سے تم تمہیں رفتار کرتے ہیں۔

• نے گنگہ یہ مجھ پر سرسریاتی ہے۔ مجھے اس ڈاکہ قتل کی خبر بھی نہیں  
 ہے۔

نہر س کا فیصلہ مدت سے ہوا۔

• نے گنگہ کم سے کم مجھے پوچھنے کا حق تو ہے کہ پتیس کے مجھ پر ہفت دن کا کیا  
 سبب ہے؟

نہر س کی اکر کا بیان ہے جو رات ہمارے ساتھ یہاں سو رہا تھا۔

• نے گنگہ (حیرت سے) یہ کیسا بیکاریاں ہے؟

نہر س سے ایک گھنٹہ رات باقی رہے کے وقت اس کی طمانی، اب  
 آپ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ ستن پتیس آپ جیسے بھستے میاں سے کتنی چوس  
 رتی ہے۔

• نے سانی کتنی عجیبہ ورنما قابل فہم ہے اس کا۔ نے کوزندگی میں اس مرتبہ  
 تجربہ ہو۔ اس قدر عقاد و شمار کے پرے میں اس قدر فریب و رونا ہوئی؟

• سپاہیوں سے • نے گنگہ کے ہاتھوں میں تھڑکیاں ڈال دیں۔ نہیں ایک  
 گھوڑے پر سو رہا ہوا رسوئی نہ مگر طرف چلے۔

(17)

• نے گنگہ چھوڑا سے اس میں پرے سے ہے میں۔ نہ ڈاکوؤں کا کچھ پتا ملتا ہے نہ  
 اس پر مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ حکام کو بھگتی ہم ہے کہ نئی کے یہاں نے ڈاکہ پر  
 تھا۔ اس سے وہ نون و اقسام کے مظالم کرتے ہیں۔ جب اس طریقہ سے  
 کام چلتا ہو نہیں سکتا تو ترغیب سے کام دیتے ہیں • رہہ وہی پر ناظریت

ختیار کرنے میں۔ وہ نے گھگھے پہلے اور قیدیوں نے ہاتھ رکھے گئے تھے یہیں جب  
 قیدیوں نے ان طرف مائل ہوتا دیکھا یہاں اس خوف سے کہ کہیں سیل میں وہی  
 تھوڑی سی ہیرا ہو جائے انیس سب سے ایک ایک کونٹھرن میں بند کر دیا گیا۔  
 ہٹھری بہت تنگ تھی۔ ایک سیل تھوڑی تھی۔ وہ پیر ہونے لگا تھا۔ بتا تھا بدو  
 قی کہ ایک پھنق تھی۔ پوئیس خنٹوں میں سے ایک بار وہ رہا کھلتا۔ محاذ کھانا رکھ  
 پیر وہ زندہ رہا۔ وہ نے گھگھے ایک رشتہ کرنے کی حالت پڑا تھی۔ پر  
 بھوپیس کہہ سکتے تھے۔ ڈرھنے اور چھانے کی نہیں ضرورت نہ تھی۔ اس سے  
 انیس کی خاص تکلیف نہ ہوتی تھی۔ مین مارکی اور تھن میں قید رہنا نہ کہ یہ  
 باطل ہے۔ مگر وہ دم گھٹتا تھا۔ صاف تھری ہو میں ہنس پیسے کے  
 یہ وہ آپ آپ رہ جاتے تھے۔ تارہ وہ لکھی پیش آیت ہوتی ہے اس کا اندازہ  
 نہیں۔ سورہ تھا۔ ٹرن بد سو کیوں کے ہو جو وہی وہ مغموہ وروں شدت نہ ہوتے  
 تھے۔ سخت سہاراشی میں نہیں قوم کی نہایت تھی۔ وہ اپنے اس میں  
 کہتے تھے۔ یہ ٹھن قیدیوں کے تھیں جاتی۔ جب تک ہم خنٹیاں نہ مانہ نہیں  
 گئے۔ جب تک ہم پیش و شرت ہر نہ کریں گے، اس وقت تک ہم نے قوم کی  
 چھوڑ دیں نہیں سوتی۔ یہی ہوال نہ ہو رہا ہے۔

مین جب صوفیوں کے بے وفائی کا حیاں آجاتا تو ان کا سر صبر، حوصلہ و ہمار  
 رت و پاس کے کموں میں قاب ہو جاتا۔ وہ اپنے کو کتنی سمجھاتے کہ صوفیہ نے  
 جو کچھ یہاں مجھ پر کیا ہوا، مین اس دلیل سے اس کی تہنہ نہ ہوتی تھی۔ یہاں صوفیہ  
 صاف صاف نہ کہہ سکتی تھی کہ میں شادی میں رہا چاقی۔ شادی کے بارے میں  
 وہ دین کے بارے میں فیصلہ کر رہے ہیں جس میں عورت کی مملوری  
 یک حاصل و رضہ دیتی، تہنہ جاتی ہے۔ صوفیہ وہاں رک سے محبت نہ کی تو یہ وہ  
 نہیں کا رہا جو بند دے سکتی تھی۔ اصل صنف مارک کا رشتہ محبت بھی نازک ہوتا

ہے جو یک جگہ جھٹکنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جب صوفیہ جیوں کو رندیش، سن پر جان  
 ، سینہ و، صوفیوں نے پند و نیک اس عورت یوں بے وفائی رستی ہے تو دوسری  
 عورتوں سے یہ امید۔ اس صنف کا اعتبار رنائی افضل ہے۔ صوفی نے مجھے ہمیشہ  
 کے لیے ہوشیار رہا یہ یہ سبق یاد رہا کہ کبھی نہ بھولے گا۔ جب صوفیہ رنائی رستی  
 ہے تو یہی عورت ہے جس پر شمار کیا جائے۔ آہ یہ معلوم تھا کہ تھی بے وفائی،  
 تھی ساری، تھی نیک اس بھی بلا آخر عرض کے سامنے سر جھکاے گی اس تمام عمر  
 عورت کی صرف آنکھوں سے رنج نہیں، بھوسے گا۔ اس سے یوں دور رہوں گا جیسے کان  
 مان سے اس سے یوں بچا رہوں گا جیسے بڑے ٹوک رہا نہ ہے۔ کسی سے  
 نفرت رہنا مصیبت و رشتہ و دشمنی کے خلاف ہے مگر اس جس سے نفرت ہوں گے۔  
 اس مایوں رنج و تھکر میں پر ہو کبھی بھی، و تا مستطاب ہو چکا کہ تھی میں آنا  
 کہ چسپاں اس گدل کے سامنے ایو سے سر ہر رجن دے دوں گا اس میں  
 سے بھی پشیمان ہونا ہے۔ میں یہاں آگ کے کتہ میں جھل رہا ہوں۔ اس میں  
 پھپھوے پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں کی خبر بھی نہیں۔ یہ رنج کا حلقہ ہے، جا رہا  
 ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بڑی بڑی رجز رجز دے دیتا تو اسے بھی رنج  
 دلی و سرید روی پڑم آتی۔ پتھر مجھے ن ہر اندیشوں سے بے معاف رہا۔ میں  
 اس جہاں ہوں، وہ بھی میری طرح مایوں کی گس میں جلتی کا رب اس کے ساتھ کی  
 طرح دھرتا جس طرح اس نے میرے ساتھ کی ہے۔ میری ہر دہ میں چھ اثر  
 ہے یہ بدن سروری نے بھی رنج و غم کے آئینہ ہاتھ لے لے لے لے لے لے لے لے  
 ہے کہ خون ناحق رنگ نہ لے۔

میں یہ مایوں سر پور گینے کی نہ تھی۔ اس میں روحانی ترقی کے آثار بھی پوشیدہ  
 تھے۔ ورنہ کے دس میں کچھ ورنہ نیک دیوں پیدا ہونی جسے محبت کے دیوانے نے  
 ناپید کر دیا تھا۔ مایوں نے غرض ہونا رد کیا۔

ایک روز وہ نے گھڑی کے وقت بیس سوے سوے رہے تھے کہ نہ جاے میرے  
 ساتھیوں پر یہ نازی۔ میری طرف سے بھی تو آفتوں میں نہیں بتانا ہو گئے۔ کسی کو کچھ  
 خبری نہیں تھی۔ یہ سوچ رہے تھے کہ دفعتاً نہ اپنے سر ہانے کی جانت نہ دھوکا  
 سالی ایسا ہو چکا ہے۔ وہ رکاوٹیں گئے گئے تھے معصومہ کے کچھ ہٹا دیا رکھو  
 رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر تھی مگر ہمت پر۔ جوڑوں میں وولی لگتی تھی۔ پتھر کی میں  
 آسلی سے اپنی حد چھوڑتی جاتی تھیں۔ وہ نے نگلے و تعجب ہا۔ 'یہ وہ ہک ہیں۔  
 رچور میں تو ذیل کی دیو رتوں نے سے نہیں کیا ملے گا۔ شاید سمجھتے ہیں کہ ذیل کے  
 رونڈ کا بھی مطلب ہے۔' وہ دن جیس جیس میں تھا کہ اندر روشنی نہ ایک جھلک آن  
 معلوم ہو کہ چہروں سے بنا کام پورا کر دیا۔ وہ آتے کے سامنے جا رہے۔ 'تم  
 نہ ہو' یہ دیکھ کر یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں شرمی دوں گا۔

بہ سے آو آئی۔ نام آپ کے پرے خد میں۔ میرا نام یہ پوچھ لکھ ہے۔"  
 وہ نے نگلے نے حسرت سے کہا۔ 'تمہارے لیے کسی نہ دیا دیا ریں نہیں جو میں  
 کی دیکھ رہے ہو' یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں شرمی دوں گا۔"  
 یہ پوچھ مہاراجہ اہم سے کہ دے پر ہوا۔ چھوٹے۔ میں نہ معصومہ تھا  
 کہ صرف چند منٹ ہمارے ہاتھ سے کے سب آپ پر ات آجائے گی ورنہ ہم  
 مر جائیں گے۔ یہاں سے رت دن بھی چھٹائی ہوئی تھی کہ اس طرح آپ کے  
 ارشیں کریں وہ آپ کو اس آت سے بھڑکیں۔ آپ آپ کے لیے کھڑے حاضر  
 ہے۔

وہ نے نگلے میں پاپوں کے ہاتھوں پنی حفاظت میں رہا چاہتا۔ رتم سمجھتے ہو کہ  
 میں تائید نہ مسم پر رکھے ہوئے میں نے بھاگ کر پنی بنال پناؤں کا فائدہ  
 اٹھائے میں ہو۔ مجھے پنی جان تھی یہاں کی نہیں ہے۔

یہ پوچھ رہا رہا ہم ہیں۔ آپ کو بول بولے ہیں۔ آپ پر وہ ہوں۔ یہ



محفلِ عجمِ یہاں ہے۔۔۔ یہی حالت میں آپ کو یہاں سے نکل جانے میں ہنس دیش نہ  
 مانچا ہے۔

وہ نے نکلے جب تک مدت مجھے رہ نہ روے، میں نے صبر بھی نہیں کیا۔

میرپور میں ان مدتوں سے تصافد میں رہنا چاہتا تھا کہ ۱۹۶۵ء کا ہے  
 ہم سب کے سب ان مدتوں کے مارے ہوئے ہیں۔ میں نے کوئی نرمی نہیں کیا  
 تھا۔ میں اپنے گاہکوں کا کھیا تھا، مین میری ساری چاہیہ اسراف اس لیے نہ کیا کرتی  
 کہ میں نے علاقہ دار کے ہاتھوں سے یہ لے کر جو جن میں کو بیچا تھا۔ اس کے  
 گھر میں اس کی برسیوں کے سو اور کوئی نہ تھا۔ جس میں بیوی بھی تھی۔ ساتھ  
 میں بری نگاہ کی پر پڑتی اور وہ ان کو کسے گھر سے نکال کر جانے کی کوشش  
 نہ لگا۔ مجھے خبر مل گئی۔ رات کو اس علاقہ دار کے گھر میں نے بیوی کے گھر  
 میں گھسنا دیا۔ میں اپنے کئی دوستوں کی مدد سے وہاں جا پہنچا اور ان  
 بد معاشوں کو مارا وہاں سے نکال دیا۔ ان مدتوں سے میری جانی دشمن ہو  
 گیا۔ مجھ پر پورے کا مقدمہ چل رہا تھا۔ مدت نہ گئی جیسا کہ علاقہ دار نے کہا  
 یہ جانی حاکم نے کیا۔ یہی مدتوں نے آپ مالحق تصافد میں رہتے ہیں۔

وہ نے نکلے تم لوگ اس دس مجھ سے باتیں کرتے رہتے بددوق کی آواز سن رہا  
 تھا کہ مجھے ہم پر تہہ نہیں ہوتا۔

جی پل مہاراجا جھٹ پوچھیہ بددوق کی اور سنتے نہ ہم پاگل سے ہو گئے۔  
 ہمیں سب ریاست سے بد۔ پیٹنے کا دن موقع ملتا ہے تو ہم اپنے ہاتھوں چاتے  
 ہیں۔ ہمارے وہ کون جوتے سے رہو جاتا ہے۔ ریاست نے ہم کو تار و پود مراد  
 ہے۔ ہمارے پرکھوں نے اپنے حوں نے اس ریاست کی نیوڈن تھی۔ آج وہی  
 ہمارے خون کی پیدی موری ہے۔ ہم آپ کے پاس سے ہمارے تو تھوڑی دور پر  
 اپنے غلوں کے کئی ہمیں کو ریاست کے سپاہیوں سے بڑھتے پایا۔ ہم چپٹے ہی



جہ پال بچھ ہا۔ اپنے صوبوں سے طرف نہ ہوں گے۔ پانچوں ذلی گھوڑوں پر  
 ۲۰ رو گئے۔ ایک ہی محل میں ۲۰ سہرہ نہ تھی کمر نے انہیں اپنے ۲۰ میں چھپا دیا۔  
 پانچوں کی آمد پر چھوڑ دیر تک کاٹوں میں نہ رہی ہر وہ بھی نہ ملے ہیں۔

۳۰ نے ۲۰ چنے لئے تھے جب ہاگ تلب پہنچے گئے تو اس میں یہ میوں میں  
 گئے؟ نہیں تھیں ہو جا۔ ہا کہ میں ڈ کووں سے مدد ہوں اور پوشیدہ طریقہ پر  
 ہا۔ نہ ہا شش ۲۰ رو ہوں سین نہیں جب پہنچے گئے کہ میں بھائے کا موقع پر  
 بھی نہ ہا گا تو نہ کا دل میری طرف سے صاف ہو جاے گا۔ یہ سوچتے ہوے  
 ہوں نے پھر نے کراے پون چوں تلب بند نا تھو نہ۔ ۳۰ کے پاس صاف  
 یک ہکا نہ کم مل تھا اور ہا کی مدد ہا کہ شگاف نہ ۳۰ سے سن سن رہی تھی۔  
 تھیں میدان میں شاید نہیں کھی تھی سر ۳۰ نہ معدوم ہوئی تھی۔ ہر جا ۲۰ لئے ہیں یہ ۲۰  
 سوئی کی طرح چھوڑی تھی۔ شگاف بند کرے وہ بیٹ گئے۔

۳۰ ہوئی تو نیکل خانہ میں مل پال کچے کسی ناظم مدد قرار بھی موقع ۲۰ ات پر پہنچ  
 گئے۔ تحقیقات ہونے لگی۔ ۲۰ نے کھانے ہا حال ہا نہا۔ انہوں کو ہر نہی ضروری  
 کہ کہیں ڈ ۲۰ نہیں نکال نہ جاتے ہیں۔ ۳۰ کے ہاتھوں میں بھنڈیوں اور پتروں  
 میں بیڑیاں ڈل دی گئیں۔ یہ طے ہو کہ ۳۰ پر آج نہی مند مدد پو جاے۔ ۳۰  
 پو پتہ نہیں مدد نہ طرف۔ جلی۔ پڑ رو۔ ۳۰ میں نہی ہا تھو ہوئی۔ سب  
 وگ کی ہا رہے تھے۔ ۳۰ حکم وگ سے شریب نیبوں ہر پکارن شخص پر  
 مقدمہ پوتے ہیں۔ ہر رتے ہیں۔ چھوے نے مدد جہ سے ہر نہی سعادت میں  
 یہاں قدم رہا تھا۔ ہا تو بھائے میں ی ۳۰ پہنچے ہر میں ہا پھل جوگ رہے  
 ہیں۔ ۳۰ نے حال پر پھوڑ دیتے۔ ہا حق ۳۰ آگ میں ہوے۔ ۳۰ نے ہی وگ  
 رور تے تھے۔ نہیں تھیں تھا کہ حکم میں خست ۲۰ دے ہا ہا تھو تھامیوں کی  
 تھو ہر تھی ہا تھی ہر پو میں کو نہ شہ ہا ہا کہ کہیں یہ وگ ہا نہ تھیں۔ ہفت

ایک موڑ آئی اور موڑ مار یور نے چپ میں سے فہرہ کو بک رکھ دیا۔ سب ڈگ غور سے  
 دیکھ رہے تھے کہ کیا کچھ بک رہا ہے؟ تین میں سے ایک گھبراہٹ میں رہا۔  
 گے اور ہنر ہو ہوئی۔ سب سے سب مانتے رہ گئے۔

جب گھبراہٹ کچھ ہوئی تو وہ نے ٹھہر (گاڑی پھاڑے) سے پوچھا  
 "مجھے یہاں سے جاتے ہو؟"

ٹھہر نے کہا۔ "آپ کا دیون صاحب نے یہ ہے۔"

وہ نے نگاہ سے کچھ اور نہ پوچھا۔ "میں اس وقت خوف سے بہا۔ خوشی تھی کہ  
 دیون سے ملنے کا چھ موقع ملا۔ سب دن سے یہاں کے متعلق کافی گفتگو کی۔ سب  
 بہا قبل آدمی ہیں۔ دیکھوں یہاں کے موجود طریقوں کا جو رویہ ثابت کرتے  
 ہیں۔"

ایک ٹھہر نے کہا۔ "یہ دیون ایک نئی پانچ ہے۔ رخصت تو جتنی میں۔ ایک  
 دن پتہ نہ مل سکا۔ وہاں کا کہہ دی۔ سب کا پتہ نہ چھوگا۔"  
 وہ نے نگاہ ضرور دیکھی تھی۔

ٹھہر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اسے اپنے کانوں پر متبر نہ ہو۔  
 وہ نے نگاہ سے منہ سے۔ اس بات سننے کی سے امید نہ تھی۔ اس سے نہ تھا کہ وہ علی  
 "تین اوصاف کے تئیں ہیں۔ ان کا اس بہت پاک ہے۔" تو آپ ان بھی  
 مرضی ہے۔"

وہ نے نگاہ سے یہاں ہے۔ یہاں پر اس کی بات کا فائدہ ہی نہیں ہوتا۔  
 ٹھہر نے تک مجھے یہی نہ پتہ ہوتا تھا کہ وہ مجھے تو تل نہیں گئے۔ بس جب  
 آپ جیسے مرضی نصرت شخص کی یہی خوش ہے تو مجھے یہاں۔ پچھرت و  
 گھومنے کا رتے ہیں۔ ایک ٹھہر میں تو کام تمام ہو چکا۔

وہ نے نگاہ سے اس پر پانچوئے گویا کون جو فہرہ کو بک دیکھا ہو۔ نہیں معلوم ہو کہ

میں نے یہ سرت گینے کی تابیہ رے لیتی بڑی رنی ہے۔ نئی کچھ میں  
 آدھ کر مخصوص آدمیں کو کتنی حقیقت سے کچھ ہونا چاہیے یہ مند کا ایک ایک نقطہ  
 زینت و تحریر سے معمور رہتا ہے۔ وہ دل میں پچھتا رہے تھے کہ میرے منہ سے  
 یہی بات نکلی ہی ہوگی اور ان طرح ماں سے ملے ہوئے تھے وہ بھیہ نے ان مدح  
 سوچ رہے تھے کہ تے میں دیون صاحب کا گھر آیا۔ بڑے چھانک پر اس  
 حوت ہڑے ہوئے تھے اور چھانک سے ذرا فاصلہ پر وہ پیتل کی تہ پیں رکھی ہوئی  
 تھیں۔ پھر کب پر موڑ رہ گئی اور وہاں چائی ہوئے لکھنؤ رہے چلے۔ دیون  
 صاحب دیون خاص میں ہو جا تھے۔ سوں۔ ہر پرتے ہی ہوئے ہو یا۔

دیون صاحب قاعدہ ونچا پس ٹھیکہ ور رنگ گور تھا۔ اچھے ہو جانے پر لگی ن  
 کے چہرہ کی ہونق سی تھی، ہرے پھول کی طرح تھی۔ نئی ہوئی ہو چھیں تھیں۔ سر پر  
 مختلف رنگوں کا دوسے پوری عداوت بن پر ایک چست شکاری کوٹے نیٹے اوڑھے  
 پوری پابند اور ہر ایک بھاری اور ہات۔ سینہ پر ن تھنے اور ایڈر عزت و  
 نشانات موجود تھے۔ دوسے پوری زمانہ کے ساتھ یورپ کی جہت عظیم میں شریک  
 ہوئے تھے وہ وہاں نماز و قنوں پر پکی غیر معمولی شہادت سے فوجی اسروں و  
 نتیجہ کر رہا تھا۔ یہی دل کا نتیجہ تھا کہ وہ کس عہد پر مقرر ہوئے تھے۔ ہر دینیں سمجھ گچھ  
 نہ تھا۔ یہ وہیہ تھیں وہ نے نضر سے کھلی نہ رہا تھا۔

دیون صاحب نے ہرے لکھنؤ کو دیکھنے کی مسرت تے ہوئے میں ایک رنی پر بیٹھے  
 کا شہرہ کیا اور ہرے۔ یہ ریو تو آپ کے سمجھنا بہت دیرپا نہیں میں یہیں عوامی  
 نگاہوں میں نئی جتنی وقت ہے تکی میرے ن تھنوں اور پٹیوں کی ہر ریں  
 ہے۔ یہ دیکھ رہیں آپ پر شک رس و یاما سب ہے۔

وئے لکھنے نے سمجھا تھا کہ دیون صاحب جاتے جاتے رن پڑیں گے۔ ہاں  
 پٹی آنکھیں دکھائیں گے۔ وہی برتاؤ کے لیے تیار تھے اور جو یوں صاحب کی

یہ ہمدرد نہ فکرتوں تو جس ویش میں پڑ گئے۔ کس سخت جو سائے سے یہاں گجاش  
 نہ تھی، جسے انہوں نے اپنے اس میں ۲ چڑھاتھا۔ ۲۔ ۱۔ یہ تو کوئی سکی نایاب  
 چیز نہیں ہے جس کے لیے آپ سو شکر رہنا پڑے۔

ایجن صاحب (ہنس کر) آپ کے لیے نایاب نہیں پر میرے لیے نایاب ہی  
 ہے۔ مجھ میں ہوئی سمیت، وہ سچی حوصلہ میں ہے جس کے صدر میں یہ چیزیں باقی  
 ہیں۔ مجھے آج معلوم ہو کہ آپ نہ بھرت نگہ کے پوتا بیٹے ہیں۔ ن سے  
 میری پرانی صداقت ہے۔ سادہ شایر مجھے بھول گئے ہوں۔ کچھ تو کس رشتہ سے کہ  
 آپ میرے پرستار کے بیٹے ہیں اور کچھ کس رشتہ سے کہ آپ نے میں سام  
 شام میں نقاب کی خوش بات ہرگز اسے قومی خدمت کا ذمہ دیا ہے۔ میرے دل  
 میں آپ کی حاصل عزت و محبت ہے۔ شخصی حیثیت سے میں آپ کی خدمات و  
 پسندیدہ نکاتوں سے دیکھتا ہوں ورتھوڑے سے وقت میں آپ نے ریاست موجود  
 پہنچا ہے اس کے لیے آپ کا ممنون ہوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ بے قصور  
 ہیں ورتھوڑوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مجھے ذمہ ومان سمجھ میں  
 ہے۔ مہاراجہ صاحب نے بھی آپ کے متعلق بھی یہ لکھنا نہ لگے۔ وہ بھی  
 کچھ لکھے۔ آپ کے دل میں ہیں موجودہ حالت میں آپ سے سچی رائے پر  
 مجبور رہ رہے ہیں کہ بہت چھوٹا آپ رہا ہے سے اپنے وجود رکھیں۔ مجھے آپ  
 سے یہ کہتے ہوئے دل اسوں ہوتا ہے کہ یہ ریاست آپ کی مہمان داری کا  
 طبع نہیں شامتی۔

وئے فکھ نے اپنے ٹھٹھے ہوئے غصہ کو ضبط رکھے کہا۔ ”آپ نے میرے متعلق  
 مس مسن فن کا چھرا دیا ہے اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں، بین انہوں کہ  
 میں آپ کے ختم کی تعمیل میں رہتا۔ قومی خدمت میری زندگی کا خاص مدد ہے،  
 تو نے سچ دیا، میں نے عہد نہیں ورتھوڑا۔“

[illegible]





جانب کی توجہ دے رہا ہے۔

۱۔ نیکو نہیں ہے اسے وارث

ایون صاحب تو مجھے ماں افسوس کے ہاتھ آپ کو نہ بتائے یہ سنا  
پوچھے گا ہیں نفاق کا خوش ہوتا ہے  
وہ مجھے لے نہ؟

ایون صاحب آپ پر اوروں کا کڑوا ہوا ہے۔

ۛ نے جگہ بھی آپ سے ہے آپ کو میری نسبت ہر کھلی شہ پر ہے۔

ایون صاحب، امیر کی ذاتی ہے۔ یہ میرٹھ منشی ہے۔

وہ ننگے آپ کو خنجر ہے۔

• نے کچھ عزم و ہمت پر بیٹھتے ہو چنے سے جہاں یہ یہ بے غیرت پنی بدنامیوں  
 پر بغیر کسی سزا کے تھوڑے دنوں میں، اس شوق و شہری پر اگلا۔ چھو پھرتا ہو۔  
 میل میں، ہنر سے ماناجی کو تھیں ہوگی۔ یہاں سے چٹ پچا سر بھرتا تو وہ  
 میر کی طرف سے ہو گل ہاویں ہو جاتیں۔ اب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا مھنا  
 ہو گل ہے تھیں ہو۔ پھوں بے حد ست کا سو گنگ بھی پھوں۔

(18)

صوفیہ گھر آئی تو اس کا غور و پراہاں ہو چکا تھا۔ وہ اپنی لڑائیوں میں پہل ہو چکی تھی۔ اسے باری صاحب پر غصہ آتا تھا۔ اپنے و مدین پر۔ غصہ تھا تو صرف اپنے نفس پر ہی نہیں اسے ہاتھوں میں تکی رہا لی ہو چکی تھی۔ اس نے اس کا نشانہ نہیں ٹھیسٹا تھا۔ اسے تیرہ ریا کہ نفس و جیہ میں تیرے کچل ڈالوں کی۔ اس کا نشانہ نہ ہوا۔ اس کی۔ دوسرا میں پر رومہ اپنے نفس پر اپنے و پر غالب آنے کا موقع نہ دیا۔ پتا چلتی تھی۔ اس نے ہمیشہ کے لیے اس کا منہ بند رہا۔ اپنے کا مستحکم رہا۔ ریا تھا۔ وہ مقلد تھی۔ یہ نفس کا منہ بند رہنا بہت مشکل ہے۔ لیکن وہ چاہتی تھی کہ اسے باری صاحب نے نفس چاہا۔

مرض سے شرف ہو تو وہ اپنے اس انحراف پر نادم ضرور ہو۔ جس طرح کون تلک  
 لگے ہوئے شبنم دین کا پتہ کی طرح کون بھی میں پاتے ہوئے جھکتا ہے اور شرف  
 سے ران نہیں اٹھاتا، اس طرح اس کا نفس بھی خوش طور کی بدشمن میں پڑ  
 کی باتوں سے جھجھے۔ سبب تھی کہ یہ وہ بے وفائی اور مٹا کی کا نام  
 پہینے کو تیار تھی۔ تمام دیوں و مرق کی آگ میں جھنک رہی تھی۔ وہ اس سے اس  
 نہ کا۔ مینا چاہتی تھی حارن کے ہاتھوں سے بروشت رتی پڑی تھی۔ اس کا  
 دل اس پینا چاہتا تھا۔ وہ سے رہا پڑا اس کی پاس بھٹا چاہتی تھی۔ اس نے  
 طے کیا تھا کہ چہ مسٹر رکے پہ اور لگی۔ اس تھی اس کے وہ اور وہی  
 درجہ تھی۔

لین باص میں اس کا تالنتی مسیہ، مگر خطہ میں وہ اس وقت پہ نہانی  
 عروہ پہنچی۔ اپنے گھر میں اس کی قیام و مدرت کبھی نہ ہونی تھی۔ سر میو کی  
 آنکھوں میں وہ بھی نئی پیر کی نہ تھی۔ ان کے مد سے اس نے بھی تلی بیٹھی، تیس نہ  
 نہ تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کی مدینہ حقیقت سے بھی ہمدردی کا ظہار رتی  
 تھیں۔ ہدوت کے معاملہ میں بھی اس پر کوئی اثر نہ پاتا تھا۔ وہ سب اپنی  
 مرض کی، نہ تھی، مسز بیوک یہ دیکھ نوٹی سے چوں نہ، تھی تھیں کہ صوفیہ سب سے  
 پہلے رجا گھ پٹتی جاتی تھی۔ وہ سمجھتی تھیں یہ مسٹر کا اس صحت کا یہ تر ہے۔

بن صوفیہ کے سو یہ ورکون جان ساتا تھا کہ اس کے دل پر یہ زبردی ہے۔ اس  
 وہ عشق و محبت کا وہ ٹک ہرنا پاتا جس سے اس کو نجات ہوتی تھی۔ اس اپنی  
 مرض کے خلاف مصروف جدوجہد میں اس رتی پڑتی تھی۔ سے متعلق و محبت کے وہ  
 غلط مہنس شوٹس اور سننے پر تھے جو اس کے دل پر بھوڑوں کی سبب اس طرح  
 پڑتے تھے۔ سے اس بیوک اور محبت بھری ڈکاموں کا نشانہ بنا پڑتا تھا جن کے  
 سامنے وہ آنکھیں بند کر لیا چاہتی تھی۔ مسٹر رکے کی باتیں بھی تھی عشقیہ ہون

نہیں کہ صوفی کا دل چاہتا تھا کہ اس خود مانتہ طرز کا پرواہ نہ کرے۔ اس صوفی زندگی کا خاتمہ ۱۹۱۷ء میں اس کے ساتھ ہی سے اپنے اس کے ۱۹۱۷ء میں ایک سالہ مسرت وہ اس سے ہوتا تھا۔ اپنی انیسویں عمر میں وہ ہے۔ تو دل قابل ہے۔ تو نے مجھے بتا دیا کہ اس کا تجھے اشارہ سنا پڑے گا۔

اس طرح وہ ہجر سے نہایت دور دورہ زندگی کے دن کاٹ رہی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ تکلیف کم ہوتی ہوئی نظر آتی تھی۔ صوفیانہ معصومہ پتہ پر مسٹر کلارک سے کچھ کہیدہ خاطر رہتی تھی۔ وہ بہت دور پر بھی اس سے نہ مانتا تھا۔ اس کی یہ کشیدگی اس کے آتش عشق پر بھی مستعمل رہ رہی تھی۔ صوفیانہ اس حالت میں بھی نہیں نہ نہ گان تھی تو اس کا خاص سبب مسٹر کلارک کی مذہبی رغبت تھی۔ اس کی نگاہ میں مذہب سے بڑھ کر وہی بہت نہ تھی۔ وہ سے تنگ نہیں انہرے اور عورت کا نشان سمجھتی تھی۔ کلارک دل سے اس میں سمجھتے تھے کہ صوفیانہ کو اس بھی نہیں پتا کہ وہ اس سے بہت زیادہ مشتاق ہوئے ہیں۔ اسی لیے صوفیانہ سے شادی کے متعلق شکوے کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انیسویں سال کے بعد کہ میری خواہش ہو گئی، میں میدان کا تار نہیں صوفیانہ کے دامن سے ہانڈھے ہوئے تھا۔

اس طرح ایک سال سے زیادہ وقت رہا وہ مسٹر بیوک کو کب تک سونے لگا کہ صوفیانہ کہیں میں غریب تو نہیں دھاری ہے۔ آخر ایک روز انہوں نے صوفیانہ سے کہا۔ ”میرے دل میں نہیں آتا کہ تو رات دن مسٹر کلارک کے ساتھ بیٹھی بیٹھی یا یہ کہ ہے؟ یہ بہت ہے؟“ یہ وہ شادی کی بہت چیت ہی نہیں کرتے؟ یہ تو ہی نہ سے ہر گز بھی کی ہوئی ہے۔“

صوفیانہ نے اس سے سرخ ہو کر کہا۔ وہ ہنسنے لگی تھی چاہتے تو یہ اس کی زبوت و چاہوں۔“

مسٹر بیوک یہ دیکھ کر ہنسنے لگا کہ عورت چاہے اور بچہ بھی مرد نہ ہے۔ ۱۹۱۷ء

”ٹھوں پہ موقع نہ ملتا۔ میں روتے ہیں تو ہی نہیں پھنسنے دیتی ہوگی۔  
صوفیہ! ایک باتیں، اے مجھے ترسہ دے بیچے۔

مسٹر سیوک یہ قصہ تمہاری تہہ و برگم دو چار دن میں مسٹر کلارک و شانی کے  
پے اپنے کاموقع۔ وہ کی تو پھر میں تمہیں رانی صاحبہ کے پاس بھیجی ہوں گی اور وہ بارہ  
دن کے کام نہوں گے۔

صوفیہ کانپ اٹھی۔ رانی کے پاس وہ راجہ نے سے مر جا، کہیں بہتر تھا۔ اس نے  
دل میں صاف یہاں آئی۔ وہ رانی کی جوانی کی عورت سے نہ دیکھ سکتی تھی۔ صاف ہر  
وہ کی کہ میرے گھر کا روز میرے سے نہ ہے۔ ”آپ مجھے پناہ دے چاہتے  
ہیں تو دیجئے۔ ورنہ میں اپنے لیے کون سا راستہ ڈالوں۔ مجھ سے محبت کی امید نہ  
رہی۔ آپ میرے شہر بہتے ہیں۔ ”مشتاق نہیں ہوتے۔ یہ مجھ پر مجھے قیاس  
راتے ہوں تو جیکے ورنہ پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھائیے گا۔

”اگر ہو سکتی تھی۔ ”اگر کامیاب نہ تھی۔ ”سپرو و وروہاں۔ ”وہی سے ہوا تو پھر  
جاتے تھے۔ نہ میں رہیں گا پتہ تھا نہ نہ مان گا۔ چاروں طرف ہی کبر پھیل  
نہو تھا۔ ”او رکا دیا تھا۔ عین عورت مرد صاف شگاف پڑے۔ ”وہ راجہ ہا دے اپنے  
موت۔ ”یہ یہ رے راجہ گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ ”یہ مجھ میں جاں سیوک،  
”نہ سیوک، ”پر جو سیوک فن سے ترے۔ ”وہ گت تو نہ راجہ چلے گئے۔ صرف  
صوفیہ ہار رہی۔ ”دعا پر جو سیوک نے ہاتھ سر پڑھا۔ ”یوں صوفیہ مسٹر کلارک  
نہ دے گئے۔“

صوفیہ ہاں۔ ”بھی بھی گئے ہیں۔

”پر جو سیوک اور تم؟

صوفیہ نے اس کا نہ نہ نہیں کہا۔ ”میں بھی چلی جاؤں گی۔“

”پر جو سیوک۔ ”جتم بہت دس معلوم ہوئی ہو۔

صوفیوں آٹھیں مذہب نہیں۔ ہوں۔ ”ماں پر چھو۔“ ان میں بہت دس ہوں۔  
 آج میری زندگی میں سب سے بڑی مصیبت کا اس ہے۔ یہ مذہب آج میں ظالم و  
 ستم پر مجبور روں کی کہ وہ مجھ سے شادی کے خواستگار ہوں۔ میری صدفی مر  
 روحانی زوال ہو چکا۔ سب میں بے صوفیوں پر پابندی ہے، اپنے دین، اپنے عقیدے،  
 صوفیہ سمجھنے والی، مذہبی عقائد و دلیل کی سوں پر کھینچنے والی صوفیہ نہیں ہوں۔ وہ  
 صوفیہ سب میں نہیں ہے۔ سب میں جو کچھ ہوں سے اپنی زبان سے کہتے ہیں۔  
 مجھے خود مانتی ہے۔

یہ جو بیوک شاعر ہے، پہلے بھی کس خیرین قوت سے بے بہرہ تھے جو انہوں کے  
 دل میں تارن کی حالت کا اس رتی ہے۔ وہ انہوں، دنیا میں ہمیشہ گھومتے رہتے  
 تھے، وہ یہ کہ، یہ تکلیف سے پہلے ہونے لگا تھا، میں مسکرا کر بولتا تھا۔ یہ  
 دنیا کے چمکے ہیں۔ ان میں یوں سر ہپا ہیں۔ ان کا دھما اور خوش رہنا چاہیے۔  
 وہی غلط صوفیوں، رہن سے نئی مرتبہ بن چکے تھے۔ جھنڈا رہا ہے۔ تو اس میں  
 رہنے دھونے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں سے صاف صاف کہیں نہیں ہوتا ہیں؟  
 ہوں۔ تمہیں مجبور نہیں کیا ہے۔

صوفیہ نے حقارت سے جہ میں کہا۔ ”پر چھو۔“ اسی باتوں سے دس نہ دھماؤ۔ تقریباً  
 چار سو برس پہلے یہ ساری ہے۔ اپنی خوشی سے ان کا خیال تو نہیں پڑتا۔ شاید  
 ان کوں یہ دن جانتا ہو کہ میں تم سے اپنی سبکدوشی میں ہوں، کہانی کہانی نہ کہتی ہوں۔  
 پھر بھی تم کہتے ہو۔ تمہیں مجبور اس سے کیا؟ مذہب، مذہب، تم تنے بے حس کیسے؟  
 گئے؟ مجبور سے سوچو مجھے کون یہاں کھینچا؟ آج میری یہاں آنے کی ذرا بھی  
 خوش نہ تھی پر یہاں موجود ہوں۔ میں تم سے کچھ کہتی ہوں کہ مذہب ان رہی بھی  
 عزت بھی میرے دل سے کھٹکی۔ جہاں کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنیں۔ ان کے مذہب  
 خدا کی برکت ہے۔ میں کہتی ہوں۔ یہ خدا کی قسم ہے جو سب کو ہوتا ہوا رہنے

مے سے دنیا میں نازل ہو ہے۔ نئے باعث آج میں رہر کا گھنٹ پٹی ری  
 ہوں۔ رتی جاہ کی جیسی نیک و عورت کا مجھ سے رگشتہ ہا چاہے کا یہ سبب تھا۔  
 میں کی فرشتہ نصبت انسان سے میں۔ ہاں رتی کی پرکش آج بھی وہ  
 میں رتی ہاں اور ہمیشہ رتی رہوں گی؟ یہ سبب۔ ہاں کہ مجھے پتی روح یہ ہے  
 رحمتہ؟ دینی کی یوں پڑی۔ میں کی معادہ میں جتنی غور رتی ہوں، قی کی  
 مدد سب کے متعلق ہے شہری زیادہ ہوتی ہے۔ آہ۔ میرے بے ہوشی سے نہ ہا  
 کتنا رہ ہو موگا۔ کسے یوں سے میر کی جان سے بھرتی ہے۔ وہ اچھو مسٹر ظاہر  
 ہا رہے ہیں۔ شاید سائنس اعظم اثر ہوں ہو۔ ہے۔ پناہی پرے گا۔ نہ ہا  
 جتنا نہ چھوڑیں کی۔

پہچو بیوک تو قدر دہاتے ہاں پنےے۔ صوفیہ ہاں چہ قدر چلی تھی کہ  
 یکا سے کس پر کی کے گانے کی آو رانی۔ کس نے سر تھا۔ چہرا دیوری  
 کے ہاں سے دیکھا کہ یک مدعا ملی ہا تھا میں کھنچی ہے یہ سیت گانا ہا پنا چہرا  
 ہے۔

ہی	یوں	رہ	سے	مد	موزیں
پہو	کا	کام	ے	مرنا	
کچھ	نام	جست	میں	رنا	
یوں	ن	مرچہ		چھوڑیں	
یوں	جیت	ن	تجھ	ہٹا	
کیوں	ہا	نی	تجھ	چت	
یوں	دھ	سے	ناتا	جوڑیں	
تو	رنگ	جوم	میں	سید	
دکھتے		پنی		یہ	

میں دھرم ریت کو توڑیں

صوفیہ نے نہ ملے پکچن یہ۔ ۲۰۱۰ کی تھی۔ وہ اس ریت، کچھ سطح سست  
مور کا تھا کہ سننے، دوس کے دوس پر پوٹ لگتی تھی۔ وہ ریت چلتے سننے دھڑے  
ہو جاتے تھے صوفیہ نے یہ ریت کتنی ری سے ریت کے تسرے پر میں رملگی کا  
پور فہم ٹوٹ ٹوٹ رہی ہو معلوم ہوتا تھا۔

تو رتبہ بھور میں کیا

دکھنے دیکھنے

میں دھرم ریت کو توڑیں

نکلی کیوں دن سے منہ موڑیں؟

رنگ تاسیر، تاثیریں، تاجوش افروز تھے۔ ماں بندھ گیا۔ رنگ پر بھیجی  
ماں، ابھی غنیمت رہی تھی۔ دوست تھی۔ سر دھڑکتی تھی۔

صوفیہ جھوٹے کہ میں رجب چاری ہوں۔ سرمیں دن، رنگی یاد نہ رہی۔ وہ وہی امیر  
نیک پھانک پر ہڈی دن سرمیں ہو سکتی رہی۔ یہاں تک کہ سرمیں تم لوگ کیا۔ معتقدین  
ہاں کل رہے۔ مٹا کر رہے۔ سنہ نے صوفیہ کے نہ ملے پر ہاتھ رکھا تو وہ  
پونک پڑی۔

نارنگ، ریشپ کاسٹن تم، یہ ورم بھی تک نہیں ہڑی،

صوفیہ قیہد؟ نور میں نہ ملے گا، سننے لگی۔ سرمیں کتنی دیر تک ہو ہوگا؟

نارنگ، صدف کھنڈ سے کم نہ ہوگا۔ ناریشپ کے سرمیں مختصہ ہوتے ہیں مگر  
ہایت دش۔ میں نے یہ نورانی ورنش مدد نہ سرمیں آج تک نہ نہ تھا۔  
انگلستان میں بھی نہیں افوس کہ نہ نہ ہیں۔

صوفیہ مجھے تعجب ہو ہے کہ میں یہاں نصف گھنٹہ تک ہڑی رہی۔

نارنگ، میں مٹا کر رہی ہوں پے جملہ حقائق کے ساتھ رہے ہو گئے۔

مسٹر بیوک نے ٹارک کو مار نہ سببت سے، دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”یہیں ولیم۔ صوفی  
 آج کے سرمن کے بارے میں کیا مہنی ہے؟“  
 ٹارک یہ تو ندائی کی میں۔

مسٹر بیوک نے صوفیہ پتھر ۱۰۰ ٹکائوں سے اچھڑکھا۔ ”صوفیہ یہ قہار ہے۔ یہ شہ  
 ن دت ہے۔“

صوفیہ شہمداد بورجی۔ ”مجھ سے بڑی خصلی ہوئی۔ میں کس نہ جیسے کا کانا سننے  
 سے بچے۔ رکت گئی۔ تن میں سرمن تم ہو گیا۔“

بشار سیوک بچی۔ آج کا سرمن اب دیات و صرح تھا جس نے روح آ ۱۲ آ ۱۲  
 ردیا۔ جس نے نہیں نہ وہ تمام عم پچھتاے گا۔ پڑھو ٹھکے پنے دشمن میں پہنچا۔  
 یہاں سن آج تک نہ سنا تھا۔

مسٹر بیوک تعجب ہے کہ کس روحانی غم کے سامنے نہیں یہ وہ قلی ایٹ ریو وہ  
 بکس معلوم ہوا۔

پڑھو بیوک ماہیہ نہ کہیے۔ + قلی غموں میں شریں تاثیر ہوتی ہے جو مستند  
 تھم کے ٹکائوں میں لگی نہیں ہوتی۔

مسٹر بیوک رے یہ تو وہی اندھا ہے جس کی میں نام لے دے۔ آج یہاں  
 نیہ بچپن؟ ”جائے نے وہ پڑے۔ بگلی گلی ٹھیک، لگتا پڑتا ہے۔“

دعا سورا س نے باندہ، میں کہا۔ ”ماہی سے چٹو۔ دہائی ہے“ بیوک  
 صاحب، جب صاحب نے میری تمیں زراقی چھین دی ہے۔ مجھ اسیا ن لڑیا ہوئی  
 نہیں سنت۔ وہاں ہے!

درہل بوند تریب چوکی مومن ہوا  
 مونی کمال کی مانس سوں مار بھم ہوئے جے  
 ٹارک نے مسٹر بیوک سے پوچھا۔ کس کی میں کو معاف نہ دے رہی تھی؟



۱۰۰

سریوب س نے معاف نہیں کیا۔ وہ پھر سب کو جمع کر لیا۔

ایک عیسائی پیر، صاحب نے جو چیرمئی کے پیر صاحب، پتاری کے  
مقابلہ میں ہڑے ہوئے تھے، سو راک سے پوچھا: "یوں نہ تھے کہ میں بھی"  
رابع صاحب نے کیا ہے؟

سورہ کی ہر آیت میرے دل پہ دوام کی تمہیں (زمینیں) ہے۔ یہ ایک صاحب  
 وہاں چڑھتا ہے گا کہ انھوں نے پہنچیں۔ ان کے لئے ہے وہ صاحب ہے وہ  
 تمہیں مجھ سے پہلے دے گا۔ وہی ہے سرکار کی۔ وہی ہے پتو۔ وہی ہے کون نہیں سنتا۔  
 عیسائی پیر نے کہا کہ وہی ہے کہ۔ میرے خیال میں خدا کی فہم کے لیے کسی  
 رئیس پر قبضہ کرنا خلاف قانون ہے۔“

نماز، بہت معقوف معنی خدا پرست۔

جس نے آپ کو معصومہ پئے کے لیے مجبور نہیں کرتے۔ جس تک آپ پر  
 قیامت نہ برپا دیں کہ آپ نہیں، مگر اسے فائدے کے لیے آپ ہیں۔

”قاتل آئیں ورس“ کے ملک مسٹ جان پرڈ نے وحان بیوک کے پر نے  
 فی حاتے کہ۔ ”یہ سرحد صوبہ سیپا نہیں معصوم ہے کہ سگریٹ کا کارخانہ ہے  
 کارخانہ ہے۔ سگریٹ پینے والے آدمی ہمیشہ میں داخل ہونے میں در بھی  
 وقت نہیں ہوتا۔“

پروفیسر چارلس یٹن سنہوں نے سگریٹ نوشی کے خلاف یہ پمپھٹ لکھی تھی۔  
یہ ہے۔ سگریٹ کے کارخانہ کے لیے یہ کارزمیں دے جاتی ہے وہی سب نہیں  
کھچیلوں کے لیے نہ ہے۔ سگریٹ کے کارخانہ کے لیے یہ ریل پر قبضہ کرنا، س  
قہوٹی، قند کا بیج بطور یہ استعمال کرنا ہے۔ میں نے اپنے پمپھٹ میں دیا کے لڑے

بڑے علماء و مصلحین کی رسمیں درج کی تھیں۔ خیرٹی صحت کا خاص سبب سٹریٹ ٹوشی کی شرت ہے۔ آپس کہ اس پمفٹ میں ہم نے قدریں۔

”کاش ریڈے یونین“ کے سیکرٹری مسٹر نیل مانی نے کہا۔ ”یہ مارے قہر کے یہودیوں کی شمع رسائی کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ سرمایہ داروں کی یہ تہذیب نے کا اختیار دیا گیا ہے کہ تو مدد کا استعمال کب کر نہیں ہو۔ نے کو کھال کی یہاں پہنچی ہے۔ یہاں مدد سے تیرن گارڈز میں لیتی ہے۔“

سورس جو رہاں سے چھہ دیو (زیادہ) سوگی۔ سرکار بپ دوس کی سبکی شانی ہے۔ پہلے رجب صاحب مجھ سے ہوس ہانتے تھے۔ جب میں نے یہودیوں کو برقی (ریڈیو) چھیں دی۔ انور۔ مدد پانچ ہوں۔ آپ کے دوس سے پھر یہودی (دیو) ہوں۔ مانی نے کاتو نے گائیں بھگوان تو نہیں گئے۔

جان بیدک۔ یہاں ایک مجھ بھی نہ ٹھہر سکے۔ باتوں باتوں میں تھڑا ہو جانے کا مدیشہ تھا۔ ورتھق سے نہ کے ہی مانی نہیں یہودیہ گئے تھے۔ مسٹر کاربھی صوفیہ نے ہاتھ پٹی موٹر پہنٹھے۔ رتہ میں جان بیدک نے کہا۔ ”میں رجب صاحب سے کمدھنے کی فریادیں دوس کے ہاتھ پوس چھوں چاکل گئے۔“

مسٹر بیوک پاجی آدمی ہے۔ سے پوس کے نہ دیوں نہیں رو دیتے۔  
یشا ریڈک نہیں جینا۔ یہاں بھی نہ رہا ورنہ ہارو کے سبب کا بھٹکا بنا  
رٹھیں بدنام رو دیں گے۔ یسوں امیر منہ پنہ دس میں پھپھو ورس ماٹار کی  
رہاں مدد ہے!

مسٹر بیوک دوچار رہاں میں آپ کی خاموش سوچے گا۔ ٹھیکہ داروں نے ٹھیکہ مر  
پانا

جان بیدک دوس۔ کام تو آج کل میں ٹوٹ ہو جانے و ہے مگر س مودی و  
پپ رماہل نہیں ہے۔ محمد و دوس کہو میں نے ماریہ۔ وہ سب س کی مددہ کریں

تھے۔ مگر مجھے امید تھی کہ اس طرف سے مدد دینا پسند کر سکیں۔ بہت دیر ہو گئی۔ یہ  
 امید چرک نہ ہوئی۔ معصوم بہت بڑے بیٹ کا آئی ہے۔ ساری سے قہر میں  
 آئے ہیں۔ نہیں ہے۔ راجہ صاحب کا میڈیکل بورڈ میں سہ ماہی نہیں رہا ورنہ کوئی  
 نڈیشہ تھا۔ نہیں پورے سب بھر تک مسرے پڑاؤں جوشیدہ رانی پاکی تب جا رہا  
 یہ تجویز منظور رکھے۔ یہ نہ سو کہ ممبر لوگ پھر کوئی چار چلیں۔

تو میں راجہ مہید مارن مہاراجہ آ رہی۔ راجہ صاحب سے۔ آپ  
 سے خوب مذاقات ہوئی۔ میں آپ سے بھگت سے پہلے آ رہا ہوں۔ آپ سمجھ رہے  
 آپ پر آئیں۔ مجھے آپ سے کچھ ضروری بات چیت کرنی ہے۔

جب جان سیدک موڑ پر پہنچے۔ گئے تو باتیں ہوئے نہیں۔ راجہ صاحب نے کہا۔  
 آپ کا راجہ اس تو یہی بد معاش نکال۔ کل سے مار رہے ہیں گھر گھر رگڑا  
 ہے ورنہ لوگوں کو بدنام کرتا ہے۔ مہاراجہ نے میں چھوٹے ہی ہیں۔ اس کا  
 رگ بہت چھوٹا ہے۔ بہت باتیں میں سے بڑیوں آئی تھیں پیتے ہیں۔ جب  
 خوب جمع ہو جاتا ہے تو وہ دہلی دوتا ہے ورنہ لوگوں کو بدنام کرتا ہے۔

جان سیدک بھی راجہ میں پہنچا تھا۔ اس کی دہلیاں دتا تھا۔ پروفیسر میں مسٹر  
 نیل منی وغیرہ کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ یہ لوگ اس کو ورنہ بھی مار رہے ہیں۔ شاید  
 بھی وہیں صدمہ ہو۔

راجہ صاحب مسٹر فلرک سے کوئی بات چیت نہیں ہوئی؟

جان سیدک ۱۶ جولائی کو بھی تھے۔ ان دنوں ہے کہ مہاراجہ پانگل خانہ بھیج دیا  
 ہے۔ میں منع نہ کرتا تو وہ دن وقت تھا نہ دیکھتے۔

راجہ صاحب آپ نے بہت چھوٹا سا کچھ دیا۔ نے پانگل خانہ یا میل خانہ  
 بھیج دینا آسان ہے۔ بین عوام کو یہ تین ناما مشکل ہے کہ اس کے ہاتھ میں نصف  
 نہیں کی گئی۔ مجھے تو اس کی ادویات تھیں کی پر نہیں مگر آپ جانتے ہیں کہ

یہ دوسرے کتنے دشمن ہیں۔ اس کا یکی رو رہا تو دس پانچ دن میں ہم مارے شہ  
میں نکلے ہیں ج میں گئے۔

جان سیدک قدرت اور بدنامی کا تو یوں ہنس کا ہاتھ ہے۔ میں فخر نہ کیجی۔  
مجھے تو یہ فہم ہے کہ میں نے محمدؐ کو کتاب میں آنے کے لیے بلے بلے  
وہاں سے رکھے۔ جب نہ گئے تو پھر پناہ چھوڑی نہ ہو تو میرے ہاں سے وہاں  
کہا رہ گئے۔

روح صاحب جی آپ تو حیات کی حیات ہے۔ مہر صرف سے یہ تو میں۔ تھی  
میں آپ ہواں ہر سے کم ہیں نہ تھی۔ ہر سے میں آپ کے دہندہ  
روپے میں گئے۔ ٹی تو میری خیر ہوئی۔ شاید زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ میں  
عوام کی نگاہوں سے رہنا، ہر خیر خواہوں۔ چھوڑ دینا پڑے چار تکہ جلیں۔ ممکن  
نہیں ہو جس کے کچھ نہ ہاں بھی چھوڑ نہ ہو۔

موثر پائے پورن طرف تھی۔ رات ب تھی۔ راجہ صاحب نے جیہ  
تاکید کردی تھی کہ رات نہ ممت کا بندہ۔ ت راجہ۔ مگر بھی تک نہیں کتا بھی  
خطر نہ آتا تھا۔ اہوں نے جی نوٹ باب میں درج کیا کہ جو باب طلب کیا جائے۔  
چنگی مگر پچھے تو دیکھا کہ ماں کا مٹی آرم سے پٹنگ پر بیٹا ہوئے ورہک پر تھی  
گاڑیوں رونے کے لیے بھڑکی ہیں۔ مٹی جی نے اس میں یہ تجویز کیا ہے کہ نئی  
گاڑی ایک ریہ یہ ہے بغیر رونہ نہ ہونے اوس گا۔ رونہ نہیں رت مگر میں کھڑ  
رکھوں گا۔ راجہ صاحب نے وہاں جاتے ہی گاڑیوں پر رونے والا اپنا مٹی کے  
رجہ میں یہ رات نوٹ کردی۔ پائے پور پچھے تو لکھیا ہو پیت تھا۔ موثر روئی۔  
اہوں صاحب تر ممد میں گئے۔ مایک ر مٹل چہ عے بھنگ گھوٹ رہا  
تھے۔ دورے ہوئے آئے۔ ج رنگی مانہ میں پائی بھر رہا تھا۔ آ مرٹھ ہو یا۔ سدا  
نڈوں کے بعد چاں بیٹا۔ مایک ر مٹل سے چا۔ ندعا ہو بہت بگر ہو پ۔

نایک ر م سرکار گڑ تو غائب ہے کہ جس دن سے وہ ٹول پٹی کس دن سے گھر نہیں  
آئی۔ سرکار میں گھومتا ہے۔ بھجن گانا ہے اور وہ ہوتا ہے۔

رحمہ صاحب تم لوگوں نے سے چھ سمجھایا نہیں؟

نایک ر م سرکار نے اپنے سامنے کسی کو کچھ بھتی نہیں اور آدمی ہوتا ہے۔  
پیشانی دھکی سے سیدھا ہو جائے مگر سے تو ڈر بیٹھے چھوڑ نہیں دیا۔ اس دن سے کھر  
نہیں آیا۔

رحمہ صاحب تم لوگ سے سمجھا بھلا رہی ہو۔ ساری دنیا چھوڑ کر اور یہاں  
جاہل واقعہ میں نہیں سنتے؟

نایک ر م سرکار سمجھا تا بھلا تو میں نہیں جانتا۔ حکم سوتا ہا تھا میرا تو رہا وہاں۔  
آپ ہی چپ ہو جائے گا۔

رحمہ صاحب کبھی کبھی۔ یہ باتیں کرتے ہو میں دیکھتا ہوں یہاں پانی کاغذ  
نہیں ہے۔ ہم وہاں بہت تکلیف دیتی ہوگی۔

مسٹر بیوک۔ آپ یہاں مل پہنچا۔ کاغذ ہے۔

نایک ر م سرکار نے دیا ہے یہاں پر وہاں آج کے کو یہاں۔

رحمہ صاحب تم لوگوں نے کبھی اس سے یہ دور و ستی نہیں دی۔

نایک ر م سرکار یہ ہستی خدا سے ہمارا ہے۔

رحمہ صاحب کوئی برج نہیں مل گا، یا جائے گا۔

تو میں تھا رہا ہے۔ سرکار میں بھی کچھ خدشات ہیں، چاہے یہ ہو  
اس کے چند دن کے ورق میں اپنے سوتے پان کے بیڑے وہ لوگ صاحبوں کی  
خدمت میں پیش ہے۔ مسٹر بیوک و گمر کی وضع رہنے پر بھی پان سے خیر نہ  
تھی۔ شوق سے دیا۔

رحمہ صاحب نے مہ میں پان رکھتے ہوئے وہاں۔ یہاں نہیں لکھیں نہیں

ہیں؟ لڑھیرے میں تو بڑی تکلیف سونی ہوگی۔

تھوڑے دین سے ٹائیکر میں طرف پر معنی دکا ہوں سے دیوہ۔ گویا کہ رہا تھا کہ میرے بیڑے نے رنگ جما دیا۔ بول۔ "ہار۔ ہم بڑوں کو سنتا ہے۔ سب جانور کھاؤں ہے تو ٹک جی چائے گی بس و رکھیں نہیں سی مہر یہ ایک جن گڈی چائے۔ دھوم مہاتا آتے ہیں تو نذیرے میں نہیں تکلیف سونی ہے۔ سین سے سدرن ۲ بھڑا چائے گی۔ سب آسیر ہوں گے۔"

دونوں آدمی موڑ پر بیٹھنے کی وجہ سے سو بھگ کی ایک سرخ مار بھی سپہ کھوٹ نکالے آ رہا فاصد پر ہرن ہوئی۔ "یہ کچھ ہنا چاہتی ہے۔ راجہ صاحب نے پوچھا۔ "یہ دن ہے؟" کیا ہنا چاہتی ہے؟

ٹائیکر سرکار ایک پک سنا ہے۔ یہ ہے؟ ہاں گی؟ کچھ نہیں ہے؟ سو بھگ کی (آہستہ سے) کوئی سنے گا؟

راجہ صاحب ہوں ہوں یہ یہ بتاتی ہے؟

سو بھگ کی چھ نہیں مالک۔ یہی سننے کی تھی کہ سروس سے ہاتھ پر نیلے (اے نصائی) ہو ہے۔ رن کی پھر یہ (مریخ) اندیٹن تو وہ مر جائیں گے۔

جان بیوک نے مچانے سے ڈر سے سرکار نے کام چھوڑ دے؟

۲ بھگ کی جھور سرکار کا مچا کپڑا ہے کہ چڑھتا ہے جب سے یہ ہنرتی گلانی ہے۔ سے نہ کہنے کی سہ سے نہ پینے کی۔ ہم سرب عورتوں کو تو ہی ایک سہر ہے۔ نہیں، محمد کے مر، سبھی عورتوں، جیتا نہ چھڑاتے ہر مردوں کی فانی بھکت ہے۔ مچا نے عورت کے نگ۔ نگ۔ پور پور کھانے ڈے۔ اس کو کوئی منع نہیں رہتا۔ چہ پورنویرے بھان، بوجھتے ہیں۔ یہی ایک بچہ رہا سورا اس تھا جو ہم سرپور کی پیٹھ پہ ہنر ہو جاتا تھا۔

بھیر و بھی رہا ہو یا تھا۔ ہاں۔ جنورا ۲ رڈس نہ سوتا تو یہ سرکار کے سامنے

کھڑی نہ ہوتی۔ س نے جان پر نہیں رس و جاں پائی تھی۔

راجہ صاحب آدمی بچا کا معصوم ہوتا ہے۔

نایک راجہ جیوت یا ہے ہمارے یہ مجھے کہ بتیائے دل جیتا ہے۔

راجہ صاحب س یہ بات تم نے بہت ٹھیک کہی تھی کہ دل جیتا ہے  
 جی ہوں تو آج پھر وہی سنا رہا ہوں نہ سنا ہے۔ س پر یہ غصہ دھواں۔ تم لوگ  
 س کے پر ہوں۔ تمہاری بات کچھ نہ چٹھنے لگی۔ مہربان سے سمجھو۔ نایک  
 راجہ تم سے تائید کرے ہے جاتے ہیں۔

ایک گھنٹہ رات چاہی تھی۔ ہر اور بھی گھنٹہ ہو گیا تھا۔ کانوں کے چرنبوں کے  
 پیروں طرف بولی مولا فائدہ پار ہو معصوم موتا تھا۔ انوں صحابہ رخصت ہوئے  
 تھے۔ انوں ہی فکر میں تھے۔ راجہ صاحب سچ رہے تھے کہ ہمیں شیمن ہونے کا  
 چھوڑ دینا ہے یا نہیں۔ جان سیوک و فکر تھی کہ میں مجھے جتنی بولی، رسی نہ بھولی  
 پڑے۔

### (19)

صوفیہ اپنے فکرات میں س قدر تھی کہ وہ اس سے دل بھری گئی تھی۔ س  
 لریاؤں رس کا دل کا دل۔ س غریب آدمی پر قیام برداشت ظلم۔ س کا درمہ  
 اس نے برداشت نہ کیا۔ ۲ پناہی۔ ۲ رس و س مصیبت نے یوں گرجات  
 ۱۱۱۱؟ رپیہ سے کہوں تو وہ ہر نہ نہیں گئے۔ ہمیں اپنے کارخانہ کی سی دشمن  
 سو رہے کہ وہ س بارے میں میری زبوں سے ایک لفظ بھی سنا پسند نہ کریں گے۔  
 بہت سوچ پھر کے بعد س نے طے کیا کہ چل کر درمہ سے عرض کروں۔ درمہ  
 راجہ صاحب سے درمہ سے رہے گی تو تمس ہے کہ راجہ صاحب ماں چائیں۔ بوپ  
 سے محنت کرتے سے بہت فکروں ہو رہے ہیں س نے مذہبی نظام میں جسم کی عظمت  
 س قدر مسلمہ تھی؟ س کے متبادل میں بوپ کے نفع یا نقصان کی کوئی وقعت نہ تھی۔





پہلے تو چہ چال سو کہ نے قدم، پس جاؤں مگر یہ سوچ کر کہ یہ رانا بہت مضحکہ خیز ہو  
 گا۔ اس نے بہت رکے ایک رو لکھی، اس پر پہنچی۔  
 صوفیہ آپ سے ٹیک سال سے ریا وہ ہو گیا۔

ندو اس مجھے آئے جانے کی فرصت کم رہتی ہے۔ مندیوں میں، فی صد ایک  
 مہینہ میں تیس مرتبہ آتی ہیں۔ پر میں ایک دفعہ بھی نہیں جاسی۔

صوفیہ اس میں مستی، لیا نظر سے ہوں۔ "جب رائیوں یہ بات نہیں حاصل ہوتی  
 تو میں اس شمار میں ہوں۔ یہ دیکھ رہا ہوں کہ کتا بھی، بھنپتا ہے؟"

ندو: چوتھیں مہ سب بچے۔ رجب صاحب ہوتی کلاس سے فرصت ہی نہیں ملتی تو  
 کمرہ کا مریضوں کو بھی تو کوئی چاہیے۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ جب ہیں کاموں  
 کے بدولت اس کی عزت ہے جو بڑے سے بڑے کام بھی نہیں ملتی تو ان سے  
 ریا وہ چھین پھر نہیں سکتی۔

صوفیہ: نور، مجھ سے کہ ندو ناراضگی کا سبب یہ ہے۔ ہوں۔ آپ ہی خوش  
 نصیب ہیں کہ اس طرح کے نیک کاموں میں ٹیک ہو سکتی ہو۔ رجب صاحب  
 آج رات کے میں نیک نام رہے ہیں۔ مگر یہ دیکھنے کا بھی سبب، وہ بھی مر رہی تھی  
 جاتے ہیں اور بڑوں کے سامنے چھوٹے کا دیول نہیں رہتے۔

ندو: بابہ نون پتی شکایت ہے تو میرے کاتھ پچی ہے۔  
 صوفیہ: اس بدلتی سے یہ کام میرے ہی رہے۔ سوڑس تو آپ جانتی ہی  
 ہیں۔ رجب صاحب نے اس میں پیپا ۱۰۰ لے دی ہے۔ ندو بے چارہ آج کل  
 ۲۰ کچھ وہ ہالی دت پھرتا ہے۔ باپ کے خلاف ایک خط بھی منہ سے نکالنا میرے  
 لیے باعث شرم ہے۔ یہ میں خوب سمجھتی ہوں۔ پھر بھی یہ بے اختیار نہیں رہ سکتی کہ اس  
 موقع پر رجب صاحب کو ایک ٹیکس شخص پر ریا وہ رحم کرنا چاہیے تھا۔

ندو نے صوفیہ کی طرف متفرق نظروں سے دیکھ رہا۔ آج کل باپ نے بھی

س ہے کیا؟

صوفیہ نے غور سے کہا۔ ”نصف ہر مرض کے سامنے ہپ، ڈاکٹر اور جانبدار کی مدد حاصل ہے تو کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔“

ندو تو تھیں پہلے اپنے آپ ہی بوٹھیرا رہا تھا۔ ناچا پیٹھا راجہ صاحب نے جو چھڑیا تھیں حاط سے کیا درتہیں س پر مرمہتی ہو۔ یہ کتے اسوں کی بات ہے۔ نہیں مسر سیوک مسٹر کارسیا پیک کے کسی شخص سے وابہ بنی ضرورت نہیں ہے۔ مگر س وقت ایوں۔ تمہارے پیپا کا بول نہ کیا ہوتا شاید سب سے پہلے تھی نہ پر سہ فراموشی کا نزہتہ رہیں۔ اس پر یہ ستم کیسے ہوا عاید کیا کہ تم نے ایک مارک موافق پروئے کی حفاظت کی ہے۔ ورم پنے پیپا کی بٹی ہو۔

صوفیہ یہ سخت غلطی کرتی تھیں۔ ”اے میں جانتی کہ میری ناچیز خدمت کا صد س صر دیو جاے گا تو شاید وئے نگہ کے نزدیک نہ جانی۔ معاف کیجئے۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ تمہارے پاس یہ شکایت ہے۔ سب ساری تھی کہ امر کے مزج میں تہوں مولا ہے۔ آج کی ن قصہ حق موی۔ نیچے جانی ہوں مرقا سے جانی ہوں کہ تو ہوا پیمہ بن صورت سے بھی بیخ رو چاہیں یہن میں س معاملہ میں ہرگز خاموش نہ بیٹھوں گی۔“

ندو چھڑا موی۔ ”آخر تم راجہ صاحب سے کیا چاہتی ہو؟“

صوفیہ یہ ثروت سے عقل بھی آم ہو جاتی ہے۔

ندو میں پیادہ سے وزیر میں بی سوں۔

صوفیہ اسوں کہ آپ نے۔ تمہارے مطلب نہ سمجھ۔

ندو اسوں نے سے تو مطلب میری مجھ میں نہ آے گا۔

صوفیہ میں چاتی سوں کہ سوردس کی میں س کو مٹا دی جاے۔

ندو تم جانتی ہو۔ س میں راجہ صاحب کی تھی نہیں ہوگی۔

صوفیہ سنی نے اصفائی سے ہمت نہ۔

ندو یہ بھی جانتی تھی کہ جو کچھ ہوا وہ تھا ہے۔۔۔ مسٹر ٹائسن غیب سے ہوا  
صوفیہ یہ تو نہیں جانتی تھی کہ ہمارے ٹیکس میری س سے کبھی بات چیت نہیں  
ہوئی ہیں جانتی تھی تو رجبہ صاحبہ نے نامی کے خیال سے پہلے رجبہ صاحبہ  
سے منت مانت کرنا نہیں سمجھتی۔ اپنی سٹیٹس نے ہی ہاتھوں راست ہو جائے تو یہ  
س سے کہیں ہمت ہے کہ وہی امر سے درست رہے۔

ندو دوپوٹ تھی۔ کبھی کہ یہ مجھے اصفائی دے رہی ہے۔ مسٹر ٹائسن نے ہل پر تانا  
گھسٹا تن رہا۔ میں نہیں سمجھتی کہ کسی سرکاری افسر کو رڈ سے فیس میں بھی گھس  
دینے کا محار ہے اور چاہے یہ غریب نہ تھے پر ظلم کیوں نہ کرنا پڑا۔ رجبہ  
صاحبہ اپنے فیس دہیوں رکھنے کے لیے کوئی بات نہ تھی۔ انہیں کے حق تعالیٰ  
کے مقابلہ میں رجبہ کی عزت میں زیادہ وقت کی چیز ہے۔

صوفیہ نے ارماناں بچا دیں کہ۔ "حق تعالیٰ کے لیے صدق پسندوں نے  
مرگایا ہے۔"

ندو نے رن کے بارہ پر ہاتھ رکھا۔ صوفیہ کا ہنک جرنے کا وہ ب  
نہیں رہا۔

صوفیہ نے کچھ جواب دیا۔ "تھوڑی ہوئی ہو رہی۔" اس ٹیکس کے لیے  
معاف فرمایا۔

ندو ٹیکس بھی آگے لے رہی تھی۔ اس صوفیہ کی طرف آنکھ نہ اٹھائی  
یہ۔

صوفیہ ہاں سے پہلی تو ندو کی حق تعالیٰ سے اس کا نازک دل زخمی ہو رہا تھا۔ سوچ  
جاتی تھی کہ وہ حق تعالیٰ و خوش مزاج ندو کہاں ہے؟ یہ دوست و شریک سے  
نسب کا مزاج بھی تو گزر جاتا ہے؟ میں نے آج تک اس کا اس دھماکے والی

بات میں آئی۔ یا میں کی کچھ دہرائی ہوں، ماری کچھ دہرائی ہے؟ اس نے مجھ سے سیدھے سیدھے بات بھی نہیں کی۔ بات تو اور اس نے اور صدقیہیں سائیں۔ میں کی پرلتا ہوا رہی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ دیوی ہے۔ آج کی صلی صورت خیر آئی، بین میں کی ثروت کے سرمے بیاں سر جھکاؤں کی نے صاحبہ۔ بروہیہ میں کی تحقیر کی۔ شاید رتی صاحبہ کی کے کان بھرے ہوں، مین نہ سنت بھی تو ان چیز ہے۔

صوبہ نے ان وقت کی تو ہیں کاپور بنائے پورے سے عی زیدادہ پنے کانہیہ ریا۔ کی نے یہ خیال یہ کیا کہ جس ہے کی وقت ان ملک سے کی کا اس مغفور رہا ہو۔ ان حالات کے باعث کی کے سون میں فرق آ گیا ہو۔ کی نے سوچا۔ یہی ناش گئی، یہی بد حال کے پے سخت سے سخت امافی تکیم، نہ سے ہرے مان نمان، شدید سے شدید سہائی، روکا ہوا بھی کافی نہیں۔ سے پنی، رت کا غور ہے۔ میں اچھا ہوں گی۔ یہ آفتاب کی فانی رہی نہیں، مہا کتاب کی، رسی ضیا ہے۔ کی کو معلوم ہو جائے گا کہ رہا دریش سب کے سب حلق قوت کے ہاتھوں کے تھوڑے ہیں تنہا، وہ پی مٹھی کے موافق ہاں یا باری رتی ہے۔

دوسرے کی روز صوبہ نے پنی چاہ چلن شہن رانی۔ مسئلہ رک سے کی کی صحبت بڑھنے لگی۔ نریت کے ہاتھوں میں بڑھ چلی، مانی۔ بان کی محبت بھری ہوتی کہ ہر جھکا رہتی۔ ان کی ران میں ہاتھ ڈال رتی کہ تم نے یہ محبت رنا سے سیکھا؟ انہوں نے ہمیشہ ساتھ نظر آتے۔ صوبہ دفتر میں بھی صاحبہ ہاں کا گاندہ چھوڑتی، بار بار جھپکتی۔ "جہد آؤ۔ میں تمہاری رہا، میٹھی ہوں۔" اور ہر عشق و محبت کا کھیل۔ اس نے یہ تھا کہ ملو نے تم کا نظام لے لوں۔ صاف ہوشی کا کی کو در بھی دیاں نہ تھیں۔ وہ صرف اندوہ مند تو رہا چاہتی تھی۔

ایک روز سٹرنگل رات ہو پانڈے چوڑی صرف یہ رہے۔ ان۔ جب ہوڑ گود

تے ہاتھ سے سوز زرد تو اس نے سینہ دھیروں کی طرف اشارہ کر کے  
کہا۔ 'پیدا ہا بیت خلعت سے کام لے رہے ہیں۔'

ٹا رک، ماں مسندہ دی ہیں۔ مجھے تو ان کی محنت و جہدِ خلق پر رشک ہوتا ہے۔  
صوفی بی بی نے اظہارِ اظہار کا خیال نہیں کیا۔ ہونی مانے یا نہ مانے میں تو یہی کہیں  
کی کہ نہ دھسے کے ہاتھ سے نصافی ہوئی۔

ٹا رک، ماں بے نصافی تو ہوئی۔ سیر جی تو دل سے چھو رہا تھا۔

صوفی تو آپ نے کیوں پی منظور کی اے اسی۔

ٹا رک، یہ رونا؟

صوفی، منظور رو رہے۔ صاف مجھ سے چاہیے کہ اس کام کے لیے ان کی ریش  
ضمانتیں دے چاہتی۔

ٹا رک تم ہمارے ہو جاؤ گے؟

صوفی سر نہ نہیں۔ آپ، آپ نے شاید مجھے بے گناہ نہیں پہچانتا۔

ٹا رک تمہارے پیادے ضروری ہمارے ہو جاتے۔

صوفی میں روپا پینا نہیں میں۔ میرے ورنہ کے حیات میں نہیں آمان کا  
لڑک ہے۔

ٹا رک، اتنی عقل ہوتی تو بے گناہ نہیں سب کا پناہ مانا ہوتا۔ میں تمہارے  
مذہب کے اصولوں سے واقف نہ تھا۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہ منظور کی میرے لیے نفع  
بخش ہو۔

صوفی تو خدا صبر یہ کہ میں ہی کہ نصافی کا سبب ہوں۔ راجہ صاحب نے مجھے  
خوش رہے کے لیے بورڈ میں یہ تجویز پیش کی۔ آپ نے بھی مجھے خوش رہنے کے  
لیے یہ مشورے دیے۔ آپ صاحبوں نے میری ٹی وی پیدا کر لی۔

ٹا رک، تم میرے اصولوں سے واقف ہو۔ میں نے اپنے وپر بہت جہد کرنے سے یہ

تجربہ منظور کی ہے۔۔۔

صوفی اپنے اپنے تجربے میں یہ ہے بلکہ میرے آپریٹس ہیں آپ اس کا  
تجربہ رہا ہو۔

ظاہر ہے کہ چار سالہ کیم تھی صوفی پسند۔

صوفی میری تحریک مریض سے کٹاؤ کا تجربہ رہا۔

ظاہر ہے کہ میں نے کسی دوسرے کار میں تھی ہی رہیں وہ سب گئے۔

صوفی یہ کیڑوں کو ہٹانے میں ہی جانتی۔

ظاہر ہے کہ کل ہے۔

صوفی ناممکن تو نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ ناممکن سے پہنچیں گے۔۔۔

صوفی تو سمجھتی۔ ناممکن نہیں ہے۔ آپ کو یہ سارے مریض ہو گئے۔ کل ہی اس تجربے  
پہنچاؤ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ہیں معلوم نہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔

صوفی مجھے کئی سال نہیں۔ پوپا ہوئے گا۔ گئے۔ رجحان صوفی ہیں، وہ۔

میں نے اسے عزت کے دیوال سے اپنے اوپر گناہ ہو چھوڑ دیوں؟ کیوں خدائی  
میں مستند جب میں؟ آپ ہاں نے میری مرضی کے خلاف میرے آپریٹس  
گناہ عظیم کا، رہا ہوا ہے۔ میں سے بروہشت میں برستی۔ آپ کو نہ مجھے کیڑوں  
ہو، یہی ہوگی۔

یہ باتیں سوئی رہی تھیں کہ سیدھا مرضی نے صوفی کو موثر پہنچے جاتے ہوئے  
ہیں۔ فوراً رسالے ہونے لگے اور میں۔ صوفی نے فوراً رک رک چھ۔  
'کیسے پیش کی۔ عمارت بنی تھی'۔

صوفی ہیں۔ کل، کل میں پڑے گی، پر مجھے یہ میل مند ہے چند تھی نظر نہیں

تی۔

صوفیہ لیاں۔ یہ وہی وہ ات ہوئی؟

حاجہ منصور جب سے سندرھ سے نہ شہ میں وہ فریاد من دی ہے، اس وقت سے عجیب مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ وہ تو سب نہیں بڑے گھر کے بندے ہے۔ روز نہ آ رہے تھے دھمکیاں دیتے ہیں۔ کوئی کھریں گ گانے پر تادہ ہوتا ہے۔ مجھے ہٹ پینے والا کرتا ہے۔ ہر وہ مجھے مارنے لگے دھمکی دیتا ہے۔ رات صبح کسی سو آدی نہیں ہے آگے ہر گود مٹھیریا۔ کچھ ٹک سے ٹ ہر پوند کے دھیروں دھمکیاں دیتے ہوئی آدمی پتھر کی دیواروں پر نہ لگے۔ میں تب یہ سنا تھا۔ یہاں کے مزدور خوف کے مارے جانے رہ گئے۔ قیامت کا سامنا تھا۔ معصوم ہوتا تھا۔ بے آن دن میں کھڑے ہو جاتے۔ گارہ نہ سے ہیٹھ لہہ لہہ رہ رہا تھا کہ کی طرح یہ نگاہ فرود ہو۔ ہرے دھاتوں ہوتی۔ عین دن وقت وہ مدھنہ چنے مدھن سے آگاہ کی طرح نہ کہ 'یہ یو ایم ہگ'، جو چا رہے تھے یہاں تک گارہ ہو آگ گانے سے میرے دل کی آگ نہ بجھے گی۔ ہو جانے سے میرے دل شانت نہ ہوگا۔ آپ لوگوں کی اسات یہ آگ ہر یہ سن شانت ہوگی۔ پرماتما سے کہیے میرے دھمکیاں۔ کھوٹ سے بچتی کیجیے میرے غٹ ہریں۔ انہوں نے مجھ پر ظلم (ظلم) کیا ہے، ان لوگوں کے دل میں دیا دھرم جائے۔ اس میں آپ لوگوں سے اور چھٹیک چاہتا۔

ترختے ہی کچھ ہگ وہاں گئے مرنے ہی ہگ بگ رہے۔ نہ دیتا ہوتا ہے رہو۔ نام یونائٹس ہیں۔ ہم تو جیسے تھے تھے، کریں گے۔ نہیں بھی تو غریبوں پر ظلم کرے کام مل جائے۔ یہ ہر روز ہگ پتھروں کو ہٹھار پٹھارے۔ اس وقت سندرھ نے وہ کام کیا جو یہی کر رہے ہیں۔ منصور مجھے تو یہ تھیں قابل سو گیا کہ یہ وہ فرشتہ ہے۔ اس کی باتیں بھی سب کا دل میں گونج رہی ہیں۔ اس کی

تصویر بھی تپ تپھوں میں چھگی ہوئی ہے۔ اس نے زمیں سے بک بک پتھر اٹھا ہا  
 ۱۰۔ سے پٹی پیشانی کے سامنے رکھ رہا ہے۔ "اگر تم لوگ اب بھی میری فحش نہ بنو گے،  
 تو میں تم کو کچھ سے سرنگرد کر جان دے دوں گا۔ مجھے مہربانی منظور ہے، پر یہ مذہب  
 نہیں اٹھاتا۔" اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ چاروں طرف سے چھریاں  
 جو جہاں تھوڑے دیر میں بت میں کیا۔ ذرا دیر میں لوگ آئے، تہہ رخصت ہونے لگے  
 ۱۱۔ وہاں نصف گھنٹہ میں سرگرمی طاری ہوئی۔ پھر وہاں سے کھڑے ہو گئے۔  
 حدیث سے آتا تھا دھڑکی چلائی۔ مسدود مجھے تو پورا یقین ہے کہ وہ نہان نہیں۔ کوئی  
 رشتہ ہے۔"

صوفیہ اس کوئی سے ان مسدود کی پرورش کی خبر مل گئی ہوگی۔

۱۲۔ صوفیہ صوفیہ تو قیاس ہے کہ سے علم غیب ہے۔

صوفیہ (مسلم) آپ نے پیپا کوئی کی طرف سے نہیں دی؟

۱۳۔ صوفیہ صوفیہ سے توقع ہی نہیں۔ خود اس بچوں ہاتھ چھوڑ نہیں جاتا۔

آئی سب پرانی بھاگ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ تھے کہ مسدودوں کو نظر نہ آتی۔

۱۴۔ اب یہ مذہب صوفیہ صوفیہ معنوں میں ہے۔

صوفیہ تم کو سے دو چار باتیں کر کے دیکھو۔ اس کے روحانی وفاق یہ دنیا سے

۱۵۔ صوفیہ کے انگ رہ چاہے۔ فحش بھی ہے، فحش بھی۔ کاش ہم اس کے معنی پر عمل

رہتے تو دنیا یہ زندگی آرام سے رہتی۔ جاؤں سے۔ باطل سے بچھ بس اس کا

۱۶۔ یہ ایک فحش صوفیہ کی زندگی تپ تپ سے زیادہ زیادہ ہے۔

۱۷۔ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ

آتے جو پتے دشمنوں پر ایک کتا بھی کھڑا نہیں جھینکتا۔ دھڑکی میں بھی تو یہی

۱۸۔ بہترین صفت تھی۔"

۱۹۔ اب یہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ



صوفیہ رحمہ صائب کی پروردگار رحمت میں گئے۔

کارک۔ ۱۰۔ میں تھی خدائی حرمت نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں،  
 وہ رنج و غم سے رہتے ہیں۔ ان سے نہیں کبھی ناقص نہیں ہوں۔ ہاں میں  
 یہ خاص صفت ہے کہ وہ اپنی توبہ میں کبھی توبہ نہیں کرتے پناہ میں پتے ہیں،  
 نہیں غم کے سامنے ہنسی ہو یا رنج سے ٹپک رہتے ہیں کہ غم کی ٹکالوں میں ان  
 کی وقعت رہی ہو جاتی ہے۔ بندہ سنی رہی ہو اور ہر گز میں سپنے پر ہر وہ  
 رکھنے کی قوت کی بہت سی ہے۔ وہ ہر گز سے ہر سوتے ہیں جو غم میں نہ رہتے۔  
 مگر ہر گز ہر گز کے ہر کچھ بھی نہیں رہتے۔

مور سُر آچکی۔ صوفیہ نہ پر۔ کارک نے سے محبت آمیز نگاہوں سے  
 دیکھا۔ ہاتھ دیا اور چمکے گئے۔

## (20)

مسٹر کارک نے موڑ سے تڑپتی ہی وہ حکم دیا کہ ڈپٹی صاحب و فو، وہ  
 سام دہ۔ ماف، البتہ اور مافوں کی طلب کیا۔ سب سے سب جھڑ گئے۔ یہ  
 آج عدالت معسوس جلی نہیں کسی عدالت کی طرف نہیں دیکھی؟ کس نے شہادت  
 شہادت تو نہیں کروں؟ سے چاروں نے ہاتھ پاؤں چھو گئے۔

ڈپٹی صاحب برہم ہوئے۔ میں ہونی صاحب کا فاقی مدار نہیں ہوں کہ  
 جب یہ صاحب ریہ۔ چھو کی وقت سے نہ جتنی بار چاہیں صاحب کریں بلکہ یہ  
 ان کی بات ہے کہ جب جلی میں آئے گا پہنچ دیا۔ "وہ کیا کہہ چاہوں پر تھی  
 سمجھتا ہوں کہ صاحب صاحب نگاہ کریں۔ یہ ان کا حیدر رہنا چاہے مگر ان نے کہا۔  
 "حسنو اس وقت نہ چلیں گے تو صاحب سخت مایوس ہوں گے۔ ہونی بہت ضروری  
 کام ہے۔ ابھی تو موڑ سے اترتے ہی آپ دسم دیا۔"

آرڈر ڈپٹی صاحب و مجبور چاہا۔ پھوٹے ٹھنوں نے ہر صلی بیوت چہ نہ دیا۔

روان کی صورت دیکھتے ہی حقہ چھوڑ - چپے سے چڑے چپے - بچوں کو دیکھ کر وہ  
 حکم کی گھر گھر معذرت مجھ پر وہ سب بچے - صاحب کے سامنے  
 جاتے ہی ڈپٹی صاحب کا ہر حصہ کا فور ہو کا - شاموں پر وہ بڑے لگے - مسٹر  
 ڈاکٹر نے ہر اس کے رئیس و مقدموں کی مسئلوں سے نہایت طور سے  
 پتہ چل کر رہا - ڈپٹی صاحب سے راجہ مہیندر مار کے نام ایک پروہ نہ لکھا ہوا  
 عصب یہ تھا - پانڈے پر رئیس گدی کے کارخانہ کے لیے جو رئیس لائے ہیں وہ  
 قانونی وعدہ کے منشاء سے صرف ہے اس لیے میں اپنے حکم کو منسوخ کرتا ہوں - مجھے  
 اس معاملہ میں اہم کا ایسا یہ ہے کہ یہ شخص نے قانونی نفع کے لیے قانون کا اچھا  
 استعمال کیا ہے -

ڈپٹی صاحب نے اپنی زبان سے فرائض کیا - حضور - اب آپ اس حکم کے  
 منسوخ رہنے کا حقیقت نہیں دیکھ رہے ہیں اس کی تصدیق کر دی ہے -  
 مسٹر ڈاکٹر نے یہ سخت بڑے ہیں کہا - میں سرکار میں - ہم نے وہ قانون بنایا  
 ہے - نام و سب اختیار ہے - آپ بھی راجہ صاحب کو پروہ نہ لکھ دیں - کل وکل  
 گورنمنٹ کو اس کی تسلیج دیجیے گا - ضلع کے ماتم ہیں - صوبہ سرکار نہیں -  
 یہاں ہو ہو جائے گا تو محکمہ کو اس کا مقصد رہا ہے گا - صوبہ سرکار یہاں وہاں  
 رہے گی -

نہاں تھر ہے - ڈپٹی صاحب کو دل میں ہوتے گئے - یہ کیوں خواہ مخواہ فعل دیتے  
 ہیں - مگر یہ ہیں نہیں غصہ میں رہا - میں نے تو اس کا یہ کھانا - ضلع کا ہوا ہے - جو  
 چاہے رہے - ہم سے کیا وعدہ -

ڈپٹی صاحب کا جہد بھی اٹ گیا - پھر زبان نہ کھلی - پروہ نہ تیار ہو گیا - صاحب نے  
 اس پر دھتکہ ہے - یہ وقت یہاں وہاں پروہ نہ لکھ صاحب کے پاس جا پہنچا -  
 ڈپٹی یہاں سے ختم ہو کر جاتے ہوئے اس حکم سے مطلع کر دیا -

جان سیوک کہنا کھ رہے تھے۔ پھر نئی تو جھوٹ صاحب سوئی۔ بڑے۔ ”یہ مسٹر  
 ڈاکٹر، یہ ہابھی“۔ ”نر سیوک“۔ صوفیہ کی طرف توجہ دگا ہوں سے اٹھتے ہو۔  
 پڑ پڑ۔ تو نے کیا تو میں روپہ ضرور کچھوں دل رہا ہے۔“  
 صوفیہ نے سر جھٹا رہا۔ ”بس آپ کا غصہ مجھی پر رہتا ہے۔ ہم کچھ رتی ہوں میں  
 کی رتی ہوں۔“

یہاں سیوک خطہ وندہ سار اچھوٹا کارہ چہ دامن میں چھپا اہیں۔ ”کد مع  
 تارہ کہ نہ تھے کی زیریں نہ دھڑکوں سنتا ہے۔ دل میں نہتے ہوں گے کہ پرتو شہیا  
 گیا ہے مگر میں نہ ایا بھی ہے۔ رجہ ڈاکٹر رک سے پاس گیا ہوگا۔  
 پر جھو بیوک میرے بھی یہی دیوں ہے۔ رجہ صاحب نے خود مسٹر ڈاکٹر سے کہا ہو  
 گا۔ ”ج کل ن کا شہ میں ٹلنہ متقل ہو رہا ہے۔ نہ تھے نے سارے شہ میں ہیں  
 پائل چلاں ہے۔“

جان سیوک میں سوچ رہا تھا کہ کل منہ من کے لیے پتیس کا استہ مانگوں گا۔  
 دھڑکے گل کھدے۔ ”چوتھیں کام نہ رتی کہ یہاں سوئی۔“  
 پر جھو بیوک میں تو جھٹتا ہوں۔ سارے لیے کی زیریں و پھوڑا بنی ہی بہتر ہوگا۔  
 ”ج سو دس نہ پھوڑا تا تو دوزخ میں میریت نہ تھی۔ ہزاروں روپے کا سامان خراب  
 ہو جاتا۔ یہ نہ صرف ہے، نہیں ہے۔“

جان سیوک سے نہ کا مسئلہ کھڑے ہوئے تھا۔ ”ہوں بہت کچھی بات ہے۔ ہم  
 سبیل میں مدھے کے پاس چلیں۔ ہر کسی کے قدموں پر سر جھٹا کیں۔ آج کی  
 کے خوف سے ریل چھوڑ دوں۔ گل پتہ کے کی نہ تھت چھوڑ دوں۔ ہر کسی کے بعد  
 مسہ چھپا رہا ہوں سے کیس پڑھاؤں۔ یوں۔ یہی صدارت کے ناظر من کی آن  
 ہے۔ نہ کی سے ڈر نہ جھڑ۔ یہ صدارت نہیں مارک ہو۔ دنیا کی جگہ میں بدھا  
 رز کی جگہ ہے۔ یہاں اسروں و رہا ہوں کی فتنہ ہوتا ہے۔ مزور و زور

مارے جاتے ہیں۔ مسٹر کلرک اور جیہ مہینہ مارا، تنہا رہتا ہے۔ ساری یا بھی  
 سب کس میں دھیرے دھیرے ماحول سے نہیں چھین سکتی۔ میں سارے شہر میں چلا چلا  
 ہوں گا اور بندہ تنہا بھروسہ ڈالوں گا۔ حاکم کی خود مختار نہروں کی یہ مثال ملک کے  
 بھی مہاروں میں شائع ہوگی۔ پولیس اور مجسٹریٹس میں ایک نہیں ہر ہر رازوں  
 کے ذریعہ منسٹر کی جائے گی اور کس کی گونگ نگریریں پورے ملک تک پھیلے گی۔ یہ قومی  
 رفعت اور تجارت کا کام ہے۔ اس معاملہ میں کل بندہ تنہا کے کارخانہ دار ہیں  
 بندہ تنہا اور کیا نگریریں میرے معوں و مددگار ہوں گے اور سارا یہی مافیہ نہیں ہے  
 کہ وہ کارخانہ داروں کی مشق کے آؤ زیر کانت بندہ ہے۔ یہ سرمایہ کی جھڑپ ہے اور  
 ہے۔ یورپ میں بری بری کی سہولتیں سرمایہ داروں کے شماروں پر مبنی مگر ترقی  
 ہیں۔ کسی ہا منسٹر میں نہیں کہ ان مرضی کے خلاف عمل ہے۔ تم نے مجھے  
 سمجھا دیا ہے۔ میں وہاں چلا نہیں سوں۔ کلرک اور مہینہ رچہ چا میں گئے۔

یہ بھونچو تو یہ سب پڑے کہ ہر زبان نہ کھلی۔ پیسے سے ٹھہر چلے گئے۔  
 صوبہ بھی بکھرے یہ سب میں آئی۔ کچھ سوچنے لگی رہا ہے۔ اس معاملہ  
 میں کچھ تحقیق بھی ہو کہ کس کا نتیجہ کس میں ملے گا اور کس میں ہر سناپ  
 کہ کس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ بھی سے کس کی یہوں ضرور۔ اس کے گلہ ہوتوں پر  
 نہ تھی نہ عوام نہ مسٹر صاحب نہ ہوں۔ اس وقت وہ مدد کے چہرے کا ہو رہا  
 دیکھنے کے لیے بنا سب کچھ دور رہتی تھی۔ "کاش میں اس موجود سونی دیکھتی  
 کہ مذکورہ چہرے پر کبھی جھنپ ہے۔ تو ہمیشہ کے لیے قطعاً ہو چکا تاکہ  
 ضرورت کی کہ ایسا ہے۔ صاحب صاحبہ وقتہ رہتے رہیں اس پر تائید تھیں؟  
 مگر مجھے یہ معلوم تھا کہ کلرک تنہا تھی گئی۔"

جانے سے دن سو روہ نے مرہ میں چلی گئی اور رنی مددنی وقت کامیاب  
 نے بے حد غصہ کیا۔ مگر وہ صاحب مدد کو چہرے کا رنگ نہ سوا، آ رہا



ہیں، وہ زہ نِ صرف وہ زے۔ گود مکا، تھ آفتوں کے سامنے پھر یا۔ صوفیہ نے  
 ہتے ہو۔ ن کا تھ پڑا، اور پھ۔ کہیں تھ گئے جاتے ہو؟  
 پر جھو بیوک، یہ چور ہیں، ٹین جڈوں۔

صوفیہ چوڑی میں، مار میرے سر میں چھ تھیں، یک چیر ساں، ٹھی بھی  
 ہے؟

پر جھو بیوک، وہ تھی نِ بہت کے لیے نیند، ب ماروں۔ یہ پھر وہ نہ ہوتا۔ یہ  
 لکھا ہے؟  
 صوفیہ، یک مضحکہ خیز مارا۔

پر جھو بیوک، مضحکہ خیز مارا؟ مرنے، یہ مارا، بھنے نِ کب سے متقی ن؟  
 صوفیہ، جی بہت مضبوط، کبھی ساں کی پھر ہا گیا۔

پر جھو بیوک صوفیہ کے کمرہ میں گئے، وریک ی مح میں اونوں نے قہقہے لگائے  
 تھو ہے۔ لکھتے وقت صوفیہ، نِ نمرت پر مارھی ٹھی نہ آتی تھی، نہیں پڑتے  
 وقت نِ کی روئے نہ رکتی تھی۔ جب دلی سامنے و نِ بہت باقی تو صوفیہ پہلے  
 ی بس پڑی۔ پر جھو بیوک، نہ کھوکھوے س نِ طرف تانا۔ بہت کچھ سمجھ میں  
 نہ آتی مگر س نِ پڑی پروہ بھی ہنستا اور جو تھی بہت سمجھ میں آ جانی تو یہی پڑی تھو۔ کی  
 ہکل ختیار، تھی۔ وہوں کے چہرے مرنے ہو گئے۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔  
 ہیٹ میں ہل پڑ پڑ گئے۔ یہاں تک کہ جڑوں میں ارد ہوئے لگا۔ ڈرامے تم  
 ہوتے، ہوتے تھو، نِ نہ صوفیہ نے س نِ۔ خیریت تھی کہ وہ زہ وہوں طرف  
 سے بند تھو، ورنہ رت کے نائے میں سار بگلہ ہل جاتا۔

پر جھو بیوک، نام بھی خوب رصا۔ رچہ پھیر، رنگھ۔ مسہرور، پھیر، رنِ نک متقی  
 ہے۔ پھیلی صاحب کے ہاں، رچہ پھیر، رنگھ کا جھب جھب، مسہرور، خوب رہا۔  
 کہیں رچہ صاحب، رنِ نہ صوفیہ میں۔

صوفیہ یہ دیا نہیں ہے۔

پرچہ بیوک نام بنی کے مالک نے میں مشق ہو۔

ذرا ہر بعد وہوں پہنچنے پہنچنے سے۔ صوفیہ میں اس میں اور مسر  
ہرک کا تھوڑے لگی سے پہنچنے تھا کہ وہ تھے ہی ہوں گے نہ ہر  
ہیں، شعیب معلوم ہوں گی۔ ہی محض نوہنی ہے۔ مس سے رہا صاحب  
نہیں۔ وہ س کے پاس بندھ رہے تھے، یہ گئے ہیں، میں آنے لگے  
وہ رک کا نہیں پتہ نہ تھا۔ وہ بھی تھے ہی نے دیا تھے، پر نے ہو  
تھے تھے کہ کہیں صوفیہ یہ نہ تھے کہ مجھ پہ سن تھے۔ اب ہیں۔ س سے  
رہا وہ س بات کا خوف تھا کہ اس لوگوں کو یا نہ وہاں کا۔ یا تو مجھے دیکھ کر  
اس میں میں میں گئے یہ بھی لفظ میں مجھے شہم میں گئے۔ سب سے زیادہ  
خوف بنو بیوک کا تھا کہ میں کافر ملعون یا شعی نہ نہ تھیں۔ بزرگ آدمی ہیں۔  
س نے توں کا جواب ہی یہ۔ نہیں، جو بات سے وہ آتے ہرے چکچکاتے تھے،  
دل میں دھار رہے تھے۔ صوفیہ ہی ہر تھے۔

نوبت تک ہرک کا تھوڑے رہنے کے بعد صوفیہ بیتاب ہوئی۔ رہا یہ کہ میں ہی  
چوں۔ وقت یا ایک مسٹر جان بیوک آ رہے تھے گئے، صوفیہ کو قہر و دنگ ہوں  
سے دیکھ رہے۔ "صوفی" مجھے م سے ہی مید نہ تھی۔ م سے میرے رہے  
نصو لے خاک میں نہ رہے۔

صوفیہ میں نے اہل نے یہ ہیں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

جان بیوک میرا مصداق ہے کہ تمہاری فی ترغیب سے مسٹر ہرک سے پناہ  
تھوڑے سا رہا ہے۔

صوفیہ آپ کو دہم ہے۔

جان بیوک میں نے باثبات کے آج تک کی پہ نہ نہیں لگایا۔ میں بھی نہ

یوں سے مل رہا ہوں۔ نموں نے اس کا ثبوت دیا کہ ہر تمہاری ہی ریت ہے۔

صوفیہ: آپ کو نہیں ہے کہ ندو نے مجھ پر جو نرم گیا ہے وہ صحیح ہے؟  
 جان بیوک: اس لحاظ سمجھنے کے لیے میرے پاس کافی دلیل تھیں۔  
 صوفیہ: سے حق سمجھنے کے لیے رندو کا کتنا کافی ہے تو سے غلط سمجھنے کے لیے میر  
 ہٹا یاں کافی نہیں ہے؟

جان بیوک: کچھ باتیں دیکھ رہی ہے۔  
 صوفیہ: یہ میری بہ نسبت ہے کہ میں اپنی باتوں میں وہ نمبر سنی نہیں جگہ ملتی، میں  
 میں آپ کو متین، اپنی ہوں کہ ندو سے ہمارے ورہ لیم کے درمیان میں وفات  
 پیدا کرنے کے لیے یہ "نمبر چوید" ہے۔

جان بیوک: نے شبہ میں پر رہا۔ صوفیہ: میری طرف دیکھ، کیا تو سچ ہمدردی  
 ہے؟

صوفیہ: نے، کھوشیوں کہ اپنے مدد کی طرف نے خوف آنکھوں سے دیکھے، میں  
 اس نے نکلیں خود بخود، جھٹکیں۔ بڑھتی اس باتوں کو بٹا رہا ہے مگر غصہ، پر  
 اس کا رد نہیں جاتا۔ باتوں پر خاموشی موحے مگر "نکلیں" ہو لگتی ہیں۔ مسٹر  
 پان بیوک نے اس پر نہ مت "نکلیں" نکلیں، اور سیدہ خاطر ہو رہے۔  
 "خرقم نے یہ سمجھ رہا ہے بڑے؟"

صوفیہ: آپ میرے ساتھ سخت مانعہ دانی رہے ہیں۔ آپ وہ لیم ہی سے یہ  
 بات صاف رہتی چاہے۔ اس میں تناصروں کی کہ تمام شرم میں ہر نام ہوے کی  
 پخت میں اس زمیں کا آپ کے قصے سے نکل جانا کہیں بہتے حیات رتی ہوں۔

جان بیوک: پھر تو تم میری ایک مائی سے یہ یہ چل چلی ہے؟ میں تمہار  
 بہت ممنون ہوں لیکن یہ حیات تمہیں بہت دیر بعد آجھ۔ میں تو یہاں صرف



پنڈتوں کے سبب تہی بدنام ہے۔ کہ اس سے زیادہ بدنام ہونا یہ ممکن ہے۔ گو کہ  
 اس چھپو آج ہمارے سارے رہے ٹٹی کے اچیرن چائیں۔ نگریوں سے  
 دوس کو تہی چہ نہیں تے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ نگریوں کا طرہ معاشات اس کے  
 خیرات و عطا رسب نون ذاتی چیزیا ہیں یعنی اس کے ملک و قوم کے میں رہن  
 جس کو ہندوستان خواہ وہ مذہب کا ہو نگری کی وضع اختیار کرتا ہے تو گو کہ اس  
 باطل یا زہر مجھ پیتے ہیں۔ وہ نیلی ویدی و بدھ متوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس  
 سے اس دیکھنے کاموں میں نہیں ہون ورنہ اس کے ہرے کاموں پر کی کو کچھ ہوتا  
 ہے۔ میں یہ بھی نہ مانوں گا کہ تم نے میری ترویج و قدامت کھتے ہے یہ یہ ہتھ کی  
 ہے۔ تبہر متشدد نہ میرے تجارتی منصوبوں پر بددورنا ہے۔ مذہبی تہذیقات  
 نے تمہاری عملی و مست و قانونوں کو روک دیا ہے۔ تمہیں نئی مجھ بھی نہیں ہے۔ اس  
 کی ورنہ اس مالی محض یک معیار ہے۔ شعر کے ہے معتقدین کے دل بہار  
 کے ہے ورنہ اس میں تھوڑا کو مزین اس کے ہے۔ شیخ و بدھ و موسیٰ کے پیدا  
 ہونے کا وقت نہیں رہا۔ وہ تہذیبات و مطعون ہوے پر بھی انسان خود ہتھ  
 کی مخرج ہے ورنہ گے۔ خدا کے ہے تم مجھ پر اپنے مذہبی اصولوں و نہاد رہا۔  
 میں تم سے حدیق و مذہب کا ہتھ نہیں پرانا چاہتا۔ تم سمجھتی ہو کہ خدا نے اس  
 رقی و جم کا تمہیں و پادروں پر بنا دیا ہے ورنہ کیا میں جتنے مل و موت و ثروت ہیں وہ  
 سب کے سب بے نصاب و خواہر ورنہ ہمیں نہیں لیکن مشیت ایزدی کی قاس ہو  
 بھی تبہر حیاں ہے کہ دنیا میں ہمارے کی تفریق کا سبب نہ انسان کی حیا و غرضی  
 ہے تو مجھے بھی اپنا پرے کا کہ تم نے مذہبی کتب کا مطالعہ آنکھیں بند کر کے کیا ہے  
 اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ تمہاری کس حد سے تم مجھے جتنا رنج و روبا ہے۔ انبیاء  
 نے اسے یہ میرے پاس ملاحظہ میں ورنہ گویں ورنہ پادروں میں ہوں میں  
 یا تمہیں کہ کبھی نہ بھی تم کو اپنے و مد سے دشمن رہے کا حیا رہا تھا اپنے گا۔

”ندہا غصہ کن تہاں حد تے۔ س کا پھل تم ٹٹا رستے پاوے۔ یہ جملہ تنقید  
سان سے بھی زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ جب ہم سمجھتے ہیں کہ کسی نے کاموں میں اپنے  
کے لیے ایسے ہیادوں حالت کافی نہیں ہے۔ اس وقت ہم خدائی طاقت کو تحریک کرنے کی  
ہاشش کرتے ہیں۔ اس سے فتر ہانی رہ جی، مصل مشتمل نہیں رہتی

مسرح جان بیوک کی صرح کس پر کھ گئے، میں صوایہ کو اس نکتہ ٹڈی سے ذرا  
جھی مڑا دے گا۔ اس نے اس فرض پر بھی ندہا کے حدتے میں آج ایسا کر کے  
حد بہ تمام سے زیادہ خوفناک صورت اختیار کر لی۔ اس نے نہیں دیکھا کہ اس پر مدق  
۱۷۷۷ آج ہی شرح ہو گئی۔ ریڈیٹر نے نہ چھپاؤ میں حوی تہائی صوت  
میں چھپو دوں گے ورنہ ہم میں وقت تقسیم ہوں گے۔ اس کا ٹک لگ جائے کہ پھر کی  
مرہ نہ دھکے۔

یٹو ریوک نے جان بیوک کی ماسیج، ماسیج نیس تو برت، راض ہوئے۔ مسز  
بیوک بھی یہ بتا رہا تھا، معصوم ہو۔ یٹو ریوک نے کہا: ”اے جاہل تمہیں کچھ نفع  
نقصان کی تیرے کب ہوگی۔ بن ہوں بات و نہایت مشکل نہیں ہے، بکری ہوں بات و  
بنا مشکل ہے۔ تمہیں اس موقع پر اس قدر صبر و سنجیدگی سے کام لینا تھا کہ جتنا  
نقصان ہو چکا ہے۔ اس کی تلافی ہو جائے۔ گھر کا ایک گوشہ پر لے لو، مار گھر رہا  
یہ عقل مند کی نہیں ہے۔ رہیں تو کوئی یہی تدبیر ہو چکا کہ اس پر بلکہ تمہارا قصہ ہو، یہ  
نہیں کہ میں نے کئے، ہاتھ پائی عزت و آبرو سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو۔ جا رہا ہے، حب و  
مسلطہ کار کے فیصلہ کی پیل ہے۔ پڑا رہا وہ مسٹر کارک سے پناہ لیں جس  
پر متورق ہو رہے۔ یہ سمجھو کہ ن سے تمہیں کوئی نقصان ہی نہیں پہنچا۔ صوایہ کو برہم رہ  
کے تم مسٹر کارک جو چھوڑ دینا دشمن بنا رہا ہے۔ کام ملک رساں رہا کی تو یہی لقمی  
نی رہیں ہیں کی۔ یوں مجھے اپنے دماغ میں پھپھو اور مشکل و آسان رہا۔

”یٹو ریوک میں وہ قلمی منتوں سے اسے یہاں لائی ورنہ سارے سے یہ دھڑکے پر

پاں پچھیرے دے تے سو۔

یشو سیوک خدوند۔ جُھے آدن دی ہمت دے۔ / ہکی مانیا پے کہ  
صوفی کے یاء سے یہ بات ہوئی تو بھی ہمیں اس سے کون شکایت نہ ہوئی چاہے  
جسیرے اس میں تو اس عزت زیادہ ہو گئی ہے۔ سے خط۔ پٹی روشنی وسط  
پے۔ اس میں یہاں ورتقا کی برکت ہے۔ اس نے جو کچھ یہاں ہے اس کی تعریف  
نہرنا صاف کا خون مانا ہے۔ خدوند۔ سوچ نے سپنے و عیوب و مہاسوں پر تار  
ردیا تھا۔ نہ قسمتی سے ہم لوگوں میں۔ تقا عتقاد میں تے۔ ہمیں غنی خواہ غنی پر نام  
ہونا چاہیے۔ صوفیہ کے ایک رسوں کی تعمیر رہا ہل من سب نہیں ہے۔ سہا کسی  
تعمیر کو دیکھ رہا میں مادم ہوتا ہے۔ اس سے دشمنی نہیں کرتا۔

جان سیوک یہ نہ عتقاد ہے۔ ورنہ ایمان جہ شخص خدوند برکت ہے۔

یشو سیوک نے اس کا کچھ وک نہ دیا۔ پٹی سزئی لیتے ہوئے صوفیہ کے کمرہ  
میں آئے و آئے۔ اپنی امیرے آئے سے تمہارے دن ہجرت میں ہوا  
صوفیہ میں نہیں آئے۔

یشو سیوک یہاں اس ٹھکانہ کو ایمان کی روشنی وسط / بھی پاں بیٹک نے  
تھیں بہت چھ پر ہوا کہ ہے۔ نہیں معاف کرو۔ پٹی۔ یا میں خد کی جہ پناہ  
کی ہوتا ہے۔ اس کی توں کام نہ مانا چاہیے۔ تمہارے پر خد کا ہوا ہے۔ خد کی  
برکت ہے۔ تمہارے و مدد کی عمر خود پرورنی میں رہتی ہے و وہ بھی تک و  
طرح / رہتی ہے۔ خد سے اس رو کہ اس کے اس تاریکی میں دی تھی نہ اور  
رے۔ تن ووں سے ہمارے خد وند یوں ہا طرح طرح کی دیتیں دی تھیں  
کے بے خد وند نے ہوا تھا کہ بے خد نہیں معاف رہی وند و نہیں جانتے کہ ہم یہاں  
رہے ہیں۔

صوفیہ میں آپ سے بچتی ہوں۔ جُھے پوچھتی ہوں کافر بھی مدد نہیں ہے۔

ہیں وہ مجھ پر غصہ نرمل گاتے ہیں۔ نڈھکی باتوں کے سامنے میں نے باتوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

یڈر سیدک ٹٹی یہ نہ کی شطی ہے مگر تم اپنے دل سے انیس معاف رہو۔ دنیا  
 ۱۰ روں ۲۱ کس قدر ملعون یہاں مگر نصف نضر سے دیکھو وہ اتنے قابو میں  
 ہیں۔ آخر ای جو کچھ رہتا ہے، اپنے بول بیوں کی سے یہ تو رہتا ہے۔ انیس کے  
 آ رہا اطمینان کے یہ نہیں ۱۲ دنیا کی بد نظری سے بچے کے یہ وہ تر  
 بدنامیوں اور سیاہیوں کو بخوشی برداشت رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے صمیم اور یہاں  
 نہ ابھی قہر نہ کرتا ہے۔ یہی حالت میں جب وہ بھٹکا ہے کہ میں حسن ہاگوں کے  
 ہمارے کے لیے بن خون و رہ نہ یہاں رہا ہوں، وہی مجھ سے مخالفت رہ رہے  
 ہیں، تو فرما صحیح بحث ہے۔ اس وقت سے حق و ناحق نہ قیہ نہیں رہتی۔ ابھی  
 ہلکے سے جوں ابھی نہ باتوں کا ذرہ نہ رماؤ نہ خود کو ہاگوں میں کہہ دیت پیدا  
 ہو جائے گی۔ ۱۳ وہ بدور رہتی ہو؟

یڈر سیدک جب مجھ پر چلے گئے تو پہچان سیدک نے آ رہا پوچھا: وہ ڈراما کہاں  
 بھیجے؟

صوفیہ بھی تو میں نہیں بھیجی۔ یہاں ہی دوں؟

پرچہ بیوک صوفیہ صوفیہ آج آجے گا۔ ترشہ نہیں اچھا کچھ ہے گی۔

صوفیہ فارو یک روز رو دیکھوں۔

پرچہ بیوک ٹیک کام سے رہے میں تائید رہا چاہیے۔ آج ہی بھیجے۔ میں

نے بھی آج اپنی طم تم اردوں۔ نادر؟

صوفیہ رہا ہاں یہ ہو۔

پرچہ بیوک نے اپنی طم نئی شروع کی۔ ماری محمد رحم اور غلو کی جدت سے میر  
 نہی۔ مضمون اس قدر پر دہن تھا کہ صوفیہ کی قصوں میں آسوں کی چھڑی لگ گئی۔

پہلے بیوی بھی رہ رہے تھے۔ فقوہ مجتہدے حدیث سے اس طرح چمک رہے تھے جیسے "کھوں سے آنسوؤں کی ہلکی سی ٹپک تو صوفیہ نے کہا۔" مجھے بھی حال ہی میں یاد ہوتا تھا کہ اس رنگ میں یہاں کھال کھالکتے ہو۔ جی چاہتا ہے تمہارا قلم چوموں۔ فتنہ راجن مٹو ہے۔ یہاں تمہاری تصنیف ہم سے بدتر ہے۔ بدتر ہے۔ یہی پتہ ہم دم و رہ جو شہادہ تمہارے قلم سے اس طرح نکل آتا ہے۔

پہلے بیوی اس طرح جیسے تے مستحکم خیر و نجات جس حدیث کا فقہ، تمہارے قلم سے ہے۔ تمہاری تعویذ تم سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

صوفیہ میں یہ ورید کی تصنیف یا تمہاری یہ شعر کہ قابل ہے کہ اس پر اس کا راجہ ہے۔ بے شک مٹو نہائی جذبات میں رفیع ترین جد ہے۔ رحم کا درجہ نام نہ نہیں۔ رحم وہ دہ سے جو پودوں کی ریش میں آتا ہے۔ اس کے خلاف فقوہ دہ ہے جو خدا روں میں آتا ہے۔ رحم وہ پتہ ہے جو ہمہ رو میں پڑتا ہے۔ اس کے برعکس غلو کا پتہ شریزوں و ریچوں پر پڑتا ہے۔ رحم کا رستہ سیدھا و راستہ ہے۔ ہرھوکا خیر و برکت ہے۔ تمہاری یہ منظر پر نقش ہو جاتا ہے۔ قلم ہے کہ تم میں خود غلو کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

پہلے صوفیہ اجتہاد کے مقدمہ میں فعال و خیر و نجات نہیں ہے۔ شاعر کا مٹی میدان صحرا ہوتا ہے مگر جہاں میدان وسیع و رحیم ہوتا ہے۔ اس آدھی کو تیر نہ مٹھو جو تیر و تیر کا گیتا ہے مگر جو تیروں پر جان و تیرا ممکن ہے کہ اس کے مٹوں بڑے تیر کے کو متاثر رہیں۔

صوفیہ جس کے قلوب و فاعل میں تفریق ہو، اس کی وری نام سے پکارا جاتا ہے۔

پہلے بیوی نہیں صوفیہ یہ بات نہیں ہے۔ شاعر کے جذبات ادا کرتے ہیں کہ ر

سے موقع ملا تو وہ یہ کچھ سوچتا تھا۔ وہ اپنے صحبت کی بندگی تک نہ پہنچتا تھا تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کا پیشہ کے ساتھ اس کے ساتھ نہ تھے۔

کھانے کا وقت آ گیا۔ اس کے بعد صوفیہ نے بیٹور بیوک کو ہا مل سناٹا دیا۔ یہ آج کی بھر، صاحبہ کی اس نے کبھی نہ جانتی تھی۔ بیٹور بیوک کی مذہبی فطرت نے اس کے ہوش و حواس کو مفلوج کر دیا تھا۔ خوب اس حالت میں صوفیہ کی باتوں کو نہ مانتی تھی۔ اس نے بیٹور کو بے وفائی سے روک دیا تھا۔ اس نے کہا کہ پڑھنے سے، میں سمجھتا ہوں کہ رجب کی خاموشی کو جانتا تو وہ نہ مانتی ہوں تھے۔ ہاں ہوں پڑھتا ہوں۔ پیپریاں، میں سمجھتا ہوں۔

صوفیہ کو ہا مل پڑھتے پڑھتے شام سوئی تو اس کا گاہیو، بیٹور بیوک باغ میں ٹھہرنے چلے گئے اور پرچہ بیوک صوفی سے کہہ کر شپ سے کام لیتے۔

صوفیہ بڑے پاپا کی طرح پڑھتے ہیں تو بلکل نہیں سمجھتے۔

پرچہ بیوک مجھ سے بھی ہا مل پر پڑھنے نہیں دیتے۔ مجھ سے قیاسی بھی دے دے نہ بیٹھا ہے۔ مرنے والے نے ایسے بھی پڑھتے راق ہوئے

صوفیہ یہاں سے پریم آتا ہے۔

پرچہ بیوک ہناسوئے۔ مصائب کی بات پر کبھی نہیں چوتے۔ یہ ساری عقیدت صرف اس کا ہے۔

صوفیہ یہ تمہاری لے صافی ہے۔ ان میں وہ چاہتے ہیں کہ صوفیہ نہ ہو، میں یہ سن کر کانزہ استغناء پہ چلو کیسے گئے چلتے ہو؟

پرچہ بیوک کہاں چلو کی؟ چلو میں خوش کے نارے پیوے کچھ شعر و شاعری کی تہ چڑھیں۔ کھنکھتے اس سے زیادہ صوفیہ کی بات میں نہیں آتا۔

صوفیہ چلو پاڈے پورن طرف چلیں۔ سس سس مل گیا تو سے یہ خبر نہ لیں گے۔

پر چھو بیواک چھو نہ مے گا۔ پھل پرے گا۔

صوفیہ، شہ پاجے تو اس رجبہ شہ سے بڑگا، ہی چھوڑے۔

وہوں سے سب پر جا ریک تا نگہ کر یہ پر کی در پانڈے پر ن طرف رو نہ

ہوے کرتب خوب ہو یا تھا پڑی کے جسے غل میں بستہ آجے مہ ۱۹۱۰ء

خود غرضی کا محکمہ سے ہوئے چھو آ رہے تھے۔ بنگلوں میں ٹینس ہو رہا تھا۔ شہ کے

شہدے دینا دینا سے بہرہ تمویاں ناکا توں پر جمع تھے۔ بیویاں ناکا توں پر

مزدوروں کی عورتیں کھانے کا سامان خرید رہی تھیں۔ تا نگہ برماندی کے پس پر پہچا

کہ یا یب آ میوں کا نیب جو نہ خیر آیا۔ ہوا اس کھینچی ہی، کارہا تھا۔ صوفیہ نے

تا نگہ روک دیا ورتا نگہ سے کہا۔ "جا اس نہ جھے کوہا"۔

یک سو میں ہوا اس شھی عینا ہو آیا ورتا تھا کا ہر ہو یا۔

صوفیہ مجھے پیچھے سے ہوسو رو؟

ہوا اس ہو بھ جی ہی نہ پچھ توں گا۔

صوفیہ تم نے ہم دو گوں کو مارے ش میں خوب بدنام کیا۔

ہوا اس پھر یہاں سے کے میرے پس ہوا روں بل تھا؟

صوفیہ مرید کا نتیجہ کیا؟

ہوا اس میری شہ پاجہ کی ہوئی۔ جا میں سے میری اہرتی مجھے دے دی۔ یہ تو

سوئی نہیں سنا کہ کون کا متن بن سے یا جاے ہوا اس کا کوئی پھل نہ ہو۔ تیرا سے تو

بھگوان مل جاتے ہیں۔ بڑے صاحب کے ران سے مل رہی تھی مجھے یہ جا رہا

نیا آج پانچ گیارہ ماں کو جو بن رہا ہے۔ گل گھر یہ، جاوں گا۔

پر چھو بیواک، مس صاحبہ ہی نے بڑے صاحب سے جا رہی تھی زمیں دون

ہے۔ ن کے والد ورتا نگہ صاحب وہوں ہی ن سے مارا ش ہو گئے ہیں۔ س کی

نہا رہے پر بڑی مہربانی ہے۔

صوفیہ پر چھ اقم بیٹے بڑے ملے سو۔ یہ تپ سے یا فائدہ کہ مس صاحب کی  
سے زمیں وہاں ہے۔ یہ وہی، کا نہیں ہے۔

سورس صاحبہ تو میں دن دن جوں یا تھا جب مس صاحب سے پہلے پہن  
باتیں ہونی تھیں مجھے دن دن معصوم ہاں یہ تھا کہ ن کے چپت میں یہ ۱۰۰ ہزار  
ہے۔ اس کا پھل حلوں سہو دیں گے۔

صوفیہ سورس یہ میری رفتار کا پھل نہیں۔ تمہاری تپیا کا پھل ہے۔ راجہ  
صاحب کو تم نے خوب جھٹکایا تھا مڑی کی سہو ہے یہاں مام رو کہ شری میں منہ  
دھانے کی ہیں۔ ستھم، ہے رچنے قدر میں۔

سورس میں مس صاحب یہ کھڑیوں کی سیت نہیں ہے۔ کھڑی جیت ر  
ہارنے، سہو کھڑی ن نہیں نہیں رتا۔ اس سے گئے ملت ہے وہ ہاتھ جوڑ رکھتا  
ہے۔ یہاں رنام نے نہیں میں تم سے کون فوجیت (نام، سب) باتیں ہو یا کوئی  
یہاں رنا، کیا ہوتا نہیں (معاف) رنا۔ اس طرح وہوں کھڑی ہنس رنگ  
موتے ہیں۔ نہیں مہیت (تم) ہوتے ہی وہوں متر (دست) اس جاتے ہیں۔  
اس میں کون پست نہیں رتا۔ میں راجہ صاحب کے پاس گیا تھا ورنہ نہ تھا  
جوڑ آیا۔ نہیں نے مجھے جوتن ریا۔ جب چنے گا تو بڑے میر دن تمہاری صرف  
سے صاف ہے کہ سکا (میشہ نہ رنا۔

صوفیہ سے صاف ال تو نہیں ہیں۔ موقع پر رضو روہا ریں گے۔ میں تم سے  
ہے ہیت ہوں۔

سورس میں مس صاحب یہاں مت بھیجے۔ کی پر نکا رے سے پنا  
پست (دن) نہیں (مدد) ہوتا ہے۔ وہ مدد (عام) میں۔ دھرماتما ہیں۔ لگی دنا  
نہیں رکتے۔ ورجو ریں گے تو ہی کا ہرم جاے گا۔ میں لہر کی طرح فریاد رتا  
پہرہں گا۔ جس ٹھوں نے سب کی سہو ہی بھگون پھر نہیں گے۔



پر جھو بیوک اور جو کوئی معاملہ ہڑ رے قید رہا تو؟

ہر اس (ہنس) اس کا پھل نہیں ٹھون سے لگا۔ میرا ہڑ تو ہی ہے کہ جب کوئی میری چیز پر ہاتھ بڑھے تو اس ہاتھ پڑوں۔ ہڑے توڑوں اور اس چیز کے پنے جان تکاے اس چیز میرے ہاتھ آئے گی، اس سے مجھے مطلب نہیں۔ میرا موڑا ہے اور وہ بھی ہڑ من زلی لڑا۔ ہر وجہ صاحب کا (ا) صلی ریں گے تو میں نے سے اگا۔ روں گا۔

صوفیہ میں میں تو وجہ صاحب کو تنے سے نہ چھڑوں گی۔

ہر اس مس صاحب۔ آپ کو تنے میں باتیں رتی ہوں۔ مجھے جرج (توب) ہوتا ہے۔ آپ کے منہ سے نہ باتیں کھی نہیں مٹیں۔ میں آپ کو رتی میں۔ آپ سے بھی یہ کام نہیں ہوتا۔

تنے میں نے پکار۔ 'سوروس جہو' بر منس گئے ہیں۔"

ہر اس ٹھی سکت ہا گھا۔ طرف پدا۔ تائند بھی پدا۔ پر جھو بیوک نے ہا۔

'چو کی مسر کا رک نہ صرف؟'

صوفیہ نہیں گھ چو۔

ر تہ میں کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔ صوفیہ کی دیوں میں کو تھی۔ دونوں ستر پہنچے تو چرغا بھل چھ تھے۔ صوفیہ سیدھی اپنے سر پہن گئی۔ میری دیکھوں، فی ریں (ظہر ات میرا) کا سو دیکھا۔ ہر سے پرہ پرہ رے رہیں پر پھینک دیا۔

(21)

ہر اس کی آہ و نریہ نے وجہ بہیند رہا۔ منی ناموری مرحلت کو جاک میں نہ دیا۔ آہ ات سے باتیں رنے۔ شہر کا محل آتہ آتہ میں مار سو گیا۔ میں شہر میں خدمت کو جوں گے۔ منی مسالی سے شہر کو کتنا نفع پہنچا تھا۔ اس کی یاد میں نہ رہی۔ شہر کی مایاں اور کہیں ہا بیچے رگلی کو بچے تہ مسلسل کو شوں کے

تھے رہیں منت تھے۔ شہر کی صحت و رہائش کہ نہیں۔ اس رہنمائی سے  
 شہر و ترقی پر پہنچا تھا۔ اس طرف دینی اسیوں کی رہنمائی دیتے، دیکھتے  
 ایک نقد کا عظیم سرمایہ ہو گیا۔ لوگ اس پر رہ رہ کر رہتے ہوئے تھے۔ اس  
 رہنمائی میں رہا جب۔ بے ریسوں کے نام عزت کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ وہ  
 خودی نہ سے عقیدت ہوتی تھی۔ وہ دن رحمت ہو گئے۔ ثروت پر ترقی رہا نقد ہم  
 و شاہ پرتی کا ایک جزو تھی۔ رعایا نے راجہ چاہا کہ یہیں تک کہ سپہ رعیت  
 پر جان مار رہی تھی۔ یہ ایک مسئلہ اصولی سیاست تھا کہ رعایا کو اس کے آرام و  
 آسائش کے لیے ہے۔ دنیا میں یہی رہا تھا۔ لیکن آج بادشاہ و رعایا میں یہ تعلق  
 نہیں رہا۔ آج اس میں خام و صدمہ کا رشتہ ہے۔ اس ری بادشاہ کی عزت ہے تو  
 خدایا عقیدہ سے، ورنہ اس کی عزت و تقاسم کے پیچھے اپنی کوئی رہنمائی ہے۔  
 رعایا کو اس پر کبھی عقیدہ نہیں ہوتا۔ تو بادشاہ کی عزت کوئی ہے جس نے پنا  
 سب کو رعایا پر مار دیا ہو۔ جو فقر و غارت سے مالا مال ہو۔ جب تک وہی  
 خدمت سے رہا۔ پر چلنا نہیں دیکھتا جو اس کے دوس میں جھگڑا کرتا۔

رہبہ صاحب و ب معصوم ہو کہ شہر کی غنیمت پڑے اس طرح ہے جس پر ایک  
 رہنمائی نہیں چھپ سکتا۔ اس طرف اس کی مہر نکل جاتی، لوگ اس پر آ رہے  
 تھے۔ یہاں تک کہ غنائیں بھی بنتیں۔ بے چارے ہر لمحہ محبت میں مبتلا  
 تھے۔ شہر حاصل رہے چلے تھے۔ عزت سے بھی، تھوڑے دنوں میں ورمو قیوں پر نرو  
 نے مشورہ دیا، اتنے تھے۔ اس سے اس بوڑھے اس ہوتی تھی، لیکن بادشاہ و رعایا  
 بھی بدلتا تھا۔ نرو سے ہمدردی کی کوئی امید نہ تھی۔

رات کے نو بجے تھے۔ رہبہ صاحب اپنے دیوانہ خانہ میں بیٹھے ہوئے اس طرح  
 سوچ رہے تھے۔ لوگ کتنے دھان فراہم ہو رہے ہیں۔ میں نے پٹی رنگی کے  
 متواتر سب اس کی خدمت میں صرف راجہ۔ پناہ و وقت، ساتھ ساتھ، لکھا

آرمین کی زندگی۔ اس کا مجھے آن پو صد مل رہا ہے کہ ایک مذہب بھاری مجھے  
 سارے شہر میں گایاں دینا چاہتا ہے۔ وہ وہی سن کی سن نہیں پڑتا بلکہ سے  
 وہ بھی مانتے اور بڑھو دیتے ہیں۔ اس قدر ہر قدر سے اپنے مانتے کا قہر  
 رتا تو اس تک نکاسی میں بھلا رہا ہے۔ اس کا صاف ہو گیا تھا۔ ایک دن وہ تھا کہ  
 جہڑہر سے نکل جاتا تھا وہ گھر سے ہو کر۔ مانتے تھے۔ جسوں میں میری  
 تقریریں سننے کے لیے بہت سے تھے اور مجھے خبر میں ہونے کا موقع ایسا جانا  
 تھا۔ اس لیے وہ یہ ہے۔ مجھ پر تائیاں بھائی ہیں اور میرے۔ تم نکالے کی  
 تیریاں بھائی ہیں۔ مذہب میں پھر بھی متن ہے۔ اور بھائی کے شہر سے ان  
 رہائے میرے گھر ٹوٹ جاتے۔

انتھارہن نے آرمین کا حکم نامہ سننے کے ساتھ رہا۔ رجب صاحب  
 نے چونکہ اس وقت کھوٹا ششدر ہو گئے۔ مصیبت پر مصیبت 'اری' کی عزت بھی  
 اس میں ملتی۔

چیز کی حضور کچھ وہاں دیئے؟

رجب صاحب جو بکری صورت نہیں۔

چیز کی کچھ نہیں نہیں۔ حضور کی۔۔۔۔۔

رجب صاحب نے سے وہ یہ نہ چاہا۔ جیب سے ایک روپیہ نکال کر پھینک  
 دیا۔ رات بھر کیا۔

رجب صاحب اپنے گئے۔ پانی، نعیم، مانتے شہر بھی نہیں آتی۔ وہ میرے نام  
 کوئی پانچ ماہ رہا ہے۔ تے میں وہ رہا۔ کچھ نہ دیکھنے دوڑیں۔ جھون پکی  
 شکایتیں کریں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے یوں نہ حکم مناسخ رہا۔ جوت  
 عید سے کی بات پر نہ ہوئی یا شاید صوبہ نے اس کو ٹھکر دیا۔ چھو یہ بھی  
 چھٹی ہو۔ وہ گھر کو نہیں گئے۔ مذہب سے رجب صاحب کو بچا رکھا۔ اس کا

۱۰۔ ہانی سے تو گا چھو۔ ۱۰۔

کے وقت نہ نہ سے کسی نہ نہ تھی ہم اپنے مہ زور چھوڑے کے بھاگ  
جانے پر خوش ہو۔ سادیوں کے ٹوٹنے کا خوف تو نہیں رہا۔ میں گھانا میں نہیں  
ہوں۔ باتو رہی رتی جی خوش ہو جائیں گی۔ اندھ سے ہوں گا کہ میں نے ہی  
مسئلہ رک سے پنا فیصلہ منسوخ کرنے کے لیے کہا ہے۔

وہ نئی روز سے اندھ سے مننے نہ گئے تھے۔ اندھ جاتے ہوئے ہاتھ تھے کہ اندھ  
کے طعنوں کا کیا جو۔ دس گا۔ اندھ بھی اس خوف سے نہ کے پاس نہ آتی تھی کہ  
میرا میر کی زبان سے ہونی ماحول کو رخصت کر دے۔ ہر ہا ہی قضیہ کے بعد جب  
وہ اس کے پاس پر ٹھنڈے دس سے کو رتی تھی تو سے معصوم ہوتے تھے کہ میں ہی  
خطو رہاں اور پٹی خود اس پر سے ان ملاں ہوتا تھا۔ اس دن میں سے بچپن ہی سے  
تو ہم پر قہر کا بند مہیا کر کے ہا مے رکھا تھا۔ اس معیار سے کرنے پر وہ دل کی دس  
میں رخصتی ہو اپنے ہا مست آتی تھی۔ میرا مرض نہ کے حکم نہ قہر رہا ہے۔ مجھے  
تسلسل سے نہ نہ رہی چاہے۔ میرا دل نہ مرض نہ کے متعلق ہے۔ ملک ہا تو  
کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر میری نحوست ہر ہا رخصت کے رستے سے بنا  
آتی ہے۔ میں اس مدھے کے پیچھے فوٹو، جھ پڑی۔ وہ عام ہیں اور دور  
اندیش۔ یہ میری سستی ہے کہ میں نہ نہ نہاں کا ہو کی آتی ہوں۔ جب میں ہا  
دور نہ ہا توں پر اپنی خود دس کی کاٹھ رتی ہوں تو نہ سے بے میدانوں کہ ہا معام  
میں بہاٹ ہیں؟

یہ رستہ دل میں اس طرح سوچنے رہنے کے سبب اس کو سوردس سے چرو  
ہو گئی۔ اس نے حیاں یہ کہ کسی کج بحث نہ ہجہ نے میں اس مذہب میں ہوتا ہوں۔ نہ  
نے ہمارے درمیان معارت پیدا کر دی ہے۔ آخر اس میں سے محالہ ہوں ہی ہو  
نہ مدہ پہنچتا ہے نا۔ وہ سب نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے ہو کہ مدھے کی بیوں نانی

مرنی ہے۔ وئی زمیں پر کوئی جہ کیوں قبضہ رکھے۔ یہ سب ڈھکوسل ہے۔ اور  
 ہاتھ نہیں۔ مزہ ہوگا تو تہہ نہ رہے۔ سے تارے چلتے رہے ہیں اور تارے چلتے  
 رہیں گے۔ جب یہ عالمگیر روح سے تو بچ گیا ایک آدمی یا بک رہا وہ۔

نہیں توں میں جب ۱۶۲۰ء کو۔ راجہ صاحب ہوش میں بدنامی سرنا شروع یہ تو  
 کسی محبت کا پتہ نہایت تیر کی سے دوسری طرف جھکا۔ سے سورا کی کے ہم سے  
 چاہی۔ یہ کئے کا۔ مئی اور کسی نئی حرکت کہ ہم ہوں کے سچھے۔ اور  
 صہوریت کے یہی حق ہیں تو شہر نہیں کسی سے بچا ہے۔ یہ نہ نہ کا نقاب ہے  
 اور نہ کسی یہ محال تھی کہ ہمارے ہر کسی طرف پھیلے نہ۔

لہذا غریبوں پر رحم رشتہ تھی مگر نہ کے ساتھ صاف نہ رشتہ تھی۔ رحم میں فصاحت  
 و نشان ہے اور صاف میں صہوریت کا جذبہ۔ وہ سب سے کہ یہ اس بد معاش و  
 پوس کے جو۔ یہوں نہیں روہتے؟ مجھ سے تو یہ ذلت نہ برداشت سونی۔ نتیجہ خواہ  
 کچھ ہو نامہ کسی وقت تو یہی ہی طرح پیش آتی کہ ایکٹوں کے روئے  
 ہڑے ہو جاتے۔

وہ نہ قسم کے رہے خیالات میں غرق تھی کہ صوفیہ۔ چاہے کسی کے سامنے راجہ  
 پر سورا کی کے ساتھ لے صاف نہ رہے کا تہہ لگا۔ اسی سونی اھمکی دئی۔ نہ وہ  
 تہہ آئی کہ ۱۶۲۰ء کی پانی تو اس کام نہ توئی تھی۔ صوفیہ کے چلے چاہے پر وہ فصاحت  
 میں بھری ہوں رحم صاحب کے پاس بچکی مگر معلوم ہو کہ وہ چند روز کے لیے ملکہ پر  
 گئے ہوئے ہیں۔ یہ وہ کسی سے بڑی بے چینی ہے نہ رہے۔ انہوں نے کہ چہ  
 گئے اور مجھ سے پوچھا تھا۔

راجہ صاحب ملکہ سے کہے تو نہیں سڑکار کا حکم نہ ملے۔ وہ کسی پر طور پر  
 رہے تھے کہ نہ وہ کسی کی دہریوں۔ نہ وہ نہ پر گئے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی۔  
 گو یہ میں گھر ہی میں نہیں ہوں۔

رحمہ نے مادہ ہو کر کہا۔ ”یہاں خیرہ کی کام تھی۔ یہ دن کی بھی دیر سو جانی تو  
 عاقبت میں فوجہ کی ہو جاتی۔ مجھے بہتر ہے۔ اور یہ ہے کہ تعلقہ روں کے سپہ سالار  
 جات میں نہ رہنے سے لکٹی تکلیف ہوئی ہے۔“

لہو عاقبت میں رہتے تو کم سے کم تکی ہدائیۃ نہ سکتی

رحمہ صاحب پھر تمہیں بھی معلوم ہو گیا۔ تمہارے ہانا نہ مانا۔ تمھ سے بڑی غصی  
 ہوئی۔ اس مدد سے نے یہ تمھے میں ڈال دیا ہے کہ پھر رتے اترتے نہیں ہنر۔  
 ہارے شے میں ہر نام نہ رہا ہے۔ نہ جانے شے ہاں ہندوں و اس سے تکی ہمدردی  
 نیب ہوئی۔ مجھے معلقہ گمان نہ تھا کہ یہ شے و ہاں ہمدردی کی مخالفت پر آمادہ ہو گا۔  
 لہو میں نے تو جب سے ثابت ہے کہ لکھی تمہیں ہر نام نہ رہا ہے تب سے یہ غصہ  
 آ رہا ہے کہ میری چھتو سے رند و ہر گوار ہو۔

رحمہ صاحب نے خوش ہو رہا۔ ”تو، مدوہوں کو کم گام بریک کی جگہ آچکے۔“

لہو اس مدد معاش و سیکرانی چو پیسے بھر گیا۔

رحمہ صاحب مسرہ رک نے اس کا فیصلہ خود ہی کیا۔ سو روپیہ کی رقمیں و پس  
 رک گئی۔

لہو یہ معلوم ہو کہ پیر میں تکی کی میں جس رتی سے ور سے ہاتھ دھو بھی  
 ۔ ۱۹۱۰ء کا ہمارا نہ بیتی قیام پر تکی۔ صوبہ سے مجھے سطح لیل یہ ہے۔  
 میرے ہاتھ یہ چال چلی ہے۔ ہمدردی عزت و خاک میں مدد چاتی ہے۔ وہ چاتی  
 ہے کہ میں اس کے قدر چاہوں۔ یہ ہر نہ ہو گا۔

لہو نے رحمہ صاحب سے کہا۔ ”آپ یا رہیں گے؟“

رحمہ صاحب پھر نہیں۔ رانا یہ ہے؟ چو پو مجھ و اس کا اور بھی مدد نہیں۔  
 یہ تو گلوغہ صی ہوئی۔  
 لہو و سبکی لکھی ہوں۔

راحہ صاحب سنی ضررہ ہوئی مگر کس بدنامی سے بدتر ہے۔

ندو کا چہرہ ۱۹۶۱ء سے تکتا تھا۔ ہاں۔ 'یہ بات آپ کے لیے زیادہ نہیں۔ یہاں  
 ٹیب مائی بدنامی کا سوا سوا نہیں ہے بلکہ اپنے وقور کو قمر رکھے کا سال ہے۔ آپ  
 کے خاندانی وقور پر ضرب لگائی ہے۔ اس کی حفاظت کرنا آپ کا خاص مرض  
 ہے۔ خواہ اس کے لیے سب و نصاب کے صحوں کا لگائی کیوں نہ گھومنا پڑے۔  
 مسٹر ڈارن ہستی ہی کیا ہے۔ میں کسی شہنشاہ کے ماتحتوں سے بھی اپنے وقور  
 بردار نہ ہونے دوں گی۔ خواہ اس کے لیے مجھے پنا سب پہنچتی کہ جان لگی دے  
 دیتی پڑے۔ آپ سدا ہی؟ نہ وہ مسٹر ڈارن یا منصفہ صلحت کی خاطر، نیکی۔  
 ہر روز بزرگوں نے اس وقت ٹکریزوں کی حفاظت کی تھی جب ان کو جال کے  
 پے پے سے لے لے رہے تھے۔ گو منٹن سمات و خضر ندر نہیں رہتی۔ نہیں تو  
 آپ خود ہی جا رہے تھے۔ ان سے کہیں کہ مسٹر ڈارن کے اصل در معقولات  
 سے میری سرسرقہ تین ہوگی۔ میں ہوں میں ڈکاسوں میں فیل ہوا جاں گا، ورتھیم یہ نہ  
 جھامت کو غور نہ کرنا پر ذرا بھی غماز نہ رہے گا۔ آپ دکھائی کہ رئیس کی تو میں نہ  
 ہوں ہنسی نہیں نہیں ہے۔'

راحہ صاحب نے توشیش ناک لہجہ میں کہا۔ "مسٹر ڈارن سے پیشہ کے لیے دشمنی  
 ہو جائے گی۔ مجھے امید نہیں ہے کہ ان کے مقدمہ میں گور میر ساتھ ہوئے۔ مرن  
 وگوں کو جانتی نہیں ہو۔ ان افسروں یا تچن محفل دھانے کے لیے ہے۔ اصل میں  
 بھی ایک ہیں۔ یہ ہوتا ہے۔ سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ سب آگے بڑھنا  
 لے لے کر پریشان ہوتا ہے۔"

ندو رگو رزنہ نے تو گورنر جنرل کے یہاں جیل نیکی۔ ورتھ چاروں کے  
 میدانوں سے ملے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آپ کے سر پر یک ہم تریں و  
 رکی کا پرتا ہے۔ اس میں فرار ہر دہا آپ کی دنی ورتھ ورتھ کا ورتھ و

راجہ صاحب نے ایک مٹ تک + چنے کے بعد کہا۔ "اگرچہ یہاں کے تعلیم یافتہ  
 لوگ کا حال معلوم نہیں ہے۔ مگر سمجھتی ہو گی کہ وہ میری مدد کریں گے یا کم از کم  
 مدد کی خاطر اس میں آئے، لیکن جس دن میں نے اٹھنے لگا تو میں مسئلہ کاروں  
 کا ہیٹ کی، دن سے لوگ میرے گھر آنا جانا بھی بند کر دیں گے۔ کوئی منہ تک نہ  
 اٹھائے گا۔ صرف تنہائی نہیں بلکہ مسٹر کار سے میری خفیہ شکایتیں کریں گے، وہ  
 مجھے نقص پہنچے۔ میں کون بات نہ کر سکیں گے۔ ہمارے خونہ اور مہذب  
 بیویوں کی خدائی مزاوری ناگفتہ بہ ہے۔ سب کے سب حال یہ ہیں کہ شہیدہ طریقہ پر  
 گورنمنٹ کے دست نگر ہیں۔ جب تک نہیں معلوم ہے کہ حکام سے میرا رشتہ  
 ہے بھی تک میری عزت و قدر رہتی ہیں۔؟ اور انہیں معلوم ہوا کہ کچھ وضع  
 کی نگاہ مجھ سے لہوں، ان روز سے میرے خوراک خانہ کھنکھناتے ہوئے ہیں۔  
 یہی مزاوری اور جو فرضی ہے جو ہمارے لیے بے خوف و استقامت اور جری زمین  
 ملک کے حوصلے پر ترویج ہے۔"

راجہ صاحب نے اس طرح سے جواب دیا۔ "اور حالتِ روتھش کا نہایت  
 ایسا نتیجہ نکلتا ہے۔ میں اندوہ اپنے نقطہ سے جو بھر بھی نہ لے۔ وہ ان کے دل میں  
 جذبہ پیدا کرنا چاہتی تھی کہ انہیں پاپا اور سارا کچھ اور ان کے ناموں پر فریب  
 جاتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جذبہ ہم میں بندہ کرے گا۔ روتھش کی نیند کا سبب ہے۔  
 ہوں۔ روتھش میں کہ آپ کے سارے اندیشے ٹھیک نکلیں۔ آپ ان عزت مند  
 جاتے۔ روتھش آپ کا دشمن ہو جائے۔ حکام آپ کو مشاعرہ دکھائیں گے، آپ کے  
 یہاں تک کہ آپ کے عدو کے منہ سے سونے کی بجائے آجائے۔ جب بھی میں  
 آپ سے یہ کہی جاتی حدوں کی کہ اپنی جگہ پر نہیں رہیں گے۔ ہم چھٹیوں کا یہی دھرم  
 ہے۔ آج ہی خبروں میں یہ بات شائع ہو جائے گی اور ساری دنیا نہیں و کم زکم



ہر ملک آپ کی طرف منتظر نظر رکھوں سے دیکھے گا کہ آپ س قومی وقار کی نشانی  
 ہو گئی اور آزادی سے محنت کرتے ہیں۔ اس جنگ میں ہماری شکست بھی ایک  
 عظیم فتح ہوگی جس کی وجہ سے کیونکہ یہ جنگ ہماری تیس رو حالی ہے، میں مجھے دو تین  
 کامل ہے کہ آپ کے مذہب باطل ثابت ہو گئے۔ یہ حکم کی زیادتی کی مرید  
 ہر دورے قانون تک پہنچ کر آپ کی رہنمائی سے دوستی کی طاقتیں دیں گے۔ ہر کار  
 کی حد شری پر اس تمام کامل کا علم دیں گے جو مسرت کی مضبوطی کی مرید  
 ہے۔ بچوں کے ہاتھ روئے، مچھ، مٹ رہے۔ پرہیز کی محبت اور بھی کم نہیں  
 ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ ہر کار آپ تصوف کی اعانت جہان کے لیے آپ کی  
 اور بھی عزت رہے گی۔ قومی تحریکات کے رہنماوں کو عموماً اونچے اونچے حضرات  
 آپ جاتے ہیں۔ اور وہی مہمیں کہ آپ بھی وہی عزت حاصل رہے۔

یہ دلیل راجہ صاحب کو غور کرنے کے لیے قابل معلوم ہوئی۔ بولے۔ 'بھیا  
 ۲ چوں کا۔' 'تو یہ رہو ہر چھ گئے۔

دوسرے روز سچ مست جس سیوک راجہ صاحب سے ملنے آئے۔ اسوں نے بھی  
 یہی صلاح دی کہ اس معاملہ میں ذرا بھی انداز بچا جائے۔ ٹھوس گواہیں۔ آپ صرف  
 یہی مدد کرتے جا رہے۔ راجہ صاحب سوچے لیکن ہوئی۔ ایک سے دو ہوئے۔  
 شام کے وقت وہ راجہ صاحب سے صاف پئے گئے۔ ان کی بھی رہے ہوئی۔  
 ڈاکٹر ملک کو قاتل رہے رہا کیا۔ اسوں نے یہاں تک کہا کہ آپ خود بھی سو  
 چائیں گے تو میں اس میں اس معاملہ میں ریشہ من گا۔ ہر کار رہے تپ رقی  
 معاملات کی طرف سے اس قدر پورے نہیں ہوتی۔ یہ تصوف یا لے تصوفی  
 عزت یا بے عزتی کا سو نہیں ہے۔ صرف تپ رقی معاملہ کا حال ہے۔

راجہ صاحب اندو سے بولے۔ 'نو بخئی۔ تمہاری صلاحیں ٹھیک رہی۔ جان پر نہیں  
 رہا ہوں۔'

مرد نے انہیں تنقید سے مندرکابوں سے دیکھ رہا تھا۔ شہر نے چاہا تو آپ کی بیٹی  
 ہو گی۔"

(22)

ایک دن علی و مرید کاں تھی کہ سڈیٹ کا کا خاصہ قیہ بہانہ تھوٹا ہوا چاہے کا میری  
 ہاتھ پھڑکی ضرور ہوگی۔ مسٹر میو۔ نے ان سے کہ مرید کا یہ تھا۔ کہ مرید  
 کے ہاتھ میں بے تر خد جاتے تھے۔ کہ وہ دلی اور بچہ۔ طرہ تھا عمر و  
 مرید ماتی گھاس کی طرف بڑھتے چہ جاتے تھے۔ وہ خواہ بڑی عادت سے  
 راتے تھے۔ مرید کے دن کے ماہ و مرید کی روز بھی ۱۰۰۰ تے کے حلق میں نہ  
 جاتا تھا۔ مصلیٰ نے سے ہے مرید تھی۔ پان تہا ہو کا میں شوق کی نہ تھا، پس یہ خواہ  
 چاہے کتنی ہی عادت کریں، گھر، بوں کی ضرورت میں قطع مرید رہنا نصاب کے  
 نصاب سمجھتے تھے۔ سبب مرید پنے ٹوکوں سے ہے، وہ دھرم ضرور دیں رہتی  
 تھیں۔ انہیں یہی تو کہوں کے گھاسے پینے نہ سمجھے۔ کہ عمر میں تو ان ہڈیاں  
 پیوری پگی ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں مرید بڑھتے ہیں۔ کہ عمر میں بڑوں کو مقوی  
 غدا نہ ملے ہاں کی عمری، باہر ہو جاتی ہے۔

بڑوں کے ہاں یہاں ہاں جھوٹ، مرید پان تہا کو کے ہاں میں طہ علی  
 کی موٹی، ہاں جس دلیل و پیش رفت تھیں، کہ ان سچائی مسلمہ تھی۔ عورتوں کا  
 کے بغیر نہ رہی نہیں ہوتا۔ ولی، کھتے تو یہ ہے۔ یا ان کے یہاں پان تہا مرید  
 نہیں۔ یہی تو سبب انتہائی نسانی ہو گئی ہے۔ ہاں میں نہیں۔ تو صبر نہیں تو  
 یا پان تہا کو سے بھی گئے۔ ہاں کو پان تہا میں ضرورت نہیں۔ نہیں حکام سے  
 مناجا پڑتا ہے۔ پان تہا بعد کی راتے ہیں۔ نہیں پان تہا صبر و رت۔

مصلحت یہ تھی کہ وہ ہاں ہاں مصلحتیں کھاتے ہاں سے وہ دھرم پختہ ہاں صبر  
 سیدھے ہاں مصلحت کا رتے۔ سبب یہ ہیں، ان کے ہاں ہاں ہاں ہاں کے

انہیں سے رند ہیں۔ سب دودھ رکھتے ہیں۔ ابھی کھانا کھا ہے۔ سب کچھ دیتے ہیں۔  
 انہیں میں ہے۔ چاہیں کھائیں۔ چاہیں پھولیں۔ وہ ہاتھ پر نہ لے۔  
 وہ ہاتھوں میں بھر کر کسی دھڑپان دیا کرتے ہیں۔ ظن ہے کہ ان کے بعد سب چیزیں  
 بڑھ چکی ہیں۔ انہیں نہ صرف یہ کہ یہ دیا کرتے ہیں۔ چاہیں چاہیں دیا کرتے ہیں۔  
 پھر ان کے دھڑپان دیتے ہیں۔

صبح کا وقت تھا۔ چم سے دھری ہو رہی تھی۔ بیٹا، وہ چم بیٹھے چم پی رہا ہے۔ یہی باب وقت تھا جب طہ علی کو اپنے عہدہ کی بحیثیت کا حساب سونا تھا۔ اس وقت نہیں اس حساب کی وجہ سے صدمت کا حلیہ سامنے آ جاتا تھا۔ ایک چم، دو روہ پر جھڑو لگاتا۔ ایک نفاقت صاف رتا۔ ایک پالی بھرتا۔ ی کو سبزی خریدنے کے لیے، زر بھجی، آیت، ورنسب، ورنیت، یہ وہ سب ملنے پر پاندن کا ترقی حصول کرتے۔ صاحب نے طہ علی کو دستوری بننے سے منع کیا تھا۔ عورتوں کو پان پنے کا خرچہ پینے نہ دیتے۔ نہ ہی تھی۔ اس آمدنی سے وہ وہاں نے اپنے لیے ریوڑ سے لیے تھے۔ صاحب نے اس رقم کا حساب یہاں چھوٹی بات سمجھتے تھے۔

وقتِ جدِ عمر آریو۔ غشی جی سب تک چتر کیجے گا میں ہوں مد  
پتی تمہوڑنی سوں کہ رو مھیاں دتا جاؤں، چاہے دم میں یا نہ میں۔ آپ جیسے وہ  
چور گام و رمل چائیں تو میرا مال ہی نکل جائے۔ سیپ۔ رو پاپا۔ سیپ۔ ب  
دید جوان نہ کیجئے۔ گاؤں محلہ کی بہت مروٹے مرچنے۔ میرے وپر بھی تو مردان کا ہونا

(شعبہ) ہے۔ یہ کیجئے کاند (کانڈ) سب رو کیجئے گا۔

باقی اربوں کے لیے یہ کام کاغذات کا پروٹو ہے۔ اس کی صرف دیکھی کی  
ہریت نہیں رہتے۔ حساب دیکھنے کا مطلب ہے روپے، سنا۔ باقی اربوں  
کام کا پتہ، تھوڑے سے روپے کے مال میں سے شگفتہ ہو گیا۔ کام کی فرا  
ہم تھوڑے سے رہ کر کون جیت نہیں سکا۔ یہی سبب ہے کہ باقی اربوں کو جاننا، نہ

نہ دیکھنے کی ہمت نہیں پرانی۔

جہاں ہی نے مت آ میر بچہ میں نہا۔ تھی سب سب معصوم ہے۔ سب بہت بھد  
تمہار بٹایا صاف سوچا ہے گا۔ وہ چاروں درجہ رو۔

جگہ ہر بہن صاحبہ رو صاحبہ اوچا روں رتے رتے تو مہینوں ہاٹے  
میں یوں کہتے وقت تو میٹھی جان پڑتی ہیں۔ دم دیتے یوں رہ گاتے۔

جہاں آج کل ہر ٹک ہاٹا ہوں۔ سب بھد ہی کارخانہ کا کار شروع ہوا  
گا۔ میری بھی ترقی ہوگی۔ اس تمہاری کوڑی وڑی چٹا ہوں گا۔

جگہ ہر صاحبہ۔ آج تو میں روپے سے رہی جاؤں گا۔ مہاجن کے روپے نہ  
ہوں گا تو آج مجھے چھٹا تک بھر بھی سود نہ ملے گا۔ ٹھوس جاتے ہیں جو میرے گھر  
میں کاٹھی ہو۔ یہ دیکھتے کہ آپ میری نہیں پناہ رہے ہیں۔ آپ سے جھوٹا  
سوں تو جوئی کام نہ آئے۔ رت ہوں بچے جھوٹے کی سو رہے۔ ہمارے محلہ میں  
آؤ زبانی آئے چارے نے پیٹے تھے نہ یہ۔

جہاں روں کے چوہاٹری و جگہ ہر پر رحم آ گیا۔ جہاں ہی سے ہو۔ "مٹھی جی میرا پانا  
(ای فٹنی) نہیں ہوئے دیکھ۔ مجھے وہ چارہ پیٹنے دے دیجئے گا۔"

جہاں جگہ ہر میں خد کو وہ رے کرتا ہوں۔ میرے پاس روپے نہیں ہیں۔ خد  
کے یہ چارہ دن فہر چاہے۔

جگہ ہر مٹھی جی جھوٹے ہونا کا ہے۔ مہاجن کے روپے آج نہ پہنچے تو کیس  
کا نہ رہوں گا۔

جہاں ہی نے گھر میں رہنٹوم سے کہا۔ "منہاں وہ سر پہ سو رہے۔" ہاں ہاں  
نہیں۔ یہاں ہاں ہاں میں نے دس روپے ہاں رہے ہاں۔

فلٹوم نے یہ رکھا۔ اس کے دم آتے ہیں وہ سر پہ رہو گی۔ ہاں جان  
نے یوں نہیں جانتے۔ میرے بچوں کو منہاں ہی نہیں۔ جہاں کے کوڑا رہا



ہے۔ "نشی جی رو پے دینے ہوں تو دیجیے۔ میں بردہ دیجیے، ہا ہا ہم سے نہیں سوستا۔  
 اس ہم عصر میں۔ مجھ میں گے کہ یک گائے نہیں گئی۔ روز بروز اڑتے ہیں  
 موز"۔

صبر، ارچینے سے دنوں تک صبر یہ ہے تھا، اے دنوں تک ہر صبر،  
 منہ نے چاہا تو سارے تمہاری ایک پانی بھی نہ لے گی۔  
 بڑگی، یوں ہمارے تو پہ میسوں ہمارے چھ ہیں۔  
 صبر سارے پادشاہوں۔  
 بڑگی، سن سب کیجیگا۔

صبر علی مجھے میں پڑ گئے۔ سن ہا دن ہا میں۔ باقی دنوں کو حساب سے دن ہا  
 تیری خوف ہونا ہے جتنا ہر گاہوں ہا۔ "اوپر" بہت جلد "آج" میں  
 "نہیں" وغیرہ ہا۔ صبر ہا یہ رتے ہیں۔ پنے ہا پرے ہے جے کے  
 یہ نہیں صبر ہا۔ ہا کو، لے کے یہ ہے جاتے ہیں۔ صبر علی صبر خوش  
 معادہ شخص تھے۔ تقاضوں سے نہیں خستہ پریتا ہوں تھی۔ وہ تقاضوں سے تیری  
 ہارتے تھے جتنا شیدائے۔ نہیں ہارتے دیکھتے ہی ن کی روح فنا ہو جاتی تھی۔  
 نیر کی منہ تک سو پنے رہے۔ یہ جو ہا۔ خراج ہا یہاں سے ہا رتی کے یہ  
 کہتا ہوں تو ہر جو ہا ہا۔ آخر ہا۔ ان ہا ہا۔ چار ہا میں  
 ہا ہا ہا۔ دن ہا ہا ہا۔

بڑگی نشی جی۔ مجھ سے دن گھٹیاں نہ ہا۔ مجھے بھی سبھی طرح سے گاہوں  
 سے کام پڑتا ہے۔ ہر دن میں آؤں گا تو آپ نہیں گئے، مٹی دیکھوں۔ ہا  
 رو پے حرق ہو گئے۔ رچرچ پائیوں میں آؤں گا تو آپ کہیں گے، بھی تو رو پے  
 لے جی نہیں۔ اس لیے مجھے ہوں دن ہا دیجیے جس میں یہ بھی ہن نہ ہو ہا ہا  
 بھی بہیتا ہوں۔

صبر ان تمام دن میں مجھے کون عذر نہ ہوتا مگر بات یہ ہے کہ میری توجہ ہٹنے کی  
 ۱۰ مئی تاریخ نہیں ہے۔ ۱۱ چاروں کام سیر بھی ہو چکا ہے۔ ایک ہفتہ بعد کسی ڈکے  
 بھی جھج وہ گے تو رو پل چل جائیں گے۔

مکملگی کچھ بات ہے آپ ہی کا کہنا ہے کہ سب دن بھی وہ پور نہ جیے گا تو پھر  
 ہاتھ نہ دوس کا۔

مکملگی پر یہ تو طرہ سلی باز چہ چہ رہا تیس رہنے گئے۔ ہم لوگ سمجھتے رہے یہ  
 وگ تنی تنی طرہ پاتے ہیں، گھر میں بنور رکھتے ہوں گے اور یہاں شری کا یہ  
 حال ہے کہ آدھا مہینہ بھی نہیں ختم ہونے پا کر وہ پے ڈچا تے ہیں۔ شرفیہ رنگ  
 ہے اور کچھ نہیں۔

ایک چھار نے کہا۔ "بجور بڑے کاموں کا کھرج بھی بڑا ہوتا ہے۔ آپ ہی  
 دوسری مدت تو مریوں کی خبر ہوتی ہے۔ گھوڑے کی لٹ گھوڑی رہے سہے سہا  
 ہے۔"

صبر جی سے فہم میں تناثر ہو جاتا ہے کہ تنے میں وہ کامیوں کا دعویٰ  
 زور دیتا ہے۔

چھار بنجور۔ ایٹھے نہیں ہیں۔ بڑے آدمیوں کی بڑی بات ہوتی ہے۔

مکملگی صبر سلی ن شک شہلی کافی طور پر نہ ہونے پان تھلی کہ سرینے سے ٹھہرا دین  
 آتا ہو دکھائی دیا۔ پھرے پھلے کی سے کون بہتہ چسے گئے۔ تنے میں س نے آ  
 کامیو یہ رہے۔ منشی جی۔ کارخانہ میں سب نے ہاتھ گئے گا۔

صبر نہ مانہ جمع ہو رہا ہے۔ بھی نجیس سے نشہ نہیں بنایا۔ دن منہ سے دیر ہو رہی  
 ہے۔

ٹھہرا دین نجینہ نے بھی کچھ یہ ہو گا؟ بڑی بے یارن جات ہے۔ بجور میں نے  
 بھی کچھ کھیکہ دری کی ہے۔ جو مانا تھا نجیس کو کھد دیتا تھا۔ آخر کھیر کچھ پھوڑا بیٹھا۔

عینئرے بھن ڈاکہ سوتے ہیں۔ رہگی چاہے مرنا ہو پھیس سے ثابت نہیں  
 گئے۔ فیس کے نام سے رعیت لگی رہی گئے تو گاڑی کے ر یہ ۱۱۰۰ کے ۱۰ میں  
 س میں گئے۔ (سات کی فرد کو کھڑا کر در) پھر لگی ایک نجر (نظر) مو  
 پ۔

حار سب معلوم تے۔ تم نے غلط سمجھو نہ کہہ ہوگا۔

ٹھہرا دین تجور میان بہت سب دیکھ رہے۔ ساتھ والی نہ چلے گا۔ تو مجھے یہ حکم  
 سوتا ہے؟

حار ۱۱ چار روٹی مہلت ۱۰۔

ٹھہرا دین جین آپ کی مرضی تجور۔ پوری ہو جائے سے، چار ہو یا۔ نہیں تو دو  
 چار روٹیوں کو بڑا تھی۔ س پوری میں پہنچا یہ گھر میں چھانا مال تک نہ پچ۔  
 نے دے کو منتج ہو یا تجور۔ یوروں کو آنکھوں سے ہارے پھانٹے ایٹھ۔ ن  
 کے پیچھے ۱۰ پگل کی نہ تک ۱۰ ٹا پلا یہ۔ مدھیری رت تھی۔ اپنی ہڈی کچھ نہ  
 ۲ ہٹا تھا۔ بکڑھے میں رہ پڑ۔ پھر ص۔ مال بڑا پیار ہوتا ہے۔ میں پورنگل  
 گئے تھے۔ تھانہ میں رہ پڑی۔ تھانہ دروں کو کھوسد کی۔ پرچ ہوں ٹھگی ہوں دوتی  
 ہے۔ تو کب آؤں؟

حار تمہارے آنے نہ درست نہیں۔ میں خود آجھہ ۱۰ کا۔

ٹھہرا دین جین آپ کی جس۔ مجھے کوئی جرنیس ہے۔ مجھے ٹکا، رتھا، رتے  
 آپ ہی شرماتی ہے۔ وہ بھانٹا، تھ میں پیسے رہتے ہوئے ہوں نہیں  
 رتا۔ نور تیاں کر پھینک دیتے ہے۔ سچ جرنیاں سے جاتا تھا جس سے پڑتا تھا۔  
 سب نہ ہوئے تو قہور بہت دے دیکھے۔ کسی طرح کام نہ چاہا۔ آپ کے پاس  
 آؤ۔ آدمی پچا تاسوں تجور۔ پر مہا (موتی) یہاں آپ ہے۔

ٹھہرا دین منسرمزین اور شافہ خاطرین سے حار علی کو رویداد یہ۔ نور



عندوق کھ، رو پانچ رو پے نکالیں۔ اس سے سامنے رکھ دیے۔ ٹھہرائیں نے  
 رو پے ٹھہرائیں۔ ایک سو ایک سو پتہ۔ پتہ ۱۰۔ "یہ آپ کے رو پے ہیں کہ  
 سرکاری رو پے ہیں؟"

صبر تم سے جو تمہاری آنکھ نے سے سبب ہے کہ بیڑ گئے سے  
 ٹھہرائیں ٹھہرائیں جی۔ یہ نہ ہوگا۔ پنے رو پے ہوں تو دیجیے مالک کی رو پے ہو تو  
 رہنے کیے۔ چہ آ رہے چاہوں گا۔ آپ کے چار پٹے ہوتا ہوں تو آپ ہاتھوں  
 سے دیکھ رہے ہیں نہ رہنے والے گا۔ ہر مانیے تو مان جا ہے۔ اس کی چنتا میں۔  
 صوابت چہ کے یہ بدنام ہوں۔ آپ سے رو پے چوں للہ تھکھ پے ہوں  
 گے تو بک دن آپ اٹھو کا تھا میں گے۔ بھل میں تو بھٹ بٹ بڑھانے میں نہیں  
 ہے۔ پنی آ رہی ہے میں ہے۔

صبر تم نے آپ یہ سو رہا۔ "رو پے پتے جا۔"

ٹھہرائیں ٹھہرائیں، ورج۔ "جب آپ کے پاس ہوں تب آئیں۔"  
 تک تو طاعتی کو کارخانہ سے بننے کی امید تھی کہ دھڑا آمدنی بڑھی، مگر میں  
 سے رو پے دیے، لیکن سب مسئلہ رات کے عے حکم کے ہو سب تمہارے کا۔ غیر  
 معیہ مدت سے بند رو دیا گیا تو صبر تم کو اپنے منوں کو سمجھنا مشکل ہو گیا۔  
 ہوں نے زیا دتنگ، نا ٹروٹن کیا۔ طہر علی بہت تنگ رہنے گئے۔ عقل یا عرق نہ  
 رہی تھی۔ طشوم تھی تھی و پر کا خرقی سب بند رو دیا جاے۔ رو دھ پان در صہ یوں  
 کے خیر آ رہیں ہوئی تکلیف نہیں ہو تھی۔ یہ نئے آ رہی ہیں جنہوں سے رہا میں  
 یہ چیزیں میسر ہیں؟ وروٹن کیا ہوں۔ میرے ہی ٹرے رہتے ہیں۔ میں پہلے ہی  
 کھچ چلی ہوں، ورج پھر کھچتی ہوں کہ ان کے لیے نم پنا سو پیسہ ایک رو پے و  
 و تمہاری، ات بھی نہ پوچھیں گے۔ پر نکلے تو صاف رشتہ ج میں تو نہ بنا۔ بھی سے  
 رخ دیکھ رہی ہوں۔ وروٹن ۱۰ رو پے آپ چاہتے ہیں۔ زیور ہونے چاہتے

ہیں، میں گھر کے شرف کو کبھی کچھ مانگو تو نکال دیتا ہے کہ میرے پاس کہاں۔  
تمہارے وہ نہیں دیکھو تو تم سا چوہا ہے۔ آج ۱۹۱۰ء مٹھانی ندرہ تو گھر میں رہنا  
مشکل ہو جائے۔

تیسرا یہ تھا کہ ہر مٹی، آدھ میں، اس بیٹھے ہوئے تھے یا ایک بھیرہ آ رہی تھی  
کیا وہ بڑا؟ کیوں مٹی ہی یا عجیب؟ یہاں ہر کھانڈ بنے گا۔  
وہ بے گانی نہیں۔ فی حال مٹی ہی یہ ہے۔

بھیرہ بھیرہ تھے تو ہر آن (اس) انجی کہ کارخانہ ہی یا تو میری بکری یا بھی بڑھ  
جائے گا۔ کان پر ہر مٹی کی مدد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں ہر (مٹی)  
تھوڑی دیر بیٹھا رہوں۔ آپ مجھ پر مٹی تو پھیر ہو۔ میری تھوڑی بہت مٹی ہو جائے  
گی۔ آپ وہ مٹی پٹنہ سے لے کے پے پٹنہ لے کر آئیں گے۔

یہ وقت پٹنہ پہنچا مٹی نے بھیرہ کو ڈنٹ بتائی ہوئی۔ تاروں کی کان بھوے  
نہایت ابنا کے مذہب کے خلاف تھا۔ مگر اس وقت وہ پٹنہ فکر سے نہیں  
شکست میں ڈال دیا۔ اس سے پٹنہ بھی روپہ نہ ہو۔ کی وجہ سے ان کے صوبہ  
عمل میں کی در شکست پیدا ہوئی تھی اور ہر واقعہ پر نہیں صوبہ کی کاموں رہا پڑا تھا۔  
آج پٹنہ کی شکست رو رہی ہوں اور اصول نے پٹنہ کی موجودگی سے ہاتھ دیک  
دیا۔ وہ چنے لگے۔ یہاں رو؟ اس میں میری قاصر۔ میں اس سے فائدہ کے  
یہ شروع کے خلاف عمل میں کر رہا ہوں۔ اس نے مجھے ہر مٹی مجبور رہا ہے۔ یہ  
۲۷ کچھ بھینٹے ہوئے ہے۔ یہاں تاروں کی کان نہ ہوگی۔

بھیرہ بھیرہ۔ مٹی تو تاروں کی مٹی سے ہوگی۔ اسے، جو (نندہ بڑوں) کی  
مٹی کا دست ہوئی ہے کہ نہ دیکھیں جو چاہے ۲۷ نہ ہیں، پر سہ سہانے دیکھ سرت  
سے نہیں رہا جاتا۔

وہ ہر مٹی کے حکم کے معیار میں یہ چارزت دے مانتا ہوں۔

بھیہ وہ سب کی ہنسی مرنے لگی۔ میری ہنسی میں تو صاحب سے پوچھنے کی ضرورت  
 اندر درت ہی نہیں۔ سیرے ایک گھنٹہ سو گامی گھر میں بیچ رہی رہا وہ  
 کو نہیں خیر نہ ہوئی کہ یہاں کوئی تاڑن پتہ ہے۔

وہ تمہاری سہیل تھے، یوں؟

بھیہ وہ سرکار۔ اس میں نمک نرمی کا ہے؟ اپنے انوکھات پر دن نہیں بیٹا۔  
 وہ چٹکی۔ بھیم، بندہ شہت پدرو رو پے اپنے پر رہی ہوئی۔ جو سر ہو گی  
 سے ہو۔ دیکھو سو کر یا نا۔ تو اتنی تھی نہ وہ کبھی نہ ہا نہیں گے۔ مسکات ہیں۔ ن  
 نے یہاں تاڑی رہا منع ہے۔ پہ میں نے تو نہ نہ دیا تھا کہ مسکات ہو چاہے  
 ہر ایک مو، پر ہر مرمی میں نہیں رہ گیا۔ رو پے پر بھی پہ پہ تھے ہیں۔ یہ میاں  
 و سب سے جہ پڑے پہنے لکھائی، یہ تھیں۔ لہ میں بھوئی بھٹ شمس ہوتی۔  
 میاں سے پہنے تو دھانے کے لیے دھڑکیا پھر پدرو رو پہ میں رہی ہو گئے۔  
 ہندو رو پتہ پند، دن میں سیدھے ہو جا میں گے۔

وہ بھی کی پہلے لکھائی مالکس بنا چاتی تھی۔ اس لیے ہر روز نہ لکھاتی تھی۔ ب  
 وہ لکھ بھائی خود مدد بن رہا تھیں ہی، وہی ہے۔ رو پے پیسے کی کے ماتھ میں رہتے  
 ہیں۔ اس جو اس کی صورت سے بیڑ تھی، دن میں سو سو رو سے دیا میں دیتی  
 ہے۔ وہ بھی گی نہ ہو، رو پے ہوں رہیں وہ یہ۔ شاید وہ پچھڑے ہو گے وہ است  
 اس میں کوٹ رنگے نہ تھے ہوں گے بیٹھے جا رہی رہیوں ہو گے۔ رقم نہیں  
 تھی اس کے لیے نہیں پہنے میاں کا ہوں۔ نا پہ تھا۔ قرض وے پہنے پہنے  
 رو پے گئے۔ جا رہی کے سر کا ہوا ہو کر نہیں بہت رات تک نیند نہ آئی۔  
 ضمیر سخت جات ہو رہا ہے۔ اس کا کتا نہ چاہے مگر جات نہیں نکلتی۔

(23)

جب تک وہ اس میں رہا، اس کے ضمیر کی دکان اتار رہا، اس کے محکمہ کے جات

پیٹ کے ہو خور ہو کے باہر جو بھی کس سے ہمدردی کرتے رہے۔ مڑوں  
 کے ساتھ ہمدردی قدرنا پیدا ہو جاتی ہے مگر اس وقت بھی کتنی ہی کس سے ہمدردی  
 نے ہمدردی شکل اختیار کر لی۔ یہ سوال پیدا ہو کہ سورسوں میں ہم لوگوں کو بغیر سمجھ  
 رہا ہوگا کہتا ہوگا کہ جب میں نے رونا مہیا مارا تو جیسوں کو بچا رکھا۔ ان کا غم  
 خاک میں مدد دیا تو یہ لوگ اس بات کی مود میں۔ مارا کھانے سے دل کی دل میں  
 نہ رہا۔ نہ گا۔ صرف ایک ٹھکانہ تھا جو کس کے پاس بھی آ جاتا تھا۔  
 سے بے یقینی ہو گیا تھا کہ سورسوں کو دینا کا شے ضرور ہے۔ کس سے ضرور  
 ہمدردی چکا لیا ہے سورسوں کی تکی نہ ملے کہ یٹے یٹے بڑے آدمیوں کا سر جھکا  
 دیتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جتنے منتر سب دھکوسے۔ سب دیکھ کر بھی کس کی آنکھیں  
 نہیں ملتیں۔

سورس کے مزاج میں بھی۔ چھتیر ہو۔ شمس وہ پستے ہی سے تھا۔ میں حتی  
 نصف نصابیت میں سے بھی بھی نصا آ جاتا تھا۔ بس میں رت کا نام بھی  
 نہ رہا۔ گویا ولی گھبراہٹ میں پر بھی وڑ پھینٹے ہیں۔ ٹھہرے رہ چکے سے  
 چھینرتے۔ کس پر آؤ زے کتے۔ تھنے مار دیتے۔ پہاڑوں کو جو ب نہ دیتا۔ ہر  
 جھٹکا۔ بہب مانتے جاتا ہر پھر چپکے سے۔ رپٹی تھوڑی سی میں پر رت۔ ہاں ٹھو  
 کا مرنے نہ مانتا تھا۔ کسی سے سیدھے مہر بہت نہ دیتا۔ کہتا۔ یہ ولی۔ سمجھے کہ مدد  
 بہب مانتا ہے۔ نہ ہاں تو بڑے بڑوں کی پیٹھ میں دھوکا لگاتے سے۔ نوٹوں ہاں  
 ہاں چھینرتے۔ بھیجے آدمیوں سے رہاں آتا۔ اپنے بھائیوں نے کہتا کہ چاہوں تو  
 مارے گا کہ بندہ ہو۔ ہاںوں کے ہیتوں سے دھڑک چسے ہمدردی کا نہ  
 صاف ہوتا۔ کریوں ہوتا تو کس سے ٹپنے پر آمادہ ہو جاتا۔ ہمدردی ہمدردی ہونے  
 سے وہ تھنوں میں ٹھو کو سمجھتا مین کس پر کچھ تر نہ ہوتا تھا۔ تم تو یہ تھ کہ سورس  
 نے ہمدردی پر کس کی نگاہ نہ چن نہ تھی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی کی

ٹائی پرائی تھیں۔ بگ یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ سورس کی نے کس کس پر چڑھا  
 یہ ہے۔ پھر کھانے کے بل پر ہوتا ہے۔ مدد طلبہ خواتین و بچے ہزاروں  
 نکلتے ہیں۔

”جنگل صوفیہ مسٹر ڈاکٹر کے ساتھ سورس سے غلام رتی تھی وہ روزانہ  
 کس کو کچھ نہ کچھ دیکھ کر کس کی دس جوتی رتی۔ چوتھی محمدیہ سے بارہ صاحب کے  
 آدمی تھے، حق تو نہیں ہے ہیں سورس جو اب اتنے مجھ پر سب لوگ ایڑتے  
 ہیں۔ مجھے ان سے شکایت نہیں ہے۔ محمدیہ سے سمجھتے تھے کہ یہ بڑے صاحب سے  
 ہم لوگوں کی شکایت کرتا ہے۔ ساتھ ہی ان قسم کے خیانت کا بھی حصہ ہوتے۔  
 ’یوں بھیس ڈال رہا ہے گا‘ یہاں سے فرار ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔“  
 یہاں کی سرک کی علت میں مایہ زار کے گھر کی ٹاشی ہوئی۔ مایہ زار موشب  
 سو کہ سورس کی سے پیش روئی ہے۔ ان میں ایک مایہ زار سے آبکاری کے  
 روم نے جو بے طبع ہیں۔ بھیرہ نے شیعہ کے خلاف صف شہر کا ان  
 کھلی رکھی تھی۔ بھیرہ کا شک بھی سورس کی پر سو کہ ان نے یہ چنگاری پھوڑی  
 ہے۔ ان لوگوں کی مدد مانگوں نے تو سورس کی ویرہ مدد نہ ہو مین ہب سو بھگی  
 مسلم بھگت سے مصعون و مدام کرنے لگی تو کس سو بہت رکھو۔ سے متین تھا کہ کم  
 سے کم ہدائیہ کی نسبت کا حق معصوم ہے۔ سے مجھ و ان لوگوں کے دست سم  
 سے بچنا چاہیے تو مگر کس قابل بھی مجھ سے پھر گیا۔

”یہ طرح کی مہینے نہ گئے۔ ایک سال سورس کی صوفیہ بیٹا سو تھا کہ ان نے  
 اپنے سے کس کا ہاتھ پڑا۔ سورس کی چوڑا۔ پر سو بھگی کی آن اور چچا نہ رہا۔  
 یہ جانتی ہے؟“

سو بھگی کی آنہ کس ذرا منہ باریس چلو تم سے کچھ جانتا ہے۔  
 سورس کی آنہ سو بھگی کے ساتھ بھنیٹے میں آ رہا۔۔۔ یہ جانتی ہے؟

تو تجھے بھی مجھ سے یہ سوچنا ہے۔ گایاں اپنی پھنی ہے۔ چاروں طرف بدنام  
 رہی ہے۔ بتو میں نے تیرے ساتھ ہوں۔ اپنی ننگی کتو۔ میری اپنی یہ سر  
 ہاندھن۔ درنوک تجھے بھلا کر کہتے ہیں مجھے رنک نہیں موتا ہیں جب تجھے سے  
 ایسے سنتا ہوتا مجھے رونا آتا ہے کھینچ میں دسوا نے مکتا ہے۔ میں نہ بھیرا  
 کی صلی ہوں تھی تو نے مجھ کو تہ کو ماتھا۔ بچ بتایا تجھے بھی تہ سو تھا کہ میں نے  
 رو کا جی سے رہمت نہ ہے؟ یہ تو مجھے تہ بچ بکھتی ہے؟" بتا۔

سو بھ کی نے بھرنی سونی۔ میں جو کہ دیا۔ "میں تہا رہتا اور رہتی ہوں تہا  
 ہر کسی کا نہیں۔ تم، اپنا، تہا بھی میں تہی ہر دھ سے تہا رہتی پوچھ رہی۔"

سورس میں یہ کھمہ رہتا ہوں۔ صاحب سے اس کی کایت رہتا ہوں۔ جب  
 بھرتی کل کی تھی تہا ہگ مجھ سے نہ چہ تہ تھے۔ بھرتی چھوٹ جانے سے  
 کیوں سب کے سب میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ بتائیں یہ کھمہ رہتا ہوں۔ میری  
 بھرتی چھوٹ گئی تہا رنک یہ ہے۔ کھمہ رہتا ہوں۔

سو بھ کی میرے ان دھان گھلون جاتے ہوں گے۔

سورس تو مجھے یوں جہا رہتی ہے؟

سو بھ کی کہ ہے۔

یہ کہ کہ ایک چھوٹی ن پٹنی سورس کے ہاتھ میں رکھ رکھی۔ پٹنی بھری  
 تھی۔ سورس نے سے نو، ورپچن یا۔ وہ کی ن پٹنی تھی جو یوں ہوئی تھی۔  
 نہ روئے معصوم ہو کہ وہ پہلے تہی ہیں۔ تجب نہ؟ یہ ہیں نہ

کی؟

سو بھ کی تہا رہی محنت کی مالی ہے۔ نہا رہے پاس آئی۔ سب حق سے رہن۔

سورس میں نہ رکھوں گا۔ سے ہے۔

سو بھ کی کیوں؟ پی پیج (چیر) پٹنے میں کن رنک ہے؟

سورس چمیر کی ٹانگیں نہیں بھرنے لگی تھیں۔ سہ سے بے بھیرہ۔ بچی اتنا چکی  
ہے۔ مہنگا ۱۲۰ روپے۔ میں سے کیسے ہوں؟

سو بھائی میں یہ سب باتیں نہیں حافی۔ مہاراجی راج ہے تمہیں میں پڑے گی۔ کس  
کے یہ ہیں نے اپنے گھر میں سے پھیل گیا ہے۔ تمہیں سے دے دے یہ یہ  
چھریوں۔ تم نہ ہو تو سے یہ روں کی؟  
۲۔ کس بھیر، کہ معذور ہو جس وقت تمہیں جیتنا نہ چھوڑے گا۔

[illegible]

وہ ن اھیڑ بن ٹیک پڑ ہو تھ کہ دفعتاً 'چور چور' کا شور مچا۔ یہ پہلی سیغیہ تھی۔ سب ماضی مورب تھے۔ پھر آواز مچا۔ پورا چور۔

بھیروں آ رہی تھی۔ سروس سمجھ گیا کہ سوہن کی نے یہ کیا رچی ہے۔ بپہ دروہہ پر رہا۔ تنہا ہو گیا نہ آواز سنا دی۔ "مدھڑیا، مدھڑیا؟" یہ ہے روہہ شہی سے مدھیرے میں ایک طرف دوڑا۔ مایک روم بھی گھر سے نکلے وہ "مدھڑیا، مدھڑیا" تے وہ وہ ہے۔ رستہ میں بڑگی سے مدھیرے ہو گئی۔ وہاں سے ایک دوسرے پہنچا رکھا۔ دوسرے نے وریا وریوں پوٹ کھا کر رہا ہے۔ فور دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ ٹھہر دین نے پوچھا۔ کیا یہ ہے؟ چھٹی طرح، بیچا بیچا میں شہ پٹا سو مو۔ چورہ دیور سے کیا چمے جاتے ہیں کہ دکھائی میں

سو بھگی ہے میں ٹٹی۔ بھی تو میسی میسی ماں کا پاؤں، رتی ٹٹی۔ تنے  
میں چہ ۲ بہاں سے پہنچا؟

بھیرہ (خرغ سے ایڈر) ماری جمع: ٹھا ٹٹی۔ ہاں م' ۲  
بھگی ہے میں نے س دی چھ نہیں انہیں تو سمجھی کہ یہی ہوں گے۔ جب  
س نے صندوق پر ہاتھ بٹا تو سمجھی کہ یہی ہوں گے۔

ٹھا ۱۰ این کچھ میں پہ چھ را آید، گا مہرے یہاں چو پاری ہانی تھی، س میں  
بھی چھ میں سے چھ آئے تھے۔

تنے میں بھگی آید۔ ۲ سے حوں بہہ رہا تھا۔ ۱۰۔ میں نے سے بھٹتے  
۱۰۔ میٹھا۔ انٹن چدلی۔ س نے بھی ۱۰ رہا۔ میں پھر کھڑے پر س پر بھی یہاں تھ  
۱۰۔ کیہ کل یہاں گا۔

ٹاٹیک مایک ۲۰۰۰ ہاں ۲۰۰۰ ہوتے ہوئے آئے درمیں پر پر پڑے۔ ۲۰۰۰  
سمت خون سے مت بہت تھا۔

ٹھا راین پنہ جی اکیا تم سے بھی س کا سامن ہو گیا کیا؟  
ٹاٹیک ۲۰۰۰ ہاں بھگی ن طرف ۲۰۰۰۔ بھگی نے ٹاٹیک ۲۰۰۰ طرف دیکھا۔  
ٹاٹیک ۲۰۰۰ نے دل میں کہا دیں کا وہ دھنا رہی تھتے ہو۔ یہ ڈھنگ تھا کہ ہے۔  
بھگی نے اس میں کہا۔ چہ تو یوں ۲۰۰۰ ہوتے ہو بھگدو ۲۰۰۰ ہی پہ ہاتھ صاف کرنے  
۲۰۰۰۔

ٹاٹیک ۲۰۰۰ ہاں جی۔ یہیں لگی ہیں تو ۲۰۰۰۔ ۲۰۰۰ کی حوں تھا۔  
ٹھا راین تھیں تو سب سے رو آدیسوں کو گھاس مراہا۔ میرے کھ میں جو چور ٹھٹھے تھے  
۲۰۰۰ سب دیو معصوم مواتے تھے۔ یہ ڈیل ڈوں کے تو آدمی ہی نہیں دیکھے۔ معصوم ہوتا  
ہے تمہارے وپر ن کا کھر پڑا تھا پر۔

ٹاٹیک ۲۰۰۰ ہاتھ میر بھی ہر چور پنہ۔ میں ۲۰۰۰ سے رتے دیکھا۔ ۲۰۰۰ جرم



(ضہر) پھٹ یہ ہوگا۔ جب تک نیرم نکل دے۔

جنگلی ہاتھ تو میرے پاس ہے۔ کچھ ہاتھ بھی کاوا دھو دے۔ یہاں کا۔ چاروں شانے پست  
رہے۔

نہرین کی جانے والے آدمی کا کام ہے گھر کے بھید یا نہا کھٹی چار کی نہیں  
سوئی۔ میرے یہاں بھی سبوں سے میری چھوٹی مڑکی کو منہ ملی دے رکھ کر مارا بھید  
پوچھ رہا تھا۔

جنگلی تھانہ میں تیرہ درپٹ رہا۔

بھیرہ۔ میں نے کچھ بڑے ہی رہ چاروں گا۔ پچھلے سے چلی نہ پھاؤں دھتا۔  
چاہے ایک چاروں پہ نہیں کھیٹیں ڈسوں گا۔ مجھے سب معلوم ہے۔

نہرین کا کام ہے یہ۔ وہ آدمیوں کو پھیل رہا ہے۔ اس سے میں چاروں  
کی گنگا زدیک رہا ہاتھ دور سے بیٹھا رہتا رہا۔ جس سمت رہے تو مال بل آ  
جاتا ہے۔

بھیرہ وہ جنگلی پر شہ تھانہ تک رہا ہے۔ سے جگہ گھر پر شہ تھا۔ شہ بھی نہیں تین  
تھا۔ جگہ گھر کے کوئی کوئی معلوم تھا کہ وہ پڑے ہیں رہے ہوئے ہیں۔ جگہ گھر ٹھہرت  
بھی پھا تھا۔ وہ پڑا ہوا بھی موقع و رات پر سب سے چٹھے پہنچا تھا۔ یہ مارے  
و جو اس کے شہ کو مضبوط بنا دیتے تھے۔

یہاں سے لوگ چلے تو رات میں باتیں ہونے لگیں۔ نھی مر دین سے کہا۔ "چھ  
پی مان کے رہ پڑے تھے میں ہی رہا اس کے رہ پڑے تھے۔"

تاکیرم پر دال اپنے گھر میں رہ رہا ہو جاتا ہے۔

نہرین پاپ کا ڈنڈہ جو رہو گناہ پڑتا ہے۔ چاہے جگہ نہ ہو چاہے نہ۔

جنگلی تمہارے چوروں کو چھ ڈنڈہ دے۔

نہرین مجھے کون کی آویٹا کا شٹ تھا۔ وراس کو شٹ ہے۔ رکی یہ

کوڑی بھی نہ دیکھیں موصی - چاہے کتنا ہی بیرون کھائے - میں تو مر رہا ہوں کہتا ہوں کہ اس کے گرد تلواریں سے پائے قاتل ہو چکا ہے۔

دوسرے روز مہر نہ چیرے بھیرہ نے قون میں طار کی - وہ پیر تک دروازہ جیفتیش نے کے پے پہچے حکم گردن نہ تلوار کی - بھیرہ نے بھیرہ اس نے مال میں پھپھو دیو - اس دن سے بھیرہ کے ایک جھوٹا سو رہو گیا - سویرے ہی روانہ کی گئی تھی جاتا - قاتلوں نے غلامت میں رہتا - چلم بھرتا ہی رہتا - گھوڑے کے لیے گھاس پھوس لاتا - تھامے چوکی دروازے کو شام رہتا - پنی کان پر بیٹھا - قاتلوں کی چوکی کا تذکرہ دیا رہتا - یہاں مجھے بھی سی میند نہ آتی تھی - اس دن نہ چاہے کب سو کب مگر بندہ خود نہ دوس تو مامنیس - درو گاہن تاک میں ہیں - اس میں سب رو پے ہی نہیں ٹھہریں بھی ہیں - جہاں کہیں گی چھپے۔

چھوڑ پڑ جا - ہ -

رفتہ رفتہ بھیرہ و سارے محکمہ پر شبہ ہونے لگا - وجہ تو اس سے پہلے ہی تھے - سارے محکمہ کی کاٹھن سوکی - یہاں تک کہ - نیر میں وہ اپنے گھر و دس پر ہی اپنے غصہ تارنے لگا - جہاں پر پھر و پرے - مئی - تو نے ہی مجھے چاہا - یہ فو قی لے جہ نہ سہی تو چور سے کھر میں گھس آتا - میں دن بھر دوری دکان رہتا ہوں - تھک رہتا ہوں - تو گھر میں پرے پرے یہاں یہاں رہتی ہے - اب جہاں سے بے میرے رو پے - نہیں تو بھیتا میں چھوڑا گا۔

اب تک اس نے پیس کا ہمیشہ اب یہ تھا - پر اب اس و بھی لے لے رہا تھا - تو کہا رہتی ہے کہ مجھے رات میں نیند ہی نہیں آتی - ساری رات جاتی رقی ہوں - اس دن تجھے یہ نیند آگ - غلام یہ کہ اس کے دس میں کسی نہ عزت و سکا کا شمار ہی کی محبت نہ رہی - رو پے کے - تھری خدق بھی اس سے ایک دم رخصت ہو گیا - جہاں خرو - پیر و اس دن - تھوڑے میں حوں تر رہتا تھا - سے پار چھینتا کہ

نی طرح روم پڑے تو کس نے خبر دی کہ جس جگہ ہمارے سے بچتا رہتا تھا۔ وہ اٹھ چلا  
پونٹس نے وہ سست چھوٹی چوٹیں رکھنے میں دیر لیا۔ وہ بڑھاپا تھا۔

ایک روز شام کے وقت جگہ ہمارے اٹھنے کے پاس آ رہا تھا۔ وہ بڑھاپا تھا۔  
پوچھا: "تینے چلے گی؟"

جگہ ہمارے آپ سے ایک بات کہنے لگا ہوں۔ یہاں کے لوگ ابھی مجھ سے ملے  
تھے۔ پوچھتے تھے، "بھروسہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا۔ صاحب مجھے  
نہیں معلوم تھا کہ چلے گئے پرانی کھلی میں وہ کس طرح چلے گئے۔ جرمہ آجائے گے۔  
میں نے کہا کہ آپ ان بھی رکھتے رہیں۔ اس لیے وہ آجائے۔

وہ بڑھاپا نے دوسرے دن روز بھر کو وہاں سے بھاگ دیا۔

اس کے کئی روز بعد ایک روز رات کے وقت وہاں سے بیٹھا کھانا پکا رہا تھا کہ  
جگہ ہمارے آ رہا تھا۔ "کیوں سو رہے ہو تمہاری بات تو تمہیں مل گئی؟"  
وہ اس نے تجل سے کہا۔ "کیسی مانت؟"

جگہ ہمارے وہی روز پے جو تمہاری بھونپنے کی سے مجھ گئے تھے۔

وہ اس میرے پاس رہ پے وہاں تھے؟

جگہ ہمارے مجھ سے نہ رُو۔ رتی رتی بات جانتا ہوں، ورنہ ہوں کہ کس طرح  
تمہاری بیخ (جیز) اس پانی کے چٹل سے نکلے۔ یہاں گئی باتوں کی ہے۔  
وہ اس جگہ ہمارے مجھے اس بھیجے میں نہ بھیجے۔ ریب آئی ہوں۔ بھیجے دے گا  
میں۔ ابھی ہنگ پر اس میری پاس آ بیٹھے۔ گا۔ پے یہاں گا گا کھول دے۔  
کو۔

جگہ ہمارے اس سے بچے تھوڑے ہی جاتا ہوں۔ پر بات، ہوں میرے من۔  
بچے نے تھے انوں تک ملوئی کی کان پر کھوب، وہاں کا پتہ پڑھا۔ دھرتی پر  
پاؤں ہی نہ رکھتا تھا۔ اب ہوں ٹھٹھا۔ اب نہیں گئے۔

سورس تمنا بہ میری جان کے پیچھے پڑے ہو۔

جدا کر یہ ہر کل خدا اس وقت میں پڑا۔ پٹی لٹی ہوئی میچ پارک  
پھول نہیں آتے۔ میں تمہاری جگہ ہونا تو مانتا، کوہنہ، گاتا، سنا، تھوڑی دیر کے  
پے پگل ہو جاتا۔ تنہا تنہا کہ پیت میں پڑا۔ یہ چنانہ ام ۲ ٹھہرے پیسے  
سو۔ سو۔ سو۔

۲۔ سورس کہتے نہیں تھے۔

جدا کر یہ کیوں نہ آئے گی۔ میں تو مانتا ہوں گا۔

یہ ہر سورس وہ مدد نہ کر رہا تھا۔ سورس زندہ ہوں، امی تھی۔ قہقہے  
ہارے گا۔ حاسہ نہ خوش علمی کا جب رہا تھا۔ دونوں بھینز کے نقابوں کی طرف سے  
رہے تھے، یہ حیرت تھی کہ انہی کا چہرہ یہ ہو گا۔ شامت نہ ماری ہو گی۔ وقت  
پسے نہ دکان سے جس سے ہوئے آری تھی۔ سورس کے گھر میں بڑے رور کے  
تھپہن ۲۔ رسی تو عجیب ہر۔ اندھے بوئیں میں پائی ہیں۔ سورس روپ پھری  
موٹی اور سورس سے ہوں۔ آج یاں گیا سورس جو چھوٹے نہیں آتے۔  
سورس نے انہی ضبط کر کے کہا۔ ”میری تحصیل مل گئی۔ چارے کھ میں پھیر  
ہیں۔“

۲۔ بھگی تو سب اس لیے جہم رہا ہے؟

سورس نہیں تھے بلکہ ننھی لڑکی کا بھرا رہا تھا۔

۲۔ بھگی اپنی سٹھیں بھر رہا تھا۔ مجھے یہ ۲ کا تھا۔ ۱۰۰۔

کس پر تئوں سے تہہ ہر۔ اتفاقاً بھیر ونکی وقت تھ نہ سے پہلے آ رہا تھا۔ قہقہے  
کی آواز سورس نے جھونپڑی کے درجہ نہا۔ یہ آج یہ گل چہرے کے رہا  
ہیں؟ یہ گلہم دیکھا تو۔ عموں میں خون نہ آیا جیسے کی نے گلہم پر موم ہر کھایا ہو۔  
خسہ نے پگل ہو یا۔ سخت نے سخت فحش سے فحش عاصف ہے جیسے ہوئی ۲ رہا ہی جان



سے چلے جانے کے بعد جگہ ٹھہرے۔ 'سوراس' نم آج میرے گھر میں رہا  
 رہا۔ مجھے اُنکے گھر پر ہے کہ بھیرہ، رات وہاں پر رہ چکے۔ بدھ اس آدمی ہے۔ اس  
 کا دوسرا نام؟ مارپیٹ رہنے لگے۔

۲۰۲ اس بھیرہ، رات وہاں پر سمجھتے، تباہ نہیں ہے ہم سے کچھ بدھ لے گا۔ ہاں  
 سو ہٹاؤں کو جی بکھڑے مارے گا۔

جگہ ٹھہر سہیں سے اپنی سادھو نہیں رہتی۔

سوراس میں کہتا ہوں تم سے کچھ نہ بڑے گا۔ تم سے اپنے دل کی بات ہمیں  
 چھپاؤں ہے۔ تم سے دل کی بات سے ہمت نہ لے گی۔

جگہ ٹھہر خوف و گھبراہٹ ہو مگر سوراس کی طرف سے مایہ سوز پیدا۔ سوراس  
 ساری رات جاگتا رہا۔ اس گھر کی طرف سے بعد اس کا بدمعاش رہا۔ ٹھہرنا  
 معلوم ہوتا تھا۔ اندر میں ڈاک گارسوں کی نگرانی سے سو سے دور ہوتے تھے  
 ہجرت تھی۔ "میں نے تو بھی کسی سے رانی نہیں لیں۔ بھگوان مجھے یہاں یہ انداز  
 رہنے ہیں؟ یہ نین پاؤں کا پراسٹنٹ رہا ہے؟ تیرے گھر سے چاہے یہ پاپا  
 ہے۔ گل کیوں چل دینا چاہیے۔ پہلے بھی بھیرہ نے مجھ پر بھی پاپ لگایا تھا۔ تب  
 مارے مجھ کے ڈک مجھے مانتے تھے۔ اس کی یہ بات ہی میں رکھی۔ نئے دوس  
 نے ہی ہٹاؤں۔ بدھ سوراس میرا کس ہے۔ ہنگامہ ہی میں رہا۔ میں  
 گئے۔ اندر میں ڈاک گارسوں کی۔ میں یہاں سے ہٹاؤں جانے کی میں  
 کھیر ہمت ہے۔ ایچاؤں سامنے ہوں۔ وہی بدھ میری رچھ، رستے ہیں۔ پرچہ رکی  
 سبھاؤں کا یہاں سوکا؟ بھیرہ کے سے جڑو رچھوڑا ہے گا۔ دھرم میں بھی پیدا  
 ہوں گا تو چھوڑی کپڑے کی؟ اس کے پیروں میں بھی تو ہون نہیں ہے۔ جو عورت  
 ہے۔ محنت محوروں میں سٹی۔ نہ جانے کی پڑے کی نہ پڑے۔ چل کر یک،  
 بھیرہ سے کیلے ہیں ساری بات صاف صاف بدھوں۔ بھیرہ نے میری کھچی معافی

سے بات چیت نہیں ہوں۔ اس کے مس میں کانٹھ پڑی ہوں ہے۔ میں میں میں  
 رہنے کی سے کس دھیرے وہ یہاں رہتا ہے۔ جب تک اس کا ان صاف نہ ہو  
 جب میرے یہاں سے جاٹھک نہیں۔ لوگ کہیں گے کام کیا تھا تبھی وہ رہ رہا گا۔ نہ  
 رتا تو اڑتا رہا۔ یہ وہ پہلے بھی سے پتھر وہں مگر جو اس نے پوچھا کہ کہاں سے  
 تو اسے بھی کی کام نہ بتاؤں گا۔ ہمدردوں کا مجھے جھونپڑوں میں رکھے ہوئے ٹے۔  
 تن چھپے ہوئے ہوں گی وہاں نہ بچے گی۔ میں یہ وہ رہنے سے صفائی یہ ہوگی  
 چھپے کام میں ہے۔ سب کچھ پور پور چیک ہمدردوں کا۔ تبھی اس کا ان صاف  
 ہوگا۔

کس دھال سے سے گوشتی موٹی بیٹے شاعر مجھے ہوئے مضمون کے موروں مو  
 جانے سے ہو۔ تھی ہے۔ وہ کہی ہی تھا وہ چار بھیرہ کے دروازہ پر آؤ زوی۔  
 کھیم و سیاہ موٹھ پر سو بھی کی میٹھی رو رہی تھی۔ کھیم و نے اس کے کھڑے پتے کی س کی  
 خوب زور بٹن تھی۔ وہ گئی نے وہ اس کے زور پائی۔ چوٹ کی کہ یہ تے کے  
 میں ہے۔ گئی۔ میں وہ نوں میں رہی نہ ہو جائے۔ سردی کے لٹھا تو رتے بہات  
 اس سے پوشیدہ نہ تھی۔ وہ ڈرائی کہ وہ اس رت کی باتوں کا مدد۔ پینے نہ آیا۔ یوں  
 تو بڑا کم کھور ہے۔ پر آؤئی کی ہے۔ آؤ یا سوگا۔ جھوٹا جام من رہا۔ کتا ہی ہے۔  
 کہیں اس میں نہیں مار رہے بیٹھے۔ پڑ پڑے کا تو پر نہ تھی۔ کے چھوڑے گا۔  
 سو بھی نہ کھیم و کی مار کھنی تھی۔ کھڑے سے نکال دانی تھی میں یہ جوں نہ تھی کہ کون بہا کا  
 آؤی بھی وہ کچھ ہر رکھل جائے۔ اس کا مدد نہ تھی۔ اس نے کھیم و نہ دگایا۔  
 وہ رہ کھول رو پوچھا یا ہے۔ اس کے کہ یہ کہتے ہو۔

موراس کاں بے اختیار چاہا کہ اس سے پوچھوں۔ رت و قحہ پر یہ بیٹی نہیں نہ  
 رہا۔ مجھے اس سے کس عورت ہے چاہے وہ ہے چاہے وہ ہے۔ اس میں  
 کہن ہوتا ہوں پوچھنے وہ۔ کھیم و یہ بھی مانتے ہیں۔ ہر جگہ دے۔ ت

سے کچھ باتیں رہیں ہیں۔

۲۔ بھگی کی بات ہے؟ میں بھی سنوں۔

سورس کی یہی بات ہے۔ ہر جگہ تو ہے۔

۲۔ بھگی کی بات ہے؟ پھر کبھی آج نہیں

سورس کو کون سا آئے گا۔ میں رات پر جائیوں گا۔ نہیں بہت دیر نہ  
گئے گی۔

سو بھگی کی بات ہے؟ تو سنئے نہ آتے تھے؟ ان کی بات ہے؟

۲۔ سورس ہے؟ کہہ۔ اس سے ہوں گا تجھ سے کہنے کی بات نہیں ہے۔

سو بھگی کو حین کامل ہوا کہ یہ اس وقت آپے میں نہیں ہے۔ ضرور وہ پیٹ

ہے گا۔ مجھے مار پینا تھوڑے ہی تھا۔ بس وہیں جو کچھ ہوا وہی ہوا۔ نہ  
گئے۔

۲۔ سورس پتا تیرے پاس نہیں ہے۔ اپنے کانوں سے۔

سو بھگی کی بات ہے؟ وہ کتا تھا اس میں وہ سے پیدا نہیں گئی۔

سورس نہ مار ہوگا۔ مارنا بھی تو مجھے یہ تو اس کی گھون ہے جو چاہے رہے۔

تو جہاں سے بھی دے۔ مجھے یہ بات سن ہے۔

اب بھی ۲۔ بھگی کی بات ہے؟ سورس نے بھیہو کا نام لے کر زور زور سے پکارنا

تو نہ کیا۔ یہ انکوں سے بعد بھیہو کی اور نہ ہی وہ۔ کون ہے؟ لیہو آتا  
ہے۔

سو بھگی کی بات ہے؟ یہ سوتی لڑکیوں۔ جاتے سوتے ایک ڈنڈہ پتے جاو۔ سورس

ہے۔ نہیں ڈنڈے نہ پتے۔

بھیہو چل پینہ۔ لڑکی رہنے آتا ہے۔ مجھ سے تو یہ چہرہ مت نہیں۔

سو بھگی مجھے اس کی تصویریں دیں ہوں معصوم سوتی ہیں۔ یہ نے بہتی ہوں۔



بھیرو بیٹوں میں ہتی کہتو سی سے چڑھا رہی ہے۔ ہاتھ تانکینہ میں رکھتا۔  
س نے ن میں گئی میل نہیں رہتا۔

۔۔۔ بھیرو نے اپنی بھی ٹھانی مر رہا ہے۔ ندرتہ بھی ہو تو اس کا یہ خوف۔  
سے تو یہ بچ بھی مارے گا۔

سورس نے بھیرو سے کہا۔ ”یہاں مار کوئی تو نہیں ہے۔ مجھے تم سے ایک ہیرو  
پتا ہے۔“

بھیرو کون میں ہے۔ ہو یا کہتے ہو؟

۔۔۔ اس تمہارے چور کا پتہ چلا ہے۔

بھیرو عجوبہ کی م؟

۔۔۔ اس ہاں۔ جی کہتا ہاں۔۔۔ میرے پاس آ رہا ہے۔ پے کھایا اور  
کوئی ٹیخ نہیں گئی تھی!

بھیرو مجھے جہاں آ۔۔۔ جی میں نہیں بھر؟

سورس میں گھلون سے کہتا ہوں۔ تمہاری ٹھیلی میرے گھر میں جوں کی توں  
پڑی ہے۔

بھیرو بڑا گل تھا پھر چوری کا ہے کوئی تھی؟

۔۔۔ اس ہاں۔ پگل ہی تھا۔ مر رہا؟

بھیرو کہاں ہے؟ جڑ دیکھو تو۔

۔۔۔ اس سے ٹھیلی مرنے لگیں رہیں۔۔۔ بھیرو نے پاپا تھیلی سے۔  
وہ جوں کی توں بدھی۔

سورس نے و۔۔۔ پورے ہیں نہ نہیں۔

بھیرو میں پورے ہیں۔ جی بتاؤ اس نے چہ بات تھی۔

بھیرو کو روپے منے کی ہتی خوشی نہ تھی جتنی پورے ہاں معصوم رہے کی خوشی۔

یہ کیٹھنچا تھا کہ میں نے اس پر ٹک کیا تھا ہی ہے یا کوئی اور۔  
 ۲۔ اس نام چن رہا ہو گا۔ تمہیں اپنے اس سے مطلب ہے کہ چور کے  
 نام سے۔

بھیرو نہیں تمہیں سم ہے تارا۔ ہے تو منہ کا؟  
 سورا کہ ہوں۔ ہے تو حکم کی فایر نام نہ بتاؤں گا۔  
 بھیرو کوئی اس میں اس سے کچھ نہ ہو گا۔  
 سورا کہ میں اس سے مددہ ریچہ ہوں کہ نام نہ بتاؤں گا۔ نام بتاؤں اور تم بھی  
 ڈکا رہے مگرتب؟

بھیرو سوک مانو۔ میں اس سے نہ ہوں گا۔ جو ہم ہو کھ جوں مردمان  
 اور بن کھو تو مجھ بیٹا کہ اس کی صل میں ہر ک (موت) ہے۔ بت اور پاپ  
 یہ ہے۔ اور کون مہینا چاہتے ہو؟  
 ۲۔ اس رات سے پھر گئے تو یہیں تھا ہے اور ہے پر پٹک اور چن رہے  
 ہیں گا۔

بھیرو پنی جال یوں دو گئے میری چن رہے بیٹا۔ چوں تک نہ رہوں گا۔  
 سورا کہ میرے کھر میں یک بار چوری کوئی تھی تمہیں یاد ہے؟ چور کو یہ سبھا  
 ہو گا کہ کم نے میرے روپے لیے ہیں۔ اس سے اس نے تمہارے یہاں پائی کی  
 اور مجھے روپے ادا کیے۔ اس نے میری زمین پر دانی اور چھٹیں۔ اس  
 نے میرا روٹا مٹا نہیں ہے۔

بھیرو پھی۔ یہ سب تو سن چکا؟ تو تارا۔  
 سورا کہ دیکھو۔ تمہارے سم لٹا ہے۔  
 بھیرو اس جہاں م سے پھر تانھوڑے ہی ہوں۔  
 سورا کہ تمہاری گھر میں اور میری مین ۲ بھائی۔

نہ سنن تھی کہ بھیرہ جیسے پاگل ہو جائے گا۔ گھر میں اور سو کیا دریاں سے ہوا۔  
 'میں' نے ان سے میرے وہ پے چے تھے۔ ۱۶۲ کس پہلے سے ہوا  
 ہے۔ کس طرح میرے گھر میں رہ رہ کر چلے گئے ہیں۔ گھر بھرتی ہے۔ کس پر  
 مجھ سے ملتی تھی۔ انیو تو تیرن یا کر۔ جاتا ہوں۔ ۱۶۲ کس بھوکہ کھاتا ہے کہ  
 'جی' سوہن کی نے۔ جھٹکا کر رہا۔ 'سور' کس جھوٹے بونے ہیں۔"

کس کے منہ سے بات پوری نہ کہنے پانی کہ بھیرہ نے ساری کھینچ کر رکھی۔ 'رضان'  
 'یا' کس سے بھیرہ کا غصہ رکھی برص۔ وہ سوہن کی نے پیچھے اور۔ سوہن کی نے  
 'یہ' بھڑکی میں کھسکا۔ 'ند' سے اور زہ بند رہا۔ بھیرہ سے اور وہ بینا ہوا  
 'یا'۔ مارے محنت میں ہر مچ کیا کہ بھیرہ سوہن کی ہوا رہا۔ 'تات' ہے۔ 'وگ' وہ  
 'یا'۔ 'ص' رہا۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ "یہ ہے بھیرہ۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ  
 'تات' ہے۔ 'وگ' وہ۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔

بھیرہ۔ 'یا'۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 سے 'فی' ہوا۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 'مب' ہے جو یہ 'وہ' سے 'فی' ہوا۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 'چھوڑ' گا۔ 'میر' کے گھر جو چوری ہوئی تھی وہ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 وہ پے چے ۱۶۲ کس 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔

نہی 'ریڈنٹ' سوہن کو؟

بھیرہ۔ 'یا'۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 'یا'۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔

مذہبی چھانورہ پے سوہن کی نے چے تھے۔

لوگوں نے بھیرہ کو بھٹکایا اور وہ کھینچا۔ 'یا'۔ 'ند' رہا۔ 'ریڈنٹ' کیا۔ 'یا'۔ 'وگ' وہ۔ 'تات' ہے۔  
 لگی۔ 'کی' کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ صاف صاف ہے۔ سب کے سب ہار رہے تھے کہ

کیس ٹیم صاحب سے شکایت نہ رہے۔ مگر نیا بھی اپنے دوست کا ظہور رہا ہے تھے۔ سوراں کو آج محسوس ہوا کہ پہلے وہ مجھ سے ڈرتا تھا پر اس میں سب عزت رتے تھے۔ سب سے سب مجھ سے ڈرتے ہیں پھر کی جی عزت کی کے اس میں نہیں ہے سے نئی مدت تھی کہ وہ چیتا تھا آسان سے بلی رہا۔ میں یہیں جل بھن جاؤں۔

تھوڑے دن آسنہ سے ہوا۔ "سورس تو بھی یہاں تھا۔ آج سے نہیں رہیں سے دیکھتے ہیں۔

ٹائیکر پہلے نہیں تھا اب ہوسا ہے۔ سوراں کو کچھ بھتی نہیں۔  
تھوڑے دن کوئی بل پر تو سبھی کو گھمٹا ہوا جاتا ہے پر سورس میں تو مجھے کوئی سی بات نہیں اٹھان اٹھان۔

ٹائیکر مچھ پر ستم ہے۔ بڑنگی مجھے تمہارے دپر سب تھا۔  
بڑنگی (ٹائیکر اپنی جہان سے کہتا ہوں کہ مجھے تمہارے دپر سب تھا۔  
بھیمہ اور مجھ سے جو بچ پوچھو جگہ ہر پر سب تھا۔

سورس نہ تھا۔ چاروں طرف کے متعین رہا تھا۔ چپٹتا رہا تھا کہ میں نے سے بچائی سے یہ بات بل کیوں۔ میں نے تو سمجھا تھا صاف صاف ہے دہنے سے کٹاں صاف ہو جائے گا۔ کایہ پھل مایہ سے میں تو کالہو ہی کی۔ کچھوں کا نہ جانے کیا حال ہوگا۔ بھگوان کہیں گئے؟ یہ سب پور رہا ہی میں چنے بیوں وہ رہے آتے تھے؟ سب یہاں نہیں آسے وہاں دوتے آکر کہتا کہ نہ دھلے تصور ہے؟

جب بھیمہ کے روزہ پر یہ تماشا ہوتے ہوئے صاف ٹھنڈے زیادہ ہو گیا تو سورس کے صبر کا پیمانہ چٹمک پڑا۔ چپ رہنا اس کے دہل میں بزدل تھی۔  
مہ پت تھا ٹائیکر صاف عورت پر تا کٹھن تمسویا جا رہا ہے اور میں چپ چپ

کھڑے ہڑستے ہوں۔ رہا پاپ ہے۔ وہ اتنی مرحڑ ہو گیا اور بھی موتی۔ انھیں پھار  
 رہا۔ یہ وہاں ہیں پتے کے مارے ہوئے اسی پر یہ پہنچ پھیک رہے ہو؟ کچھ تو  
 ہلکون سے ڈرہ۔ یہ سنا رہیں نہیں یہ بے نہیں رہا؟ میں نے تو ہنسی مٹی کی کہ  
 بھیڑے رہ پے سے ہمارا ہے اس کا مجھے یہ پھل مل رہا ہے اسے بھگی۔ یہ کہ  
 کیوں یہ مریوں یہ رہ پے مجھے دے۔ یہ میں نہ ہوں کا، بلکہ ہلکون میں اس  
 میں بھی جیہ حرکت کریں کر میں۔ یہ بھگن پنی چھین مہن کے ہو کبھی پٹھ بھج  
 ہو۔ میرے پر اچھا نائی ہے کہ وہ رت میری تھوڑی میں آتی تھی۔ اس وقت  
 جگہ وہاں بیٹھا تھا۔ اس سے پوچھے کہ ہم لوگوں میں مانی باتیں ہو رہی تھیں۔  
 اس میں میں مجھے جسے نہ تھے پانچ کانٹیں ہوستا۔ چٹا سوں پر قاتلے چٹا  
 ہوں کہ وہ بھگی پر حوالہ لگا لگا اس کا بھلا نہ کا۔ وہ ایک صاف ہے۔ سے  
 پاپ کا رگوں کی ٹھنی ٹھنی میں ہوستا۔ میری مانی روئے والے بیٹھا ہوتے۔ اس کے  
 وہ بے ہڑ ہو چلاں گا وہی ایک مٹی آدے لگے گا۔ اب یہاں سے وہ پانی ٹھتا  
 ہے پر بکوں آدے کا جب تم لوگوں کو مانی باتیں معلوم ہو جائیں گے مرنے تو  
 چوڑے کے مذہب رہا۔

یہ ہمہ ضرور اس پنی چھوچھکی کی طرف پڑا۔

(24)

سوراس کی زمین میں وہاں دینے کے بعد عوقیہ پھر مسٹر ڈارک سے کھینچ لی۔ وہ  
 گزرتے چلتے تھے وہ مسٹر ڈارک سے وہ رت مانی چلتی تھی۔ اس کو بپنی تھی  
 محبت کے لیے ذلیل رہا ہوئے کی بنیاد مصلوق محبت کا سنگ بھنا کیسے رہا وہ  
 ناقابل برداشت معلوم ہوتا تھا۔ وہ مانی تھی کہ میں پانی سے بچنے کے لیے آپ میں  
 کو دپڑا۔ اس پر ہر تیس یا چار سنا۔ اس نے اپنے اس کو جہاں وہنے کی طرف سے  
 ملنا چاہا تھا۔ یہ ہی اس کی تیز کے ساتھ اس طرف وہ رہا تھا۔ اس طرف

س۔ بھگتی (زندہ) نے متعلق چہرہ اتاریں پہنچی تھیں مرنے پر تھک کر س کے  
 نیواں ت میں یک تھہر ہا یہ تھا۔ موت وہ نامی کا خوف س کے اس سے ٹٹے لگا تھا۔  
 س کے ہا سے محبت کا بند تریں معیار تھا۔ جہاں خود کی ن آہ زمیں پہنچتی۔ رہہ شکل  
 نے ہا وہ حیر کا مڑا پیا تھا۔ نشہ میں ب س ۱۲ یو کی پیش و آرم، عزت و نصیبت  
 سب بچ معلوم سوتے تھے۔ نہی حیات سے متاثر ہو س کے دن سے محتر  
 رنے ورکا رک سے عقد رنے کا فیصلہ یہ تھا۔ ۱۰۰ ب س ۱۰۰ ہر سر میر فاری معلوم  
 سوتے تھے۔ رنی چاہی س ہا تھوں ذلیل ہو رہے تھیں کی تہہ سے اس نے  
 سپنہ و پر یہ نعم گو ریا تھا۔ مگر ب س ۱۰۰ یہی معلوم ہوتا تھا کہ میرے طائر میں  
 ثریا کی موت نہ ہوتی تھی۔ س میں نامور و نیت یا تھی؟ س کا دس۔ س فیصلہ کی  
 سخت محنت ہا تھا۔ وہ دس فیصلہ کو قابل نہت بھری تھی۔ سے تعجب ہوتا تھا  
 کہ میں نے وئے کی جگہ پر کا رک کو لکھنے کا فیصلہ کیا مگر یہ مسئلہ اس میں  
 ۱۰۰ قی و صاف نہ کی تھیں۔ و قابل ہیں۔ ٹیف ہیں۔ فیاض ہیں۔ ٹیک ہیں۔  
 ۱۰۰ کی میں عورت کو خوش تر مر رہ سکتے ہیں جسے دیو کی پیش و تر کی تنہا ہو، میں نہ  
 میں وہ ہمارا کہیں۔ وہ خدمت کا جہ پہن ہیں۔ وہ زندگی کا بچہ معیار ہیں۔ وہ مردانہ  
 عمدہ کہیں۔ وہ شوق شہادت کہیں؟ سے۔ محبت کی دستائیں اور صوفیہ زندگی کی  
 قلمیں، دیو و تر، تصاویر و قدیم تصاویر اور خوب و عید و عید و اوق مسکن و  
 کو بچہ ہتھ س کے مقدمہ میں ریہ وہ دس ش معلوم ہوتی تھیں۔ کی درمیان میں سے  
 ثن کے ہا جی سے متعلق نے کامیاب قرار دیا۔ س عقائد کی حریدہ کی  
 جو سے مصرت تہی پر تھا۔ وہ دل میں اونوں کا مو ر نہ رتی۔ مسیح کے جسم کی بنیاد  
 سے رشن و محنت نے زیادہ تسکین ہوتی تھی۔ س نے ب نہ گینا ہی کے رشن و  
 ۱۰۰ یہ تھا کہ مسیح دیو خدمت و پر پیزگی کے ہا سے سے رشن کی پر ہر زندگی گیتا  
 کی مشق مسنید تہہ حیات سے لگی رہا ہا قابل فہم معلوم ہوتی تھی۔ س کا سر گیتا

سے علیٰ تحویل کے ماتے جھٹ جاتا تھا۔ مگر اس سے دل میں بھٹکتی کا حد نہ نہ پیدا ہو  
 تھا۔ رشتہ نگاروں نے زندگی و اس نے عقیدت مندوں کی لڑائی جیت بھڑھاتا تھا۔ اس  
 پر غور نہ کرنا ہی ممکن سمجھتی تھی۔ یہیں سے ہی کارجم رشتہ نگاروں کے ماتے  
 باطل حشر، معصوم، سنا تھا۔ عیسائی کے جسم میں روحانیت تھی۔ رشتہ نگاروں میں  
 جہاد تھا۔ یہی کارجم آسمان کی طرف غیور تھا۔ رشتہ نگاروں میں یہ فوٹو گرافی کی  
 طرح انفریب تھی۔ عیسائی کارجم، یہاں کا غم شیریں تھا۔ رشتہ نگاروں میں مسیحا کی صورت  
 آواز۔ بہ فرشتہ تھا۔ دوسرا انسان۔ ایک زندہ تھا۔ دوسرا شاعر۔ ایک میں یہ رسی  
 ویران تھی۔ دوسرے میں رنگینی و پوگی۔ ایک تاجر تھا۔ مع و نقصان پر لگا رہنے  
 والا۔ دوسرا شوقین تھا۔ اپنے عہد جس کو وہ لوں ہاتھوں سے نالے والا۔ ایک تھا تھا  
 تو دوسرا آواز۔ بے صفائی کا اس میں شہ و صحت کے نہیں میں مجھ رہتا تھا۔ رشتہ نگاروں  
 سے فریاد نہ کر رہا تھا۔ سے پٹی پٹی نہ صد نہ دی تھی۔

مسٹر ڈاکٹر کے پاس سے مسٹر ڈاکٹر کے معصوم ہوتی تھی۔ وہ جانتی تھی۔ یہ  
 ساری محبت فریبوں کی آواز۔ شہنشاہی میں لکھتیں۔ وہ کثرت سے لے  
 عثمان برقی۔ وہ دہرت مسرت ہوتے ہوئے آوازوں میں رسی بھٹی رہی  
 جاتے وریہ کی صرف نہیں تھا رہی نہ سمجھتی۔ یہاں تک کہ کئی دہائیوں  
 اپنی مذہبی بدعتوں سے مسٹر ڈاکٹر کے مذہبی اس وقت صدمہ پہنچا۔ نہیں  
 صوبہ ایک معصوم ہوتی تھی نے مٹھنے سے وہ قاصر تھے۔ اس کا لے مٹا  
 سن۔ اس کا فریب نہ ز۔ اس نے غم معصوم نہ انت۔ جتنے وہ اپنے طرف  
 کھینچتی تھیں تھی اس کی تانت۔ آوازوں اور لے، اس میں خاص روایتی  
 تھیں۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے وہ پیوستی و محسوس کرتے تھے وہ نہ نہیں  
 معصوم ہوتا تھا کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ وہ ہمہ سے تنی لے لکھنے کے باوجود  
 بھی نہیں اس نے شادی کا وعدہ پیسے کی صحت نہ پڑتی تھی۔ مسٹر ڈاکٹر آگ میں

یہ صحنہ؟ قی رقی تھیں۔ ایک طرف کارک و ماتیں۔ دوسری طرف صوفی و  
 بھگتیں تو بھگتی ہے۔ زندگی میں یہ موقع ہوا کرتے ہیں مریہ تیری صلی  
 ہے۔ نہان کو فیک موقع ملتا ہے اور اس کی قسمت کا فیہ روتاتا ہے۔  
 مسٹر جان یوک نے بھی اپنے پورے وقت کے سب علم و فنی چوں چند شروع  
 روں۔ وہ پوشیدہ طور سے قریب بہینہ رمارن گل ہلاتے رہتے مگر خیر میں مسٹر  
 کارک و فیک میں ہوتی ایک قریب بہینہ رمارن گل ہلاتے رہتے۔ رہا مسٹر یوک  
 یوک۔ وہ تو سمجھتے تھے۔ خدا نے صوفیہ کو مسٹر کارک کے لیے بنایا ہے۔ نہ کٹر  
 کے یہاں جاتے تھے اور وہیں کھانا بھی کھاتے تھے۔ جیسے وہاں اس کا باب  
 کیے اس کے پیچھے پیچھے ہو بیٹا ہے اور سے ان دھروں دھوں پر بیٹھے نہیں۔ پتا ہے  
 یوک مسٹر کارک کا گھر ہے رہتے تھے کہ وہاں کوئی دکان نہیں متوجہ رہے۔ مگر  
 تے غیر فیکوں کے رہتے ہوئے بھی مسٹر کارک کو اپنی کامیابی مشغل معلوم ہوتی  
 تھی۔

صوفیہ و فیکوں کا ہوا نگر کارک شوق ہو یا تھا۔ سب سے ہانگ چوٹی ہا  
 ریور رہا اس کی بھی پرہیزگار تھی۔ نہ آسانوں سے اور نہ سچائی تھی۔ مذہبی لقب  
 کی بھی تھیں مگر نہ مروتی ہے ورنہ لے لے بات ورنہ کی سب کے کی طرح سے۔ ہاں  
 اس کے لیے آتش و ریپش نہ ضرورت نہیں۔ صلی آتش کچھ وری ہے۔ اس پر  
 نگاہ نہ تھی چاہے بہینہ۔ وہ زندگی کو قدرتیر نہ سمجھتی تھی۔ اس کے دل میں کبھی  
 تھی شان رمانی نہ تھی۔ وہ بننے ٹھننے کے لیے بھی تھی بے زندگی۔

شام ہو چلی تھی۔ ساری دن بھڑکی مرنے کی دیوتا کی دل کی طرح ہانگاں ہانگ  
 کے دوں و ٹھنڈے رہی تھیں۔ صوفیہ ایک فن میں ہڑلی جو۔ خود مسٹر رہی تھی کہ مسٹر  
 کارک کی مورچہ کی۔ وہ صوفیہ کو ہانگ میں دیکھ کر سیدھے اس کے پاس گئے اور  
 یہ خدمت طلب نظر نہ دیکھ کر اس کی طرف ہاتھ نہ اٹایا۔ صوفیہ نے مہر پھیر دیا۔



گو بس نے نہ بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا نہیں۔

یہ ایک عرصے کے بعد صوفیہ نے مسیح کے مذہب سے پوچھا۔ 'آج تہ مجھوں  
کہہ دے؟'

مسٹر ظاکر حنیف نے کہہ دیا کہ 'پیر کی یہ تو روایات ہیں۔ ان کا یہ  
پڑچا رو؟'

صوفیہ نے یہ یہ تحقیق کرتے ہوئے کہ فلاں مجرہ اور اصل مجرہ ہے؟ اس کا تہہ رہے  
یاں کن آہ تہ؟

ظاکر نے کہہ دیا کہ 'ہاں رہتے ہیں۔

صوفیہ نے کہہ دیا کہ 'پس کون سے ہیں؟

ظاکر نے کہہ دیا کہ 'مشرقیوں نے کہہ دیا ہے کہ وہ رہتے ہیں۔

صوفیہ نے کہہ دیا کہ 'اور انہیں گوہوں کے یاں پر فیصلہ کرتے ہیں۔

ظاکر نے کہہ دیا کہ 'اور چاہتی ہیں یہ؟

صوفیہ نے تہہ کی لے چاروں دوسروں کی جاں کینہ سے کہہ دیا کہ 'اس لیے کہ  
تہہ رہے؟' اسے جو کارنگہ خانہ سے صرح طرح و تہہ ہیں و تہہ کے دیگر  
روایات میں کیا کہے جائیں۔

ظاکر نے حنیف امیر نے کہہ دیا کہ 'تو یہاں رہتے ہیں؟' اس نے کہہ دیا کہ 'ہاں۔

صوفیہ نے کہہ دیا کہ 'تو کہہ دو کہ وہ صرح حکومت میں تہہ خامیوں ہیں تو تم اس کا  
یہ کہتے ہیں کہ ان کا خون بہہ رہا ہے؟

ظاکر نے کہہ دیا کہ 'اس بارے میں بھی نہیں کیا۔

صوفیہ نے کہہ دیا کہ 'اور انہیں کہہ دیا کہ 'تو یہاں رہتے ہیں۔

ظاکر نے کہہ دیا کہ 'تو کہہ دو کہ وہ صرح حکومت میں تہہ خامیوں ہیں تو تم اس کا

صوفیہ نے کہہ دیا کہ 'تو کہہ دو کہ وہ صرح حکومت میں تہہ خامیوں ہیں تو تم اس کا

ٹا رگ، یہ دعویٰ کوئی نہایت نہیں رہتا۔

صوفیہ تو ہم سب سے بچے ہوئے ہو کہ تمہارے جرم پوشیدہ ہیں؟

ٹا رگ، یہ قبول کرے جو جی تو نہیں چاہتا مگر مجباً قبول کرنا پڑے گا۔

صوفیہ تعجب ہے کہ جو مجرم ہو، تمہیں ایڈووکیٹ ہو کر دیتے ہو، اگلی شہر نہیں آتی؟

ٹا رگ، صوفیہ اس کے لیے ہم بھر بھی میری تو ہیں، میں اس وقت مجھے ایک خاص معاملہ میں تم سے صلہ ملنی ہے۔ خوب سوچ کر رہے ہیں۔ رجبہ مسیور رہا، میرے لیصلہ کیلئے رز کے یہاں کی تھی۔ اس کا کہہ تو میں تم سے رہی چکا ہوں۔ اس وقت میں نے سمجھا تھا گورنر جیٹ پر توجہ نہ دیں گے۔ یہ حکم صلیب کے خلاف کی نہیں دیا، رانا مارے طر حکومت کے خوف ہے، ہندوؤں سے حکومت میں غصہ آتا ہے، یکن چھ بات میسوں میں واقعات نے کچھ کی صورت اختیار ہو رہی ہے، رجبہ صاحبہ سے اپنی خاندانی عزت مستحق رہا، اس وقت کی قوت سے یہی کیجی طرح کامیاب ہے کہ بگورنر کا لیصلہ شاید میرے خلاف ہوگا۔ ہونسل میں اندو تالیوں کی شرارت ہو جانے کے باعث بگورنر کی قیادت کی ہیت بہت کم ہوئی۔ رجبہ کوئل کے فیصلہ کو مسترد کر سکتے ہیں۔ مگر اس اختیار سے وہ خاص حقائق میں مدد دے سکتے ہیں۔ رجبہ صاحبہ کیلئے یہاں کی ان کی تو دور سے رہا ملک بھر میں ہر مہم چاہے گا وہاں سے کوئی ملٹی حکومت کے یہاں نے ظلم پر شرمی نے کاہل سے لے گا، رجبہ صاحبہ رکتے ہیں۔ اس لیے گورنر نے مجھ سے پوچھا ہے کہ رجبہ صاحبہ کی شکایتوں پر دی جائے تو تمہیں کچھ ملے ہو نہ ہوگا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ بھی تب کوئی رہے تو نہیں رہا۔

صوفیہ یہاں سے قائم نہاتا مشاغل ہے؟

کارک ہوں۔ اس لیے مشکل ہے کہ رے عامہ سے خدمت رے کا جو  
 اندوختہ ہم لوگوں نے خود ہی کیا ہے سے چیزوں تے پکھنا، معصوم ہوتا ہے۔  
 ہوش، کتنا ہی طاقت ور ہو ہیں خالص کارپردہ رکھنے سے بے کجی بھی سے بھی سر  
 جھکانا پاتا ہے میرے لیے ہونی بات نہیں فیصلہ میرے موافق یہ خلاف  
 میرے دیرس کا کوئی اثر نہیں پڑ سوتا۔ بدستور یاد پر ہمارے اوصاف و احکام  
 ٹیٹھی جاتی ہے (مسٹر ر) گوہر نے مجھے اس حزم کے لیے یہ بھی دی ہے وہ مجھے  
 یہاں سے بٹا دینا چاہتے ہیں۔

صوفیہ یہ نہیں تھیں تو اپنا پرے گا؟

کارک ہوں۔ میں یہ رستہ اپنی شکل کھٹے بنا دیا ہوں گا۔ یہ عہدہ بڑے  
 مزہ کا ہے۔ رہتو صوفیہ کے لیے ہوتا ہے۔ پورا حقیقت رکھتی ہوتے۔ ہم  
 دلوں میں جو بڑے خوش نصیب ہیں نہیں کو یہ مصیبت ملے ہے۔  
 صوفیہ تباہی کم بڑے خوش نصیب ہیں۔

مسٹر کارک اس طنز سے دلی میں رہ رہا گئے۔ انہیں سے سمجھا تھا کہ صوفیہ  
 یہ چیز سن رہے ہوں نہ وہ گے اور بھی مجھے یہ بچے کا موقع تے گا کہ ہاں تے چلے  
 سے پکے ہمارے ہوجا ضرور ہے۔ تب تو تم بڑے خوش نصیب ہو۔ اس لیے  
 وہ نہ طنز سے نہ ساری میدان پر پائی بیٹھی ہیں۔ اس جملہ میں وہ مغزات ہو  
 طنز وہ لے عثمان بھری ہوئی تھی، جو وہ تو نہ دھونی کی بھی پہ نہیں رہی۔ وہ اپنے  
 گئے کہ اس کے ہاں تھا یہ خبر ہی میں نے پی خوشی کا صہرہ کیا۔ کہیں  
 بھی بات تو سے ہر نہیں تھی؟ شاید سمجھتی ہو کہ یہ اپنے ذاتی دائرہ سے تاحوش ہو  
 رہے ہیں مگر اس ہنس نہ ہے کہ نہیں ہر بھی پہ نہیں کہ اس پر یہ زارے گے۔  
 یہی رہنا تھا تو یہ رگ کی کیوں چھید تھا۔ یہ سوچ کر وہ بولے: یہ تمہارے فیصلہ پر  
 منحصر ہے۔

صوفیہ نے لے تختی سے جو دبو۔ ”س معدت میں تم مجھ سے ربو ہو شیار  
 ۱۰۰“

کارک، س ندھے کا بال ہے۔

صوفیہ نے برجی سے کہا ’س ندھے کے طہ نہیں ہو‘  
 کارک میں تم سے صاں پو پتتا ہوں، رقم تجھی پر چھوڑتی جاتی ہو۔  
 صوفیہ ’ر میری صاں سے تمہار نقصان ہو‘

کارک نے انیری سے جو دبو۔ ’صوفیہ میں تمہیں سے یقین دے رہی ہیں۔  
 تمہارے لیے سب کچھ رہتا ہوں۔“

صوفیہ (س ر) کے لیے میں تمہاری مومن ہوں۔

ن تا میں سر بیوہ ہوں آئیں اور کارک سے سس نہیں رہتیں، نے  
 نکلیں۔ صوفیہ نے دیکھا کہ مسرکارک کو ہانے کا موٹا ٹیکس رہا تو اپنے کمرہ میں  
 پہلی آئی۔ دیکھا تو پر جو بیوہ ہاں بیٹھے، بے یں۔ صوفیہ نے کہا۔ ’ن تھرتو  
 ک یہاں سے پوریا، رہنا سمجھا رہا ہے گا۔ راستے بجٹ ہوں گے۔‘

پر جو بیوہ (یونک ر) سب؟

صوفیہ بہت حد رہا بہینہ رہا، نکلیں گے ٹیکے۔

پر جو بیوہ تب تو تم ٹکی یہاں تھوڑے ن دنوں میں ہوں۔

صوفیہ میں ن سے شادی نہ رہی گی۔

پر جو بیوہ جی؟

صوفیہ ہاں میں ن دن سے فیسہ رجلی ہوں پر تم سے بے کاموں میں رہا۔

پر جو بیوہ۔ یہاں رہتی تھیں کہ میں میں شہر نہ چھاؤں؟

صوفیہ، تہ تو واقعی کی تھی۔

پر جو بیوہ، میری بھج میں نہیں رہا، تم مجھ پر ک قدر بے ستباری رہی رہی رہی

موت؟ جہاں تک یاد ہے میں نے تمہاری بات کی ہے میں نے۔

صوفیہ صوفیہ رونا پر جھونک رہی تھی۔ وہ کہتی تھیں کہ تم میں بھی کچھ نہیں ہے۔ کچھ ایسے کچھ سوئے ہوئے ہو کہ میں تم سے کون سا بے نیازی کرتی ہوں۔ جیسے وہی شخص رحمت کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور

پر جھونک بیٹھ جاتا ہے۔ یونہی مجھ سے رونا۔ وہ کہتی ہیں کہ رات سن رہا ہوں تو میرے پیٹ میں بیٹھتے ہوئے ہیں اور جس تک کی سے نہ دوں مجھے پہن نہیں آتا۔ خیر میں تمہیں اس فیصلہ پر مصائب پہنچاتا ہوں۔ میں نے تم سے صاف طور پر تو بھی نہیں کہا مگر ان بارگاہیوں کو چاہیے کہ مجھے کی حالت میں رکھ دے۔ ہاں ہاں بنانا پسند نہیں ہے۔ مجھے چاہیے کہ میں سے چاہے۔ وہ بچہ رہے۔ یہ ن بہت خاطر کرتے ہیں مگر میری جگہ سے نہیں رہا۔ ایک بار میں نے کہا کہ پانی نظم سن تھی۔ ان دنوں سے مجھے ان سے چاہیے کہ وہ بیٹھے ہاتھ بٹے سنتے رہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ میں آتا ہے کہ خوب بناؤں۔ میں نے سنتے ہی دیکھا کہ نہ مل سکا ہوگا مگر۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ وہ کچھ نہیں تو خوب لکھیں۔ شعریت گوین کی ٹھنی میں پڑی ہے۔

صوفیہ نم ہر بھی نور صاحب کی طرف نہیں گئے تھے؟

پر جھونک کر کہہ رہی تھیں کہ وہ ہیں سے چلا آ رہا ہوں۔ وہ نے کچھ بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ چار کے کاموں سے نہیں نکل میں اہل رہا ہے۔

صوفیہ کے چہرے پر مصیبت کی کوئی علامت نظر نہ آئی۔ اس نے یہ نہ پوچھا کہ میں رونا رہوں؟ یہ قصور تھا؟ یہ ماری ہو تھی ت نے انکل سے معلوم کر میں صرف ناپوچھ۔ رونی صاحبہ تو اس میں جاری ہیں۔

پر جھونک نہیں نور صاحبہ رونا کہہ سکیں وہ چاہتے ہیں کہ میں مگر ان کی

کہ نہیں ہے دہلیز کی نہ پڑی رہا ہے۔ سے نی کی مدد ضرورت نہیں۔

صوبہ جیڑوں دیر تک گری سوچ بچار میں خاموش بیٹھی رہی۔ وہ نے نی مردانہ صوت کی دیکھوں میں پھر رہی تھی یہ ایک س سے سر ٹھپا ہوا طے شدہ طریقہ پر ہوں۔ "میں دوے پورا دل کی۔"

پابھو بیوک وہاں چار گیا رہا گی ؟

صوبہ یہ میں بہ سنی کہ وہاں چار کیا رہا کی۔ آراہر چھند رسول کی تو نم ز کم میل میں رہا رہا کی حد مت فائدہ کی۔ پنی جان فو پر قمران رہا کی۔ میں نے ن کے ساتھ جو ملے وہاں کی ہے خواہ کی رہا سے نی ہو وہ ہر وقت میرے دل میں کانٹے کی طرح چھبائی رہی ہے۔ س سے ن، حورچی، ہوگا س کا دیال آتے ہی میرے دل سے قمر ہو جاتا ہے۔ میں س کا نا کا نہ رہا رہا کی۔ کی ہر طریقہ پنی چار رہا ہے۔

یہ بہ صوبہ نے ہڑکی سے بھاڑا تو مسئلہ دل رک بھی تک ہڑے سز سیدک نے دیکھیں رہا ہے تھے۔ مونہ بھی ہڑکی تھی۔ وہ نور بہار۔ سٹر دل رہا ہے ہوں۔ ولیم ساج دہانی سے دیکھیں رہا ہے تم مردو گئے؟ میں میرے کرنے کے لیے تمہارا انتظار رہی ہوں۔"

بھو کٹائی یہ میں تھا۔ س ہر ماہ نہ رہا سے سول جیڑوں آنکھوں میں دیریب نہی کا کتنا چاہتا رہا یہ محبت میرا سبب نہی تھی۔ کارب نے معذرت آمیز لگا ہوں نے صوبہ رہا یہ۔ "یہ وی صوبہ ہے جو بھی ذرا دیر پہلے میرا مسئلہ رہا ہے۔"

وقت پانی پاتا کا تاریک عرصہ تھا۔ سب کی پانی پر چاند کی نہری نہیں باقی رہی تھیں۔ سی برتے ہوئے پانی کا دھپا ہوا ہوتا تھا سے بھر مہوہ س کی آنکھوں میں مایوس تھا۔ وہ نام نہور رہا۔ پیر کی معاف رہا۔ ٹھیکہ نہیں ہی

نہیں رہا۔ باتوں میں دیر ہوئی۔

صوفیہ نے اس طرف راہگی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ 'اما، ابھی وہاں ہے  
رہی۔ یہ بھی سے مجھ سے لگ آگے ہیں۔ میری مٹی یہ بھی نہری کہ ایک ہار تو رہے  
نکالت ہی کے لیے پوچھ پتے، یہ، نے چلی گئی'۔

مسر بیوک ہو۔ وہیم! یہ تمہاری رہائی ہے۔ آج صوفیہ نے تمہیں آواز  
باتوں رفتاریہ۔ میں تمہیں بے خط سمجھتی تھی، صرف وہ خط، رہے۔

ٹارک نے چھ منٹ، اپنی سخت دہائی اور صوفیہ کا ہاتھ پیر موڑ کی طرف چلے۔  
مگر اب بھی نہیں شک تھا کہ میرے ہاتھ میں جو ماز سٹاں ہے وہ اصل وہاں ہے  
بے پائش خو۔ وہ دل۔ معما و بھی پیچیدہ ہوتا مگر نظر آتا تھا۔ یہ کوئی بندر نہی نے  
وہ مدد کی ہے وہ معصوم بچہ جو بندر کو وہاں سے اٹھ کر خوش ہوتا ہے۔ سے مٹھانی  
دیتا ہے مگر بندر کے نزدیک آئے کی خوف سے جینے لگتا ہے۔

جی، مہ چلی تو صوفیہ نے کہا۔ 'پہلے گل یکس کے اختیار بہت وسیع ہوتے  
ہیں وہاں ہے تو ریاست کے اندرونی معاملات میں بھی بہت رستما ہے کیوں؟'  
ٹارک نے خوش ہو کر کہا۔ اس کا اختیار سب جگہ یہاں تک کہ رجبہ کے محل کے  
مندر بھی موتا ہے۔ ریاست کا ذریعہ یا وہ راجہ کے کہنے سونے سے رہے مرنے کا  
وقت تک معطل رہتا ہے۔ راجہ اس سے ملے، اس سے ملے، اس کی عزت  
رہے، اس کی عزت رہے یہ سب باتیں بکنے کے اختیار میں ہیں۔ وہ یہاں  
نہ ملے سکتا ہے کہ رجبہ کی میرپوں ہوتے نہ ملے۔ کیوں ہے۔ رجبہ کے لیے  
تھے وہ اپنے بیرونی ضرورت ہوگی۔ میں تک کہ وہ رجبہ کی شادی کے متعلق بھی  
ایسے سے سنا ہے۔ اس کی بھی سمجھو کہ وہ ریاست کا حد ہوتا ہے۔

صوفیہ تب تو وہاں سیر تھک کے بے ہنگامی سوچتے تھے۔ یہاں کی طرح تمام  
ان دفتر میں وہ دھنسا پڑے گا۔





ہاں دور نہ ہو جائیں۔

ٹا رگ بین ... بہتے ہوئے خوف معموم ہوتا ہے۔۔۔ ہم میرے مصعب بھگتی ہو گی۔۔۔ یہاں سے پہلے کے قبل میں تم سے وہ ایسی نہ۔۔۔ میری زندگی۔۔۔

صوفیہ نے سنا رہا۔ 'میں سمجھوں۔' سے ظہور نے نکلنے لگا۔ تھی وہاں ہم میں ہوں میں میری قوت فیصلہ نہایت تھی ہے۔ یہاں تک کہ میرے کے لیے جانے کا فیصلہ بھی میں اٹھوں تک ہر چنے کے بعد ہی رستہ ہوں۔ یہ ہم معاملہ میں۔ اس کا حلقہ عمل رہے گا۔ میں تھی جہد کوئی فیصلہ میں رستہ بنا صرف بات یہ ہے کہ میں ہمارے فیصلہ نہیں رستہ کہ مجھے جیسی ہے فکر و آزار خیرات متاثر نہ زندگی کے قابل بھی ہے نہیں۔ ولیم میں تم سے دل نہ بات تھی ہوں۔ خانہ کی زندگی سے مجھے خوف معموم ہوتا ہے۔ اس لیے ہم حسبِ ماہرے مزاج سے غول و قنفذ ہو جو۔ میں تمہارے دل میں جھوٹی امیدیں پیدا کر کے تمہیں غلط میں نہیں رستہ چھتی۔ بھی میری ہر تمہاری مدد قوت صرف ایک سہ سے ہے۔ تاکہ میں تمہارے لیے ایک رستہ رہوں۔ یہاں ہے نہیں؟

ٹا رگ صوفیہ قہقہے میں بھونکنے لگی۔

صوفیہ ہر ایک حالت میں تھیں سوچو کہ ہر دونوں کا رشتہ عقد میں بندھ جاتا تھی ہر ایک ناوائی ہے۔ میرے دل جو چھوٹا مجھے ایک ٹپک اس کی ایک جوش فہم و خوشِ صدق شخص کے ساتھ دوست رہ رہنا کی بیانیہ سر سے کے مقدمہ میں کمپرٹ نہیں معموم ہوتا۔ تمہارا خیال ہے۔ اس کا مجھے علم نہیں، مین میں رت و شوہر کے تعلق کو دونوں کے مددگار بن صورت میں دیوں مرنی۔ میں ہر جی رہا تھا ہر مددگار ہر پرتی کے تعلقات سے مددگار جہتہ سمجھتی ہوں۔

ٹا رگ مگر جہاں رند ہی روم و رنج سے تعلقات کو۔۔۔

صوفیہ ہر ایک تعلقات و رت کے منافی ہوتے ہیں ہر معموم کا قابل عمل۔

میں بھی سے ہمیشہ کے لیے پنی زندگی کا صوبہ بنانے کو تیار نہیں ہوں۔ جب تک ہم ایک دوسرے کے سامنے ایسے ہی رہیں۔ اس وقت تک میں اس قسم کے تعلقات کو جاری رکھوں۔

ڈاکٹر: میں تمہاری مرضی کا نام نہیں لے سکتا ہوں کہ تمہارے بغیر یہ زندگی وہ مقام پر نہیں پہنچ سکتی۔ وہ یہ نہیں ہے جس میں رہنا نہیں ہے۔ وہ شمع کے بکس میں تاشی نہیں ہے۔

صوفیہ: اس کی یہ حالت غلو سے فاسقہ کتب کے لیے زیست نہیں ہے۔ یہ پانچ پانچ پر آگئے۔ مذہب ۲۰ رہا ہے۔ ۲۰ اس پر کیا ہوگا۔ یہ حال ہے کہ اس غریب کا دل ٹوٹ چکا ہے۔

ڈاکٹر: اس کی پرورش کا وہی اور نہ وہی ہے؟  
صوفیہ: اس میں سے اس کی پرورش نہیں ہونی چاہی۔ اس کی محبت کے موافق چرتے تھے۔ وہ غریب ہے۔ بھلائی ہے۔ چلی نہیں۔ مجھے تو وہی وہی نہ معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر: مذہب ذہن اور خدائیں موعود ہیں۔  
صوفیہ: مجھے اس سے خاص عقیدت ہوئی ہے۔ یہ دیکھو پاپے کا مشورہ مراد۔  
اس میں نے راجہ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ تمہارے سامنے اس کی کھلی حرکت نہ ہوتی۔

ڈاکٹر: تمہارے پاپا نہایت چارہ دار ہیں۔ اُسے دیکھو ان میں کامیاب موعود ہیں۔ کم از کم میں یہ دیکھتی ہوں جس میں چل سکتا۔

صوفیہ: یہ بیادہ کی چارہ دار کے اندر اس محبت میں کارخانہ کے مزدوروں کے معاملات ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہی بھی نہ رہے پاپے کا۔

ڈاکٹر: پس اس مذہب نے بڑا شور مچا دیا ہے۔ یہ بھی بیاہ رہا ہے۔

صوفیہ مجھے بتاتیں ہے کہ وہ خاموش نہ بیٹھے گا۔ خوش زمین کے ہاتھ کی ت  
ن چاہی میں نہ چلی جاے۔

کارک نہیں صوفیہ۔ باہر زندہ ہونے پائے گا۔ جس رو رہے ثبوت۔ کی سب  
سے پائے اس کے پیچھے کی زبان سے ہے۔ کی زلفی و سب سے  
پائے میرے ہاتھ کی پہ چھو رہا میں گئے۔

صوفیہ نے کارک ہجرت کی ہاری عزت و محبت کی نظر سے دیکھا۔

(25)

سال بھر تک رہے بہار و مار و مسٹر کارک میں ہوتا تریجٹ و قی می۔ کانڈ فاکتہ  
میدر کارر رتھا و صرف رہتا سار ماوس کے بجائے ساروں سے سس زیادہ  
حقت و رہیں۔ منوں سیاری بہی گئی۔ کتنی ہی قلم کام آئے۔ وہیں کٹ کٹ کر  
روان کی فوٹ کی طرح پھر رہا ہو باقی تھیں۔ رہا صاحب دربار بہت ہر جاتے۔  
برکار سے مقدمہ رانا چینی کا ہاتھی سے مقدمہ رانا ہے بیان مسٹر جان بیوک ورن  
سے بھی زیادہ رہا تھیں افسار و قی رتی تھیں۔ شہ کے رہسوں نے سب سے کم  
وہ جو غنڈہ دشمنوں سے زیادہ کام کیا۔ عرض و شہ پر چلے ہا کٹر گنگوں نے  
ہا شندکان شہ کی جانب سے ورن کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ وہ تھوڑے  
کے وقت زیادہ تر لوگ بیمار ہو گئے ورن میں رہا ہو گئے کہ ہاتھ میں قلم پڑے و  
بھی حالت نہ رہی۔ کوئی یہ تھوڑے تر رہے پڑ گیا۔ کوئی کی بہت صدمہ کی کام سے  
کسیں باہر رہ نہ ہو گیا۔ جو سنا ہے وہاں بہانہ نہ رکھے وہ بھی دیکھا رہے  
کے بعد مسٹر کارک سے معافی مانگ گئے۔ حضور نہ جاے۔ میں یا یہ تھا  
وہ رہے ہا سنے و فساد کا غرتا تھا۔ ہم سے بھی ہا گیا کہ یہ چنی کا قصور  
مٹے و درخواست ہے۔ رسم کو معلوم ہوتا کہ اس کا ہا کاند پر بعد کو حضور کی  
شکایت تھی جاے ہو ہم جوں رہی قلم نہ لکھتے۔

[illegible]

رات کے فوج گئے تھے۔ وہ نے لشکر کی رفتار کی وفید کی خبر پر رنور صاحب نے اپنا بابہ اس مسد پر زور کرنے کے لیے مدعو کیا تھا۔ ڈاکٹر سنگھان، چاچا سیوہ، پچھلے میڈک، راجہ میہر، رہار، روگیر بھی آئے ہوئے تھے۔ مدو بھی راجہ صاحب کے عمرہ آئے تھے، اپنی مدد سے باتیں کی تھیں۔ نور صاحب نے تانیا راجہ سے مل کر بیٹھی تھی اور وہ کمرہ کے دروازہ پر بیٹھی سو تو باکوں رہا تھا۔

مسجد رمارہ ہے۔ یہ توں پرہ کار کاہر دیوہ ہے۔ وہ ہاں بے دست و پا ہیں  
وہم کار کے شادوں پر چنے کے بے مجبور۔

ہجرت گئے۔ یہاں آئے آں کا فائدہ ہو اور جس کا خود مضرت رہا نہی پڑی

مو۔ کانا مہنٹن جتنی کی جہد مٹ جا۔ تباہی چھ۔ غیر ملکی ڈکٹوں سے ہاتھوں  
 میں حملہ تشدد کا آ۔ من۔ زندہ رہنے کی پست تو مر چکا تھا۔ مہ۔ ہے۔  
 ڈاک۔ ملکوں میں کا حاکم ہوگئے۔ (خو)۔ کھر۔ ہے۔ ڈرتا ہے۔ مرہ۔ پست میں  
 چھ۔ زندہ رہنے کے خیال و خیال۔ پھیں۔ تو ہم رہا۔ تپ۔ ہے۔ گا۔ رہ۔ ہوگ  
 مسند گا۔ مرہ۔ رہتا ہے اور ک۔ فو۔ رہا۔ رہا۔ رہا۔ رہتا ہے۔

جان بیوک نے غیر جانبدار نہ طریق سے کہا۔ 'اس کا کسی پست و ظلم کرنے  
 سے بے ثبوت نہیں رہی۔ ہاں چونکہ وہ کمزور ہیں اور چٹی کھٹت آپ میں رہنمائی  
 اس سے یہ کاموں کے۔ نے یہ صورت سے بھی رہا۔ تپ۔ ہے۔ چا۔ ہیں۔ رہا۔  
 وہ سمجھتے ہیں کہ سرکار بہادر خوش ہوگی۔'

بھرت گج۔ نے گج۔ متا سیم۔ کتا متا۔ متا۔ خلق ہے۔ یہ آپ۔ کوں سے مخفی  
 نہیں۔ میں سے دور نہیں رہتا کہ اس وقت سے کی نقصان پہنچ رہا ہے۔  
 یہ جو بیوک۔ صاحب کے۔ رہے۔ تھے۔ ب۔ تک۔ ہیں۔ بیوک کے خوف  
 سے نہ بڑے تھے۔ پ۔ نہ رہا گیا۔ بڑے۔ 'کیوں، یہ پڑھیں سے پوروں و  
 نقصان نہیں پہنچتے؟ یہ سب باتوں نے یہ کاروں و نقصان نہیں پہنچتے؟ اور پھر گا۔  
 چوں کے رہیں مفید حقوق کا نہیں ہاے۔ وے۔ وگ۔ نہیں نہیں ہیں؟ وے۔ نے  
 مظہر۔ رہا۔ وں۔ خدمت۔ رہی۔ چ۔ تھی۔ کی خدمت کا نہیں یہ صدمہ ہے۔ یہ  
 کے بھر۔ برداشت کی بھی کوئی حد ہوں چاہیے وہ ہوں بھی ہے۔ اس سے متجاہد و سور  
 قانون۔ قانون ہی نہیں۔ چا۔ اس وقت اس قانون و عدل و رز کی رہا ہے مجھ  
 رہا۔ دی۔ کا فرض ہو جاتا ہے۔ آج۔ رہا۔ حکم دے کہ سب لوگ۔ نہ میں۔ ملک گا  
 رکھیں۔ اس حکم۔ نہ مانا۔ رہا۔ فرض ہو چکا گا۔ 'وے۔ پور کے رہا۔ رہا۔ یہ اختیار  
 نہیں کہ وہ اس شخص کو یہ سب سے نکل جانے پر مجبور رہے۔'

ڈاک۔ سنوں۔ وے۔ پور کا رہا۔ رہا۔ حکم دے رہا ہے۔ اس کا کھتیار ہے۔

پر جو بیوک میں سے تسلیم نہیں کرتا۔ اس قسم کی ہوا محض بیانی طاقت پر ہو، اس  
 کی تعمیل ضروری نہیں۔ ۱۹۱۷ء پر میں ہونی والا کار کا ہوا تو وہ شرت رہا۔  
 سے یہ حکم نافذ رہا تو دوسری بات تھی مگر جب کہ رعایاں حاکم سے اس قسم کا کوئی  
 منہ نہ نہیں کیا گیا۔ وہ خود نے نگاہوں سے یہ وہ عزم پر سمجھتی ہے تو محض حاکم  
 پر پسند کی باتیں اس کے حکم کی تعمیل کے لیے مجبور میں رہتی۔

راجہ صاحب نے اظہار خوف و ڈر کا اس سے ویسا کہ یہاں ہونی میرا دشمن تو  
 نہیں بیٹھا سوت۔ جان بیوک بھی تیرا ہے۔ پالے گئے۔  
 ہاں نہ شکوں ہم، رہا رہے ہو نہیں سکتا۔

پر جو بیوک رعایا کو اپنے حقوق کی حفاظت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔  
 بھرت لگھ کر کا تیجہ خدمت کے ہو، دیکھو کہتا ہے۔ اور حاکم ہوا رہنے  
 کے لیے دربار گورنمنٹ سے مدد کا۔ مدت نروں بیسوں کا خون ہو جا کا۔  
 پر جو بیوک جب تک ہم خوش سے رہتے رہیں گے، اس کے حقوق بھی، اسے  
 پس آئے سے رہیں گے۔ ان کی حفاظت بھی تو خوشی سے ہوگی۔ میدان  
 یا مست میدان جب سے کم نہ ہو، ناک نہیں ہے۔ اس میں تو رحمت سے ڈرنا محض  
 بزدلی ہے۔

جان بیوک سے سب ضبط نہ ہو، کا ہوا ہے۔ ہم جیسے پر جوش و خروش ہو، یہ  
 پیچیدہ یا ن محضات پر چھ مہرے سے پائے اپنے ہاتھ کو خوش توں بیٹھا چاہیے۔ یہ  
 واقعہ دربار و راجہ کی شہادت سے کام لینے کا ہے۔

پر جو بیوک سے کچھ نہ کہہ۔ وہ اپنے دل میں بہ رہا تھا۔ تہہ بردن کا مترادف  
 ہے۔

ڈاکٹر لگوں میری رہے میں گورنمنٹ آف بریڈ کی خدمت میں ایک ڈیپوٹیشن  
 پناہ چاہیے۔

بھرت نکلے گورنمنٹ ہسپتال کی عیسیٰ دربار کے اندرونی مواصلات میں شغریں  
 . یہاں تک کہ ختم ہو گئی۔

مسئد رمار اور رنی کوئڈن نڈا پیٹش چھی چاے؟

جٹ نیوک مار یہ میری جھگی صدمہ ہے۔ ریاست کے خلاف شورش رونا  
ریاست کو مزور بنا دیتا ہے اور راجا کو ہمت ملتی۔ ریاست کا اقتدار مر رہا ہے۔ ریاست  
کو مارنے اور یہاں سے ہرگز نہ جانے دینا چاہتا ہوں۔ آج جمہوریت و مساوات  
سے عام یہ نظریہ سے خطا ہو رہا ہے۔ دیو سے تین صدیوں تک جمہوریت کی  
آرامش ہو رہی ہے۔ اس سے ناامید ہو گئی۔ راجا کی جوش بھی ہے کہ اس آگ  
کی پٹ بھی تک اس ملک میں نہیں پہنچے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ اس آگ سے  
اس سے محفوظ رہیں۔

[illegible]

پرچو بیوک یہ تو بہت مشکل ہے کہ آنکھوں سے پانچ گھنٹے دیکھیں اور رات نہ  
 نہویں۔

بھرت لگے ہوں بہت مشکل ہے۔ مگر اپنے فرض پر قابو رکھنا ہوگا۔ میں ابھی تہ تیغ ہے کہ سمکھ لڑکی کا استہ نہ بنیں۔ استہ کھ لڑکی نہ دے نہ اسے تو کھ لڑکی سخت ہر تہی مونے پر بھی ہمیں سخت نقصان نہیں پہنچ سکتی۔ یہ ہمارے لیے بڑے شرمناک بات ہے کہ ہم علم و ثروت یا دولت کے زمرہ میں جھومت کا یوں ہاتھ بین و راجہ کا لگا وائیں ورس بات پر خنجریں کہ سمکھ بھی حاتم ہیں۔

جان بیگ۔ تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ سے جھومت کے ہمارے ہا ہے ورس ہے گا۔ حکومت سے شرف ہو رہا اپنی سنی کو نہیں دے سکتا۔

بھرت لگے یہی وہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ جب تک حکومت سے وابستہ رہتا ہے گا۔ ہم اپنے دیار کے قریب ذرا بھی نہ پہنچ سکیں گے۔ میں اپنے لیے تھوڑے بہت انہوں کے لیے نوں ورس ہا کھ دنا ہے گا۔

رہنہ مہینہ رہا رہے جس سے ہٹے کہ یہاں سے ہٹک جانے کا وہ موقع مل جائے گا۔ میں قضیہ و قضا کے راز سے بے خبر ہوں۔ تو آپ وہاں نے یہ تبصرہ کیا۔ دربار و دروہ نہ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر سنگھوں ہم خود (خود) چاروں نے پوچھوڑا ہے گا۔

بھرت لگے رقصاتی سے جاں بخشی نہ بھیجنا ہے۔ تو پھر خاموشی رہنا بہت ہے۔ کم زمرہ بہت قوی رہے گی۔

ڈاکٹر سنگھوں پھر وی Pessimism رکھی یوں (کاہات)۔ ہم وہ کو سمجھا سے یہاں آپ پر رضی رہے گا۔

میں حنبوی نے دھڑا آتے ہوئے میں حملہ کے آخری لحاظ سے ہے۔ تمہارے امیر جہ میں بویں۔ انہیں ڈاکٹر سنگھوں۔ آپ وہ پر متقی نہ ہونی نہ نیچے۔ یہ اس کی پہلی رماش ہے۔ میں سے مدد دینا اس کے مستحسن کو تیار رہا ہے۔ وہ صاف پر قلم ہے۔ اس کی نہ دہائی صورت نہیں۔ میں نے اس کے



خوف سے سنا نہ سنی تھی، مگر تبھی غم زدہ تو سب سے پہلے میں ہی س کی پیشانی پر ٹٹک لایا گا۔ ”گی۔“

رن کے خوش بھرے حلقے نے حاضرین کو متحیر کر دیا۔ یہ معصوم ہوتا تھا کہ کوئی ایسی آواز سے یہ پیغام سننے کے لیے تڑپے۔

ایک منٹ کے بعد سحر بھارتی لکھنے نے رن کے حلقے کا مطلب بتا دیا۔ ”میرے رے میں لگی ہوئی لکھنے کے حلقے پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ س کی آزمائش ہے۔“ انسان بڑے سے بڑے کام جو رستا ہے، وہ یہی ہے کہ اپنے غمخیز کی آزمائش کے لیے مرے۔ یہی انسانی زندگی کا سب سے تین مقصد ہے۔ یہ ہی حق و بات میں کامیاب ہو رہیں، وہ وجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہم پر قوم سحر کر سکے۔

ڈاکٹر شگنوں رنی، رونی کی ہے۔ ہم س کے سامنے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ ایسی دوسو سالہ دنیا دوسو سالہ رنے جوگ (قبل) نہیں ہوتا۔ ہم کو چور میدان ہے کہ ہمارے سر کا رنہ ہے گا۔

رن، سحرانہ نصف پوری کی ایک مثال تو آپ کے سامنے ہے۔ رن بھی آپ کو سحر پر متاثر ہو تو میں بھی ہوں گی کہ آپ کو کچھ باتوں سے متاثر ہو سکتی ہیں۔ رنی پر ہے کی۔

ڈاکٹر شگنوں، چار دن میں یہ بات معلوم ہو جائے گا۔ ہمارے بھی تو اپنی نیک نامی برائی کا ڈر ہے۔

مسٹر رما بہت اچھے کے بعد ہے۔ رن، لکھنے، پڑھنے، لکھنے، پڑھنے۔ رن، مسٹر رما بہت اچھے کے بعد ہے۔

دستاویزی فنون لکھنے، پڑھنے، لکھنے، پڑھنے۔ کون صاحب ہیں؟

سیدنیون سے۔ ”میں ہوں پر نہ تھو۔ مسٹر لکھنے کا تباہ ہو گیا۔“

نور صاحب سے چھوڑ دینا۔ ”ہاں کو؟“

لیلی فون سے جو کہ سہ۔ 'پوچھنا' ڈیپارٹمنٹ میں جا رہے ہیں۔ ریڈیو نمبر ۱۰  
 "یہ ہے۔"

ڈاکٹر گورنمنٹ کے لیے میرے ہاتھ کیج ہو کہ میں۔ آپ لوگ کہتا تھا، گورنمنٹ کا  
 نہیں گزرا ہو ہے یہ کہتا تھا کہ اس وقت رات دہائی پڑے گا۔

مسیدہ رمار جی پرانے ہاتھ خرچ ہے۔ آپ سے دوستی کر رہا ہوں۔

بھرت گھر نہیں۔ اس نے تو مجھ سے بھی مل گئی نہیں۔

اسی طرح کرنے والی حد تک جرات سے یہ پہلی بار کامیاب ہے۔

ڈاکٹر گورنمنٹ کے لیے میرے ہاتھ کیج ہو کہ میں۔ آپ لوگ کہتا تھا، گورنمنٹ کا

(رے ۱۰) فائنل (دو تین) رہتا تھا۔ اس کو ملے گا بات اس کو دینا پڑے

گا۔

بھرت گھر رہتا تو وہی ہے اور گورنمنٹ کے طریقے میں بھی کوئی تبدیلی

نہیں واقع ہوئی۔ اس میں صرف وہی نہ ہونی چاہیے۔

جان سیدک یوں بھرت نے میری تجویز کو منظور کرے گورنمنٹ کے چھکے چھڑ

یہ۔

مسیدہ رمار میرے پوچش بڑے موقع سے پہنچا تھا۔

ڈاکٹر گورنمنٹ میں نے اس کے لیے ہر قسم کی ایک رہا تھا کہ ہم کو متاثر ہو جی رہی

کبھی نہ۔

نہ۔ ان کے پیچھے چلے گئی تھی۔ ہوں۔ عرضداشت پر میری ہی وائٹس نے تھے

آئیوں کے نام درج ہوئے تھے۔ مجھے تو یقین ہے کہ یہی وہی رات ہے۔

نایک رہا بے بے چارے چپے چپے تھے۔ ان میں نہ آتا تھا کہ یہاں یہ

باتیں ہو رہی ہیں۔ لیلی فون نے بات نہ کی تھی میں نے۔ اس میں معلوم ہو کہ

وگاہاں کا یہ سہ پہلے وہی فکر میں ہیں۔ یہ موقع پر ہوا وہاں

پونے کے تھے۔ بڑے بڑے سرکار یہاں بھی کا پھل بیٹھنے والے نہیں ہیں۔ سوں  
 مار دھنڈ کے کان میں یہ بات اس کی تھی کہ جب صاحب کی طرف سے پور ایک  
 سحر (نثر) انجیٹ جو تیار بیٹھا ہو ہے۔ ن کا ختم ہوں نہ ہو تو کھوں کھر،  
 (خوش خبر ہے) پانے کا سر میں ط پھن آجائے گا نہیں۔ اس صاحب  
 سے یہ بات ضروری ہل سوئی۔

مسید صاحب میں آجھتے ہوں۔ یہ تمہاری عیبوں کی ناست ہے۔  
 نایب ر م ہضرا ہتار۔ ہمیں کی۔ کھان کی ندی بہہ جاتی۔ آپ کا یہ  
 بال ہے کہ چوں؟ یہ ہر ہٹا ہوں۔ یہ اس صاحب کے رو چائیں۔  
 پر جو بیدک نئے سے ہے۔ "حق پوچھے تو یہ کس مہم کا نتیجہ ہے جو میں نے  
 ہندوستان ریوینچ میں چھپائی تھی۔"

رن پر چھ اقم نے یہ چپت کچی گائی۔ ڈسٹرنگوں پر ہر سہارے ہیں۔ یہوں  
 ڈسٹر پر کی نہیں؟ یہ کی قطعہ کامیابی آپ ہک جام میں پھوٹے نہیں ہاتے۔  
 سے نہ جھکے۔ یہ دراصل شکات ہے جو آپ کو مزل مقصد سے کوسوں دور ہر جاتی  
 ہے۔ آپ کے گلے میں پھندے، اور بھی مضبوط ردیتی ہے۔ ہر جے کے سردی  
 میں ہر کوگ سے جیتے ہیں۔ سرف کس سے کس میں سے کچی تو رہے۔  
 آپ ہک گلی سینکے ہار ہے ہیں۔ ہر ضرواں کے یہ پڑ مضبوط بیچے۔

یہ ہتی ہونی رنی جا نہوی ندر چلی نہیں۔ ٹکرن کے جاتے کی تباہ کار بھی  
 جاتا رہا۔ ہک پھر ہی رک اسپنٹے۔

مسید رمار کار صاحب بھی پیدا دیں گے کہ کس سے پڑ تھ۔  
 ڈسٹرنگوں ب کس سے ہوں ہزار رہتا ہے۔ یہ لوگ لقا تھا پھر رہا ہے۔  
 حان بیوک سڈر کس نہ گئے کی ہر بیٹی چ بیٹے۔

نایب ر م صاحب۔ سے ہر جیت کا کوئی حیاں نہیں ہے۔ کس حیاں کی دسی

بھی مجھے تو بھی وہ دطر رہے گا۔

جان سیک میں کل ہی سے مل میں کا۔ گاؤں گاؤں میں مسٹرٹا۔ سب بھی، بیٹھ  
ہیں۔

مسٹرٹا کے پیپ میں چاہے وہ ڈر ہے تھے کہ مدد بھی یہ خوش خبری سب  
یوں تو وہ ہایت متین آدمی تھے مگر سچ نے ایک غلط نہ خوش مسرت پیدا کیا تھا۔  
شرکاس کا سام تھا۔ نئی کے چھپے چھپے کے، اور بعد وہ خوش خوش ہستے ہوئے  
ماہر سٹوڈنٹ پر رٹے ہوئے غور سے سر ہٹے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ نہ  
رہی کے پس پیچھی ہون تھی۔ ہڑی ہو رہی۔ آخر صبح بہادر ۲۲ رپہ نہ دھنا  
منہ نہ پڑتا۔

نہ سب کل میں ن لید کی صلیبوں، مرزا چوں روں گی جو میں پر قدر نہ  
رہتی تھیں۔ اپنے سامنے کی کوچہ سمجھتی تھیں۔ بد روٹ روٹ  
مسٹرٹا، رہی۔ سبے گی اور ضرورت ہی یہ ہے؟

نہ ضرورت میں ہے جھینپے کی تو۔ سرتو نیچے ہو جائے گا۔ نہ سبے کی نہ ہی۔  
ماں آپ نے سو، یہاں صوفیہ پہنچتی غریب و مرزا، مہینہ ہرک سے  
شادوں کے چیت ہوتے ہی دماں عرش معلیٰ پر چہ ہ گیا۔

روں نے متانت سے کہا۔ "بیٹی۔ یہ تمہارے سہ۔ صوفیہ مسٹرٹا، سبے سے بھی  
شادوں نہ رہے گی۔ سبے نہاں کوچہ پیچیں ملتی ہوں تو دیکھ بیٹا۔ میری، سبے  
ہوتی ہے یا نہیں۔"

نہ ماں۔ ہرک سے سب کی مٹائی ہوئی ہے۔ مٹن ہے درپہ، شادوں بھی ہوئی  
ہو، جھٹ نہیں ہو۔ دونوں سبے سبے رہتے ہیں؟

روں، کتنے ہی گھٹے رہیں۔ مگر ن کی شادی نہ سونی ہے در نہ ہوگی۔ میں پنی  
گھٹ نظر کے لب صوفیہ کو مٹی ہی سب مجھوں۔ مگر واقعی وہ ایک وئی شعاع عورت

ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ سے خسیب رکے تم پیچھے دو گی۔  
 ندوہ روہتی خبیث ہے تو وہ آپ کے ہونے پر صوری ہے۔  
 رن میں مجھے جھپٹا لیا ہے۔

ندوہ تو اپنی جگہ سے نکلتے ہوئے رہا ہے  
 رن تم یہاں پر سے خبیث رہا چلا گیا۔ میں تم سے اپنے دل کی بات کہتی  
 ہوں کہ روہتی خبیث نہ ہوتی تو آج کے پانچویں برس میں اس سے ہونے والی شادی  
 رتی اور سے اپنی خوش نصیبی سمجھتی۔

ندوہ یہ باتیں پسند نہ کریں۔ وہ ٹھہرے ہوئے مرد میں پہلی گئی۔ اور اس میں بہیدہ  
 مار بھی رہی تھی گئے اور وہیں بڑھ بڑھ کر رہ گئے۔ کوئی ٹھکانہ نہیں  
 حیات رخصتی تہہ مست نہ ہوتا ہوگا۔

ہمدردی نہ ہے میں بھی مجس پر خاست کوئی دروغ ہے۔ اپنے کھر گئے۔ جب  
 تھکے ہوئے قاتل صاحب نے مایکدہ رکھ دی۔ "پہلے جی۔ میں تم سے ایک کام  
 بیجا چاہتا ہوں۔ کرو گے؟"

مایکدہ سرکار ختم ہو تو مرد دیئے ہوئے ہیں۔ میں کوئی بات ہے بھلا!  
 کون دیکھو دنیا میں نہ رہے۔ میں جو کام بیجا چاہتا ہوں وہ مل نہیں ہے۔ زیادہ  
 وقت، زیادہ عقل زیادہ وقت خرچ کرنا پڑے گی۔ چنانچہ ابھی نظر ہے۔ اس  
 نامناسب ہو رہا ہے صاف صاف جو ہے وہ۔ میں کوئی حیرت نہیں ہوں  
 اس پر تمہیں پیوستہ ایک پٹھان صوری ہو۔ میں تمہیں چاہتا ہوں تم مجھے چاہتے  
 ہو۔ اس لیے صاف کشتہ ہو چکے۔

مایکدہ سرکار آپ سے دنیا میں رکے ہو گئے، یہ مہمہ دھواں گا۔ آپ کا  
 مہمہ رو میں رہیں میں پیوستہ ہو رہا ہے۔ اگر میرے دل کی بات ہوگی تو پوری  
 رہے گا چاہے جہاں ہی میں نہ جاؤں۔ آپ نے حکم کی دیر ہے۔

کناروں کو چھڑا سکتے ہو

نایک روم سرکار رچا ہے اسی سب کا تو کوتاہی۔ روم کا۔

کنارہ تم جاتے ہو میں نے تم سے یہ سوال کیا ہے؟ میرے یہاں سینکڑوں آدمی ہیں جو ہڈی ٹنگوں چاٹتے رہتے ہیں۔ مسہرہ کھینچتے تو وہ بھی چھڑا دیں گے، مین سٹوڈنٹس کے ہاں میں پتی بات نہیں گاڑنا چاہتا۔ سر پر یہ روم یہاں نہیں چاہتا کہ ہتھے کچھ ہیں اور روتے کچھ۔ دھڑلے میں پڑے ہو، ہوں پاپیوں محبت میں ہوتی۔ سون تو نہ ہی۔ کاکھ کا کلیر تو نہیں ہے۔ بے صبر روم؟ سے ہڈی ہڈی سے پال ہے۔ یہی ایک زندگی کا سہارہ ہے۔ تم سے آج صبح اپنے ہاتھ دو۔ وہ پورے کے متعین دیوتا نہیں ہیں۔ میں اپنی دے ریل میں جا رہا ہوں۔ وہ نے سے مل سکتے ہو اور تمہاری دھڑلے سے نہیں باہر آ سکتے ہو۔ تناؤ کا تو کچھ مشعل نہیں ہے۔ مشعل ہے وہ نے کو آئے پر راضی نہ رہا۔ سے تمہاری عین وہ شے کی پہچان ہوتی ہے۔ روم میری روم کا سب سے انہیں بخوبی وقت رہا ہے۔ وہ مجھے نہیں ہے کہ وہ چاہے آئیں گے۔ وہ دور سکتے ہو یہ کام؟ اس کا کتنا نہ بک رہے ہوں وہاں دھڑلے کے ساتھ وہ رہتے کچھ نہ چاہتے وہ ہڈیوں میں جا گا۔

نایک روم مہاراج گال پورا دے گا۔ بھگوان سے چاہتوں کو ہاتھ دے گا میں تو مہاراجہ ہوں گا۔

کنارہ میں چند ہی احباب نہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے پستانوں میں تو وہ چھڑا آئیں گے۔ وہ سپن ہاپ کی جان و سپن صوں پر قربان نہ کریں گے۔ نہ سے یہ میں سے پنی رنگ کی گلیڈ پنے ردی ہے۔ یہ فقیروں کا نہیں ہے۔ یہ وہ میرے سے تو بھی نہ کریں گے۔ چنڈ جی و چنڈ جی آدلی سے ہمیشہ جھکی ہتھوں پر روم یہاں سے اس کا کھڑے تخت پر آرم مل سکتا ہے؟ نے کی محبت ہی وہ چارو ہے جس کے بس میں ہو رہیں یہ نہیں تپتے رہا ہوں۔ جب وہ نے پیوگ

(رک) کابرت ہے یا (عہد ریا) تو بچہ میں کس منہ سے کس بڑے پانی میں  
 پیشہ زندگی بہرہ رتا۔ یہ سب کانے رنی چاہوں کے ہوتے ہیں۔  
 کس نے آگے میں کچھ نہیں چھٹی۔ میرے (بہشت) کے کارن رک  
 (دور) میں رہا ہے۔ کے کارن میرے پیر نے میرے ہی ہاتھوں سے کچھ  
 ہے۔ یہ ہو یا رہا کھو میرا یہ میرے لیے رک ہو جائے گی۔ تم کل چوگے "منہ  
 سے جتنے روپے چاہو۔"

نایک روم آپ کے مال سے دی بات دی نہیں ہے۔ آپ کی دیا چاہیے۔  
 آپ سے تین پرائی (قبول شدہ) ہو جو تیار کیا ہے وہ وہی اور رانا تو  
 آٹھیں نکل پرتیں۔ سب کچھ چھوڑا دینا مونی نہیں ہے۔ یہاں تو گھر میں  
 بھون بھونٹیں۔ چاہیں وہ سب کچھ نہ لیں تو بھون کا کھانا بھی نہ ہو نہ  
 (ہنگ) کی پانی چائے پر گئی ہے کہ ایک دن نہ لے تو دیو نہ ہو جائے۔ کوئی  
 آپ کی طرح کیا کھاتا ہے۔

کون سا مال ہوئی بات ہے کہ کھائے گئے ہوتے رہی ہو گئے۔ یہ بتا دو  
 میں تمہیں یہ چھتا (نقصان دہ) ہوں "تمہاری سب سے بڑی خواہش یہ ہے؟  
 نایک روم سرکار دیں رہے۔ میرے لیے یہ کچھ کم نہیں ہے۔  
 نور تو کس کا صوبہ ہے کہ میرا "میں رہتا ہوں۔"

نایک روم سرکار کی بات نہ کہیں۔ آپ مجھے پاتے ہیں۔ آپ کا غم نہ  
 ہوں گا بھلے ہوں یہ مدد ملے گا۔ یہ آپ کا کام نہیں۔ یہ پانی کا ہے۔  
 کون نہیں بھی۔ میں تمہیں مدت میں قیاس نہیں دیتا چاہتا۔ یہ سب سے بڑا  
 سوچا ہوا میرے ساتھ رہ رہے ہو۔ میں بھی نہیں رہا ہوں "یہ سوچ رہا  
 چاہتا ہوں تم سب سے بڑا سمجھتے ہو۔ تمہارے تین بڑے ہیں؟  
 نایک روم "رہتا رہا۔" دھرم نامہ اتار۔ بھی ہو یہ ہی نہیں ہو۔"

کنور: ارے یہ کیا بات ہے؟ آدھی عمر گزر گئی اور ابھی بن بیا ہے بیٹھے ہوا  
 نایک: رام: سرکار۔ تھکدیر (تقدیر) کے سوا اور کیا ہوں۔

ان الفاظ میں اتنی رقت انگیز مایوسی بھری ہوئی تھی کہ کنور صاحب پر نایک: رام کی  
 دیرینہ اور دلی خواہش روشن ہو گئی۔ بولے۔ 'تو تم گھر میں اکیلی ہی رہتے ہو؟'  
 نایک: رام: ہاں دھرم اوتار بھوت کی طرح اکیلا ہی پڑا رہتا ہوں۔ آپ کے  
 اکبال سے دوہرے دوہرے کا گھر ہے۔ باگ۔ بگچے ہیں۔ گائیں بھینسیں ہیں۔ پر  
 رہنے والا کوئی نہیں۔ بھوگنے والا کوئی نہیں۔ ہماری برادری میں انہی کا بیاہ ہوتا ہے جو  
 بڑے بھگوان ہوتے ہیں۔

کنور: (مسکرا کر) تو تمہارا بیاہ کیسے ٹھہراؤں؟

نایک: رام: سرکار۔ ایسی تھکدیر کہاں؟

کنور: تقدیر میں بنا دوں گا۔ مگر یہ قید تو نہیں ہے کہ کیا بہت اونچے کل (خاندان)  
 کی ہو؟

نایک: رام: سرکار۔ کنیاؤں کے لیے اونچا نیچا کل نہیں دیکھا جاتا۔ کنیا اور گنوا  
 پاک ہیں۔ براہمن کے گھر میں آکر اور بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ پھر جس نے دان  
 لیا اس نے دنیا بھر کا پاپ بھگ گیا تو پھر عورت کی کیا بات ہے۔ جس کا بیاہ نہیں ہوا۔  
 اس کی جندگانی دو کوڑی کی ہے۔

کنور: اچھی بات ہے۔ البتہ نے چاہا تو لوٹنے ہی دو لہا ہونگے۔ تم نے پہلے کبھی  
 اس کی چرچا ہی نہیں کی۔

نایک: رام: سرکار۔ یہ بات آپ سے کیا کہتا۔ اپنے میل جول والوں کے سوا اور  
 کسی سے نہیں کہی۔ کہتے لاج آتی ہے۔ جو تے گا وہ سچے گا کہ اس میں کوئی نہ کوئی  
 عجیب ضرور ہے۔ کئی بار لباریوں کی باتوں میں آکر سینکڑوں روپے گنوانے۔ اب کسی  
 سے نہیں کہتا۔ بھگوان کے آسرے بیٹھا ہوں۔





محاسب: گرو۔ اب یاروں ہی سے یہ گیدڑ پھینکی اتنے روپے مل گئے۔ کون کنور  
نے سنگھ رسید لکھے دیئے ہیں۔

نایک رام: روپے لاتے ہو کہ نہیں۔ بولو چٹ پٹ؟

محاسب: گرو۔ تم تو.....

نایک رام: روپے لاتے ہو کہ نہیں؟ یہاں باتوں کی فرصت نہیں ہے۔ جھٹ پٹ  
سوچو۔ میں چلا۔ یاد رکھو کہیں بھیک بھی نہ ملے گی۔

محاسب: تو یہاں میرے پاس روپے کہاں ہیں؟ یہ تو سرکاری رقم ہے۔

نایک رام: اچھا تو عندا طلب (رقعہ) لکھ دو۔

محاسب: گرو۔ ذرا ادھر دیکھو۔ غریب آدمی ہوں۔

نایک رام: تم گریب ہو چلا۔ حرام کی کوڑی کھا کر مولے پڑھتے ہو۔ اس پر گریب  
بننے ہو۔ لکھو چٹ پٹ۔ کنور صاحب جہاں بھی مروت نہ کریں گے۔ یونہی مجھے اتنے  
روپے داد دیئے ہیں۔ بس میرے کہنے بھر کی دیر ہے۔ کون کا مکد ما پل چائے گا۔ بیٹا  
مجھے؟ لاؤ باپ کی پوجا۔ تم کرو جیسے گھاگ روج تھوڑے ہی پھنستے ہیں۔

محاسب نے نایک رام کی تیوریوں سے بھنپ لیا کہ اب یہ وہ چھٹا لیے بغیر نہ  
چھوڑے گا۔ چپکے سے پچیس روپے نکال کر ان کے ہاتھ دے دیئے اور بولا۔  
”چنڈت۔ اب دیا کرو۔ زیادہ نہ ستاؤ۔“

نایک رام نے روپے منٹھی میں کیے اور بولے۔ ”لو بچہ۔ اب کسی کو نہ ستانا۔ میں  
تمہاری ٹوہ میں رہوں گا۔“

نایک رام چلے گئے تو محاسب نے دل میں کہا۔۔۔ ”لے جاؤ۔ سمجھ لیں گے کہ  
خیرات کیا۔“

کنور بھرت سنگھ اس وقت دیوان خانہ کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ آج ہوا کے  
ٹھنڈے جھونکوں میں لطف نہ تھا۔ آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے طنزیہ نگاہوں کی

طرح دل میں کھکتے تھے۔ سامنے درختوں کے نیچے میں سے ونے سنگھ کی خیالی صورت ہنار یکہ دردناک آواز کی طرح لرزاں اور دھوکیں کی طرح پریشان، یوں نکلتی ہوئی معلوم ہوتی جیسے کسی دکھ بھرے دل سے آہ کی صدا نکلتی ہے۔ کنور صاحب کئی منٹ تک کھڑے رہتے رہے۔ ونے کے لیے ان کے دل سے اس طرح دعائیں نکل رہی تھیں جیسے علی الصبح گوشہ افق سے طلوع ہوتے ہوتے آفتاب کی ہلکی ٹھنڈی اور خوشگوار کرنیں نکلتی ہیں۔

----- اختتام -----